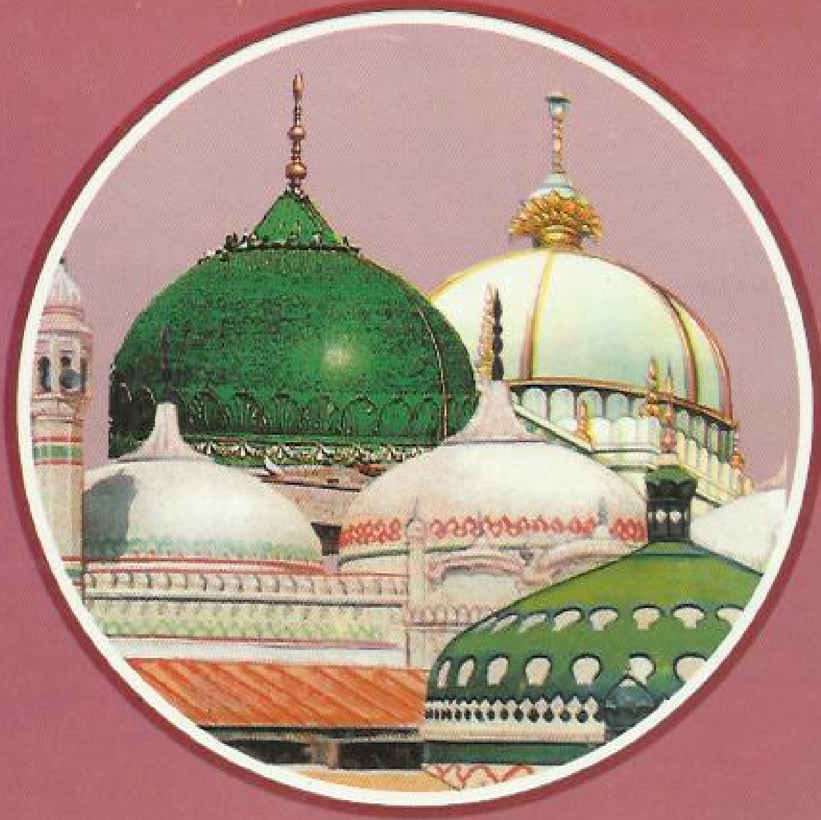
تذکرہ

مشائخ نقشبندیہ

مصنف

علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



درست سمجھے خواہ ظاہر میں درست معلوم نہ دے۔ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا
الٰہی کرتا ہے۔ اس صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگر بعض صورتوں میں اس
خطا واقع ہو جائے تو یہ الہامی خطا مثل خطا اجتہادی کے ہے۔ اس پر ملامت و اعتراض
نہیں۔ اور نیز چونکہ مرید کو پیر سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ محب کی نظر میں محبوب سے
ہوتا ہے محبوب معلوم ہوتا ہے پس اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اور کلی و جزئی امور کھانے
سونے اور طاعت کرنے میں پیر کی پیروی کرے۔ پیر کی طرز پر نماز کو ادا کرنا چاہئے
کے عمل سے سیکھنا چاہئے۔

آنرا کہ درسرائے نگاریست فارغ است   از باغ و بوستان و تماشائے لالہ

پیر پر اعتراض نہ کرے:

پیر کی حرکات و سکنات میں کسی اعتراض کو دخل نہ دے۔ خواہ وہ اعتراض رائی
کی مقدار ہو۔ کیونکہ اعتراض کا نتیجہ سوائے محرومی کے نہیں ہے۔ اور تمام مخلوقات میں
بخت اس طائفہ عالیہ کا عیب بین ہے۔ حق سبحانہٗ ہم کو اس بڑی بلا سے نجات دے۔ اور
سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب بطریق خطرہ و وسوسہ دل میں آ
نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہو۔ کفار و منکر ہی معجزے
ہوا کرتے ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است   بوئے جنسیت پئے دل بردن است

موجب ایمان نباشد معجزات   بوئے جنسیت کند جذب صفات

اگر دل میں شبہ پیدا ہو۔ تو بغیر توقف کے عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنا قصور سمجھے
نقصان پیر کی طرف عاید نہ کرے۔ اور جو واقعہ پیش آئے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور
تعبیر اسی سے طلب کرے۔ اور جو تعبیر کہ طالب پر ظاہر ہو اسے بھی عرض کر دے اور صواب
اس سے دریافت کرے۔ اور اپنے مکاشفات پر ہرگز اعتماد نہ کرے۔ کیونکہ اس دنیا میں
باطل اور صواب و خطا ملے جلے ہیں۔ اور بغیر ضرورت اور اذن کے پیر سے جدا نہ ہو
غیر کو اس پر اختیار کرنا ارادت کے خلاف ہے۔ اور اپنی آواز کو اس کی آواز پر بلند نہ کرے

بات نہ کرے۔ کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ اور جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں ان
سے تصور کرے اور اگر واقعہ میں دیکھے کہ کوئی فیض دوسرے مشائخ سے پہنچا
ہی سے سمجھے۔ اور جان لے کہ چونکہ پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے۔ وہ خاص
کی خاص استعداد کے مناسب مشائخ میں سے ایک شیخ کے کمال کے موافق کہ
ظہور میں آیا ہے مرید کو پہنچا ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس
رکھتا ہے اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے لیکن مرید نے بسبب ابتلاء کے
خیال کیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے سمجھا ہے۔ یہ بڑی غلطی کھانے کی جگہ
قدم کی لغزش سے بچائے اور پیر کے اعتقاد و محبت پر قائم رکھے۔ بحرمت سید البشر
الصلوات والتسلیمات۔ حاصل کلام الطریق کلہ ادب مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب
۔ اور اگر مرید آداب میں سے بعض کی رعایت میں اپنے تئیں کوتاہ جانے اور
ادا کرے۔ اگر کوشش سے بھی اسے پورا نہ کر سکے۔ تو معاف ہے لیکن کوتاہی کا اقرار
اگر پناہ بخدا آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنے تئیں کوتاہ بھی نہ جانے تو ان
سے محروم ہے۔

کہ روئے بہ بہبود بنود دیدن روے نبی سودِ نبود

کہ پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ کو پہنچ جائے اور الہام کا راستہ اور فراست
ظاہر ہو جائے اور پیر اس کو تسلیم کرے اور اس کے کمال کی گواہی دے۔ اس مرید
ہے کہ بعضے الہامی امور میں پیر کے خلاف کرے۔ اور اپنے الہام کے موافق عمل
پیر کے نزدیک اس الہام کا خلاف ثابت ہو کیونکہ اس وقت وہ مرید تقلید کے حلقہ
ہے اور تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔

جان لے کہ مشائخ کا قول ہے کہ پیر زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ زندہ کرنا اور مارنا مقام
سے ہے۔ زندہ کرنے سے مراد روح کا زندہ کرنا ہے نہ کہ جسم کا اسی طرح مارنے
روح کا مارنا ہے نہ کہ جسم کا اور حیات و ممات سے مراد فنا و بقا ہے جو مقام ولایت و کمال پر
ہے۔ شیخ مقتدا باذن الٰہی ان دو باتوں کا کفیل ہے۔ پس شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بقاوفنا کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔جس کے زندہ کرنے اور مار
شیخی سے کچھ سروکار نہیں (جلد اول۔مکتوب ۲۹۲)۔

استقامت کی دُعا کرنا:

مولانا حاجی محمد نے ظاہر کیا تھا کہ تقریباً دو مہینے ہوئے کہ اشغال میں سستی ہو گئی
وہ ذوق اور حلاوت جو پہلے تھی نہیں رہی۔یارا! غم نہیں اگر دو چیزوں میں خرابی نہ ہوئی
چیزوں میں سے ایک صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی
ہے دوسرے اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص ان دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں تار
تیرگیاں طاری ہو جائیں تو کچھ خوف نہیں۔آخر اس کو ضائع نہ چھوڑا جائے گا۔اگر العیاذ
دو میں سے ایک میں نقصان آگیا تو خرابی پر خرابی ہے اگرچہ حضور و جمعیت حاصل ہو۔
استدراج ہے کہ جس کا انجام خراب ہے۔حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے تضرع وزاری کے ساتھ
چیزوں کا ثبات طلب کریں اور ان دونوں پر استقامت کی دعا کریں۔کیونکہ یہی دونوں
مدار اور نجاتِ اخروی کا مدار ہیں۔(مکتوبات۔جلد ثانی۔مکتوب ۳۰)۔

ذکر کا مفہوم:

جاننا چاہئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے جس طرح کہ ہو سکے۔نہ یہ کہ
نفی واثبات کے تکرار یا اسم ذات کے تکرار میں منحصر ہے جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے پس اوامر
کی بجا آوری اور نواہی شرعیہ سے باز رہنا سب ذکر میں داخل ہے۔خرید و فروخت حدود شرعیہ
رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔اسی طرح نکاح وطلاق اسی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔کیونکہ
مذکورہ کے ساتھ ان کاموں کے کرنے کے وقت امر کرنے والا اور منع کرنے والا (اللہ جل شانہٗ)
ان کے کرنے والے کے مدنظر ہوتا ہے۔پس غفلت کی گنجائش نہیں لیکن وہ ذکر جو مذکور
سبحانہٗ کے اسم وصفت کے ساتھ واقع ہو جلدی اثر کرنے والا اور مذکور کی محبت بخشنے والا اور
تک جلدی پہنچانے والا ہے بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے
ساتھ واقع ہو۔وہ ان اوصاف سے چنداں بہرہ ور نہیں۔اگرچہ بعضے افراد میں کہ جن کا ذکر اوامر
کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ ہوتا ہے۔یہ اوصاف کمی کے طور پر پائے جاتے

نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا بیادی قدس سرہٗ علم کی رو سے خدا
ہیں۔اور نیز وہ ذکر جو اسم اور صفت کے ساتھ واقع ہو۔وسیلہ ہے اس ذکر کو جو حدود
کے ساتھ حاصل ہو۔کیونکہ سب کاموں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی ناصب
کے بغیر میسر نہیں۔اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم وصفت کے ذکر سے
لیکن پہلے وہ ذکر چاہئے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہو جائے۔اور اللہ تعالیٰ کی
تو اور ہی ہے۔وہاں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کوئی وسیلہ۔اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے
"(جلد ثانی۔مکتوب ۴۶)۔

سے رجوع کرنا:

محمد ابالوی کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے جو دریافت کیا ہے کہ اگر کوئی طالب اپنے
میں دوسرے شیخ کے پاس جائے اور طلب خدا کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔سو معلوم
حق سبحانہ ہے اور پیر وصول الی اللہ کا وسیلہ ہے۔اگر طالب اپنا رشد دوسرے شیخ کے
اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی
اجازت کے اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے طلب رشد کرے۔لیکن اسے چاہئے کہ
انکار نہ کرے۔اور اسے بجز نیکی یاد نہ کرے۔خصوصاً آج کل کی پیری مریدی جو رسم و
ہے۔اگر اس وقت کے پیر جو اپنے آپ سے بے خبر ہیں اور ایمان وکفر میں تمیز نہیں کر
جل شانہ کی کیا خبر دیں گے اور مرید کو کونسا راستہ دکھائیں گے۔

اگر از خویشتن چو نیست جنیں که خبر دارد از چناں و چنیں

مرید پر ہے جو اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے۔اور دوسرے کی طرف رجوع نہ
اور خدا جل شانہ کا راستہ معلوم نہ کرے۔یہ خطرات شیطانی ہیں جو پیر ناقص کی حیات کے
طالب کو حق سبحانہٗ سے روکتے ہیں۔اسے چاہئے کہ جس جگہ رشد و جمعیت دل پائے۔بغیر
رجوع کرے اور وساوس شیطانی سے پناہ ڈھونڈے۔(جلد ثانی۔مکتوب ۱۶۳)۔

ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں:

جب خوارق کا ظاہر ہونا ولایت میں شرط نہیں۔ ولی اور غیر ولی میں امتیاز کیسے ہوگا۔ اور محق مبطل سے کس طرح جدا ہوگا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گو تمیز نہ ہو ... بجانب اور مبطل ملا جلا رہے۔ حق و باطل کا ملا جلا رہنا اس دنیا میں لازم ہے اور ولی کی ولایت ... کچھ ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ ان کو خود اپنی ولایت کا علم نہیں۔ پس اور کو ان کی ولایت کا علم کس طرح ضروری ہو سکتا ہے۔ نبی میں خوارق کا ظہور ضروری ... اور غیر نبی میں امتیاز ہو جائے کیونکہ نبی کی نبوت کا علم واجب ہے۔ اور ولی چونکہ لوگوں کو اپنے ... کی شریعت کی دعوت دیتا ہے۔ نبی کا معجزہ اس کے لئے کافی ہے۔ اگر ولی اپنے نبی کی شریعت ... سوا کی دعوت دیتا تو اس کے خارق کا ہونا ضروری تھا۔ چونکہ اس کی دعوت اپنے نبی کی شریعت ... ساتھ مخصوص ہے اس لئے خارق کی کچھ ضرورت نہیں علماء ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ... اولیاء ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور باطن شریعت کی بھی۔ وہ پہلے مریدوں اور طالبوں کو توبہ و انابت کی راہ دکھاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ذکر حق سبحانہ ... معمور رکھے کہ ذکر غلبہ پائے اور مذکور کے سوا کسی چیز کو دل میں نہ رہنے دے۔ یہاں تک کہ ... کے سوا تمام سے ایسی فراموشی حاصل ہو جائے کہ اگر تکلف سے اشیاء کو یاد کرے تو یاد نہ آئیں ... یقینی امر ہے کہ ولی کے لئے اس دعوت کے واسطے کہ جس کا تعلق ظاہر شریعت اور باطن شریعت سے ہے خوارق کی ضرورت نہیں۔ پیری مریدی سے مراد ... دعوت ہے جو خارق سے سروکار اور کرامت سے تعلق نہیں رکھتی۔ باوجود اس کے ہم کہتے ہیں کہ مرید رشید اور طالب مستعد سلوک کے طریق میں ہر گھڑی اپنے پیر کے خوارق و کرامات کا احساس کرتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر وقت اس سے مدد مانگتا اور پاتا ہے اور دوسروں کے لئے ظہور خوارق ضروری نہیں۔ مگر مریدوں کے لئے خوارق پر خوارق اور کرامات پر کرامت ہیں۔ مرید اپنے پیر کے خوارق کا احساس کس طرح نہ کرے کہ پیر نے مرید کے مردہ دل کو زندہ کیا ہے اور مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے۔ عوام کے نزدیک ایک مردہ جسم کا زندہ کرنا بڑی بات ہے اور خواص کے نزدیک قلب و روح کا زندہ کرنا بڑی قاطع دلیل ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ ...

... لکھتے ہیں کہ چونکہ مردہ جسم کا زندہ کرنا اکثر لوگوں کے نزدیک بڑا اچھا کام سمجھا جاتا تھا ... ایسے زندہ کرنے سے منہ پھیر کر روح کے زندہ کرنے میں مشغول ہو گئے ہیں اور طالب ... دل کو زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں مردہ جسم کا زندہ کرنا قلب کے ... کے مقابلہ میں اس چیز کی مثل ہے جو راستے میں پھینک دی گئی ہو۔ کیونکہ جسم کا زندہ ... روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلب کا زندہ کرنا ہمیشہ کی زندگی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ... اہل اللہ کا وجود حقیقت میں کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور لوگوں کو حق سبحانہٗ کی ... ان کی دعوت حق تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کا زندہ کرنا بڑی ... میں سے ایک نشانی ہے۔ اہل اللہ زمین والوں کے لئے امان اور زمانہ کے لئے غنیمت ... ان کی شان میں ہے کہ "ان کے طفیل سے لوگوں کے لئے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کے ... لوگوں کو رزق ملتا ہے۔" ان کا کلام دوا ہے اور ان کا دیدار شفا ہے۔" وہ اللہ کے ہمنشین ... اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بدبخت نہیں رہتا اور ان کا محب زیاں کار نہیں ہوتا۔" وہ ... کہ جس سے اس گروہ کا محق مبطل سے ممتاز ہو جائے یہ ہے کہ اگر ایسا شخص ہو جو شریعت ... قدم ہو اور اس کی صحبت میں دل کو حق سبحانہٗ کی طرف رغبت و توجہ پیدا ہوتی ہو اور ماسوائے ... بے توجہی مفہوم ہوتی ہو۔ وہ شخص حق بجانب ہے اور حسب تفاوت درجات اولیاء کے ... میں ہے۔ یہ علامت امتیاز بھی مناسبت والوں کے لئے ہے۔ جو شخص محض بے مناسبت ہو۔ وہ ... محروم ہے۔

ہر کہ او روئے بہ بہبود نداشت   دیدن روئے نبی سود نداشت

(جلد ثانی۔ مکتوب ۹۶)

کفر و اسلام:

شریعت میں جس طرح کفر و اسلام ہے۔ طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے۔ اور جس طرح شریعت میں کفر شرارت و نقص ہے اور اسلام کمال ہے۔ طریقت میں بھی کفر طریقت نقص ہے اور اسلام طریقت کمال ہے۔ کفر طریقت سے مراد مقام جمع ہے جو پوشیدہ رہنے کا محل ہے۔ اس مقام میں حق و باطل میں تمیز مفقود ہے۔ کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہور اچھے اور برے

آئینوں میں محبوب کی وحدت کا جمال ہے۔ پس وہ خیر و شر اور کمال و نقص کو اس وحدت کے
ظلال کے سوا نہیں پاتا۔ اس لئے انکار کی نظر جو تمیز سے پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں
ہے۔ ناچار وہ سب سے مقام صلح میں ہے اور سب کو راہِ راست پر پاتا ہے۔ اور اس آیہ کریمہ
ہے۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (
ھود)۔ اور کبھی مظہر کو ظاہر کا عین سمجھ کو مخلوق کو خالق کا عین خیال کرتا ہے اور مربوب کو رب
جانتا ہے۔ یہ سب پھول ہیں جو مرتبہ جمع کے سبب سے کھلتے ہیں۔ منصورؒ اسی مقام میں
ہیں۔

کفرت بدین اللہ والکفر واجب   میں کافر ہو گیا اور اللہ کے دین سے اور کفر واجب
لدیّ و عند المسلمین قبیح   میرے نزدیک اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے۔

یہ کافر طریقت کفر شریعت سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ اگر چہ کافر شریعت مردود اور عذاب کا
مستحق ہے۔ اور کافر طریقت مقبول اور درجات کا مستحق ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور پردہ میں پوشیدہ
محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور محبوب کے سوا سب کو فراموش کر دیا ہے۔ اس
لئے مقبول ہے۔ اور وہ کفر نادانی اور سرکشی کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ اور
اسلام طریقت سے مراد مقام فرق ہے بعد جمع کے جو محل تمیز ہے اور یہاں حق و باطل سے نیکی بدی
سے متمیز ہے۔ اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے پوری مناسبت ہے۔ بلکہ جب اسلام
شریعت کمال کو پہنچتا ہے۔ تو اس اسلام کے ساتھ اتحاد پیدا کرتا ہے۔ بلکہ دونوں اسلام اسلام
شریعت ہیں۔ ان میں فرق ظاہر شریعت و باطن شریعت اور صورت شریعت و حقیقت شریعت کا
ہے۔ کفر طریقت کا مرتبہ اسلام صورت شریعت سے اونچا ہے۔ اگر چہ اسلام حقیقت شریعت سے
پست و کمتر ہے۔

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود   ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں سے جس بزرگ نے شطحیات زبان سے نکالی ہیں
اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں وہ سب کفر طریقت کے مقام میں ہوا ہے۔ جو مستی و بے
تمیزی کا مقام ہے۔ جو بزرگ کہ اسلام حقیقت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ وہ اس قسم کی

پاک و بری ہیں اور ظاہر و باطن میں پیغمبروں کا اقتدا کرتے ہیں۔ اور ان کے تابع ہیں
والتسلیمات۔ پس جو شخص شطحیات بولتا ہے اور سب سے مقام صلح میں ہے۔ اور
راست پر سمجھتا ہے اور خالق و مخلوق میں تمیز ثابت نہیں کرتا اور دوئی کے وجود کا قائل
ایسا شخص مقام جمع میں پہنچا ہوا ہے اور کفر طریقت سے متصف ہو گیا ہے اور ماسوا کو
ہے تو مقبول ہے اور اس کی باتیں مستی سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور ظاہر معنی سے مصروف
اور اگر اس حال کے حاصل ہونے کے بغیر اور درجہ اولے پر پہنچنے کے بغیر ایسی شطحیات زبان
اور سب کو حق پر اور راہِ راست پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا۔ تو وہ بے دین و
ہے۔ جس کا مقصود شریعت کا ابطال ہے اور اس کا مطلوب دعوت انبیاء کا اٹھا دینا ہے
کے لئے رحمت ہے۔ علیہم الصلوات والتحیات۔ پس یہ کلمات محق سے بھی صادر ہوتے
اور مبطل سے بھی۔ محق کے لئے آبِ حیات ہیں اور مبطل کے لئے زہرِ قاتل۔ مثل آب
کے جو بنی اسرائیل کے لئے خوشگوار اور قبطی کے لئے خون ناگوار تھا۔ یہ قدموں کے لغزش کی
مسلمانوں کی جماعت کثیرہ اکابر ارباب سکر کی باتوں کی تقلید سے سیدے راستے سے
ہو کر گمراہی اور زبان کاری کے کوچوں کے پیچھے گری ہوئی ہے اور اپنے دین کو برباد کرتی
انہیں یہ معلوم نہیں کہ ایسی باتوں کا قبول کرنا شرطوں کے ساتھ مشروط ہے جو ارباب سکر میں
اور ان میں مفقود ہیں۔ ان شرطوں میں بڑی شرط ماسوائے حق سبحانہٗ کی فراموشی ہے جو اس
کی دہلیز ہے اور محق و مبطل میں امتیاز کی علامت شریعت پر استقامت اور عدم استقامت
جو محق ہے وہ باوجود مستی اور بے تمیزی کے بال برابر خلافت شریعت کا مرتکب نہ ہوگا۔ منصور
انا الحق کہنے کے ہر رات قید خانہ میں بھاری زنجیر کے ساتھ پانسو رکعت نماز ادا کرتا تھا۔ اور
والوں کے ہاتھ سے جو کھانا اسے ملتا تھا اگر چہ وجہ حلال سے تھا مگر وہ نہ کھاتا تھا اور جو شخص مبطل
احکام شرعیہ کی بجا آوری اس پر کوہ قاف کی طرح گراں ہے۔ آیہ کریمہ كَبُرَ عَلَى
الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (دشوار ہے مشرکوں پر وہ کہ جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے) ان
کے حال پر صادق آتی ہے۔ ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ (جلد ثانی۔ مکتوب ۹۵)۔

عذاب قبر کی کیفیت:

بنام ملا بدرالدین در تحقیق عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد۔ الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ آپ نے لکھا تھا کہ بدن سے تعلق سے پہلے روح عالم مثال میں تھی۔ بدن سے جدائی کے بعد پھر عالم مثال میں چلی جائے گی۔ پس عذاب قبر مثال کی ہوگا۔ مثل اس درد والم کے جو خواب میں عالم مثال میں محسوس کرتے ہیں۔ اور آپ نے لکھا تھا اس بات کی بہت سے شاخیں ہیں۔ اگر جناب قبول کریں تو بہت سے فروع اس بات پر تحریر کروں گا۔ آپ کو معلوم رہے کہ اس قسم کے خیالات صدق و راستی سے بعید ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو غیر معروف راستے کی طرف لے جائیں۔ اس لئے باوجود موانع کے یہ چند کلمے بطور اس مبحث کی تحقیق میں لکھے گئے۔ واللہ سبحانہٗ الہادی الی سبیل الرشاد۔

عالم ممکنات کی تین اقسام:

بھائی جان! صوفیہ کرام نے عالم ممکنات کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد۔ اور عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عالم مثال ان دو عالموں کے معانی و حقائق کے لئے مثل آئینہ کے ہے۔ اجساد و ارواح کے معانی و حقائق عالم مثال میں عجیب صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ عالم مثال میں ہر معنی و حقیقت کے مناسب اور شکل و ہیئت ہوتی ہے۔ وہ عالم بذاتِ خود صورتوں اور شکلوں کا متضمن نہیں۔ بلکہ صورتیں اور شکلیں اس میں دوسرے عالموں سے منعکس ہو کر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ مثل آئینہ کے ہے جو بذاتِ خود کسی صورت کا متضمن نہیں۔ اگر اس میں صورت موجود ہے تو وہ خارج سے آئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی۔ تو جان لیجئے کہ روح بدن کے ساتھ تعلق کے بعد اگر عالم اجساد میں نازل ہوئی ہے تو علاقہ حب کے ساتھ اتر آئی ہے۔ تعلق سے پہلے اور پیچھے اس کو عالم مثال سے سروکار نہیں۔ ہاں اتنا ہے کہ بعض اوقات اللہ سبحانہٗ کی توفیق سے اپنے بعض حالات کو اس عالم کے آئینہ میں دیکھتی ہے اور حالات کی خوبی و برائی کو وہاں سے معلوم کرتی ہے۔ چنانچہ مکاشفات اور خوابوں میں یہ بات واضح اور ظاہر ہے۔ اور بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ سالک حس سے غائب ہونے کے بغیر یہ بات محسوس کرتا ہے اور بدن سے جدائی کے بعد اگر روح علوی ہے تو

الاوجہ ہوتی ہے۔ اور اگر سفلی ہے تو سفل میں مبتلا ہے۔ مگر عالم مثال سے کچھ سروکار نہیں۔ عالم مثال دیکھنے کے واسطے ہے۔ رہنے کے واسطے نہیں۔ رہنے کی جگہ عالم ارواح اور عالم اجساد۔ اور عالم مثال ان دونوں عالموں کا صرف آئینہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور جو الم خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتی ہے وہ اس تکلیف کی صورت و شکل ہے کہ دیکھنے کو متشکل ہوا ہے اور اس کی آگاہی کے لئے یہ بات اس پر ظاہر کردی گئی ہے۔ قبر کا عذاب ایسا نہیں کیونکہ یہ تو حقیقت عذاب ہے نہ کہ صورت و شکل عذاب اور نیز وہ تکلیف جو خواب میں ہوتی ہے اگر بالفرض کچھ حقیقت بھی رکھتی ہو تو وہ دنیا کی تکلیفوں کی قسم سے ہوگی۔ اور قبر کا عذاب اخروی کی قسم سے ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ دنیوی عذاب آخرت کے عذاب کی نسبت (خدا پاک ہم کو پناہ دے) کچھ قدر و اعتبار نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اگر دوزخ کی ایک چنگاری دنیا میں گر پڑے تو سب کو بالکل جلا دے اور ناچیز کر دے۔ عذاب قبر کو مثل خواب کے جاننا صورت عذاب و حقیقت عذاب سے بے علمی کے سبب سے ہے۔ اور نیز اس شبہ کا باعث یہ وہم کرنا ہے کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت ایک ہی جنس سے ہیں۔ اور یہ صاف باطل ہے (جلد ثالث۔ مکتوب ۳۱)۔

حضرت شیخ کے مقامات و معارف پر اعتراضات

مخفی نہ رہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض معارف پر لوگوں نے اعتراضات کئے ہیں۔ خود حضرت نے ان کے کافی و وافی جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ اور حضرت کے خلیفہ شیخ بدرالدین سرہندی نے بھی حضرت القدس میں چند شبہات کو بیان کر کے ان کے مفصل جوابات لکھے ہیں۔ جن کے ایراد کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ جن مقامات پر معترضین نے اعتراضات کئے ہیں۔ خود حضرت نے ان کے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ وہ اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔ بہت سے کلمات جن پر ارباب ظاہر نے اعتراض کئے ہیں اولیائے کرام سے صادر ہوئے ہیں اور وہ بغیر تاویل کے درست نہیں۔ پر جو تاویل (یعنی غلبۂ

احوال یا معانی مقصودہ کے ساتھ الفاظ کی عدم مساعدت یا امر الٰہی ان کے اظہار کا ...
میں کی جاتی ہے وہ حضرت کے کلام میں بھی جاری ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ ...
اگرچہ اوائل حال میں حضرت کے بعض معارف پر اعتراض لکھے ہیں مگر آخر میں اُن ...
کیا۔ اور خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں یوں تحریر ...

"ان دنوں میں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت فقیر کی صفائی حد سے ...
بشریت وطبیعت کا پردہ بالکل درمیان نہیں رہا ہے۔ رعایت طریقہ وانصاف اور حکم عقل ...
ایسے بزرگوں سے بگاڑنی نہ چاہئے۔ قطع نظر اس سے میرے باطن میں بطریق ذوق ...
غلبہ ایسی بات آئی ہے کہ زبان اُس کے بیان سے گنگ ہے۔ پاک ہے اللہ جو دلوں کو پھیر ...
اور حالات کو بدلنے والا ہے۔ شاید ظاہر بین لوگ بعید سمجھیں۔ میں نہیں جانتا کہ حال کیا ...
کس طرح پر ہے؟"

بادشاہ سے آپ کو تکلیف کا پہنچنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام ...
کی کمال متابعت حاصل ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں معتکف تھے۔ اور سرور ...
المرسلین علیہ افضل الصلوۃ نے شعب میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

حضرت مجدد کے مخلصوں نے اعتراضات وشبہات کی تردید میں رسالے لکھے ...
ردشبہات میں سب سے اچھا رسالہ میرزا محمد بیگ بدخشی کا ہے جو آپ نے مکہ شریف میں تحریر ...
۔اور چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے اُس پر اپنی مہریں ثبت کیں۔

فیض الٰہی کی حد نہیں۔ اولیائی میں سے ہر ایک کی استعداد کے موافق ظہور میں آیا ...
اللہ تعالیٰ نے متاخرین کو حسب اقتضائے حکمت بالغہ ایسے کمالات عنایت کیے کہ متقدمین ...
تمام علوم وفیوض مروی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں ایک فضیلت دوسرے پر ثابت ہے۔ اور اولیا ...
میں بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ وہ مقامات کہ جن سے حضرت مجدد ممتاز ہیں۔ آپ کے طریقہ ...
مستفید کثرت سے ان درجات وحالات پر پہنچے ہیں اور ان علوم وکیفیات کا اقرار کرتے ہیں ...
پس ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ کیونکہ خبر متواتر صدق ویقین کا افادہ کرتی ہے۔ جو شخص ان ...
مقامات پر نہیں پہنچا اور ان کو بعید خیال کرتا ہے وہ اپنی جہالت کے سبب سے معذور ہے۔"

... رق عادات کا ظاہر ہونا علو کمالات کی شرط نہیں ہے۔ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
... اور درجات کے کہ جن تک کوئی نہیں پہنچ سکتا کثرت خوارق عادات اور نسبتہائے شوق
... استغراق صادر نہیں ہوئے۔ حضرت سید نور محمد بدایونی کے پیر حضرت حافظ محمد محسن
... محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفادہ کے لئے گئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا
... بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے تھے۔ تم انکار کے ساتھ آئے ہو یا اقرار کے
... حضرت حافظ نے جواب دیا کہ انکار سے عذر کرنے کے لئے آیا ہوں۔ پس وہ حضرت
... میں درجہ کمال وتکمیل پر پہنچ گئے۔"

(ملفوظات حضرت میرزا جان جاناں قدس سرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی)۔

حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"برخوردار! جو شبہات کہ بے عقلوں کے گمان میں قیوم ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ
... کے مقامات کرامت آیات پر وارد ہوتے ہیں۔ آپ نے ان کے جوابات پوچھے ہیں۔ آپ
... معلوم رہے کہ ان اعتراضات کی بنا جہالت پر ہے یا حسد پر۔ اور یہ انکار کی رسم معمول قدیم
... اہل تعصب نے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کی تکفیر میں رسالے لکھے ہیں۔ اور حضرت
... نے اپنی مکتوبات میں ان تمام شبہات کے جواب بطریق دفع دخل مقدمہ تحریر کئے ہیں اور
... کی اولاد امجاد میں سے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک مفصل رسالہ لکھا
... اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اجمال ایک رسالہ موسومہ بہ کشف
... عن وجہ الخطا تحریر کیا ہے۔ اور آنجناب کے مخلصوں میں سے مولانا محمد بیگ ترکی ثم مکی نے محمد
... تلمیذ شیخ ابراہیم کردی ثم مدنی کے رسالہ کی تردید میں ایک رسالہ موسومہ بہ عطیۃ الوہاب
... الفاصل بین الخطاء والصواب بطریق سوال وجواب لکھا ہے اور ملک عرب کے علمائے مذاہب
... اربعہ کی مہروں سے مزین کیا ہے۔

حسد کا مادہ حضرت مجدد سے معارف غیر متعارف کا ظاہر ہونا ہے جو قرون اولیٰ میں
واقع تھے اور قرون ثلاثہ مشہود بالخیر کے بعد پوشیدگی کے پردے میں چلے گئے تھے اور آنجناب کی
... مطہرہ کی خصوصیت کے سبب سے جو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت مقدسہ

کا بقیہ بھی ظاہر ہو گئے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ پہلے ان مقامات کے قائل کی شان میں نظر
اگر وہ کتاب وسنت کا متبع ہے اور اس کے اکثر اعمال واقوال میزان شریعت میں موزوں
کلام کے متشابہات کو اس کے کلام کے محکمات کے موافق تاویل کریں یا خدائے عالم
العلانیہ پر چھوڑ دیں اور اس کو معذور سمجھیں۔ کیونکہ اس قوم کو بہت سے عذر عارض ہوتے
کبھی غلبہ حال میں ان کی عبارتیں ان کے مرادات کے ساتھ مساعدت نہیں کرتیں اور
معلومات کشفی میں وہم وخیال کے خلط کے سبب سے خطا واقع ہوتی ہے۔ اور وہ اس خطا میں
خطائے اجتہادی کے معذور ہیں۔ اور کبھی ان کی اصلاح پر آگاہی حاصل نہیں ہوتی۔ پس ان
کی رعایت سے اعتراض کرنا فضول ہے۔ کیونکہ ان کے طریقہ کی بنا سنت کے اتباع پر ہے اور
کی تصنیفات اسی نصیحت وموعظت سے بھری پڑی ہیں اور اس فتنہ کے برپا ہونے کا سبب
توحید وجودی کا انکاری اور توحید شہودی کا اثبات ہے۔ کیونکہ چار سو سال سے یعنی شیخ محی الدین
عربی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سے حضرت مجدد کے عہد مبارک تک لوگوں کے کان اور ذہن
وحدت وجود سے پُر تھے۔ حضرت مجدد کا توحید وجودی سے انکار مثل انکار علمائے ظاہر کے
بلکہ جس مقام سے کہ وجودیہ تکلم کرتے ہیں حضرت مجدد اس کی تصدیق اور تسلیم کرتے ہیں
ہے کہ حضرت مجدد مقصود اصلی کو اس مقام سے اوپر فرماتے ہیں۔ اور خالق ومخلوق میں
غیریت ایسے طور سے ثابت کرتے ہیں کہ وحدت وجود حقیقی میں مخل نہیں۔ جو خارج حقیقی میں
ہے۔ بخلاف وجودیہ کے جو خالق ومخلوق میں عینیت ثابت کرتے ہیں۔'' (مکتوب حضرت میرزا
مظہر قدس سرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ مکتوب پنجم)

حضرت میرزا شہید قدس سرہ ایک اور جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ میں جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کے جمال جہاں
آراء سے مشرف ہوا۔ گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں برابر لیٹا ہوا ہوں اور نفس
مبارک کی راحت مجھے بھی پہنچ رہی ہے۔ اسی اثناء میں مجھے پیاس لگی۔ سرہند کے پیرزادے وہاں
حاضر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔ بندہ نے عرض
کی۔ یارسول اللہ! وہ میرے پیرزادے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ ہمارے حکم کی تعمیل کرتے
ہیں۔ پس ان میں سے ایک بزرگ پانی لایا اور میں نے سیر ہو کر پیا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول

حضرت مجدد الف ثانی کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میری امت میں دوسرا کون ہے؟ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! ان کے مکتوبات آپ
کی نظر مبارک میں گزرے ہیں؟ فرمایا۔ اگر تجھے کچھ یاد ہے۔ تو پڑھو۔ بندہ نے آپ کے کسی
مکتوب کی عبارت پڑھی۔ انه تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء۔ حضور نے بہت پسند
فرمائی اور محظوظ ہوئے۔ فرمایا کہ پھر پڑھو۔ میں نے پھر یہی عبارت عرض کی۔ حضور نے اور زیادہ
پسند کی۔ اور یہ حالت دیر تک رہی۔ صبح کے وقت ایک بزرگ نے علی الصبح آ کر کہا۔ کہ میں نے
رات ایک خواب دیکھا ہے کہ تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے۔ وہ خواب کیا ہے۔ فقیر نے
آپ اس سے بیان کر دیا۔ وہ بہت متعجب ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک
کی برکت سے میں نے اپنے تئیں سراپا نور وحضور پایا۔ اور اس خواب کے کیفیتوں سے جو امر
حاصل ہوا وہ بہتر ہے کئی دن تک مجھے کچھ بھوک اور پیاس نہ تھی۔'' (ملفوظات حضرت میرزا رحمہ
اللہ تعالیٰ)۔

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ
اثبات المقامات کے اخیر میں لکھا ہے:۔

''فقیر در بارہ شاہ بعالم غیب متوجہ بود۔ کہ تحریر ایں ہمہ معارف ومقامات شما از چہ راہ
است۔ اصلے از حق دارد یا محض سخن سازی است۔ ایں آیہ شریفہ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ
کذبہ در باطن القا کردند۔''[1]

ظاہر ہے کہ اس آیت کا نزول فرعون وفرعونیوں کے اشتباہ کے دور کرنے اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت ثابت کرنے کے لئے ہے۔ پس حضرت شیخ رحمہ اللہ کا انکار سے باز آنا
اور آپ کے باطن شریف پر اس آیت کا القا ہونا رفع اعتراضات کے لئے دو دلیلیں ہیں۔

حضرت شیخ محمد فرخ جو عالم کثیر العمل اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتوں میں
سے تھے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ سید محمد برزنجی جو حضرت مجدد کے انکار میں تشدد رکھتا تھا
اس نے چاہا کہ شیخ کے الزام کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ آئے۔ شیخ نے دعا کی۔ کہ الٰہی! میں عجمی

---

[1] اور اگر ہے یہ جھوٹا۔ پس اوپر اس کے ہے جھوٹ اس کا۔ (مومن۔ ع ۴)

ہوں اور وہ عربی ہے۔ حرم مبارک میں مجادلہ مناسب نہیں۔ تو مجھے اس کے شر سے
ہوگیا۔ شیخ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت سے مشرف
رخ کیا اور کشتی پر سوار ہو گئے۔ اس نے صحت وقوت پا کر ان کا تعاقب کیا اور ایک
تا کہ جہاز میں حضرت مجدد کے معارف میں اُن سے بحث کرے۔ شیخ نے یوں دعا کی۔
اکفنه بما شئت۔ یا اللہ! تو مجھے اس کے شر سے بچا جس چیز کے ساتھ تو چاہے۔ وہ
غرق ہو گئی اور منکر اولیاء کو سزا مل گئی۔ (مقامات مظہری)۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی اولاد امجاد

صاحب حضرات القدس لکھتے ہیں:۔

''حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی دو بڑی کرامتیں صفحہ روزگار پر باقی ہیں۔ ایک
کہ مشائخ وعرفاء وقت اُس کے مماثل لکھنے سے عاجز رہے۔ دوسرے آپ کے فرزندان
اُن کو آپ نے اپنے تصرف سے علم وعمل اور کمالات باطنیہ عطا فرمائے۔ روئے زمین
نے اپنے فرزندوں کو تصرف وتوجہ سے اپنا ہم مثل نہیں بنایا۔''

اس لئے آپ کے کلام کا نمونہ پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ
فرزندانِ گرامی کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جائے۔

واضح ہو کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اولاد تعداد میں دس ہے۔ یعنی سات بیٹے
بیٹیاں بدیں تفصیل:۔

خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ کے فرزند اکبر ہیں۔ جو ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں
بزرگوار کے دامن تربیت میں رہے۔ جب ۱۰۰۸ھ میں حضرت شیخ دہلی میں حضرت خواجہ
قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ اُس وقت آپ نے
بزرگوار کی طرح حضرت خواجہ سے اخذ طریقہ کیا۔ اور معاملات عظیمہ آپ پر وارد ہوئے۔
کہ کبھی وفور مستی اور غلبہ جذبہ میں ننگے سر ننگے پاؤں جدھر جی چاہتا نکل جاتے اور سبق کی
بالائے طاق رکھی جاتیں۔ ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس

ی خدمت میں سلوک تمام کر کے خلافت حاصل کی تھی۔ وہ وطن کو جاتے ہوئے یہاں
اپنے حالات بلند حضرت خواجہ سے ذکر کئے۔ اس کی مراد یہ تھی کہ ایسے حالات
ہیں۔ اگر یہاں کچھ زیادہ ہے تو استفاضہ کروں۔ حضرت خواجہ نے محمد صادق کو طلب
بابا! اپنے احوال بیان کرتا کہ مہمان درویش سُن لے۔ آپ نے وہی درویش
احوال اور کچھ زائد بیان کئے۔ جب اُس درویش نے دیکھا کہ اس آستان کا طفل ہشت سالہ
طریق ہوئے دو تین ماہ ہوئے ہیں وہ حالات بیان کرتا ہے جو اسے پچاس سال میں
اپنے احوال کی دید کا غرور اس کے دماغ سے نکل گیا۔

کشف وفراست:

لڑکپن ہی سے آپ کشف کون اور کشف قبور میں نظر صائب رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت
آپ کے کشف وفراست پر اعتماد کر کے آپ سے امور کونیہ غیبیہ دریافت فرمایا کرتے تھے۔
ان میں لے جا کر مردوں کے حالات پوچھا کرتے تھے۔ اور آپ جیسا نظر پڑتا عرض کر دیا
تھے۔ ایک دفعہ آپ کا چچا شیخ محمد مسعود بغرض تجارت خراسان کو جانے لگا۔ آپ بطریق
اس کے ساتھ اپنے جد بزرگوار مخدوم عبدالاحد قدس سرہ کے مزار تک تشریف لے گئے
مزار مبارک پر مراقب رہے۔ مراقبہ سے سر اُٹھا کر فرمانے لگے کہ میرے دادا جان چچا
کو اس سفر سے منع کرتے ہیں۔ چونکہ آپ کم سن تھے۔ اس لئے شیخ صاحب نے خیال نہ
یہ ہوا کہ شیخ مسعود اسی سفر میں ہلاک ہوئے۔

جامع علوم عقلیہ ونقلیہ:

آپ جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے۔ اکثر علوم آپ نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت
حاصل فرمائے۔ کچھ مولانا طاہر لاہوری اور کچھ مولانا معصوم کی خدمت میں حاصل کئے۔ اٹھارہ
سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر تدریس میں مشغول ہوئے۔ معقول ومنقول میں آپ کو اس قدر
مہارت تھی کہ ایک روز آپ کو شیراز کے ایک فاضل کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ جو
ہندوستان میں آیا تھا۔ اور معقولات میں بے نظیر تھا۔ آپ نے ہیئت وحکمت کے چند دقائق طبعزاد
اس سے ذکر کئے۔ فاضل موصوف کہنے لگا کہ جب تک میں نے اس جوان کو نہ دیکھا تھا مجھے

یقین نہ تھا کہ طلبہ ہندوستان میں سے کوئی طالب علم علوم عقلیہ کے مسائل دقیقہ کی تو
کما حقہ رکھتا ہوگا۔

سلوک میں مرتبہ:

مہارت علمی کے ساتھ آپ نے سلوک کو بھی درجہ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ چنانچہ
برس کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت
مکتوبات میں آپ کی شان میں کئی جگہ کلمات مدحیہ درج فرمائے ہیں۔ چنانچہ ایک مکتوب
لکھتے ہیں کہ میرا بیٹا میری معارف کا مجموعہ اور مقامات جذبہ وسلوک کا نسخہ ہے۔ وہ محرم اسرار
خطا وغلط سے مصئون ومحفوظ ہے۔

وصال مُبارک:

جب آپ کی عمر چوبیس سال کی ہوئی تو سرہند میں وبائے طاعون شدت سے
ہوئی۔ ہر روز کثرت سے ہلاک ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وبا تر لقمہ چاہتی ہے
تک ہم نہ جائیں گے۔ تسکین نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ کو بخار ہوگیا اور طاعون کی گلٹی آپ کی ران
ظاہر ہوئی۔ اور دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو وصال فرمایا۔ اور الفاظ ''دوشنبہ نہم
الاول'' سے ہی آپ کی تاریخ نکلتی ہے۔ آپ سے ایک دو دن پہلے آپ کے بھائیوں محمد فرخ
محمد عیسیٰ رحمہما اللہ تعالیٰ نے اور آپ کی بہن ام کلثوم نے اسی مرض میں انتقال فرمایا۔ اور یہ
اپنے جد بزرگوار حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے مزار میں دفن ہوئے۔

نام مُبارک کا اثر:

خواجہ محمد صادق کے وصال کے بعد وبا ان کے قبیلہ میں نہ رہی۔ جو بیمار تھے صحت
ہوگئے۔ ان مریضوں نے شدت مرض میں دیکھا تھا کہ حضرت مخدوم زادہ ان کو اس جماعت
ہاتھ سے چھڑا رہے ہیں جو اس وبا پر موکل تھے اور ان سے فرما رہے ہیں کہ اب جو ہم نے اس
اپنے اوپر لے لیا۔ تمہیں لوگوں سے اُلجھنا جائز نہیں۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ جو شخص
حضرت مخدوم زادہ کا نام لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس وبا سے رہائی پائے گا۔ چند لوگوں نے اس

اور نام مبارک میں عجیب اثر دیکھا۔

آپ کے انتقال کے بعد رشتہ داروں کی رائے تھی کہ آپ کو جد بزرگوار کے مقبرہ میں
حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا تو اُس جگہ کا حکم ہوا جہاں اب آپ کا مزار
اس جگہ کا شرف حضرت نے یوں تحریر فرمایا ہے۔

''شہر سرہند گویا میرے زندہ کرنے کی زمین ہے کہ میرے واسطے تاریک گھرے
پر ایک بلند چبوترہ بنا گیا ہے۔ اور اکثر شہروں اور جگہوں پر اُس کو رفعت دی گئی ہے۔
اس زمین میں ایک نور ودیعت رکھا گیا ہے جو نور بے صفتی اور بے کیفی سے اقتباس کیا گیا
اللہ اس نور کے جو بیت اللہ کی پاک زمین سے بلند وروشن ہے میرے بڑے بیٹے مرحوم کی
سے چند ماہ پہلے یہ نور اس درویش پر ظاہر کیا گیا تھا۔ اور فقیر کی سکونت کی زمین کے گوشہ
گیا تھا۔ ایسا بلند نور دکھایا گیا کہ صفت وشان کا کوئی غبار اس میں دخل نہ رکھتا تھا اور
سے منزہ ومبرا تھا۔ یہ آرزو ہوئی کہ یہ زمین میرا مدفن ہو اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو۔
اپنے بڑے بیٹے سے جو میرا راز دار تھا یہ بات ظاہر کردی۔ اور اُس نور اور اس آرزو سے
کردیا۔ اتفاقاً فرزند مرحوم اس دولت کی طرف سبقت لے گیا۔ اور زیر خاک اُس نور کے دریا
مستغرق ہوگیا۔

هنيئًا لارباب النعيم نعيمها وللعاشق المسكين ما يتجرع

نعمت والوں کو ان کی نعمت مبارک ہو۔ اور عاشق مسکین کے لئے وہ درد والم ہے جو وہ
گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

اس شہر بزرگ کی شرافت سے ہے کہ میرے فرزند اعظم جیسا اکابر اولیاء اللہ سے ہے
آسودہ ہے۔ ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ ودیعت رکھا ہوا نور اس فقیر کے نور قلبی کا ایک لمعہ
ہے جو یہاں سے اقتباس کر کے اُس زمین میں روشن کیا گیا ہے جیسا کہ مشعل سے ایک چراغ
روشن کرتے ہیں۔ (مکتوبات۔ جلد ثانی۔ مکتوب ۲۲)۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے فرزند اعظم اور ان کے دو بھائیوں کے انتقال کا سخت
ہوا۔ چنانچہ آپ مولانا صالح کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

بھائی ملا صالح نے اہل سرہند کے واقعات سُنے ہوں گے۔ میرے بیٹے رحمۃ اللہ علیہ
اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ اور محمد عیسیٰ سمیت آخرت کا سفر اختیار کیا۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ الحمد للہ سبحانہ کہ اولاً انہوں نے باقیماندگان کو قوت صبر عطا فرمائی۔
اس وبا کا خاتمہ کردیا۔ کسی نے اچھا کہا ہے۔

من از تو روے نہ پیچم گرم بیازاری — کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری

میرا فرزند حق جل وعلا کی آیتوں میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں
سے ایک رحمت تھا۔ چوبیس سال کی عمر میں اُس نے وہ حاصل کیا کہ کم کسی نے کیا۔ اُس نے
مولویت کے پایہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی تدریس کو ایسی حد کمال تک پہنچا دیا تھا کہ اُس کے شاگرد
تفسیر بیضاوی اور شرح مواقف اور ان کی مثل اور کتابوں کو پوری قدرت سے پڑھاتے ہیں۔ اس
کی معرفت وعرفان کی حکایتیں اور شہود وکشوف کے قصے محتاج بیان نہیں۔

تمہیں معلوم رہے کہ وہ آٹھ سال کی عمر میں ایسے مغلوب الحال ہوگئے تھے کہ ہمارے
حضرت خواجہ قدس سرہٗ ان کے حال کی تسکین کا علاج بازاری کھانوں سے کیا کرتے تھے۔ جو
مشکوک ومشتبہ ہوتے ہیں اور خواجہ ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ جو محبت مجھے صادق سے ہے وہ کسی
سے نہیں۔ اور اسی طرح جو محبت اُسے ہمارے ساتھ ہے وہ کسی کے ساتھ نہیں۔ حضرت خواجہ کے
اس ارشاد سے ان کی بزرگی کا اندازہ عجائب وغرائب بیان فرمایا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ فروتن متواضع
ملتجی متضرع اور متذلل ومنکسر رہا کرتا اور فرمایا کرتا کہ اولیاء میں سے ہر ایک نے حضرت حق سبحانہ
تعالیٰ سے ایک چیز مانگی ہے میں نے التجاء وتضرع مانگی ہے۔

محمد فرخ کی نسبت کیا لکھوں۔ گیارہ سال کی عمر میں کافیہ پڑھتا تھا اور سبق سمجھ کر پڑھتا
تھا اور ہمیشہ عذاب آخرت سے ہراساں ولرزاں رہتا۔ اور دعا کرتا کہ طفولیت میں دنیاے دُنی
سے رخصت ہوجائے تاکہ آخرت کے عذاب سے خلاصی پائے۔ مرض موت میں جن یاروں نے
اُس کی بیمارداری کی اُس سے عجائب وغرائب مشاہدہ کئے۔ محمد عیسیٰ کی آٹھ سال کی عمر تک کی
کرامات وخوارق جو لوگوں نے مشاہدہ کئے وہ میں کیا لکھوں۔

حاصل کلام یہ کہ میرے تینوں فرزند جواہر نفیسہ تھے۔ جو بطور ودیعت ہمارے سپرد کئے

الحمد للہ والمنتہ کہ ہم نے بغیر کسی ناخوشی واکراہ کے امانتیں اہل امانات کے
ہیں۔ الھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم بحرمۃ سید المرسلین علیہ
الصلوات والتسلیمات۔ (مکتوبات جلد اول۔ مکتوب ۳۰۶)۔

بارک کی حالت:

حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی قبر پہلے کچی تھی۔ پھر کچھ مدت کے بعد آپ کے
گوار نے اُس پر ایک گنبد تعمیر فرمایا۔ قبر مبارک اس قبہ کے مرکز بلکہ مرکز سے ذرا مغرب کی
تھی۔ جب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو ان کو بھی اسی قبہ میں دفن کیا گیا۔ مگر جب
نازہ اندر لے گئے تو حضرت خواجہ محمد صادق کی قبر از راہ ادب تقریباً ایک ہاتھ مشرق کو سرک
اور طاق وسطِ گنبد بین القبرین ہوگیا۔

آپ کی اولاد میں صرف ایک فرزند نرینہ تھا جس سے سلسلہ آگے چلا۔

خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ شعبان
میں بمقام سرہند ہوئی۔ بچپن ہی سے آثار ہدایت وولایت آپ کی پیشانی سے ہویدا تھا۔
آپ کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ محمد سعید چار پانچ سال کے تھے کہ بیمار ہوگئے۔ غلبہ
ال میں ان سے پوچھا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ بے اختیار ان کی زبان سے نکلا کہ میں حضرت
اجہ کو چاہتا ہوں.. میں نے ان کی یہ بات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے عرض کی۔ فرمایا
ہارے محمد سعید نے رندی وحریفی کی اور غائبانہ ہم سے نسبت لے گیا۔

علوم ظاہری کی تحصیل:

جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ کچھ اپنے بڑے
بھائی خواجہ محمد صادق سے اور کچھ شیخ طاہر لاہوری سے اور باقی اپنے والد بزرگوار سے پڑھا۔ سترہ
کی عمر میں فارغ التحصیل ہوکر تدریس میں مشغول ہوئے اور کئی تصانیف لطیفہ تحریر فرمائیں۔
مشکوۃ المصابیح پر تعلیقات لکھیں۔ جن میں مذہب حنفی کی تائید کی۔ حاشیہ خیالی پر ایک حاشیہ

متین لکھا اور اس میں اپنے دقائق خلاصہ تحریر فرمائے۔ ایک رسالہ رفع سبابہ کی
فرمایا۔ مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ مخالف کو ساکت کر دیا کرتے تھے۔
تقریب سے محفل سلطانی میں جاتے تو بادشاہ آپ ہی سے مسائل دریافت کیا کرتا
فضلاء موجود ہوتے۔ آپ کی تصانیف میں سے ایک جلد مکتوبات کی ہے۔ جس میں
بڑے بلند حقائق اور ذات وصفات کے متعلق دقائق بیان کئے ہیں۔

آپ نے کمالات باطنی مثل علوم ظاہری کے کامل طور سے اپنے والد بزرگوار
میں حاصل کئے۔ اور ولایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ
اخیر عمر میں تعلیم طریقہ اور خدمت ارشاد آپ کے اور خواجہ محمد معصوم کے سپرد کر دی تھی۔
کرتے تھے کہ ہر قطب کے واسطے دو امام درکار ہیں۔ محمد سعید اور محمد معصوم میرے امام ہیں۔

مرتبہ کمال:

حضرت شیخ نے آپ کی نسبت بہت سی بشارتیں دی ہیں۔ چنانچہ آپ کو خلعت
بشارت دی۔ ایک روز فرمایا کہ ہمارے محمد سعید علمائے راسخین سے ہیں۔ اور ایک روز فرمایا
سعید زمرہ سابقین میں سے ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مجھ پر میدانِ قیامت اور میرے
پل صراط سے گزرنا مکشوف ہوا۔ محمد سعید ہم سب میں آگے آگے چل رہے تھے اور کتاب
سیدھے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ پس ہم سب بہشت میں داخل ہو گئے۔ نیز فرمایا کہ محمد
خازن رحمت الٰہی ہے۔ قیامت کے دن تقسیم خزائن رحمت اُس کے سپرد ہوگی۔ فرمایا کہ محمد
نے دائرہ نفی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قطع کر لیا اور اب اس بات میں میرے شریک ہو۔
فرمایا کہ عروج ونزول کے ہر مقام میں تم میرے ہمراہ رہے ہو۔ ایک روز فرمایا کہ محمد سعید
میرے ضمنی ہو۔ اور تم اِس بات سے تنگ دل نہ ہونا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمنی تھے۔

فضائل ومناقب:

آپ کے بھائی حضرت خواجہ محمد معصوم آپ کے مناقب یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

چھوٹی عمر سے قبول وکرامت کے آثار ان سے ظاہر تھے۔ اور بچپن کے زمانہ سے
کے اطوار نمایاں تھے۔ حضرت قطب الولایہ خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات
سال تھے۔ اور حضرت خواجہ کی ظاہری ملازمت میں نہیں پہنچے۔ لیکن حضرت
کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید حریف ہے۔ ہم سے غائبانہ نسبت لے گیا ہے۔

فی المهد ينطق عن سعادة جده ۔ وہ گہوارے میں اپنی قسمت کی سعادت ظاہر
انہوں نے کمالات ظاہری وباطنی اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کئے
سال کی عمر میں علوم ظاہری ومنقول کو کمال کے درجہ پر پہنچایا ہے اور اپنے والد
طرح کمال تشرع وتقویٰ سے آراستہ اور متابعت سنت وعمل پر پیراستہ تھے۔ کلام کی
تواضع۔ مہمانوں کی دلجوئی میں اہتمام۔ موجود کو خرچ کر دینا اور اپنی ہستی کی نفی ان کا
ہے۔ مسند عالی کے ساتھ قرآن مجید کی تجوید فرمائی۔ حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ
میں سند جید اور رتبہ اعلیٰ رکھتے ہیں۔ اور فقاہت میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ ہمارے
(مجدد) کو اکثر اوقات مسئلہ فقہ کی تحقیق کی ضرورت پڑتی تو ان سے دریافت کر لیتے۔
یہ مشکلات مسائل کو حل کرتے تھے اور بعض مضایق سے خلاصی کی راہ بتایا کرتے تھے۔
بہت خوش وقت ہوا کرتے تھے۔ اور ان کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ اور حضرت
میں مراتب کمال وتکمیل کو پہنچے تھے۔ اور خلافت سے مشرف تھے۔ اس وقت بھی تعلیم
اور ارشاد طلبہ فرمایا کرتے تھے۔ اور معاد (آخرت) کی کمال عقل کے باوجود عقل معاش
درجہ کامل رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اکثر امور میں ان سے صلاح ومشورہ کیا کرتے تھے۔
ان کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ اور امور باطن میں بھی یہ حضرت کے رازدار تھے اور حضرت
وہ راز بیان کر دیا کرتے تھے کہ جن میں کم کوئی شریک ہوتا۔ اور یہ حضرت کے پوشیدہ
اسرار اور معاملات خاصہ کے ساتھ مبشر ومتحقق ہیں۔ ظاہری امراض والے ان کی توجہ سے شفا کے
طالب ہیں۔ اور باطنی امراض والے ان کے تصرف سے جمعیت کے ساتھ سلوک طے کرتے
ہیں۔

حاصل کلام یہ قطب المحققین وارث المرسلین حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے اس قول
کے مصداق ہیں کہ ہم فضلی ہیں۔ ان کی بزرگی میں یہ نقل کافی ہے کہ یہ معاملہ میں دیکھتے ہیں کہ

اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام جمع ہیں۔ اور
سعید) بھی ہمارے حضرت (مجدد) کے چند یاروں کے ساتھ اُس مجلس میں حاضر ہیں
میں اصحاب کرام ایک کاغذ طلب کرتے ہیں تاکہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
عرضداشت لکھیں۔ چنانچہ کاغذ حاضر کیا گیا۔ اور انہوں نے اس مضمون کی عرضداشت لکھی
یہ (محمد سعید وغیرہ) اور ہم عنایت الٰہی جل سلطانہ میں برابر ہیں حالانکہ ہم نے یہ سب
ریاضات شاقہ اُٹھائی ہیں اور انہوں نے نہیں اُٹھائیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اُس کے جواب میں یہ آیت قرآنی تحریر فرمائی۔ **ذلک فضل الله يوتيه من يشاء
والله ذو الفضل العظيم** ۔ اور معارف وحقائق کے بیان کرنے اور اسرار ودقائق کی شرح میں
زبان عالی اور بیان شافی رکھتے ہیں۔ اور چونکہ اہل باطن کے نزدیک سب سے بڑا کمال اور
سے ظاہر کرامت دقائق ذات اور حقائق صفات تعالت وتقدست میں کلام ہے جو ان سے
ذوق اور خروش شوق میں صادر ہوا ہے۔ ناچار میں ان کے کمالات کی شرح اور کرامات کی تفصیل
سے زبان کو بند کر کے ان کے ملفوظات ومکتوبات کا حوالہ دیتا ہوں تاکہ اِن سے اُس تک
لگائیں اور معنی سے صورت کی طرف رغبت کریں۔ کسی نے اچھا کہا ہے۔ قیاس کن زگلستان من
بہار مرا۔ (مکتوبات معصومیہ۔ جلد ثالث۔ مکتوب ۳۔)

آپ حرم شریف کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔ وہاں کے حالات وواردات کو آپ کے
فرزند پنجم شیخ عبدالاحد نے ایک رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ نقل ہے کہ ایک روز آپ حرم نبوی میں
المسجد پڑھ رہے تھے۔ کہ روضہ مقدسہ سے آواز آئی:

العجل العجل انا اليک مشتاق جلدی کیجئے میں تمہارا مشتاق ہوں۔

کہتے ہیں کہ آپ نے حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو آٹھ مرتبہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا
ہے۔ آپ صاحب کرامات ہیں۔ آپ کی کرامات وکلمات قدسیہ کے ایراد کی اس مختصر میں گنجائش
نہیں۔

وصال مُبارک:

آخری عمر میں آپ کو اورنگزیب عالمگیر نے بڑی منت سماجت سے دہلی بلایا۔ اور آپ

... کے اخلاص کو مدنظر رکھ کر تشریف لے گئے۔ ابھی وہیں تھے کہ بیماری شروع ہوئی اور روز
... پر تھی۔ بہتیرا علاج معالجہ کیا۔ مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ آخر کار جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ وقت
... ہے۔ تو بادشاہ سے رخصت لے کر وطن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دہلی سے ۳۶ میل
... فاصلہ پر سنبھالکہ میں پہنچے تو ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۷۰ھ میں وہیں وصال فرمایا۔ تجہیز وتکفین
... بعد پالکی میں سرہند لائے گئے۔ خواجہ محمد معصوم نے حکم دیا کہ آپ کو بھی حضرت مجدد الف ثانی
... قبہ مبارک میں دفن کیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ قبہ مبارک میں اور قبر کی گنجائش نہیں۔
حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اصرار کیا۔ لوگوں نے حسب الارشاد کدال زمین پر مارا تو قبہ کی دیوار
... طرف سے ہٹ گئی اور فرش غائب ہو گیا۔ اور آپ دفن کیے گئے۔

اولاد:

آپ کی اولاد آٹھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ آپ کے تیسرے بیٹے مولوی فرخ شاہ
... جو بڑے جید عالم تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی اکثر اولاد ان ہی کی شاگرد ہے۔ مخالفوں
... جو کلام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کئے ان کے جواب میں آپ نے رسالہ کشف
... لکھا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ آپ نے ۴ شوال ۱۱۱۸ھ میں انتقال فرمایا اور حضرت مجدد رحمۃ
اللہ علیہ کے روضہ سے جانب مغرب قبہ میں دفن ہوئے۔ حضرت خازن الرحمت کے پانچویں
فرزند شیخ عبدالاحد مشتہر بہ شاہ گل اپنے زمانہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ اور صاحب
تصانیف تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ وحدت تخلص تھا۔ چنانچہ آپ کا ایک دیوان اور مثنوی چار چمن
مشہور ومعروف ہیں۔ رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے ان کو گل کہا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن ۲۷ ذی
الحجہ ۱۱۲۷ھ کو دہلی میں وفات پائی۔ جب قیوم رابع کو شیخ صاحب کی وفات کی اطلاع ہوئی۔ تو
فرمایا کہ گل بجنت رسید۔ پھر نماز جنازہ ادا کر کے نعش کو سرہند بھیج دیا۔ اور وہاں حضرت مجدد رحمۃ
اللہ علیہ کی خانقاہ میں حوض کے اوپر صفہ متبرک کے جنوب کی طرف دفن کیے گئے۔ شیخ خلیل اللہ
حضرت خازن رحمت کے چھٹے فرزند ہیں۔ آپ علم، حلم، ورع وتقوےٰ سے آراستہ اور شریعت و
طریقت کے پابند تھے۔ ۱۱۳۱ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت مجددؓ کے روضۂ منورہ میں قبہ کے محاذی
مغرب کی طرف مدفون ہوئے حتیٰ کہ حضرت مجدد اور آپ کی قبر میں صرف ایک دیوار کا فرق ہے۔

خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ

آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپ کے حالات آگے بیان ہوں گے۔

خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد کے چوتھے فرزند ہیں۔ آپ نے گیارہ برس کی عمر میں مرض طاعون میں و[فات]
فرمایا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ نے آٹھ سال کی عمر [میں]
مرض طاعون میں انتقال فرمایا۔ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کے رحم مبارک میں تھے۔ تو حضر[ت]
عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بزرگوار پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے گھر میں ا[یک]
لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام ہمارے نام پر رکھنا۔ اس لئے آپ کا نام محمد عیسیٰ رکھا گیا۔ آپ کا
وفات وہی ہے جو خواجہ محمد فرخ کا ہے۔

خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے چھٹے فرزند ہیں۔ دو سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔

شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ شاہ جیو

آپ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ اور ۱۰۲۳ھ میں
پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد بزرگوار پر اس آیت قرآنی کا الہام ہوا۔ انا
نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نِ اسْمُہٗ یَحْیٰی۔ حضرت نے اس اشارے کے بموجب ان کا نام محمد یحییٰ رکھا۔
آپ کو شاہ جیو اس واسطے کہتے ہیں کہ ایک روز شاہ کمال کے پوتے شاہ سکندر کیتھلی نے حضرت
التماس کی کہ اپنا ایک بیٹا مجھے عنایت فرمایئے۔ اتفاقاً اُس وقت محمد یحییٰ موجود تھے۔ حضرت نے
فرمایا کہ اسی کو لے لو۔ شاہ سکندر نے ان کو گود میں لے کر اپنی نسبت کا القاء کیا اور فرمایا کہ ان کو شاہ
کے نام سے پکارا کرو۔ اُس روز سے ان کو شاہ جیو کہنے لگے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر
بڑے مہربان تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان کی استعداد بہت بلند ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے
والد بزرگوار کی تربیت کی برکت سے آٹھ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ اور اپنے والد ماجد

...ال کے بعد علوم ظاہری و باطنی اپنے بھائیوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سے حاصل کئے۔
...کی عمر میں مطول پڑھی۔ حدیث کی سند شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہٗ سے حاصل کی۔
...آپ صاحب شریعت وطریقت کے پابند اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند تھے۔ دو دفعہ حج
...کو۔ عالمگیر اورنگزیب نے مدد معاش کے طور پر ان کو بہت کچھ دیا ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت
...کے روضہ منوری سے شمال کی طرف تقریباً تین ہزار تیر پرتاب کے فاصلہ پر ایک عالی شان
...وایا جس کے تین گنبد اور دو چھوٹے مینار تھے۔ اس مسجد کے مقابل حوض، حمام اور مدرسہ بھی
...کرایا تھا۔

وصال مبارک:

آپ نے ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۹۶ھ میں وصال فرمایا اور حضرت مجدد کے قبہ کے محاذی
...کی طرف مدفون ہوئے۔ آپ کے مرقد پر ایک عالیشان قبہ بنایا گیا۔ آپ کی اولاد میں سے
...کے اور ایک لڑکی تھی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تین لڑکیاں تھیں۔ ایک رقیہ جو حالت شیر خوارگی میں فوت
ہوگئیں۔ دوسری ام کلثوم جو چودہ سال کی عمر میں طاعون میں فوت ہوئیں۔ تیسری خدیجہ زماں۔
...آپ اپنے وقت کی خدیجہ تھیں۔ آپ نے سلوک باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔
حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ولایت وکمالات نبوت کے انتہائی درجہ کے حصول کی بشارت
دی تھی۔

غرضیکہ وہ جو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے حضرت شیخ مجدد کی نسبت فرمایا تھا۔
"فرزندان آں شیخ کہ اطفال اند اسرار الٰہی اند بالجملہ شجرہ طیبہ اند انبتہ اللہ نباتا حسناً وفقرائے باب
اللہ ولہائے عجب دارند۔" بالکل درست ثابت ہوا۔
شیخ محمد یحییٰ کی اولاد اب تک کابل و قندھار۔ اور خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ کی اولاد
...منورہ و جلال آباد۔ رامپور۔ دہلی۔ حیدرآباد دکن و جالندھر وغیرہ میں موجود ہے۔

(مکتوبات احمدیہ۔ زبدۃ المقامات۔ روضہ قیومیہ وغیرہ)۔

۲۶۔ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ

آپ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وفرزند سوم تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰ شوال [illegible]
میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار فرماتے تھے کہ محمد معصوم کی آمد ہمارے واسطے بہت [illegible]
۔ کیونکہ ان کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہم حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی ملازمت [illegible]
ہوئے اور ان کی خدمت میں دیکھا جو کچھ دیکھا۔

ایام طفولیت

لڑکپن ہی میں آپ کے والد بزرگوار آپ کی بلند استعداد کی تعریف کیا کر[illegible]
اور فرماتے تھے کہ یہ لڑکا محمدی المشرب ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں از فرزندی [illegible]
چہ نویسد کہ وے بالذات قابل ایں دولت است یعنی ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ [illegible]
۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ محمد معصوم کی بلند استعداد کی وجہ تھی کہ تین سال کی عمر میں حرف [illegible]
کی زبان سے نکلا۔ اور یوں کہنے لگے کہ میں آسمان ہوں۔ میں زمین ہوں۔ میں یہ ہوں۔ [illegible]
ہوں۔ دیوار حق ہے۔ حضرت شیخ نے اُس وقت فرمایا کہ اس طریق میں پیر و جوان برابر [illegible]
انوار فیوض کے وصول میں عورتیں اور بچے مساوی ہیں۔

ظاہری وباطنی علوم کا حصول:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ آثار رشد کو دیکھ کر آپ پر نظر عنایت رکھتے تھے اور فرماتے [illegible]
کہ چونکہ علم مبدأ حال ہے۔ اس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے حضرت نے آپ کو [illegible]
معقول ومنقول کی تحصیل کی ہدایت کی۔ اکثر علوم آپ نے اپنے والد بزرگوار سے اور کچھ [illegible]

[illegible] محمد صادق اور شیخ محمد طاہر لاہوری سے پڑھے۔
[illegible] سال کی عمر میں آپ نے واقعہ میں دیکھا کہ میرے بدن سے ایک نور نکلتا ہے کہ
[illegible] عالم منور ہے۔ اور وہ نور عالم کے ہر ذرہ میں ساری ہے۔ مثل آفتاب کے کہ اگر وہ
[illegible] تو عالم تاریک ہے۔ آپ نے یہ واقعہ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا۔
[illegible] آپ کو بدیں الفاظ بشارت دی۔ تو قطب وقت خویش مے شوی وایں سخن از من یاد
[illegible] معصومیہ۔ جلد اول۔ مکتوب ۸۶)
[illegible] ایسا ہی وقوع میں آیا کہ ایک جہان آپ کے انوار وبرکات سے معمور ہو گیا۔
[illegible] رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بابا! تحصیل علوم سے جلدی فارغ التحصیل ہو جاؤ۔
[illegible] سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ غرض حضرت کی توجہ سے آپ سولہ سال کی عمر میں
[illegible] التحصیل ہو گئے۔ بعد ازاں ہمہ تن متوجہ باطن ہوئے۔ اور عنایت الٰہی سے اپنے والد
[illegible] کے احوال واسرار خاصہ سے حظ وافر حاصل کیا۔
صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے کہ ایک روز میں نے خود حضرت مجددؒ سے سنا کہ
[illegible] تھے کہ محمد معصوم کا حال روز بروز میری نسبتوں کے حاصل کرنے میں صاحب شرح وقایہ
[illegible] الشریعہ عبید اللہ) کا سا ہے۔ جو شرح وقایہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ میرے دادا (تاج
[illegible] محمود) بمقدار سبق تصنیف کرتے تھے۔ میں اُسی قدر حفظ کر لیتا تھا۔ یہانتک کہ جس روز
[illegible] کی تصنیف ختم ہوئی اسی روز میرا حفظ کرنا ختم ہوا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبد الاحد وحدت نے اسی
[illegible] کو اپنی نظم میں بکمال لطافت ونزاکت ادا کیا ہے۔

مجدد بتوصیف او لب کشاد بفرمود کاے پور عرفاں نژاد
ز عرفاں نوشتم ورق در ورق ہمہ خواندی از من سبق در سبق
تو یک نقطہ زیں لوح نگزاشتی ہر آنچہ نہادم تو برداشتی
تو آخر چوں من قطب دوراں شوی زمن ایں بشارت بیاد آوری

فضائل ومناقب

(۱) آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو خلعت قیومیت کی بشارت دی۔ چنانچہ ایک مکتوب میں
آپ کو اور خواجہ محمد سعید رحمہما اللہ تعالیٰ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''کل نماز فجر کے بعد میں خاموش بیٹھا تھا کہ ظاہر ہوا کہ جو خلعت مجھ پر تھی وہ مجھ سے جدا ہوگئی۔ اور یہ آرزو ہوئی کہ اگر وہ دی جائے تو میرے فرزند ارشد محمد معصوم کو دی جائے۔ ایک لحہ کے بعد دیکھا کہ میرے بیٹے کو عطا کی گئی۔ اور اُسے پوری پوری پہنادی گئی۔ اِس خلعت سے مراد معاملہ قیومیت تھا۔ جس کا تعلق تربیت وارشاد سے تھا۔ اور اس مجمع گاہ سے تعلق کا یہی معاملہ قیومیت تھا۔ اور اِس نئی خلعت کا معاملہ جب انجام کو پہنچے گا اور اتارنے کے لائق ہوجائے گی۔ تو امید ہے کہ کمال کرم سے وہ میرے فرزند عزیز محمد سعید کو عطا کی جائے گی۔ یہ فقیر ہمیشہ تضرع سے یہ دعا کرتا ہے اور قبولیت کا اثر دیکھتا ہے اور اپنے فرزند محمد سعید کو اس دولت کا مستحق پاتا ہے۔ مصرعہ۔ باکریماں کارہا دشوار نیست۔ اگر استعداد ہے تو وہ بھی خدا تعالیٰ کی ہے۔

نیا ور دم از خانہ چیزے نخست　　تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

(مکتوبات احمدیہ جلد ثالث مکتوب ۱۰۴)

جب یہ مکتوب صاحبزادگان کو ملا۔ تو اسے پڑھ کر دونوں صاحبزادے بہت جلدی اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت نے ان پر بڑی مہربانی کی۔ اور خواجہ محمد معصوم کو خلوت میں بلا کر خلعت قیومیت عنایت فرمائی۔ چنانچہ حضرت عروۃ الوثقیٰ اپنے خلیفہ محمد حنیف کابلی کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''جس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سبحانہ سرہٗ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش کو خلعت قیومیہ سے مشرف فرمایا۔ اور اس بڑے رتبہ سے اُس کو سرفراز فرمایا۔ تو اِس درویش کو خلوت میں بُلا کر فرمایا کہ اس مجمع گاہ سے تعلق کا سبب یہی معاملہ قیومیت تھا جو عطا کیا گیا۔ اور مخلوقات وموجودات بڑے شوق سے تیری طرف متوجہ ہوئی۔ اب میں اِس جہان فانی میں اپنے رہنے کا سبب نہیں پاتا۔ اِس جہان سے میری رحلت کا وقت قریب آگیا

(مکتوبات معصومیہ۔ جلد اول۔ مکتوب ۸۶)۔

اس عبارت کے بعد مذکور ہے کہ آپ باوجود اس بشارت کے جگر کباب ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ حضرت مجدد نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ سنت الٰہی اس طرح جاری ہے کہ ایک کو اٹھا لیتے ہیں دوسرے کو اس کی جگہ بٹھادیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ یوں لکھتے ہیں:۔

''چونکہ اس درویش نے اپنے آپ میں کسی طرح قیومیت کی لیاقت نہ پائی۔ اور نیز جو کچھ اس کے دل میں مرکوز تھا۔ ہاں یا نہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اور جن امور کی وضاحت ضروری تھی نہ کر سکا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت کی نسبت تیری قیومیت پر زیادہ راضی اور زیادہ خوش ہیں میں اس کا سبب دریافت نہ کرسکا۔ کسی نے اچھا کہا ہے۔

عمرے گزشت باز نہ کردی حکایتے　　اے خانماں خراب زبان تو بستہ بود

جب حضرت نے اس درویش کا غم پہلے سے زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ میری رحلت میں کچھ مہلت باقی ہے۔ لیکن دیکھتا ہوں کہ کیا علاقہ درمیان ہے۔ متوجہ ہو کر ایک لحہ بعد فرمایا۔ کہ ایام وصال تک تیرا قیام مجھ سے اور افراد عالم کا قیام تجھ سے ہوگا۔ اس ارشاد سے اس درویش کے غمگین دل کو ایک گونہ تسلی ہوگئی۔ اس واقعہ کے ایک سال اور چند دن کم تین ماہ بعد حضرت کا وصال ہوگیا۔ کیونکہ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ کے پہلے عشرہ کا ہے۔ اور اس ہادی کمال کا وصال ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوا''۔

اصالت ومحبوبیت ذاتی:

آپ کو اصالت اور محبوبیت ذاتی عطا ہوئی۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''جاننا چاہئے کہ جب تک کوئی شخص اصالت سے بہرہ ور نہ ہو۔ اُسے قیومیت کی نسبت حاصل نہیں ہوسکتی۔ عالی حضرت متعالی منقبت نے جس درویش کو نسبت قیومیت کے حصول کی خوشخبری دی تھی اُسے حصول اصالت کی بشارت سے بھی سرفراز فرمایا اور نیز فرمایا کہ اصالت کا اس قدر حصہ تجھے حاصل ہے اس کے موافق تیری خلقت میں محبوبیت ودیعت رکھی گئی ہے یعنی آپ نے اُس کے حق میں محبوبیت ذاتی اور کمال انفعالی کا نشان دیا۔ وماذٰلک علی اللہ بعزیز''۔

(مکتوبات معصومیہ۔ جلد اول مکتوب ۸۶)۔

(۳) آپ کا وجود مبارک حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خمیر طینت کے بقیہ ...
آپ خود یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بقیہ جو حضور سرور دین و دنیا ...
الصلوات والبرکات العلیٰ کی خلقت سے رہ گیا تھا۔ اُسے بطور اُنس حضور کی اُمت ...
میں سے ایک کو عطا کیا ہے۔ اور اُس فرد کی طینت کا خمیر اُس سے کیا ہے۔ اور اسی وجہ ...
کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے۔ اس فرد کی طینت کی خمیر کے بعد بھی تھوڑا سا بقیہ رہ گیا ...
اس فرد کے مریدوں میں سے ایک کے نصیب ہوا ہے۔ اور اُس کی طینت کا خمیر اس ...
گیا ہے۔ اور اُس کے اندازے کے موافق اُسے اصالت کا حصہ ملا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ
الْمَغْفِرَةِ۔" (مکتوبات معصومیہ۔ جلد اول۔ مکتوب ۱۹۲)۔

سابقین میں داخل:

آپ زمرہ سابقین میں داخل ہیں اور اسرار مقطعات سے بھی آپ کو نصیب ...
چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت پیر دستگیر نے ایک دن فرمایا کہ میں ایک روز زمرہ سابقین میں نظر ڈال ...
کہ جن کی شان میں حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ
نے اپنے آپ کو اس زمرہ میں داخل پایا۔ اور اپنے مریدوں میں سے بھی ایک کو وہاں اپنے ...
پایا۔ اسی طرح متشابہات کے اسرار کی بابت بھی آپ نے لکھا ہے کہ متشابہات اشارہ معاملہ ...
طرف ہے۔ جائز ہے کہ ایک شخص کو معاملہ حاصل ہو۔ اور اسے اس معاملہ کا علم نہ ہو۔ اس ...
آپ نے اپنے مریدوں میں سے ایک فرد میں مشاہدہ فرمایا ہے۔ دیکھیے دوسروں کو کیا ملے

سعادتہاست اندر پردۂ غیب نگہ کن تا کرار یزند در جیب

(مکتوبات معصومیہ۔ جلد اول۔ مکتوب ۱۳۷ ...

عروۃ الوثقیٰ

حق تعالیٰ نے آپ کو عروۃ الوثقیٰ کا خطاب دیا۔ چنانچہ ۱۰۳۵ھ میں ایک روز آپ ...

... میں صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم
... کر مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو عروۃ الوثقیٰ کا خطاب دیا
... عظمیٰ کا شکر بجا لاؤ۔ اسی اثنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب فرشتوں
... نے آکر میرے گرد حلقہ بنایا اور کہتے ہیں۔ السلام علیکم یا محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ۔ پھر
... سے مصافحہ کیا۔ میں نے سنہری خط سے عرش مجید کے گرد محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ لکھا
... (روضہ قیومیہ)۔

... مروج الشریعت رحمۃ اللہ علیہ یاقوت احمر میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت قیوم ثانی
... نے فرمایا کہ آج فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے میں مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ مجھ
... کر تمام جہان اہل جہان آدم وغیرہ ساری مخلوقات مجھے سجدہ کر رہے ہیں میں یہ دیکھ کر
... گیا۔ آخر یہ بھید کھلا کہ کعبہ میری ملاقات کو آیا جس نے مجھے گھیر لیا۔ اس واسطے جو شخص کعبہ
... تھا مجھے ظاہر میں ایسے معلوم ہوتا تھا کہ مجھے سجدہ کر رہا ہے۔ ان کے علاوہ اور فضائل
... میں سے بعضے آئیندہ مذکور ہوں گے۔

... حرمین شریفین کی زیارت:

آپ اپنی قیومیت کے چوبیسویں سال حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے
... بعض معاملات آپ کے فرزند ثانی مروج الشریعت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
... میں لکھے ہیں جس کا نام یاقوت احمر ہے۔ اس میں سے چند واقعات یہاں نقل کیے جاتے
...

... کی قبولیت کا پروانہ:

حضرت قیوم ثانی فرماتے ہیں کہ جب ہم ایام تشریق میں منیٰ سے شہر میں آئے تو
... سے فارغ ہونے پر ظاہر ہوا کہ فرشتہ نے محض ادائے ارکان پر حج کی قبولیت اور اجر کا مُہر
... کاغذ ہمیں عطا کیا۔ ایام قیام مکہ میں آپ اکثر طواف میں مشغول رہا کرتے۔ اُس وقت اس
... کو بہترین عبادت جانتے تھے۔ اور فرماتے کہ عجیب وغریب باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔

اکثر اوقات دیکھتا ہوں کہ کعبہ ہم سے گلے ملتا ہے اور بڑے اشتیاق سے چومتا ہے۔ انہیں دنوں
میں ایک روز ظاہر ہوا کہ مجھ سے انوار و برکات اس کثرت سے نکلتے ہیں کہ انہوں نے تمام
کو گھیر لیا ہے اور جنگل و بیابان ان سے پر ہو گیا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں تمام دیگر انوار
گئے ہیں۔ جب میں اس کی حقیقت کے دریافت کے واسطے متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے
حقیقت دور کر کے کعبہ کی حقیقت سے مشرف فرمایا گیا ہے۔

محرم کی تیسری تاریخ کو آپ اہلِ معلیٰ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت
عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر توقف کے بعد فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے انوار موجزن ہیں۔ پھر حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے روضۂ مبارک پر طویل مراقبہ کے بعد فرمایا کہ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس
قدر عنایات فرمائیں کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ سرا اوقات حجاب سے نکل کر فرمانے لگیں کہ
فلاں شخص کو یہ انعام دو۔ فرمایا کہ جب ہم فاتحہ سے فارغ ہوئے تو سرا اوقات میں تشریف لے
گئیں۔ بعد ازاں حضرت فضیل بن عیاض، سفیان ثوری وغیرہ کے مزارات پر فاتحہ پڑھی اور ان
کے حق میں تعریفی کلمات فرمائے۔

ایک رات آپ وتر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ فرمایا رکن یمانی کے نزدیک بہت
فرشتے موجود ہیں۔ چنانچہ حدیث میں بھی وارد ہے کہ ستر ہزار فرشتے رکن یمانی کے نزدیک رہتے
ہیں۔ دیکھنے میں آیا کہ وہ اپنی جگہ سے سرک کر میرے گرداگرد جمع ہو گئے۔ اور ان کے ہاتھوں میں
قلم دوات ہے۔ میری حقیقت لکھ کر چلے گئے۔ فرمایا کہ ایک روز بعد نماز فجر حلقہ میں دیکھا کہ
مجھے ایک خلعت عالی عطا ہوا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ خلعت عبودیت ہے۔ ایک روز آپ حلقہ
میں بیٹھے تھے۔ مراقبہ کے بعد فرمایا قلم دوات عنایت ہوئی۔ گویا مجھے منصب وزارت عطا ہوا
اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے مجھے تمام مخلوقات پر وزیرِ اعظم بنایا گیا ہے۔

جب حرم شریف سے رخصت ہونے کے دن قریب آئے تو الطاف عظیمہ اور انعامات
جلیلہ مرحمت ہوئے اور معلوم ہوا کہ ایک خلعت عالی سبز رنگ مکلل بجواہر عنایت ہوا جو
وداع تھا اور بعضے صاحبزادگان جو رفیق سفر تھے اُن کو بھی عنایت ہوا۔

مدینہ منورہ میں حاضری:

مکہ مشرفہ سے روانہ ہو کر آپ مدینہ منورہ میں پہنچے۔ اور روضہ منورہ پر حاضر ہو کر آداب
بجالائے۔ روضہ مطہرہ سے کمال عنایت ظاہر ہوئیں۔ تین چار روز کے بعد اہل مدینہ نے
طریق ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے بپاس ادب اس معاملہ میں جناب رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اور مواجہہ شریفہ میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ چنانچہ کمال رضا اس
معاملہ میں معلوم ہوئی۔ اور خلعت ارشاد عنایت ہوا۔ اور انوار و عنایات حضرت شیخین رضی اللہ
تعالیٰ عنہما ظاہر ہوئے۔

فرمایا کہ اگرچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار بقیع میں ہے۔ مگر حجرہ شریفہ
ان کا گھر ہے۔ اکثر اوقات ام المومنین کو حجرہ شریفہ میں حضرت نبوی کے پاس پاتا ہوں اور مسجد
شریف کو ان کے انوار سے پُر دیکھتا ہوں۔

آپ کو مسجد نبوی میں دو روز کے اعتکاف کی اجازت ہوئی۔ رات کے وقت جب سب کو
حسب معمول علیحدہ کر دیا گیا۔ تو آپ مواجہہ شریف میں جا کر مراقب ہوئے۔ فرمایا کہ
آنحضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ خاص سے باہر تشریف لائے اور بکمال عنایت مجھ سے بغلگیر
ہوئے۔ اس وقت مجھ کو الحاق خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے حاصل ہوا۔

فرمایا کہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقدس مرکز جمیع عالمیان
ہے۔ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات آپ کی محتاج ہے۔ اور آپ سے فیض یاب ہے۔ اگرچہ
فاعل مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن لغاضہ آپ کے توسل شریف سے ہوتا ہے۔ اور مہمات ملک و
ملکوت آپ کے اہتمام سے سرانجام پاتی ہیں۔ شب و روز کافہ مخلوقات پر روضہ مطہرہ سے انعام
و اکرام کا تانتا رہتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین ہیں۔ باوجود
عموم رحمت کے استغناء جو مقام محبوبیت کو لازم ہے بوجہ اُتم و اکمل پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے
آپ کے حضور میں عرض حاجت کے واسطے توسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بلا توسل مشکل معلوم
ہوتا ہے۔

ایک روز فرمایا کہ کل سے ظہور اسرار و تلاطم امواج انوار معلوم ہوتا تھا اور آج ایک ایسا

معاملہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اشارہ سے بھی ظاہر نہیں کرسکتا۔اور اگر ظاہر ہو۔ قطع
الحلقوم کا سزاوار ہوں۔ مگر بعض مقامات رمز سے کہتا ہوں اور وہ معاملہ کمون و بروز
کامل یہ چاہتا ہے کہ اپنے جمیع کمالات کسی مرید صادق میں افاضہ کرے تو اپنے
نفس مرید میں ظاہر ہوتا ہے۔اور اُس وقت وہ مرید بتمامہ مرشد کے رنگ میں ہوجاتا
کے جملہ حقائق ولطائف سے متحقق ہوجاتا ہے۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اس
نسبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت کیا کرتے تھے۔اب اس قسم کا
نسبت جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پاتا ہے۔اس سبب سے بعض
درمیان میں آتے ہیں کہ لاعین رأت ولا اذن سمعت اور اسی وجہ سے رات جو اشعار
مدحیہ حسب رسم قدیم پڑھے گئے سب کو اپنی طرف منسوب پاتا تھا۔ اسی اثنا میں آپ
صاحبزادہ ثانی نے عرض کیا کہ کمون و بروز بھی فناء بقا متعارفہ قوم ہے یا کوئی علیحدہ
فرمایا کہ نہیں۔یہ غیر فنا و بقا ہے۔اور اُس سے بدرجہ ممتاز ہے۔

ایک روز آپ بقیع میں گئے۔واپسی پر فرمایا کہ جس قبر پر میں جاتا تھا صاحب
طرح بعنایت پیش آتا تھا اسی طرح دوسرے اہلِ قبور کہ جن کی قبروں پر جانے کا ارادہ
منتظر رہتے تھے۔اور میری ملاقات کے لئے اس طرح جمع ہوتے تھے جیسا کہ کسی
مہمان کے واسطے ہوتے ہیں۔فرمایا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
پہنچا۔میری طرف آکر مجھ سے ملحق ہوگئے۔کبھی میری گود میں لیٹتے تھے اور کبھی گلے
تھے۔بالکل نور ہی نور تھے اور کیوں نہ ہوتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
جگر گوشہ کے حق میں فرمایا تھا۔لو عاش لکان نبیًا۔

فرمایا کہ بقعات مبارکہ اور مزارات متبرکہ میں میری نسبت نے ظہور عجیب و
غریب پیدا کیا اور میں نے اپنا قرب ومنزلت بجناب اقدس وتعالیٰ مشاہدہ کیا۔محسوس ہوا کہ
عالم اس نسبت کے انوار سے بھر گیا ہے۔اور موجودات عالم صف باندھے ہوئے
ہیں۔اور میں اُن میں امام معلوم ہوتا ہوں۔اور کافہ مخلوقات کو جو فیوض و برکات گونا گوں
ہیں۔اس درویش کے توسط سے پہنچتی ہیں۔اور تمام مخلوقات کیا اولیا کیا غیر اولیا اس فقیر
حصول برکات وترقیات کے منتظر ہیں اور اکثر اوقات قلم دوات اپنے پاس تصحیح مہمات ملک

ہوں جیسا کہ وزیر اعظم کو بارگاہِ سلطان میں نسبت وقدرت ہوتی ہے وہی حالت
میں آتی ہے۔فرمایا کہ بقیع میں یوں تو سب بعنایت پیش آتے ہیں۔مگر امیر
عثمان اور حضرت عائشہ صدیقہ اور سیدنا ابراہیم وعبدالرحمٰن بن عوف وعبداللہ بن
اسماعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اوروں سے زیادہ مہربان ہیں۔
فرمایا کہ جس وقت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگا۔مسجد شریف میں رخصت کے
ہوا۔جدائی کے غم والم کے سبب سے بے اختیار بار بار رونے لگا۔اسی حالت میں
رسالت خاتمیت کمال عظمت سے روضۂ مطہرہ سے ظاہر ہوئے۔اور نہایت کرم سے
سلاطین بکمال علو ورفعت کہ ہرگز ایسا نہیں دیکھا گیا تھا احقر کو پہنایا اور محسوس ہوا کہ
ایک شہپر کا طرّہ لگا ہوا ہے۔اور اُس پر ایک لعل جڑا ہوا ہے۔ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت
اطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اترا ہوا ہے اور دیگر خلعتوں کی طرح نہیں۔اور فرمایا
عطا کرنے سے نظر کشفی میں نسبت خاصہ مرحمت فرمانا مراد ہوتی ہے۔اس کے بعد آپ
جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے وطن کو واپس ہوئے۔

...ات کا بیان:

آپ کے تصرفات وکرامات بہت ہیں۔جن میں سے صرف چند بطور اختصار ذیل میں
... کیے جاتے ہیں:۔

...آگ گلزار ہوگئی:

ایک جوگی جادو سے آگ باندھ دیتا تھا۔اور لوگوں کو اس شعبدہ سے فریفتہ کرتا تھا۔یہ
... آپ کو غیرت آئی۔اور بہت سی آگ روشن کرکے ینار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراہیم پڑھ کر دم
... اور ایک شخص کو فرمایا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر کر۔چنانچہ وہ آگ میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوا
... آگ اس پر گلزار ہوگئی۔

...کو بھگا دیا:

ایک روز آپ وضو فرمارہے تھے کہ ناگاہ خادم سے لوٹا لے کر دیوار پر مارا اور وہ لوٹا

ٹوٹ گیا۔ آپ نے دوسرے لوٹے سے وضوفرمایا۔ حاضرین نے اس امر کو ذہن میں
کے بعد ایک سوداگر آیا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں بنگالہ کی طرف ایک صحرا میں
ہوں کہ ایک شیر میری طرف غراتا چلا آتا ہے۔ میں نہایت خوف زدہ ہوا۔ اچانک حضرت
کہ لوٹا لئے آتے ہیں۔ آپ نے وہ لوٹا اُس شیر کی طرف بڑے زور سے پھینکا اس کے
شیر بھاگ گیا اور میں محفوظ رہا۔

قضا تبدیل کردی:

ایک شخص اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ یہ کسی عورت پر
ہوگیا ہے۔ نہ دنیا کا کام کرتا ہے نہ عاقبت کا۔ آپ اُس کو سمجھانے لگے۔ اُس نے کہا۔

در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمے پسندی تبدیل کن قضا را

یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے تیری قضا تبدیل کردی۔ چنانچہ وہ فوراً تائب
خیال عشق جاتا رہا۔

بینائی لوٹ آئی:

آپ کے ایک عزیز مخلص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میری آنکھ میں درد ہوا۔ ہر قسم کا
کیا۔ لیکن فائدہ نہ ہوا۔ ایک شخص نے اس سے اپنی مجرب دوا کی تعریف کی۔ بیچارے نے
بھی استعمال کیا۔ مگر لگاتے ہی اس کی بصارت بالکل جاتی رہی۔ اسی اثنا میں حضرت ج
تشریف لائے۔ یہ بھی کسی کا ہاتھ پکڑ کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر بہت افسوس
اور اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں میں ڈال کر فرمایا کہ اسی طرح گھر چلا جا۔ وہاں جا کر آنکھیں
کھولنا۔ چنانچہ اُس شخص نے ایسا ہی کیا۔ گھر جا کر آنکھیں جو کھولیں تو بینائی موجود پائی۔

جلال کی کیفیت:

حضرت کے ایک داماد نے پوشیدہ طور پر کسی اور عورت کی طرف رجوع کیا۔
صاحبزادوں نے آپ سے اس امر کی شکایت کی۔ آپ کی زبان سے نکلا کہ مرجائے گا۔
صاحبزادوں نے عرض کیا کہ جیتا رہے۔ فرمایا کہ بس اب جو ہونا تھا ہوگیا۔ اب ایمان کی دعا

تین چار روز کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔

کم نہ ہوا:

حضرت کے ایک مرید نے بیان کی کہ مجھے افلاس نے تنگ کیا۔ تو میں نے گھبرا کر
کی خدمت میں عرض کیا کہ افلاس کے ہاتھوں سخت لاچار ہوں۔ حضرت نے مجھے روپیوں کا
اور فرمایا کہ اسے گننا مت جس قدر چاہو۔ خرچ کئے جاؤ۔ میں حسب ضرورت اس میں سے
خرچ کرتا رہا حتی کہ میں ایک لاکھ روپیہ اس میں سے خرچ کرچکا۔ لیکن وہ اتنے کا اتنا ہی تھا۔
میری بیوی نے وہ روپیہ گنا تو سات سو نکلا اس کے بعد جب ہم نے خرچ کیا تو ختم ہوگیا۔

کی مدد:

ایک روز آپ خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ناگاہ آپ کا دست مبارک اور آستین پانی
ہوگئے۔ حاضرین تعجب کرنے لگے۔ اور آپ سے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ
ایک سوداگر مرید کا جہاز غرق ہونے لگا تھا اس نے ہماری طرف توجہ کی۔ اور اپنی نجات
لئے دعا مانگی۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کو غرقاب سے نکال کر ساحل نجات پر پہنچا دیا۔
ایک مدت کے بعد وہ سوداگر حاضر خدمت ہوا اور ایک رقم کثیر بطور نذر لایا۔ اور جہاز کے غرق
ہونے اور نجات پانے کا قصہ بیان کیا۔

ڈوبنے سے بچالیا:

آپ کے خلیفہ خواجہ محمد صدیق پشاوری بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت سے
اجازت لے کر اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ راستے میں سلطانپور کی ندی کے پل کے نیچے کپڑے پاک
کررہا تھا کہ میرا پاؤں پھسلا اور پانی سر سے اونچا ہوگیا۔ میں تیرنا نہیں جانتا تھا۔ پانی مجھے کبھی
اوپر لاتا کبھی نیچے۔ زندگی کی امید باقی نہ رہی تھی۔ یکایک حضرت نمودار ہوئے اور ہاتھ ڈال کر
مجھے نکال لیا اور نظر سے غائب ہوگئے۔

لکڑیوں کا گٹھا:

خواجہ محمد صدیق پشاوری کا بیان ہے کہ میرا ایک مخلص نوروز بیگ نامی جو حضرت کے

دیدار فیض آثار سے مشرف ہوا ہے بیان کرتا ہے کہ میں لکڑیاں بیل پر لاد کر لا رہا تھا کہ لکڑیوں کا گٹھا بیل پر سے زمین پر گر پڑا۔ کوئی شخص وہاں نہ تھا جو لدوانے میں میری امداد کرے۔ میں حیران و پریشان کھڑا تھا اتنے میں میں نے حضرت کو آتے دیکھا کہ آئے اور بیل پر گٹھا لاد کر میرے حوالہ کر دیا اور پھر نظر سے غائب ہو گئے۔

جہاز کو بچالیا:

آپ کے ایک مخلص حاجی نورالدین بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حرمین کی زیارت کو روانہ ہوا اور جہاز پر سوار ہو گیا۔ ہوا کی شدت اور طغیانی کے سبب سے جہاز ڈوبنے لگا۔ لوگوں نے اپنا سامان دریا میں ڈال دیا۔ تاکہ جہاز ہلکا ہو جائے اور ڈوبنے سے بچ رہے۔ میں اس حال میں حضرات مخدومزادگان کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت عاجزی سے التجا کی کہ یا حضرت وقت امداد ہے۔ متوجہ ہوتے ہی دونوں مخدومزادے تشریف لائے اور فرمایا کہ مطمئن رہو ہم تمہاری امداد کے لئے آپہنچے ہیں۔ اب جہاز نہیں ڈوبے گا۔ میں نے یہ بشارت سن کر لوگوں سے کہا کہ کوئی شخص اپنا سامان دریا میں نہ پھینکے۔ انشاءاللہ اب جہاز نہیں ڈوبنے کا۔ کیونکہ بزرگان دین نے مجھے بشارت دی ہے۔ چونکہ لوگوں کے خیال میں جہاز کا بچنا دشوار تھا کسی نے میرا قول باور نہ کیا۔ مگر فوراً لہریں بند ہو گئیں اور جہاز ٹھہر گیا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حضرت کے معتقد اور اس خاندان کے مخلص ہو گئے۔ اور ہم بخیریت روانہ ہوئے اور حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔

آواز کی کرامت:

جب آپ نماز کے وقت قراءت پڑھتے تو آپ کے پیچھے بعض اوقات سو سو صف ہی ہوتی مگر آواز اس قسم کی تھی کہ جتنی اونچی آواز پہلی صف والوں کو سنائی دیتی اتنی ہی آخری صف والوں کو سنائی دیتی تھی۔

گستاخ کا انجام:

ایک شخص نے آپ کے حضور میں ایک رافضی کا ذکر کیا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ خربوزہ کھا رہے تھے۔ آپ نے چھری ہاتھ میں

لے کر خربوزہ پر رکھ کر فرمایا کہ لو ہم رافضی کا سر کاٹتے ہیں۔ خربوزہ کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اُسی روز وہ رافضی مرگ مفاجات سے مرگیا۔

دل روشن کردیا:

ناصر علی شاہ کا بیان ہے کہ مجھے شعر کہنے کا از حد شوق تھا۔ لیکن کہنا نہیں آتا تھا۔ ایک روز میں حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آنجناب وضو کر رہے تھے۔ از راہ عنایت فرمایا کہ علی! جو چاہو مانگو۔ میں نے عرض کیا۔ زبان چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ ارے کم ہمت۔ اچھا یہ لو میرے وضو کا پانی پی لو۔ کافی ہوگا۔ میں نے حسب الارشاد وضو کا پانی پیا۔ پیتے ہی میرا سینہ معرفت الٰہی سے منور اور میرا دل مظہر فیض الٰہی ہو گیا۔ میری زبان سے اس قدر شعر نکلنے لگے کہ جن سے بڑھ کر وہم و قیاس میں بھی نہ آسکتے تھے۔ چنانچہ اسی کا یہ شعر ہے۔

اے شوخی غزل گفتن علی از کس نمے آید　　　باراں ے فریسم تا کہ مے گوید جوابش را

مرض دور کردیا:

حضرت کے ایک مرید کا بیٹا بیمار ہو گیا۔ بہتیرا علاج کیا۔ لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ مرض دن بدن ترقی پر تھا۔ ماں باپ ناامید ہو کر لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لائے۔ لڑکا مر گیا۔ اور باپ بھی بے قراری کی وجہ سے زمین پر گر پڑا اور قریب الموت ہو گیا۔ جب حضرت نے لڑکے کو مرا ہوا اور باپ کو بھی مردوں کی طرح پڑا ہوا دیکھا تو اُس کے حال پر رحم آیا۔ اس لڑکے پر توجہ فرمائی اور دیر تک کھڑے رہ کر اس پر مراقبہ کیا۔ دیر بعد تھوڑا سا پانی لے کر کچھ آیتیں پڑھ کر دم کیا اور وہ پانی لڑکے پر چھڑکا۔ چھڑکتے ہی لڑکا اُٹھ بیٹھا گویا مرض کا نام و نشان تک نہ تھا۔ حاضرین یہ حال دیکھ کر حیران رہے اور پہلے کی نسبت ان کا اعتقاد زیادہ ہو گیا۔

بیعت وخلافت کی کیفیت:

حضرت قیوم ثانی کیم ربیع الاول ۱۰۳۴ھ کو مسند ارشاد و قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے اس روز پچاس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی۔ جن میں سے دو ہزار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء تھے۔ باقی خلفاء جو مختلف ممالک میں تھے وہ بھی مختلف اوقات میں سرہند میں حاضر

خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ ماوراء النہر۔ خراسان و بدخشان وغیرہ
بادشاہوں نے اپنے وکیل مع تحائف بھیج کر غائبانہ آپ سے دوبارہ بیعت کی۔
تیسرے سال جب شاہجہان تخت پر بیٹھا تو سرہند میں حاضر خدمت ہو کر دوبارہ
مشرف ہوا اور ترویج اسلام میں غایت درجہ کی کوشش کی گئی۔ چوتھے سال خواجہ محمد حنیف
خدمت ہو کر آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے انہیں خلافت دے کر کابل بھیج دیا۔
کو بڑی قبولیت نصیب ہوئی اور ہزار ہا لوگ ان کے مرید ہو کر صاحب حال ہوئے۔
خواجہ محمد صدیق پشاوری اور شیخ ابو المظفر برہانپوری حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف
آپ نے خواجہ صاحب کو خلافت دے کر پشاور بھیجا۔ جہاں ان کو بڑی کامیابی ہوئی
صاحب کو کچھ مدت کے بعد خلیفہ بنا کر دکن روانہ کیا۔ جہاں بہت سے لوگ ان کے مرید
چھٹے سال اخون موسئے ننگر ہاری اور خواجہ عبدالصمد کابلی شرف بیعت سے مشرف
خلافت پا کر اپنے اپنے وطن میں اشاعت طریقہ میں مشغول ہوئے۔ ساتویں سال شیخ
سلطانپوری اور شیخ انور نور سرائی بیعت ہوئے اور خلافت دے کر بغرض اشاعت سلطانپور
میں بھیج دیئے گئے۔ آٹھویں سال ملک شام کے سات سو علماء و مشائخ اور وہاں کے دیگر
سرہند میں آ کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ نویں سال خنگار روم نے اپنے وکیل کے ہاتھ
ہدایا بھیجے اور غائبانہ بیعت کی۔ تیرہویں سال عبدالعزیز شاہ توران غائبانہ بیعت سے
ہوا۔ چودھویں سال شہزادہ محمد اورنگزیب عالمگیر بیعت سے مشرف ہوئے۔ پندرھویں
اورنگزیب کی بہن روشن آرا نے اور سولہویں سال روشن آرا کی بہن گوہر آرا نے آپ سے
کی۔ انیسویں سال سلطان عبدالرحمٰن شاہ خراسان اور اُس کی بیگم بیعت سے مشرف
اکیسویں سال ترکستان و دشت قبچاق کے تمام خان و سلطان اپنے اپنے لشکر سمیت غائبانہ
ہوئے۔ بائیسویں سال شاہ سلیمان بادشاہ ایران رفض سے تائب ہو کر غائبانہ مرید
چوبیسویں سال امام یمن غائبانہ مرید ہوئے۔ تیئسویں سال بادشاہ کاشغر غائبانہ مرید
پچیسویں سال شیخ حبیب اللہ بخاری کو جو دسویں سال مرید ہوا تھا خلافت دے کر بخارا میں
وہاں ان کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ چھوٹے بڑے وضیع و شریف خوانین و سلاطین اور رعایا
ہوئی۔ اور چار سو نے درجہ تکمیل پر پہنچ کر ان سے خلافت پائی۔ ان کے ذریعہ سلسلہ عالیہ خراسان

بہت پھیلا۔ ستائیسویں سال حضرت نے اپنے خلیفہ خواجہ ارغون کو خطا و چین میں
کے ہاتھ پر وہاں کا بادشاہ ملقب بہ قاآن مسلمان ہو گیا۔ اٹھائیسویں سال آپ
خلافت دے کر بغرض اشاعت ملک شام میں بھیجا۔ وہاں آپ دمشق میں مقیم ہوئے
اور تمام امراء اور دیگر لوگ بکثرت ان کے حلقہ ارادت میں آئے اور سلسلہ عالیہ اس
پورے طور رائج ہوا۔ چونتیسویں سال بہت سے ارادتمندوں کے ساتھ آپ حج کے
لے گئے۔ چھتیسویں سال واپس آئے۔ جب بندرگاہ سورت میں پہنچے تو ہر روز ہزار ہا
ہونے لگے۔ صبح شام قریباً تیس ہزار آدمی حلقہ میں شامل ہوتے۔ ہجوم خلق کی یہ کیفیت
وسلاطین کو آپ کی زیارت بدقت نصیب ہوتی۔

قصہ کوتاہ حضرت قیوم ثانی کی کثرت ارشاد و مشیخت بیان سے باہر ہے۔ جناب پیغمبر
اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کسی ولی اللہ کو اس قدر ارشاد مشیخت نصیب نہیں ہوئی۔
مرآت العالم و جہاں نما میں جو عالمگیر کے حکم سے لکھی گئی ہیں یوں لکھا ہے۔ کہ مشیخت
کوئی ایسا شیخ نہیں بیٹھا جیسا کہ شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔ جہان کے تمام اطراف
کے بادشاہ علماء مشائخ چھوٹے بڑے وضیع و شریف مشرق سے مغرب اور جنوب سے
کے آنحضرت کے مرید تھے۔ لاانتہا خاص و عام بندگان خدا صبح و شام پروانوں کی طرح
پر جان فدا کرتے۔ ہندوستان۔ توران۔ ترکستان۔ بدخشان۔ دشت قبچاق۔ کاشغر۔
روم۔ شام اور یمن کے بادشاہ آنجناب کے مرید ہوئے۔ اُس وقت کے بڑے بڑے شیخ اور
گروہا گروہ اپنی اپنی مشیخت ترک کر کے آنجناب کے مرید ہوئے۔ روئے زمین کے
حصوں کے لوگ آنحضرت کو خواب میں دیکھ کر اور انبیاء اولیاء سے خوشخبری پا کر حاضر خدمت
شرف بیعت سے مشرف ہوتے۔ مختلف ملکوں میں آنجناب کے خلفا کی خدمت میں ہزار ہا
کا مجمع رہتا۔ ہر روز سینکڑوں نئے مرید حاضر خدمت ہوتے اور فنا و بقا اور پروردگار کا پورا
قرب حاصل کرتے۔ حضرت کی مجلس کا رعب اور دبدبہ اس قدر تھا کہ مجلس اقدس میں بڑے
بادشاہ آپس میں گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ بغیر اجازت بات نہ کرتے۔ اگر بڑا ضروری کام ہوتا
پر لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ عالمگیر بادشاہ پر اگرچہ آپ بدرجہ غایت مہربان
لیکن پھر بھی بسبب غایت ادب اُس نے آنجناب کے حضور میں کسی سے کبھی گفتگو نہ کی اور بغیر

اذن نہ بیٹھا۔

چالیسویں سال خصوصیت سے تمام روئے زمین کے خلفاء مع اپنے مریدوں کے
حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ اور امیر اپنی سلطنت اور امیری چھوڑ کر
زیارت کو آئے۔ چنانچہ شاہان توران و ترکستان والیان دشت قبچاق و بدخشاں فرمانروایان
خراسان۔ تخت نشینان کاشغر و طبرستان۔ حاکمان قہستان و گرجستان سب کے سب
دیدار فائض الانوار کے واسطے شہر سرہند میں حاضر ہوئے۔ شہر کے گرداگرد ایک ایک میل
پڑا تھا۔ اس سے پہلے کبھی ایسا مجمع نہیں ہوا اور بعد میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ نماز کے وقت ایسا
ہجوم ہوتا کہ ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرتے۔ بلکہ کھڑا ہونے کو بھی کافی جگہ نہ ملتی۔

چالیسویں سال حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں اور خلفاء کو
ذیل طور پر اپنے فرزندوں کے سپرد کیا۔ حضرت محمد صبغۃ اللہ کو کابل اور اُس کے گرد و نواح کے
پٹھان اور مغل مرید ہوئے۔ بدخشان، ترکستان، دشت قبچاق، کاشغر، خطا، روم، شام کے تمام
اور ہند کے بعض آدمی حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ کے سپرد کیے۔ حسب ذیل خلفا بھی ان کے
د ہوئے۔ خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ محمد صدیق پشاوری۔ خواجہ عبدالصمد۔ اخون۔ موسیٰ
ہاروی۔ شیخ مراد شامی۔ خواجہ اخون خطائی وغیرہ۔ شہزادہ اورنگ زیب بھی آنجناب کے
ہوا۔ جب حضرت حجۃ اللہ کابل گئے تو کابل کے تمام آدمیوں نے آپ سے رجوع کیا۔ حضرت
خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعت کو خراسان۔ ماوراء النہر۔ توران۔ دارگنج۔ غورسد۔ اندراب
قہستان۔ طبرستان اور گرجستان کے علاقے سپرد کیے۔ اور حسب ذیل خلفاء آپ کے ماتحت کیے
شیخ ابوالمظفر برہانپوری۔ شیخ حبیب اللہ بخاری۔ صوفی پابندہ طلا۔ شیخ ابوالقاسم بلخی وغیرہ۔ اور
کے اکثر امراء اور شہزادہ معظم شاہ بھی آپ کے سپرد ہوئے۔ آخر انہوں نے بھی حضرت
سے رجوع کیا۔ دکن اور پنجاب کے اکثر مرید اور خلفاء کو خواجہ محمد اشرف کے حوالہ کیا۔ سلطان
اورنگ زیب۔ اعظم شاہ۔ جعفر خاں۔ وزیر شایستہ خان۔ مکرم خان، محتشم خان اور سلطان
عبدالرحمن حضرت شیخ محمد سیف الدین کے سپرد کیے۔ اور حسب ذیل خلفاء ان کے حوالے کیے
اخون میر محمد محسن سیالکوٹی۔ صوفی ہند ملا شیخ ابوالقاسم بھکری وغیرہ سلطان ہند نے آخر
سے رجوع کیا۔ حضرت محمد معصوم زاہد عرب بحرین اور مشرقی ہند کے اکثر شہر سپرد کیے۔

بعد ازاں حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام خلفاء کو جہان کے مختلف حصوں
میں بھیجا۔ ایک ہزار سات سو خلفاء ترکستان اور دشت قبچاق میں بھیجے۔ ان کا سردار خواجہ محمد امین
اور عبدالرحمن کو بنایا۔ پانچ سو خلیفے کاشغر اور خطا کی طرف بھیجے ان کا سردار خواجہ ارغوان کو مقرر
کیا۔ چار سو خلفاء شام اور روم کی طرف بھیج کر ان کا سردار شیخ مراد کو بنایا۔ سات سو خلفاء خراسان
بدخشاں اور توران میں شیخ حبیب اللہ کے ماتحت کر کے بھیجے۔ ایک سو خلفاء کابل میں اور ایک سو
خلفاء اور اح پشاور میں بھیجے۔ بیس خلفاء ننگر ہار میں بھیجے۔ ان سب کا سردار خواجہ محمد حنیف، خواجہ محمد
صدیق اور اخون موسیٰ کو مقرر فرمایا۔ باقی خلفاء کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں بھیجا۔

مریدوں کی تعداد:

کہتے ہیں کہ خلفاء اور فرزندوں کی وساطت کے بغیر براہ راست نو لاکھ آدمی حضرت
قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد سات ہزار تھی جو سب کے سب
صاحب کمالات تھے۔

وصال مُبارک:

آپ کو وجع مفاصل کا مرض تھا۔ آخر عمر میں اس مرض نے بہت غلبہ پایا۔ وفات سے دو
کی روز پیشتر آپ نے قرب و جوار کے بزرگوں کو ایک رقعہ بدیں مضمون لکھا کہ وقت رحلت آپہنچا
ہے۔ دعا فرمائیں کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ وفات سے ایک روز پیشتر جمعہ کے دن آپ مسجد میں تشریف
لے گئے اور فرمایا کہ امید نہیں کہ کل اس وقت تک دنیا میں رہوں۔ اور سب کو پند و نصائح فرما کر
خلوت میں تشریف لے گئے۔ صبح کو آپ نے نماز فجر کمال ارکان تعدیل کے ساتھ ادا کی۔ مراقبہ
معمولہ کے بعد اشراق پڑھی۔ بعد ازاں سکرات موت آپ پر شروع ہو گئے۔ اس وقت آپ کی
زبان مبارک جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ آپ یٰسین شریف
پڑھتے تھے۔ غرض کہ شنبہ کے دن دو پہر کے وقت ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔

روضہ مُبارک:

جہاں پر اب حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ مبارک ہے وہ جگہ حضرت مروج

الشریعت کی ملکیت تھی۔ جب حضرت قیوم ثانی کا وصال ہوا تو حضرت مروج الشریعہ
اپنی جگہ میں دفن کیا۔ اور شاہجہان کی صاحبزادی روشن آرا نے اُس پر عالیشان روضہ
اس کی تعمیر کے لئے شہزادی نے ایران سے نہایت اعلیٰ درجہ کے استاد معمار طلب کیے
روضہ شریف پر سنہرا کام کیا گیا تھا۔ جو آئینہ کی طرح چمکتا تھا۔ اور آفتاب نکلنے پر
دروازوں کے پردے شامیانے اور مزار پوش زربخت کے تھے۔ انقلاب زمانہ سے وہ
مٹ گئے۔ روضہ منورہ کے شمال کی جانب مسجد عالی واقع ہے جو آپ کے صاحبزادے
مروج الشریعت خواجہ عبید اللہ نے ۱۰۸۰ھ میں تعمیر کرائی تھی۔ کہتے ہیں کہ روضہ شریف کی
اور سامانِ فرش فروش پر ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ خرچ ہوا۔ پانچ ہزار اشرفی گنبدوں پر
ہوئی۔ چالیس ہزار روپیہ مسجد پر خرچ ہوا۔ اب اس روضہ کے اندر آٹھ قبریں ہیں
تفصیل:۔

(۱) مرکز میں حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) مرکز سے ملحق جانب مشرق حضرت مروج
الشریعت خواجہ عبید اللہ فرزند سوم حضرت عروۃ الوثقیٰ۔ (۳) مرقد خواجہ عبید اللہ سے ملحق جانب
مشرق حضرت ابوالعلیٰ فرزند اکبر حضرت قیوم ثالث حجۃ اللہ محمد نقشبندؒ (۴) مرکز سے ملحق
غرب خواجہ محمد اشرف فرزند چہارم حضرت عروۃ الوثقیٰ (۵) مرقد خواجہ محمد اشرف سے جانب
خواجہ صبغۃ اللہ فرزند اکبر حضرت عروۃ الوثقیٰ۔ ان پانچ قبروں کی پائنتی کی طرف (۶) شیخ محمد
فرزند سوم حضرت مروج الشریعت خواجہ عبید اللہ (۷) حضرت محمد شیخ الاسلام فرزند حضرت محمد
فرزند چہارم حضرت مروج الشریعۃ خواجہ عبید اللہ۔ (۸) حضرت نور معصوم فرزند اکبر میر محمد
حق رسا فرزند چہارم حضرت خواجہ محمد پارسا۔

حلیہ مُبارک

آپ کا قد خاصا تھا۔ بدن مبارک پُر گوشت۔ رنگ گندمی۔ ابرو کشادہ۔ ناک اونچی
آنکھیں بڑی بڑی۔ داڑھی سفید اور تمام اعضاء نہایت متناسب اور خوش شکل تھے۔ آپ کا لباس
نہایت لطیف بلکہ الطف ہوتا۔ عمامہ سر پر ہوتا۔ کبھی ہندی لباس زیب تن فرماتے۔

ارشاداتِ عالیہ

مکتوبات احمدیہ کی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوبات کی بھی تین جلدیں
جلد اول کو آپ کے فرزند سوم خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ نے جمع کیا۔ اور جلد دوم کو شرف
الدین حسینی ہروی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ سیف الدین رحمہ اللہ تعالیٰ اور جلد سوم کو
محمد عاشور بخاری حسینی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ محمد نقشبند قیوم ثالث جمع کیا۔ بطور تبرک
ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

قبر کا باغ ہونا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک
قبر کے باغ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ پردہ و مسافت جو زمین قبر اور بہشت کے
ہوتا ہے اُٹھ جاتا ہے۔ اور دونوں جگہوں کے درمیان کوئی پردہ مانع نہیں رہتا۔ گویا زمین
کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ فافہم۔ اور یہی معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس ارشاد کے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ
جاننا چاہئے کہ اس قسم کا روضہ اخص خواص کے لئے ہے۔ ہر مومن کو حاصل نہیں۔ غایت مافی
اب مومنوں کی قبریں صفائی اور نورانیت پیدا کرتی ہیں تو اس امر کی استعداد حاصل ہو جاتی
کہ جنت کا پرتو ان قبروں پر منعکس ہوتا ہے۔ اور صاف کردہ شیشہ کی مثل ہو جاتی ہیں۔
(مکتوبات جلد اول۔ مکتوب ۷)

کمال پر پہنچنے کا مدار:

ہمارے طریقہ میں درجہ کمال پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ رابطہ محبت پر موقوف
طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ سے رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات
حاصل کرتا ہے۔ اور باطنی مناسبت سے ساعت بساعت اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مشائخ
نے فرمایا ہے کہ فنائی الشیخ فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ اکیلا ذکر بغیر رابطہ مذکورہ اور بغیر فنائی الشیخ

کے درجہ کمال پر پہنچانے والا نہیں۔ ذکر اگرچہ اسباب وصول سے ہے۔ لیکن اکثر رابطہ
الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ ہاں اکیلا رابطہ آدابِ صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ اور
ساتھ بغیر التزام طریق ذکر کے درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے۔ اور سلوک وتسلیک
دوسرے طریقوں سے وابستہ ہے کام کا مدار وظائف اور اوراد واذکار پر ہے۔ اور معا
اربعینوں کی ریاضتوں پر ہے۔ اور پیر طریقت واستفادہ انعکاسی ہے۔ شیخ مقتدا کی
آداب کے ساتھ کافی ہے۔ اور وظائف اذکار وطاعات بھی اشیا سے مدد ومعاون میں
حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات الزاکیات والتسلیمات والتحیات النامیات کی
کمالات کے حصول میں بشرط ایمان وتسلیم وفرمانبرداری کافی تھی۔ اس واسطے اس طریق
وصول کی راہ اور طریقوں سے زیادہ قریب تر ہے۔ اور شیخ کامل مکمل سے فیوض و برکا
کرنے میں جوان اور لڑکے اور بوڑھے اور زندے اور مردے برابر ہیں۔ اس طریقہ عالیہ
اندراج نہایت اور بداہت پر متضمن ہے ریاضت سنت سنیہ کا اتباع اور بدعت ناپسند
اجتناب ہے۔ اس طریقہ کے بزرگوں کا قول ہے۔ مصرعہ۔ سایہ رہبر بہ از ذکر حق۔ سایہ
اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف ہے جس سے مراد شیخ کی صورت کا نگاہ رکھنا ہے۔ جیسا کہ اس
میں مقرر ہے۔ یعنی مبتدی طالب کے لئے طریقہ رابطہ ذکر سے زیادہ مفید ہے۔ اگرچہ ذکر
خود شرافت وفضیلت رکھتا ہے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ بیچارہ مرید چونکہ عالم سفلی میں گر
اس سبب سے عالم علوی سے مناسبت نہیں رکھتا تا کہ حضرت باریتعالیٰ سے بغیر واسطہ کے
برکات اخذ کرے۔ ایک واسطہ دو جہت والا درکار ہے جو عالم علوی سے بہرہ ور ہو کر
دعوت وارشاد کے لئے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو۔ اور بوجہ مناسبت اولیٰ کے عالم
فیوض اخذ کر کے بوجہ مناسبت ثانیہ کے جو عالم سفلی سے رکھتا ہے۔ ان فیوض کو لائق مرید
پہنچائے۔ اس لئے طالب رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کا وجود جس قدر زیادہ رکھتا ہو اس کے
سے اسی قدر اخذ فیوض زیادہ کرے گا۔

زاں روے کہ چشم تست احول   معبود تو پیر تست اول

اور جو چیزیں کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے والی ہیں وہ یہ ہیں۔ ظاہر وباطن
شیخ کی محبت اور اس کی خدمت اور آداب کی رعایت۔ آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب

اور عبادات وعادات میں اس کی پیروی کرو۔ اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے
اور تمام امور میں اپنے تئیں اس کے حوالہ کرنا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا
طریقہ رابطہ ان امور میں سب سے بڑا ہے اور شیخ کے ساتھ اشد مناسبت پیدا کرتا ہے اور
کو آسان کرنے والا ہے جو مناسبت کے بہت پیدا کرنے والے ہیں۔ جب نسبت
ہوتا ہے تو طالب اپنے تئیں شیخ کا عین دیکھتا ہے۔ اور اپنے تئیں اس کے لباس وصفت
متصف پاتا ہے۔

ایں ہمہ در چشم من توے آئی   بہر کہ مے نگرم صورت تو مے بینم

(جلد اول۔ مکتوب ۷۸)

...کے احوال کا علم:

آپ نے لکھا تھا کہ پیر کا مریدوں کے حالات کو نہ جاننا باعث نقص ہے یا نہیں۔ آپ
معلوم رہے کہ سلوک وتسلیک اختیاری میں پیر کو مرید کے احوال کا علم اور اسی طرح مرید کو اپنے
احوال کا علم ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے ایسا علم نہ
پیر کے لئے درکار ہے اور نہ مرید کے لئے۔ کیونکہ اس طریق میں افادہ واستفادہ انعکاسی اور
...ل ہے۔ مرید اپنے شیخ کامل کی صحبت میں محبت وفنافی الشیخ کے مطابق ہر ساعت اس کے
... میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس صورت میں افادہ میں اور استفادہ میں اسے علم کی کیا حاجت ہے۔
... آفتاب کی حرارت سے پکتا ہے کیا ضرورت ہے کہ سورج کو یا خربزہ کو پکنے یا پکانے کا علم
... طریق میں مرید اپنے شیخ کے ساتھ وجوہ مناسبت جس قدر زیادہ پیدا کرتا ہے اسی قدر اس
... میں انصباغ زیادہ ظاہر ہوتا ہے (جلد اول۔ مکتوب ۱۴۲)

...م کا مرتبہ:

قیوم اس عالم میں خدا جل وعلا کا خلیفہ اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اقطاب اور ابدال
... کے ظلال کے دائرہ میں مندرج ہیں۔ اور افراد واوتاد اس کے کمال کے محیط میں داخل ہیں۔
... کے سب افراد اس طرف متوجہ ہیں۔ وہ جہان والوں کی توجہ کا قبلہ ہے۔ جانیں نہ جانیں۔

بلکہ جہان والوں کا قیام اس کی ذات سے ہے۔ اس لئے کہ عالم کے افراد چونکہ اسماء وصفات [illegible]
مظاہر ہیں کوئی ذات ان کے درمیان نہیں پائی جاتی۔ وہ سب کے سب اعراض واوصاف [illegible]
اور اعراض واوصاف کے لئے ذات اور جوہر کا ہونا ضروری ہے تا کہ ان کا قیام اس کے ساتھ [illegible]
عادت اللہ یوں جاری ہے کہ ازمنہ دراز کے بعد ایک عارف کو ذات سے ایک نصیب عطا [illegible]
ہے۔ اور اس کو ایک ذات دی جاتی ہے تا کہ وہ نیابت وخلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جا[illegible]
اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوں۔ (جلد اول۔ مکتوب ۸۶)۔

معرفتِ الٰہی کا حصول:

اس دارفانی میں بڑا مطلب حق جل وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اور معرفت [illegible]
کی ہے۔ قسم اول وہ معرفت ہے۔ جسے بڑے بڑے عالموں نے بیان کیا ہے۔ قسم دوم وہ معر[illegible]
ہے کہ جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں۔ قسم اول نظر واستدلال سے وابستہ ہے اور قسم دوم [illegible]
وشہود سے۔ قسم اول دائرہ علم میں داخل ہے جو تصور وتعقل کی جنس سے ہے۔ اور قسم دوم دائرہ حال
میں داخل ہے اور جنس تحقق سے ہے۔ قسم اول عارف کے وجود کے فانی کرنے والی نہیں [illegible]
دوم سالک کے وجود کے فانی کرنے والی ہے کیونکہ اس طریق میں معرفت سے مراد معرفت [illegible]
فنا ہے۔

قرب نے بالا و پستی رفتن است قرب حق از قید ہستی رستن است

قسم اول علم حصولی کی قسم سے ہے اور ادراک مرکب ہے اور قسم دوم علم حضوری کی جنس سے ہے
اور ادراک بسیط ہے۔ کیونکہ حاضر اس محل میں بجائے نفس سالک کے جو فانی ہو گیا [illegible]
سبحانہٗ ہے۔ قسم اول معرفت کا حاصل ہونا ہے۔ باوجود نفس کی منازعت وانکار کے۔ کیونکہ [illegible]
اس جگہ میں صفات رذیلہ پر ہے اور امارگی اور سرکشی سے جو اس کی طبیعت میں ہے نہیں [illegible]
اور نافرمانی اور سرکشی سے جو طبعی و پیدائشی ہے باز نہیں آیا ہے۔ اس محل میں اگر ایمان
صورت ایمان ہے۔ اور اگر اعمال صالح ہیں صورت اعمال ہیں۔ کیونکہ نفس اب تک اپنے [illegible]
ہے۔ اور اپنے مولا سے عداوت کرنے پر قائم ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ ''تو اپنے نفس [illegible]
عداوت کر کیونکہ وہ مجھ سے عداوت کرنے پر قائم ہے۔'' اس واسطے اس ایمان کو ایمان مجازی [illegible]

ایمان زوال وخلل سے محفوظ نہیں ہے۔ المجاز یتخطی مشہور ہے۔ اور معرفت کی قسم دوم چونکہ
[illegible] وجود کے فانی کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہونے کا نتیجہ دینے والی ہے اس لئے
[illegible] ایمان زوال وخلل سے محفوظ ہے۔ اس جگہ میں حقیقت ایمان ہے۔ اور اعمال صالح کی
[illegible] اس محل میں ثابت ہے۔ حقیقت نیست نہیں ہوا کرتی۔ بقا اس کو لازم ہے۔ گویا۔ اس
[illegible] اللھم انی اسئلک ایمانًا لیس بعدہ کفر۔ اور آیہ کریمہ یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ
آمَنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ امام احمد بن حنبل اسی معرفت
[illegible] تھے کہ باوجود علم واجتہاد کے بشر حافی کی رکاب میں چلتے تھے۔ لوگوں نے ان سے
[illegible] فرمایا کہ اس کو خدا کی پہچان مجھ سے بہتر ہے۔ امام اعظم کوفی قدس سرہ اپنی عمر کے اخیر
[illegible] میں کہ اجتہاد واستنباط کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ چنانچہ خواب میں فرمایا۔ اگر دو سال
[illegible] تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔'' اسی معرفت کی تحصیل وتمیم میں تھے۔ اور اسی ایمان کی تکمیل
[illegible] جو اس معرفت کا ثمرہ ہے۔ ورنہ وہ اعمال میں بڑا پایہ رکھتے تھے۔ کونسا عمل ہے جو اجتہاد و
[illegible] کے درجہ کو پہنچتا ہے اور کونسی طاعت ہے جو درس وتدریس کی ہم پایہ ہے۔

ایمان کی قبولیت:

جاننا چاہئے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمال ایمان کے اندازہ کے موافق ہے۔ اور
اعمال کی نورانیت کا کمال اخلاص سے ہے۔ ایمان واخلاص جس قدر زیادہ ہوں گے۔ اعمال کی
[illegible] وقبولیت وکمال اُسی قدر زیادہ ہوگا۔ اور ایمان واخلاص کا کمال معرفت پر موقوف
[illegible] چونکہ یہ معرفت وایمان حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے۔ اس لئے جس کا قدم فنا
[illegible] زیادہ محکم ہوگا۔ وہ ایمان میں زیادہ کامل ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
[illegible] کا ایمان اُمت کے ایمان پر راجح نکلا۔ حدیث میں ہے۔ ''اگر ابوبکر کا ایمان میری اُمت کے
ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے۔ تو ابوبکر کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ کیونکہ حضرت صدیق رضی
[illegible] فنا میں فرد کامل تھے۔ یہ حدیث ''جو شخص مردہ کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ ابو
[illegible] کے بیٹے کو دیکھ لے۔'' اسی مطلب کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ فنا اگرچہ تمام صحابہ کرام کو حاصل
تھی مگر باوجود اس کے حصول فنا کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تخصیص اس امر کی دلیل ہے

کہ یہ خوبی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بدرجہ کمال تھی۔

حاصل کلام:

اس طوالت کلام سے مقصود یہ ہے کہ ہوش مندوں اور داناؤں پر لازم وضروری [ہے کہ] اپنی حالت پر بخوبی غور کریں۔ جس شخص کو معرفت مذکورہ بالا حاصل ہے اُس کے لئے بڑی بشارت ہے۔ کیونکہ اُس کی پیدائش سے جو مقصود تھا وہ بجالایا۔ اور اُس نے بمقتضا اس آیۃ [کریمہ] زندگانی کی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ لیعبدون سے مراد لیعرفون ہے۔ کیونکہ کمال عبادت معرفت سے وابستہ ہے۔ اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں اُسے چاہئے کہ اس کی طلب میں جان سے کوشش کرے اور جہاں مطلوب کی کچھ بو پائے اس کے [ساتھ] ہولے۔ افسوس ہے کہ اِس دارِ فانی میں جو کچھ انسان سے مطلوب ہے وہ بجانہ لائے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوجائے۔ اور جس چیز کی تخریب کے لئے مامور ہے اُسے تعمیر کرے۔ کل کس منہ سے اور کونسے عذر کے ساتھ لب کشائی کرے گا۔

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند — تا دامن قیامت ایں غم بما بماند

(جلد ثانی۔ مکتوب ۱۱)

موجود حقیقی:

(۶) موجود حقیقی ایک سے زیادہ نہیں جو بزرگ و پاک ہے۔ اور ماسوا جسے عالم کہا [جاتا] ہے معدوم ہے۔ موجود نما۔ یعنی افرادِ عالم کے حقائق اعدام ہیں۔ وہ اعدام اپنے آئینوں میں کمالات وجودی کے انعکاس کے سبب سے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ موجود ہیں۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ۔ اور مقرر و ثابت ہے کہ وجود ہر خوبی وکمال کا مبدأ ہے۔ اور عدم ہر برائی اور نقص کا منشاء ہے۔ پس خوبی وکمال سب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف عائد ہے۔ اور برائی اور نقص سب ممکن کی طرف راجع ہے۔ آیہ کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ اسی مضمون کی تائید کرتی ہے۔ سنئے جب حقائق ممکنات کی حقیقت اعدام ہیں جو کمالات وجود کے انعکاس سے وجود نما ہو گئے ہیں تو عالم کا وجود ایسے مرتبہ

[...] وہم کے مشابہ ہے۔ اور اُس کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے سامنے موہومات و [...] داخل ہے۔ آیہ کریمہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اس کی دلیل ہے۔ اور وہ جو میں [نے] وہم کے مشابہ کہا۔ اُس کی وجہ یہ کہ وہ وہم کی ارتفاع سے مرتفع نہیں ہوتا اور معاملہ ابدی [عذاب] اور ثواب دائمی اس سے وابستہ ہے۔ پس عالم کی نسبت واجب جل وعلا کے ساتھ ایسی [ہے جیسا] کہ موہوم کو موجود کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور معلوم ہے کہ موہوم کو موجود کے ساتھ کوئی تدافع [نہیں] اور موجود کے لئے موہوم سے کوئی حد ونہایت نہیں۔ کیونکہ موجود ایسے مرتبہ میں ہے کہ اُس [میں] موہوم کا کوئی نام ونشان نہیں۔

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں — گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

(جلد ثانی۔ مکتوب ۱۰۸)

[...]ری بات:

اے بھائی! ناجنس اور مخالفِ طریقہ کی صحبت سے پرہیز کر۔ اور بدعتی کی مجلسوں سے [...] حضرت یحیٰی معاذ رازی فرماتے ہیں۔ ''تو تین قسم کے لوگوں کی صُحبت سے پرہیز کر۔ غافل علماء۔ مداہنت کرنے والے قاری۔ جاہل صوفی۔'' جو شخص کہ شیخی کی مسند پر بیٹھا ہے اور اُس [کا] حال جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت کے موافق نہیں اور وہ زیور شریعت [سے] آراستہ نہیں۔ پناہ ہزار پناہ اُس سے دور رہ۔ بلکہ اُس شہر میں نہ رہ جہاں وہ رہتا ہے۔ مبادا کہ [...] گزرنے پر تیرے دل میں اُس کی طرف میلان پیدا ہوجائے اور وہ تیرے کارخانہ میں خلل ڈال دے۔ کیونکہ وہ مقتدا بننے کے لائق نہیں۔ وہ پوشیدہ چور ہے اور شیطان کا جال ہے۔ اگرچہ تو اس سے طرح طرح کے خوارق دیکھے اور بظاہر دنیا سے بے تعلق پائے۔ تو اُس کی صحبت سے اِس سے بھی زیادہ بھاگ کہ شیر سے بھاگتا ہے۔ (جلد ثانی۔ مکتوب ۱۰۰)۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ:

اِس وقت کے اکثر خام صوفی اور ملحد کافروں کے ساتھ دوستی رکھنے سے نہیں ڈرتے۔ [اور] کہتے ہیں کہ فقیری کا راستہ کسی کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنا نہیں ہے۔ سبحان اللہ حضور سرورِ انبیاء اور

رئیس فقراء واولیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ جن کا قول ہے الفقر فخری حکم
''اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر'' اور حضور انور صلی اللہ علیہ
طریقہ پسندیدہ بھی کافروں سے درشتی و جنگ کرنا تھا۔ یہ عجب فقراء ہیں کہ جناب پیغمبر
اپنے پیشوا کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں اور حضرت کے طریقہ پسندیدہ کے
کرتے ہیں۔ جس سے ضلالت و گمراہی کی زیادتی ہی ہوگی۔ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ
الضَّلَالُ ۔ کفار بے شک خدا کے دشمن ہیں جیسا کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ یہ دوستی کا
دعویٰ ہے کہ اُس کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں اور بیزاری ظاہر نہیں کرتے۔ اگر کافر
لوگ خدا کے مبغوض و دشمن نہ ہوتے۔ بُغض فی اللہ دین کے واجبات سے نہ ہوتا اور
مقربات اور مکمل ایمان نہ ہوتا۔ اور حصول ولایت و رضا قرب حق سبحانہٗ کا سبب نہ ہوتا۔ (جلد
ثالث۔ مکتوب ۵۵)۔

وحدت وجود:

صوفیہ علیہ کے مسلک پر وحدت وجود یہ ہے کہ سالک ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے
وجود کے ساتھ متحد دیکھے اور اطلاق و تقید کا فرق سمجھے۔

چیز یکہ مقید بود از روئے جہاں والله کہ ہماں زوجہ اطلاق حق است

پس اِس صورت میں ممکن و واجب تعالیٰ کے درمیان اتحاد ذاتی ہوگا۔ اگر مغایرت
اعتباری ہے اور ہمارے مسلک پر وحدت وجود اِس معنیٰ میں ہے کہ وجود اور کمالات تابع وجود حضرت
رب معبود کا خاصہ ہے اور ممکن کی ذات عدم ہے جو آئینۂ عدم میں کمالات وجودی کے منعکس ہونے
کے سبب سے موجود نما ہوگئی ہے۔ پس ممکن اور واجب جل وعلا کے درمیان اتحاد ثابت نہ ہوا۔ اس
مقام کی تفصیل مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات و رسائل سے واضح وظاہر ہے۔ (جلد ثالث
مکتوب ۳۷)۔

حروف مقطعات اور آیات متشابہات کا علم:

آپ نے قرآن کے حروف مقطعات اور آیات متشابہات کی نسبت سوال کیا تھا۔ اور

طلب کیا تھا۔ مخدوما! متشابہات میں طریق اسلم یہ ہے کہ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور
علم حق سبحانہٗ کے حوالہ کرتے ہیں۔ یہ حق سبحانہٗ کے اسرار ہیں۔ جو اُس نے اپنے اخص
دوستوں کو بتائے ہیں۔ اور رمز واشارہ سے کلام کیا ہے اور نامحرموں سے پوشیدہ رکھا ہے۔
پر اِس معمہ کا راز کھل گیا ہے۔ اُس نے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اور ان اسرار کے
بتانے کی دلیری نہیں کی۔ اس کا حل تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک سے کس طرح ہوسکتا
اور یہ عقیدہ اِس نادان مسکین سے کیسے کھل سکتا ہے۔ معذور رکھئے۔ والسلام علیٰ من اتبع
(جلد ثالث۔ مکتوب ۱۸۳)۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی اولاد امجاد

حضرت عروۃ الوثقیٰ کی اولاد چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں بدیں تفصیل:۔

شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمہ اللہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت قیوم ثانی کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ ۱۰۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔
حضرت قیوم اول نے حضرت قیوم ثانی سے فرمایا کہ محمد معصوم! اس فرزند میں اصلی نور دکھائی دیتا
ہے۔ اس کا نام صبغۃ اللہ رکھو۔

تحصیل علم:

آپ نے علوم معقول و منقول انتہائی درجہ تک حاصل کیے۔ بعد ازاں اپنے والد امجد کی
خدمت میں علم باطن حاصل کیا۔ آپ حضرت قیوم اول کے کمالات کے جامع اور صاحب کرامات
تھے۔ والد بزرگوار نے آپ کو ولایت کابل وغور کی خلافت دے کر رخصت فرمایا۔ وہاں آپ سے
فیض جاری ہوا۔ ہر صبح و شام ہزارہا آدمی حلقہ میں شامل ہوتے۔ ۹ ربیع الثانی ۱۱۲۱ھ میں آپ کا
وصال ہوا اور اپنے والد امجد کے قبہ میں دفن کیے گئے۔

حضرت قیوم ثالث خواجہ محمد نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے دوسرے فرزند ہیں۔ بروز جمعہ ۷ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرض موت میں حضرت عروۃ الوثقیٰ سے فرمایا تھا کہ اِس سال میرے وصال کے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو قرب الٰہی کے کمالات میں میرے برابر ہوگا۔

ظاہری و باطنی علوم کا حصول:

آپ نے علم ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کیا۔ بہ سبب کمال استعداد تھوڑے عرصہ میں آپ پر وہ اسرار منکشف ہوئے جن کی نسبت حضرت عروۃ الوثقیٰ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حیطہ درک عقل و تصور خیال سے باہر ہیں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنی قیومیت کے اکتالیسویں سال ۱۰۷۴ھ میں آپ کو قطب الاقطابی اور قیومیت کی بشارت دی۔ چنانچہ آپ خود بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جب بعض علوم و معارف اور اسرار حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیان کئے تو فرمایا کہ یہ علوم و معارف جو تم بیان کرتے ہو مقطعات قرآنی کے اسرار ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مُجھ سے خلوت میں فرمائے تھے۔ بعد ازاں دوسرے روز مجھے خلوت میں بلا کر قیومیت کی بشارت دی اور فرمایا کہ جو تاج مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت جنابِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرمایا تھا اب وہی تاج تمہیں عنایت ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تاج طینت اصالت قیومیت اور محبوبیت ذاتی پر مشتمل تھا۔ فرمایا بعینہٖ وہی تاج ہے جو مجھے عنایت ہوا تھا۔ اب وہی تمہیں دیا گیا ہے۔

مسندِ ارشاد:

آپ نے ۱۱ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو مسند ارشاد پر جلوس فرمایا۔ آپ کی کثرت ارشاد کا یہ عالم تھا کہ آپ کی قیومیت کے پچیسویں سال ہر روز چار پانچ سو آدمی بلکہ اس سے زیادہ حاضر خدمت ہوکر مرید ہوتے۔ بڑے بڑے مشائخ اور علماء اپنی اپنی مشیخت اور درس و تدریس کو چھوڑ کر آپ کے مُرید ہوئے۔ روئے زمین کے مختلف حصوں سے لوگ ٹڈی دل کی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ توران، ترکستان اور بدخشاں کے بادشاہ اپنی اپنی حدود تک استقبال

کو آئے۔ اور اپنے اپنے ایلچی مع ہدایا آپ کی خدمت میں بھیجے۔ غرض اِس قدر لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ کابل میں گنجائش نہ رہی۔ مجلس اقدس میں آپ کا دبدبہ اِس طرح تھا کہ بادشاہ اور امراء کو جرأت نہ تھی کہ بات کریں۔

وصال مبارک:

آپ نے پینتیس سال مسند قیومیت و ارشاد پر رونق افروز رہ کر بروز شب جمعہ ۲۹ محرم الحرام ۱۱۱۴ھ میں سرہند میں وصال فرمایا۔ آپ کو اُس مکان میں جو قدیم سے آپ کی ملکیت تھا حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ مبارک کے شمال کی طرف تین تیر پرتاب کے فاصلہ پر فتح باغ کے قریب دفن کیا گیا۔ اور مرقد مبارک پر نہایت عالی شان خوبصورت قبہ بنوایا گیا۔ آپ کے مقبرہ میں چار قبریں ہیں۔ ایک آپ کی دوسری آپ کے فرزند محمد عمر کی، تیسری آپ کی بیٹی کی، چوتھی آپ کی زوجہ کی۔

حضرت حجۃ اللہ قیوم ثالث نے اپنی قیومیت کے اخیر سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ مبارک سے شمال کی طرف تین تیر پرتاب کے فاصلہ پر ایک عالی شان خوبصورت مسجد بنوائی تھی۔ اس کے تین گنبد اور دو برج تھے۔ صحن میں وضو کے لئے ایک حوض بنوایا تھا۔ اور مسجد کے متصل ایک محل اور چند حجرے سالکوں کو توجہ دینے اور مراقبہ کے لئے بنوائے تھے۔ آج ان سب کے کھنڈرات نظر آتے ہیں۔

اولاد پاک:

آپ کی اولاد چھ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آپ کے فرزندِ اکبر حضرت ابوالعلی ۱۰۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ ۱۱۰۷ھ میں وفات پائی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے قبہ میں دفن ہوئے۔ حضرت ابوالعلی کے بڑے بیٹے قیوم رابع خواجہ محمد زبیر قدس سرہ بروز دوشنبہ ۵ ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت حجۃ اللہ نے ان کو قیومیت کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ حضرت حجۃ اللہ کے وصال کے بعد انہوں نے یوم شنبہ یکم صفر ۱۱۱۴ھ میں مسند قیومیت و ارشاد پر جلوس فرمایا اور اڑتیس سال اس مسند پر رونق افروز رہ کر ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۳ھ میں دہلی میں وصال فرمایا۔ آپ کی نعش مبارک کو سرہند لے آئے۔ اور جمعرات کے دن ۱۱ ذیقعدہ کو شیخ سعد الدین کی

حویلی میں جسے انہوں نے شیخ موصوف کے فرزند سے چار ہزار روپیہ دے کر خرید [illegible]
گئے۔ ۱۱۵۳ھ میں آپ کے مرقد مبارک پر ایک عالی شان روضہ بنایا گیا۔ جو رنگا رنگ
نگار سے آراستہ تھا اور جس میں چین اور فرنگ کی گلکاری کی ہوئی تھی۔

خواجہ محمد عبید اللہ رحمہ اللہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے تیسرے فرزند ہیں۔ ۲۱ شعبان ۱۰۳۷ھ میں پیدا [illegible]
والد بزرگوار کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اور کثرت محبت کے سبب سے ان کو حضرت جیو صاحب [illegible]
کرتے تھے۔ حضرت قیوم ثانی فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ [illegible]
تھا کہ تیرے فرزند میری طرح ہوں گے۔ ان فرزندوں سے مراد نقشبند اور محمد عبید اللہ ہیں۔ [illegible]
قیوم ثانی نے آپ کو طینت واصالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری دی تھی۔

آپ نے ۱۱ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو مسند ارشاد پر جلوس فرمایا۔ اور خلفائے معصومی کو [illegible]
نو خلافت دی۔ اور باقی مریدوں کو اپنی طرف سے خلافت دے کر روئے زمین کے مختلف [illegible]
میں بھیج دیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خانقاہ کی رونق آپ سے بدستور قائم رہی۔ اسی سال ایک [illegible]
نماز فجر کے بعد آپ مراقبہ میں تھے کہ الہام ہوا کہ تمہیں مروج الشریعت کا خطاب دیا گیا ہے۔

وصال مبارک:

آپ کو تپ دق کا مرض ہوگیا۔ ارشاد کے چوتھے سال عالمگیر بادشاہ نے آپ کی
خدمت میں لکھا کہ اس مرض کے لئے سیر بہت مفید ہے۔ آپ شاہجہاں آباد تشریف لے گئے
بادشاہ نے آپ سے بیعت کی اور مرض کے علاج کے لئے دوسری ولایتوں سے اطباء طلب کئے مگر
کچھ افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ مرض کا غلبہ ہوگیا۔ اس لئے آپ نے بادشاہ سے رخصت لی اور سرہند روانہ
ہوگئے۔ جب سنبھالکہ میں پہنچے تو جمعہ کے روز اشراق کے وقت ۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ میں انتقال
فرمایا۔ وہاں سے آپ کی نعش کو سرہند میں لائے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے قبہ میں دفن کر دیا۔ آپ
صاحب کشف وکرامات وتصانیف تھے۔

آپ کی اولاد میں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ بیٹوں میں عبدالرحمن اور عبدالرحیم
[illegible] میں فوت ہوگئے تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے محمد ہادی صاحب کشف وکرامات وتصانیف
[illegible] انہوں نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱۲۱ھ میں انتقال فرمایا۔ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ کے اندر
[illegible] کی طرف مدفون ہوئے۔ خواجہ محمد پارسا حضرت مروج الشریعت کے دوسرے فرزند تھے۔
[illegible] حضرت قیوم ثالث نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کی بشارتیں دیں۔ آپ بروز دو
[illegible] ربیع الاول ۱۱۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت عروۃ
[illegible] کے روضہ کے گرد پھرایا گیا اور چبوترے کے جنوب مغربی کونہ میں جہاں آپ نے جناب
[illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا اور فرمایا تھا کہ یہاں میری قبر بنانا دفن کئے گئے۔
[illegible] مبارک پر ایک گنبد بنایا گیا۔

خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

[illegible] باسعادت:

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے فرزند ہیں۔ ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے
[illegible] سلوک اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں طے کئے۔ علوم معقول ومنقول میں دستگاہ کامل
[illegible] تھے۔

وصال مبارک:

۲۷ صفر ۱۱۱۷ھ میں فوت ہوئے اور حضرت قیوم ثانی کے مرقد کے مغرب کی طرف
[illegible] ہوئے۔ آپ نزع کے وقت حسبی اللہ ونعم الوکیل بار بار پڑھتے تھے۔ آپ کی
[illegible] تین لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ جب کفار سرہند پر چڑھ آئے تو آپ کے بڑے بیٹے شیخ محمد
[illegible] ان سے فی سبیل اللہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور حضرت قیوم ثانی کے روضہ میں
([illegible] قبہ) مدفون ہوئے۔ آپ کے چوتھے بیٹے شیخ محمد شافی الحال جامع علوم ظاہر وباطن تھے۔
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات پر مخالفوں نے جو شبہات کئے ہیں آپ نے ان کا

ردّ خوب لکھا ہے۔ آپ نے ۱۱۵۰ھ میں رحلت فرمائی اور حضرت قیوم ثانی کے روضہ مبارک [illegible] (بیرون قبہ) مدفون ہوئے۔

شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چھٹے فرزند ہیں۔ ۱۰۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت [illegible] ثانی چند سال بعد حج کو تشریف لے گئے۔ اور واپس آکر شاہجہان آباد میں سکونت اختیار [illegible] آخری دم تک وہیں رہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ حضرت مروج الشریعت فرماتے ہیں [illegible] لوح محفوظ کا انکشاف ہوا۔ وہاں پر میں نے لکھا دیکھا۔ محمد معصوم اور اُس کے تلے صد[یق] [illegible] فرمایا۔ صدیق ولی سے مراد میرے بھائی محمد صدیق ہیں۔ صاحب کشف و کرامات اور [illegible] تھے۔

وصال مُبارک:

آپ نے ۱۱۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی نعش مبارک سرہند لائی گئی۔ حضرت [illegible] ثانی کے روضہ مبارک کے شمال کی طرف خانقاہ کے محاذ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مرقد [illegible] عالی شان گنبد بنایا گیا۔ (زبدۃ المقامات۔ مکتوبات معصومیہ۔ روضہ قیومیہ وغیرہ)۔



۲۷۔ حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ

[illegible] باسعادت:

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت بقولے [illegible] میں اور بقول مصنف روضہ قیومیہ ۱۰۵۵ھ میں بمقام سرہند ہوئی۔ آپ علوم ظاہری و [illegible] اور کمالات صوری و معنوی اور زہد و تقویٰ و اتباع سنت کے جامع تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ [illegible] استعداد دیکھ کر ہر دم آپ پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے عین ایام [illegible] میں اپنے والد بزرگوار سے تمام کمالات مجددیہ کے حصول کی بشارت پائی۔

[illegible]:

سلطان وقت اورنگزیب عالمگیر نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ سے التجا کی کہ اپنا [illegible] میری ہدایت و توجہ کے لئے روانہ فرمائیں۔ اِس پر حضرت نے اپنی قیومیت کے [illegible] سال اِسی صاحبزادے کو دہلی میں بھیج دیا۔ جب حضرت شیخ وہاں پہنچے تو سلطان نے [illegible] استقبال کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے ان کو شہر میں لایا اور قلعہ میں لے گیا۔ جب آپ [illegible] کے دروازے پر پہنچے تو دو ہاتھیوں کی مورتیں دیکھیں جن پر فیلبان سوار تھے۔ آپ نے فرمایا [illegible] قلعہ میں تب داخل ہوں گا کہ یہ مورتیں توڑ دی جائیں۔ چنانچہ وہ ہاتھی اور فیلبان بالکل توڑ [illegible] گئے۔ اور آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔ دوسرے روز آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام گویوں، [illegible] اور بے ریش ناچنے والے لڑکوں اور تمام اہل بدعت کو ہندوستان کے ممالک محروسہ سے [illegible] جائے۔ بادشاہ نے اِس ارشاد کی بھی تعمیل کی۔ ایک روز بادشاہ نے حضرت شیخ کو حیات [illegible] کی سیر کی تکلیف دی۔ وہاں سونے کی مچھلیاں تھیں۔ کہ جن کی آنکھوں میں جواہرات

جڑے ہوئے تھے۔ حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ جب تک یہ مچھلیاں نہ توڑی جائیں ... جگہ نہ بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے نقصان شاہی کے خیال سے ان کے توڑنے میں ... لیکن بادشاہ نے فوراً تڑوادیں اور کہا کہ ارشادِ شیخ کی تعمیل میں زیادہ نفع ہے۔

ایک روز بادشاہ شکار کے لئے نکلا تو جنگل میں تمام مطربوں اور گویوں نے مل کر یہ شعر ...

گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را ... در کوئے نیکنامی مارا گزر ندادند

بادشاہ نے کہا کہ حضرت شیخ سے جا کر کہو۔ انہوں نے جب حضرت کا نام ... ہو کر چلے آئے۔ ہزار ہا ڈھولک، طنبور، چنگ رباب وغیرہ ساز بدعت لا کر توڑے گئے ... مطربوں اور گویوں کو کامل یقین ہوگیا کہ بادشاہ بدعت کا کوئی کام نہیں کرتا تو ایک جنازہ ... کی سواری کے آگے نکالا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس کا جنازہ ہے۔ کہا سرود ونغمہ مرگیا ہے ... دفن کرنے چلے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ ایسا دفن کرنا کہ قیامت تک نہ نکلے۔

بادشاہ کی خوشی:

بادشاہ اس امر معروف ونہی منکر سے بہت خوش ہوا۔ چنانچہ اُس نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی شکر گزاری میں ایک خط لکھا جس کا جواب حضرت عروۃ الوثقیٰ نے یوں دیا۔

"سب ستائش واحسان اللہ کو سزاوار ہے۔ کہ فقیر زادہ نظر قبول میں منظور ہوگیا اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہوگیا۔ اور اَمر معروف ونہی منکر سے جو فقیر زادہ کا شیوہ ہے آپ نے شکر اور رضامندی ظاہر کی ہے۔ فقیر اس عطیہ پر اللہ جل شانہٗ کا شکر بجالایا اور زیادہ دعا گوئی کا سبب ہوا یہ کیسی بڑی نعمت ہے کہ باوجود اس تمام شاہی شان وشوکت اور دبدبہ سلطنت کے کلمہ حق سن کر قبول کیا جائے اور ایک مسکین کی بات موثر ہوجائے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ ہ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ[1] وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وبارک وسلم۔ (مکتوبات معصومیہ۔ جلد ثالث۔ مکتوب ۲۲۱)۔

[1] پس خوشخبری دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات۔ پھر چلتے ہیں اُس کے نیک پر۔ وہی ہیں جن کو ہدایت دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے۔ زمر۔ ع ۲۔

حضرت شیخ خود بھی سلطانِ وقت کے حالات اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں لکھتے ... اُن کے مطالعے سے حضرت عروۃ الوثقیٰ بہت خوش ہوا کرتے۔ (دیکھو جلد ثالث۔ مکتوب ۲۲۹)۔

القصہ حضرت شیخ نے امر معروف ونہی منکر اس طرح کیا کہ ان سے پیشتر اس قسم کا ... کسی نے نہیں کیا۔ چنانچہ آپ کی سواری میں لوگوں کے احتساب کے لئے ہر روز سات سو ... الیاں ہوتیں۔ اسی وجہ سے آپ کے والد صاحب آپ کو محتسب اُمت فرمایا کرتے ... آپ کی مشیخت وارشاد اور رجوع خلق اس قسم کا تھا کہ شاہی بارگاہ کے درمیان ایک کرسی مرصع ... بچھائی جاتی۔ اور شیخ اس پر جلوس فرماتے۔ اردگرد امرا وملوک وخوانین بڑے ادب سے ہاتھ ... کھڑے ہوتے۔ ایک بزرگ ناقل ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ یہ درویش ہیں اور اس ... کبر کرتے ہیں۔ بمجرد اس خطرہ کے شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تکبر ما از کبریائی ... اس طرح آپ کی برکت سے بادشاہ، شہزادہ و بیگمات و جملہ امیر وزیر داخل سلسلہ مجددیہ ... بعد ازاں آپ سرہند واپس آگئے اور اپنے والد بزرگوار سے اقتباس انوار وبرکات ... رہے۔ اور اُن کے وصال کے بعد اُن کی جانشینی کے اطوار واحوال پورے پورے بجا ... رہے۔

...

آپ اکثر اخیر نصف شب مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوتے۔ اور گرد ... یہ شعر پڑھا کرتے۔

من کیتم کہ با تو دم دوستی زنم ... چندیں سگانِ کوئے تو یک کمتریں منم

... وارشاد

آپ کی خانقاہ میں ہر روز چار سو درویش استفادہ کیلئے جمع ہوتے تھے اور حسب فرمائش کھانے پکائے جاتے مگر باوجود اس تنعم کے سالک بلند مقامات پر پہنچتے تھے۔ کیونکہ اس طریقہ کا ... مرشد کی ہمت وتوجہ پر ہے۔

کرامات کا بیان

آپ کے تصرفات وخوارق بہت ہیں جن میں سے صرف چند ذیل میں بیان ہوتے ہیں۔

مرید کی مدد:

آپ کا ایک مرید صوفی پاینده محمد نام کابل سے عراق کی طرف جا رہا تھا کہ
میں ایک رافضی سے ملا۔ رافضی نے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیں۔ صوفی
طیش میں آکر اُسے قتل کر دیا۔ لیکن بعد میں وہ ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کے ہمراہی
تنگ کریں۔ ابھی اِسی خیال میں تھا کہ اچانک ایک برقعہ پوش سوار نمودار ہوا۔ اور اُس
سے اُس رافضی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ کسی قسم کا اندیشہ نہ کر۔ کیونکہ میں نے اُس کو
کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے۔ صوفی نے جب رافضی کو گدھے کی شکل میں پایا۔ پھر صوفی
سوار سے دیدار کی التماس کی۔ جب سوار نے برقعہ اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ حضرت شیخ
الدین ہیں۔ جب اُس رافضی کے ہمراہی آئے تو انہوں نے گھوڑے کو خالی پر کر جوش
لیکن جب اُس کی لاش کو گدھے کی صورت میں دیکھا تو شرمندہ ہو کر اُسے دفن کر دیا اور چلے

خواب میں سرزنش:

ایک ثقہ شخص روایت کرتا ہے کہ ایک روز میں نے دل میں قرار دیا کہ آیندہ کبھی
سیف الدین کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گا۔ کیونکہ وہ تکبر بہت کرتے ہیں۔ اُسی رات میں
خواب میں دیکھا کہ کوتوال مجھے پکڑ کر لے گیا ہے۔ اور ڈنڈے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو
جس نے شیخ سیف الدین کے حق میں خیال بد کیا ہے۔ وہ تو محبوب پروردگار ہیں۔ آنکھ کھلی
نے توبہ کی اور حاضر خدمت ہو کر آپ کا مرید ہو گیا۔

بیماری سے شفا:

ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے مرض جذام ہو گیا۔ میں نے حضرت شیخ کی خدمت میں
حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ آپ نے کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اُسی وقت شفا ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت قیوم رابع خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کو بچپن میں سخت مرض لاحق ہوا۔
آپ ان کی عیادت کو آئے۔ خواجہ محمد زبیر کی خالہ نے آپ سے دعا کی شفا کی درخواست کی۔
متوجہ ہو کر فرمایا کہ حق تعالیٰ اس لڑکے کا حافظ و معین ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لڑکا بڑا شیخ
اور لاکھوں آدمی ان کے حلقہ میں بیٹھے ہیں۔ پروردگار کو ان سے بہت سے کام لینے
ہیں ان میں سے اب تک ایک بھی ظہور میں نہیں آیا۔ حضرت کا یہ کشف صحیح نکلا۔

وصال مبارک:

آپ کا معمول تھا کہ ظہر و عصر کے درمیان مستورات کو جمع کر کے حدیث سنایا کرتے
ایک روز خلاف معمول وعظ جلدی ختم کر دیا۔ مستورات نے عرض کیا کہ ابھی بہت وقت
اور پڑھیے۔ فرمایا کہ اور تو محمد اعظم سے پڑھوانا۔ محمد اعظم آپ کے بڑے صاحبزادے کا
ازاں آپ بیمار ہو گئے اور حدیث سنانے کا اتفاق نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ آخر وقت میں ایک
لایا گیا جس کے عقاید خلاف اہل سنت و جماعت تھے۔ آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا۔ ایں
وقت ہست کہ مخالف مشرب را پیش من مے آرید۔ دور کنید ایں را۔ چنانچہ وہ طبیب اُسی
نکال دیا گیا۔ آپ نے ۱۹ جمادی الاولےٰ ۱۰۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اور حضرت قیوم اول رحمۃ
کے روضہ مبارک سے جنوب کی طرف ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر دفن کئے گئے۔ اور مرقد
پر ایک عالیشان گنبد بنایا گیا۔ اور گرداگرد باغ لگایا گیا۔

اولاد پاک:

آپ کی اولاد آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے شیخ محمد
اعظم جامع علوم ظاہری و باطنی اور صاحب ارشاد تھے۔

ارشادات عالیہ

(۱) حضرت شیخ سیف الدین قدس اللہ سرہٗ ایک روز تخت پر تہجد کے لئے وضو کر رہے

تھے۔ اچانک وجد و سماع کے ذوق سے جو پڑوس میں ہو رہا تھا۔ آپ پر بیخودی کی
ہوئی۔ یکبار زمین پر گر پڑے۔ آپ کے دستِ مبارک پر سخت چوٹ آئی۔ جب
آئے اور لوگ عیادت کے لئے جمع ہو گئے تو فرمایا کہ ارباب سماع ہمیں بے درد
حالانکہ سماع سے یکبارگی میرا یہ حال ہو گیا تھا کہ عنقریب میری زندگی کا رشتہ منقطع
میری روح کا مرغ قالب عنصری سے اُڑ جائے۔ جو لوگ کثرت سے سماع کی رغبت
کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس انصاف کرنا چاہئے کہ ہم بے درد ہیں یا وہ۔ لیکن
ہیں۔ کیونکہ اُن کو ہمارے اندرونی درد کی خبر نہیں۔ اگرچہ ہم ظاہر میں راکھ کی طرح
ہیں۔ لیکن ہمارے باطن کا آتشکدہ درد و غم کے سوز سے شعلہ زن ہے۔

باہمہ کس درمیاں و زہمہ کس برکراں — سوختن و ساختن دین فقیر است و بس

اِس لئے ہم وجد و سماع کی طرف میلان نہیں رکھتے۔ اور پردہ نشینان
کو بالوں سے گھسیٹتے ہوئے خاص و عام کو نہیں دکھاتے۔ کیونکہ ہمارا طریقہ حضرت صدیق
اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ جو ظاہر میں کمال تمکنت و وقار سے آراستہ اور نہایت
استقرار سے پیراستہ تھے۔ اس لئے وہ اکثر اوقات، اپنے منہ میں کنکریاں رکھا کرتے
سوائے محرمان راز کے اُن کے احوال باطنی کی کسی دوسرے کو خبر نہ تھی۔ مگر وفات کے بعد
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے گھر میں تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کی چھت
جلی ہوئی اور سیاہ ہے۔ آپ نے سبب پوچھا تو محرمانِ راز نے جواب دیا کہ آپ کبھی کبھی
دل سے آہ نکالا کرتے تھے جس کی حرارت گرمی اور دھوئیں کے اثر سے یہ گھر جل گیا ہے اور
گیا ہے۔

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ باش — اینچنیں زیبا روش کم مے بود در جہاں

(۲) اپنے والد بزرگوار کو اپنے معاملہ باطنی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ل امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخبار میں حضرت صدیق اکبر کی نسبت وارد ہے کہ آپ اپنے
کلام سے روکنے کے لئے اپنے منہ میں سنگریزے رکھا کرتے تھے۔ اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے
فرماتے تھے کہ اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈال دیا ہے۔ مرقات شرح مشکوٰۃ۔ جز و رابع ص
(۳۴۲

عرضداشت۔ کمترین درویشاں محمد سیف الدین اپنے احوال پراگندہ کے عرض کرنے
کر کے گستاخی کرتا ہے۔ اور معافی کی اُمید پر حد سے تجاوز کر کے کلام کو طوالت دیتا
ہر چند فقیر نے چاہا اور چاہتا ہے کہ مباحات کے دائرہ سے قدم باہر نہ رکھے۔ لیکن
عزیمت تو اس کے حق میں عنقائے مغرب ہے۔ اور اولیٰ و احوط پر عمل کرنے سے
ہے۔ بحمد اللہ کہ باوجود اُس خرابی اور تباہ کاری کے اس درگاہ کے کتوں کی محبت میں
قدم رکھتا ہے۔ اور اُس آستانہ عالیہ کی جاں نثاری کے اعتقاد میں ممتاز ہے۔ اپنے سرمایہ
اس سے بہتر نہیں رکھتا اور اسی کو مدنظر رکھ کر اپنے بعضے حالات سابقہ و لاحقہ کو عرض کرتا

مرا دل دہ و دلیری بیں — روبہٗ خویش خوان و شیری بیں

حضرت سلامت! اس سے چند سال پہلے آپ نے نہایت ذرہ پروری سے اِس ناچیز کو
الحقائق سے الحاق اور نسبت ملاحت سے بہرہ ور ہونے کی سعادت سے مشرف فرمایا تھا۔
اسی دولت عظمیٰ سے جو کچھ پاتا تھا۔ اُسے عرض کر کے آپ کو تکلیف دیتا تھا۔ بعض وقت یہ
عالیہ اس قدر زیر بار کرتی تھی کہ اتحاد جسدی بلکہ کمون و بروز کا خیال میں آتا تھا اور اپنے
میں کچھ بوجھ محسوس کرتا تھا اور اب بھی اس تعجب انگیز حقیقت کے اسرار کے سمندروں میں
ہے۔ اور ہر چند دور دور جاتا ہے۔ گویا کچھ نہیں گیا ہے۔ اور انواع مختلفہ میں ظاہر ہوتا
اور ہر بارنئی فنا و بقا خیال میں آتی ہے۔

عشق غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں — بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اپنا ماوا مسکن تعین حبی معلوم کرتا ہے۔ اور اپنے تئیں اِس تعین سے کہ جس سے اوپر کوئی
نہیں گھرا ہوا پاتا ہے۔ اور اسی تعین کے سبب سے اپنے آپ میں عجیب و غریب چیزیں دیکھتا
انوار و برکات ابر نیساں کی طرح برساتے ہیں۔ اور ایسے اسرار اس سے بیان کرتے ہیں
کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اور بعض اوقات ایسا خیال میں آیا ہے کہ مروارید و زیور اس فقیر پر
ہوتے ہیں۔ اور یہ فقیر اس نسبت سے اِس قدر گھرا ہوا ہے کہ دوسری نسبتیں گویا چھپ گئی
ہیں۔ اور نیز اس درویش کو آپ نے کئی بار بغیر حیلولت بشری کے مرتبہ مقدسہ سے اخذ فیوض و

برکات کے واسطہ کے مرتفع ہونے کی بشارت دی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
حقیقت کے ساتھ کمال اتحاد اسی واسطہ کا اُٹھ جانا ہے اور اس قسم کا اتحاد اقل قلیل کے نصیب
جیسا کہ مکتوبات قدسی آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اِس قسم کے شخص کے حق میں امام
نصیب لازم ہے یا نہیں۔ اُمید ہے کہ اس کے جواب سے یہ درویش ضرور سرفراز ہوگا۔ (
قیومیہ۔ ملفوظات حضرت مرزا مظہر جانجاناں وغیرہ)۔



۲۸۔ حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ

سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ عالم ظاہر و باطن اور فقیہ کامل تھے
مقامات سلوک حضرت شیخ محمد سیف الدین قدس سرہ سے کیا۔ اور کئی سال حضرت
کی خدمت میں بھی رہے۔ جو حضرت عروۃ الوثقٰی کے خلیفہ اور شیخ عبدالحق دہلوی کی
تھے۔ اور حالاتِ عالیہ اور مقامات ارجمند سے مشرف ہوئے۔ آپ کو استغراق بہت
سال وقت نماز کے سوا کسی وقت آپ کو افاقہ نہ ہوتا تھا۔ نماز کے بعد پھر مغلوب الحال
تھے۔ آخر میں افاقہ ہوگیا تھا۔ کثرت مراقبہ سے آپ کی پشت مبارک خم ہوگئی تھی۔

وتقویٰ

آپ کمال تقویٰ اور اتباع سنت میں ممتاز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و
نہایت التزام واہتمام تھا۔ کتب سیر و اخلاق نبوی پیش نظر رہتی تھیں۔ ان کے موافق عمل
تھے۔ ایک دفعہ بیت الخلا میں پہلے دایاں پاؤں رکھا۔ تین دن تک احوال باطنی میں
رہی۔ بہت تضرع کے بعد حالت بسط پیدا ہوئی۔

آپ لقمہ میں نہایت احتیاط کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کئی دن کا کھانا پکا لیا کرتے۔
کی شدت کے وقت اُسی میں سے کچھ کھا لیا کرتے۔ فرماتے تھے کہ تین سال سے طبیعت کا
کیفیت غذا سے نہیں رہا۔ ضرورت کے وقت جو مل جاتا ہے کھا لیتے ہیں۔ کمال اتباع سنت
سے آپ دو سالن کے اجتماع کو بدعت سمجھ کر ایک صاحبزادے کو گھی اور دوسرے کو شکر دیا
۔ امیروں کے گھر کا کھانا کبھی نہ کھاتے تھے۔ کیونکہ وہ اکثر شبہ کی ظلمت سے خالی نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ کسی دنیادار کے گھر سے کھانا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اِس میں ظلمت معلوم ہوتی ...
نوازش اپنے خلیفہ مرزا مظہر جانجاناں سے فرمایا کہ تم بھی اِس کھانے میں غور کرو۔ مرزا ...
متوجہ ہو کر عرض کیا کہ کھانا وجہ حلال سے ہے۔ مگر ریا کی نیت کے سبب سے اس میں ...
ہوگئی ہے۔ نواب مکرم خاں جو حضرت شاہ نقشبند کی اولاد سے تھے۔ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ ...
تھے ان کے کھانے میں بہت تکلفات ہوا کرتے اور حد اسراف تک پہنچ جاتے۔ مگر ...
باوجود احتیاط کمال تقویٰ کے اُن کا کھانا کبھی کبھی بطور تبرک کھا لیا کرتے اور فرماتے کہ ان ...
کھانے کی برکتوں سے اِس قدر نور باطنی زیادہ ہوتا ہے کہ گویا ہم نے کھایا نہیں دو رکعت نماز ...
ہے۔ اپنے پیر کی محبت کے غلبہ اور انوار نسبت کے ظہور کے سبب سے نواب موصوف کی تمام ...
نور ہوگئی تھیں۔

اگر آپ دنیاداروں کے گھر سے کوئی کتاب بطور عاریت منگواتے تھے تو تین روز ...
اُس کا مطالعہ نہ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اُن کی صُحبت کی ظلمت مثل غلاف کے اُس پر ...
ہوئی ہے۔ جب آپ کی صحبت مبارک کی برکت سے وہ ظلمت زائل ہو جاتی تو مطالعہ فرماتے۔

مکاشفات وکرامات

آپ کے مکشوفات بہت صحیح اور مطابق واقع ہوا کرتے تھے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ ...
چشمِ سر سے ویسا محسوس نہیں ہوتا جیسا کہ آپ کو چشمِ دل سے نظر آتا تھا۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر
جانجاناں شہید ناقل ہیں کہ ایک دن میں اپنے مُرشد حضرت سید السادات سید نور محمد بدایونی رحمۃ
اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خوش بیٹھے ہیں۔ میں نے سبب
دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج میں نے بہت سے پنکھے فقیروں میں تقسیم کئے ہیں
میں دیکھتا ہوں کہ اِس عمل کی قبولیت کے سبب سے جناب الٰہی سے بکثرت فیوض و برکات مثل
بارش کے برس رہے ہیں۔

مراقبہ کی کیفیت:

آپ کا تصرف قوی تھا۔ اپنے مخلصوں کی حاجت برآری کے لئے توجہ فرمایا کرتے

... ہوتا کہ توجہ سے مراد پوری نہ ہوتی۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک عورت نے عرض کیا کہ میری
... اٹھا لے گئے ہیں۔ ہر چند عمل و عزائم پڑھے گئے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ آپ توجہ فرمائیں۔
... دیر تک مراقبہ کر کے فرمایا کہ فلاں وقت تیری لڑکی آجائے گی۔ چنانچہ ویسا ہی وقوع میں
... سے ماجرا دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ میں ایک صحرا میں تھی۔ ایک بزرگ میرا ہاتھ
... یہاں لے آیا۔ کسی شخص نے آپ سے مراقبہ کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ مراقبہ میں
... جناب الٰہی میں عرض کی تھی کہ اگر میری دعا و توجہ میں اثر ہو تو کروں۔ جب الہام الٰہی
... معلوم ہو گیا کہ فقیر کی ہمت اِس امر میں اثر رکھتی ہے تو میں نے کہہ دیا کہ لڑکی آجائے

... فراست:

آپ کا ہر عمل رضائے خدا کے موافق تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ دو رافضی عورتیں مرید ہونے
... لئے حاضر خدمت ہوئیں۔ آپ نے نورِ فراست سے اُن کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ تم پہلے
... مذہب سے توبہ کرو۔ اُن میں سے ایک آپ کے کمال کی قائل ہو کر داخل طریق ہوگئی۔ اور
دوسری کو توفیق نہ ہوئی۔

گناہ سے بچالیا:

آپ کا ایک مخلص ہوائے نفسانی سے چاہتا تھا کہ مرتکب زنا ہو۔ اسی اثنا میں آپ کی
صورت مثالی حاضر ہو کر درمیان میں حائل ہوگئی۔ عورت تو دہشت سے ایک گوشہ میں جا چھپی اور
مخلص تائب ہوگیا۔ اور مارے ندامت کے مدت تک حاضر خدمت نہ ہوا۔

نسبت باطنی کی کیفیت:

ایک دفعہ آپ کے قیام گاہ کے قریب ایک بھنگ فروش نے دکان کھولی۔ آپ نے
فرمایا کہ بھنگ کی ظلمت نے ہماری نسبتِ باطن کو مکدر کر دیا۔ یہ سُن کر ارادتمندوں نے اُس پر سختی
کی اور دکان خراب کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ نسبت باطنی اب پہلے سے زیادہ مکدر ہوگئی۔ کیونکہ
خلاف شرع احتساب وقوع میں آیا ہے۔ پہلے نرمی سے اُسے توبہ کرانی چاہئے تھی۔ اگر وہ تائب نہ

ہوتا تو سختی سے منع کرتے۔ پس آپ نے اُسے تلاش کر کے بلوایا۔ اور مریدوں کی جرأت
مانگی۔ اور بڑی نرمی سے فرمایا کہ خلاف شرع پیشہ اچھا نہیں۔ کوئی مباح پیشہ اختیار کرنا
یہ دیکھ کر تائب ہو گیا اور داخلِ طریق ہو گیا۔

مریدوں کو تنبیہ:

آپ اپنے مریدوں کو ان کی لغزشوں پر تنبیہ فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک
مرید حضرت سید کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے چلا۔ راستے میں ایک نامحرم پر
پڑ گئی۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ تم میں ظلمت زنا معلوم ہوتی ہے۔ شاید کسی نامحرم پر تمہاری نظر پڑ گئی
براہ کرم توجہ فرما کر ازالہ ظلمت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز ایک خادم کو راستے میں شرابی مل
جب وہ حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ آج تمہارے باطن میں شراب کی ظلمت معلوم ہوتی
شاید کسی شراب خور سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے۔ فرمایا کہ فاسقوں کی ملاقات سے
ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں تہلیل کر کے جاتا تھا تو فرما دیتے تھے کہ آج تم
تہلیل کر کے آئے ہو۔ اور اگر کوئی درود شریف پڑھ کر جاتا تو اُس سے فرما دیتے کہ تم درود شریف
پڑھ کر آئے ہو۔

مٹی کا اثر:

آپ فرماتے تھے کہ ایک روز ہم اپنے پیر حضرت حافظ محمد محسن کے مزار کی زیارت کے
لئے گئے ہم نے واقعہ میں دیکھا کہ بدن شریف اور کفن درست ہے۔ مگر پاؤں کے تلوے کے
چمڑے اور کفن کے اُس حصہ میں خاک نے اثر کیا ہوا ہے۔ وجہ دریافت کی گئی تو حضرت حافظ
فرمایا کہ تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے کسی غیر شخص کا پتھر بغیر اجازت کے وضو کی جگہ رکھ لیا تھا اور ارادہ
یہ تھا کہ مالک جب آئے گا تو اُس کے حوالہ کر دیں گے۔ ہم نے ایک بار اُس پتھر پر اپنا قدم رکھا
تھا۔ اس عمل کی نحوست سے مٹی نے اثر کیا ہے۔ بے شک جس کا قدم تقویٰ میں آگے ہے۔ اس کا
قرب وولایت بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔

وصال مبارک:

آپ کی وفات شریف ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ میں ہوئی اور دہلی میں حضرت نظام الدین
کے مزار مبارک کے قریب نواب مکرم خاں کے باغ میں مدفون ہوئے۔
راقم الحروف ۱۶ رجب ۱۳۵۱ھ میں آپ کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا۔
مبارک حضرت سلطان المشائخ کے روضہ مقدسہ سے جانب جنوب نالے کے پار پتھروں کی
اری میں ہے۔ جس میں دو نیم کے درخت ہیں۔ درخت جنوبی کے نیچے کچا مزار آپ ہی کا
سرہانے پتھر کی لوح پر دو سطروں میں یہ عبارت لکھی ہے:-

سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
بتاریخ ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۵ ہجری انتقال فرمود

عام لوگ حضرت سید کو سید بھوڑے کہتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ زمین جہاں مزار مبارک ہے
ین کی نہایت ناقص قسم ہے جسے بھوڑ کہتے ہیں۔
ایک مرتبہ اورنگ زیب بادشاہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنے سال کی ہے۔
آپ نے فرمایا کہ جس قدر اپنے مرشد کی خدمت میں بسر ہوئی ہے۔ عمر وہی ہے۔ باقی تمام کانٹے
کانٹے ہیں۔

اوقات ہماں بود کہ با یار بسر رفت   باقی ہمہ بیحاصلی و بے خبری بود

حضرت مرزا صاحب مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہزار سے زیادہ شاغل ذاکر اور
صاحب حضوری و آگاہی آنجناب سے ہوئے ہیں۔ اور بعض حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت
عالیہ سے مشرف ہوئے ہیں جیسے حضرت سید حشمت اور حضرت محمد باقی رحمۃ اللہ علیہم
اجمعین۔
(مقامات مظہری مولفہ حضرت غلام علی شاہ قدس سرہ۔ جواہر علویہ مولفہ شاہ رؤف احمد
رحمۃ اللہ تعالیٰ)



۲۹۔ میرزا جانجاناں قدس سرہ

سلسلہ نسب:

حضرت میرزا سادات علوی سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے۔ میرزا جانجاناں بن میرزا جان بن میرزا عبدالسبحان بن میرزا محمد امان بن شاہ بابا سلطان بن بابا خان بن امیر محمد بن امیر محمد بن خواجہ رستم شاہ بن امیر کمال الدین۔ امیر کمال الدین کا نسب اُنیس واسطہ سے حضرت محمد بن حنفیہ کی وساطت سے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

نسبت و تعلق:

امیر کمال الدین ۸۰۰ھ میں کسی ضرورت کے سبب سے شہر طائف سے ملک ترکستان میں آئے اور ان حدود کے ایک حاکم کی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ حاکم مذکور کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے اس علاقہ کی حکومت امیر موصوف سے متعلق ہوئی۔ جس وقت ہمایوں بادشاہ نے ملک ہندوستان کو خاندان سور کے افغانوں سے چھڑایا۔ وہ اس خاندان میر دو بھائیوں محبوب خان اور بابا خان کو اپنے ساتھ لے آیا۔ حضرت میرزا کے جد بزرگوار میر عبدالسبحان جو دو واسطے سے اکبر بادشاہ کے نواسے تھے باوجود جاہ و شوکت ظاہری کے خاندان چشتیہ میں مرید کیا کرتے تھے۔ آپ کی جدہ بزرگوار جو اسد خاں وزیر کی دختر تھیں آپ کے جد بزرگوار کی صحبت کی برکت سے مذہب اہلِ سنت و جماعت سے مشرف ہوگئی تھیں۔ اُن کے باطن کی صفائی کا یہ عالم تھا کہ جمادات کی تسبیح سن لیا کرتی تھیں۔ اور مستورات کو مثنوی مولانا روم کا درس دیا کرتی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ عفیفہ و خدا ترس اور پارسا تھیں۔ اور جود و سخا میں بے نظیر تھیں۔ بیجا پور کے رئیس شیخ زادوں کے خاندان عالی سے تھیں۔

ولادت باسعادت:

آپ کے والد میرزا جان سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ہاں صاحب منصب تھے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ عبدالرحمن قادری کے مرید تھے جس وقت سلطان موصوف دکن کے انتظام میں مشغول تھا۔ میرزا جان منصب و روزگار کو چھوڑ کر دار الخلافہ اکبر آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مقام کالا باغ میں جو حدود مالوہ میں واقع ہے جمعہ کے دن فجر کے وقت ۱۱ ماہ رمضان ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ میں یہ آفتاب دین مطلع سعادت سے نمودار ہوا۔ جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے۔ چونکہ باپ کا نام میرزا جان ہے۔ ہم نے اُن کے بیٹے کا نام جانِ جان رکھا۔ لیکن عوام میں جانجاناں کر کے مشہور اور متخلص بہ مظہر اور ملقب بہ شمس الدین حبیب اللہ ہیں۔ حضرت میرزا فرماتے تھے۔ کہ ہمارے والد ماجد کہا کرتے تھے کہ تمہارے واسطے تمہاری آمد مبارک ہوئی۔ کیونکہ تمہاری ولادت کے سال میں ہم نے دنیا کے اشغال سے ہاتھ اٹھالیا اور فقر و قناعت کی دولت اختیار کی۔

تعلیم و تربیت

حضرت میرزا کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے نہایت اہتمام کیا۔ اور تمام اوقات منضبط فرمادئے۔ اور تاکید کردی کہ وقت عزیز اور عمر شریف ضائع نہ جائے۔ رسائل محاورہ فارسی تو آپ نے اپنے والد ماجد سے پڑھے۔ اور کلام اللہ شریف مع تجوید و قرأت قاری عبدالرسول شاگردِ شیخ القراء شیخ عبدالخالق شوقی سے پڑھا۔ اور مختصرات علم معقول و منقول علمائے وقت سے پڑھے۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد علوم کی کتب مبسوط اور علم حدیث و تفسیر حاجی محمد افضل سیالکوٹی شاگرد شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی سے حاصل کیں۔

دیگر فنون میں مہارت:

علم مذکورہ کے علاوہ حضرت میرزا کو دیگر فنون میں بھی مہارت کامل حاصل تھی۔ چنانچہ علم سراہیل آپ کو پچاس طرح سے آتی تھی۔ اور فن سپاہ گری میں آپ کو اس قدر مہارت تھی

کہ فرماتے تھے کہ اگر بیس آدمی تلواریں کھینچ کر مجھ پر حملہ کریں اور میرے ہاتھ میں صرف لاٹھی ہو۔ ایک آدمی بھی مجھے زخم نہیں پہنچا سکتا۔ ایک دفعہ نماز مغرب میں سلام پھیرنے کے ... ایک شخص نے بادل کی تاریکی میں مجھ پر خنجر مارا۔ بجلی کی چمک میں میں نے خنجر اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور پھر اُسی کو دے دیا۔ اُس نے دوبارہ حملہ کیا۔ میں نے دوسری بار چھین کر پھر ... اسی طرح اُس نے سات بار کیا۔ آخر اُس نے معذرت کی اور پاؤں پر گر پڑا۔ نیز فرماتے ... ایک بار مست ہاتھی راہ میں آرہا تھا۔ میں گھوڑے پر سوار سامنے سے آگیا۔ فیلبان نے ... کہ ہٹ جاؤ۔ دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک بے جگر حیوان کے مقابلہ سے ہٹ جاؤں۔ چنانچہ ... نے نہایت غضب کی حالت میں مجھے سونڈ میں لپیٹ لیا۔ میں نے خنجر نکال کر اُس کی سونڈ ... مارا۔ اُس نے چیخ کر مجھے دور پھینک دیا۔ اور میں بفضلِ الٰہی سلامت رہا۔ ایک دفعہ جہاد ... پیش آیا۔ میں اور ایک سردار دونوں ہاتھی پر سوار تھے۔ عین شدت حرب میں میرے ردیف کو ... نسبت گمان ہوا کہ یہ ڈر گیا ہے۔ اُس وقت میں نے ایک تازہ غزل موزوں کی۔ وہ ... حیران رہ گیا۔

آثارِ رُشد وہدایت

حضرت میرزا فرماتے تھے کہ شورِ عشق ومحبت اور رغبت اتباع سنت میری طینت ... میں تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میری عمر چھ مہینے کی تھی کہ ایک خوبصورت عورت نے مجھے دایہ کی گود ... اپنی گود میں لے لیا۔ اُس کے جمال کے جلوہ نے میرے دل کو بے قرار کر دیا۔ اور مجھے اُس کے ساتھ اُنس پیدا ہو گیا۔ اُس کے دیدار کے بغیر آرام نہ آتا تھا۔ اور میں اُس کے فراق میں رویا کرتا تھا۔ میں پانچ سال کا تھا کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ لڑکا عاشق مزاج ہے۔ یہ جذبہ ... طریق سلوک میں بہت مفید ثابت ہوا۔ میں نو سال کا تھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ بکمال عنایت پیش آئے۔ اِن ہی ایام میں جب کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو ان کی صورت مبارک میرے سامنے آجاتی۔ میں ... بارہا ان کو چشمِ ظاہر سے دیکھا اور اپنے حال پر بہت مہربان پایا۔

ایک روز ایک شخص نے میرے والد ماجد کے سامنے ذکر کیا کہ قدمائے صوفیہ ...

... قائل ہیں۔ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اُن کے خلاف وحدت شہود کو ترجیح دیتے ہیں۔ اِسی ... میں نے دیکھا کہ ایک نور آفتاب کی طرح چمکا۔ اس میں حضرت مجدد صاحب ظاہر ہوئے۔ ... طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ میں نے یہ واقعہ اپنے والد بزرگوار سے ... تو انہوں نے فرمایا کہ غالب گمان یہ ہے کہ تم کو ان کے طریقہ سے فیض حاصل ہوگا۔ ایک ... میں میرے والد مجھے اپنے پیر حضرت شاہ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ ... سے کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ مگر نماز میں تساہل فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے ڈر تھا ... میرے والد مجھے ان سے بیعت کرا دیں۔ کیونکہ تارک سنت قابلِ اقتدا نہیں۔ ایک دن ... پوچھا کہ حضرت عبدالرحمٰن نماز میں تساہل کس واسطے کرتے ہیں۔ والد ماجد نے فرمایا کہ ... سکر غالب ہے وہ معذور ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ادائے نماز میں سکر غالب ہو جاتا ہے مگر ... امور میں ہشیار رہتے ہیں۔ اس سے میرے والد خفا ہو گئے۔ اور فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے تم ... کا اس واسطے دیا ہے کہ میرے پیر پر اعتراض کرو۔ یہ سُن کر میرے دل سے بیعت کرنے کا ... ل کیا۔

والد ماجد کی وصیت:

حضرت میرزا فرماتے ہیں کہ جب میری عمر سولہ سال کی ہوئی۔ تو میرے والد بزرگوار ... اس جہان سے انتقال کیا۔ اور مرتے وقت وصیت کی کہ کسب کمالات کے لئے اوقات کو ... منضبط رکھنا اور عمر کو لاطائل اشغال میں صرف نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت میں نے اوقات ... علم وعمل اور صحبت احباب پر تقسیم کیا ہوا ہے۔

درویشوں کی زیارت کا شوق:

والد ماجد کے انتقال کے بعد ایک روز میرے احباب منصب موروثی شاہی کے حصول ... لئے مجھے فرخ سیر بادشاہ کی ملاقات کو لے گئے۔ اتفاقاً بادشاہ کو عارضہ زکام تھا۔ وہ دربار میں ... آیا۔ اُسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک درویش نے اپنے مزار سے نکل کر اپنی کلاہ ... میرے سر پر رکھ دی۔ شاید وہ بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس خواب ... منصب وجاہ کی رغبت دل میں بالکل نہ رہی۔ اور درویشوں کی زیارت کا شوق غالب ہوا۔

جہاں کہیں میں کسی صاحب کمال کا نام سنتا اس کی زیارت کو جاتا۔ چنانچہ شیخ کلیم اللہ چشتی
مظفر قادری اور شاہ غلام محمد موحد اور میر ہاشم جالیسری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی خدمت میں
کر مورد عنایات ہوا۔

بیعت وخلافت:

فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سال کا تھا کہ ایک روز غریب خانہ میں احباب کا مجمع
نے مجھ سے حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ کے کمالات کا ذکر کیا۔ ان کے اوصاف
ہی میرا دل بے اختیار ان کی قدم بوسی کا مشتاق ہوگیا۔ اور حاضرین مجلس کی ممانعت کے
زیارت سے مشرف ہوا۔ مگر احباب کے انتظار کے خیال سے جلدی اُٹھنے کا قصد کیا۔ اور عرض
کہ پھر حاضر خدمت ہوں گا۔ اگرچہ حضرت سید کی عادت تھی کہ بغیر استخارہ مسنونہ کے کسی کو
طریقہ نہ فرماتے تھے۔ مگر اُس وقت بغیر درخواست کے مُجھ سے فرمایا کہ آنکھ بند کر کے قلب کی
طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور ایک ہی توجہ میں میرے لطائف خمسہ کو ذاکر بنا کر رخصت کر دیا۔ آپ کی
توجہ کی تاثیر نے باطن کو ایسا متاثر کر دیا کہ دوسرے روز صبح کو جو میں نے حضرت سید کی خدمت میں
حاضر ہونے کا قصد کیا اور حسب عادت آتے وقت اپنی صورت دیکھی تو بعینہٖ حضرت سید کی صورت
پائی۔ اس سے محبت وعقیدت زیادہ ہوگئی۔ بالجملہ چار سال میں آپ نے معاملہ کو ولایت علیا
پہنچا دیا۔ اور مجھے اجازت مع خرقہ عطا فرمائی۔ اور وصیت فرمائی کہ عقیدہ اہلِ سنت و جماعت
قائم رہنا۔ اور سنت پر عمل اور بدعت سے پرہیز کرنا۔ اس کے بعد حضرت میرزا چھ سال
حضرت سید کے مزار پر جاتے رہے۔ اور تجلیات مسمیٰ اسم الباطن تک ترقی کر گئے۔ لیکن حضرت
سید نے آپ کو بار بار واقعہ میں فرمایا کہ کمالات الٰہی بے نہایت ہیں۔ اپنی عمر متناہی کو طلب میں
صرف کرنا چاہئے۔ قبور سے استفادہ معمول نہیں۔ کسی زندہ بزرگ سے مقامات قرب کی تحصیل
کرنی چاہئے۔

مقامات قرب کی تحصیل:

چنانچہ اِس ارشاد کی تعمیل میں حضرت میرزا نے بزرگانِ وقت کی خدمت کی طرف
رجوع کیا۔ پہلے شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو شیخ محمد عبدالاحد وحدت

تھے۔ شاہ موصوف نے فرمایا کہ تمہیں شیخ زمانہ بننا ہے۔ فقیر آداب طریقہ کا چنداں پابند
نہیں کبھی سماع بھی سنتا ہے۔ اور کبھی نماز بے جماعت پڑھتا ہے۔ تم کسی اور جگہ جاؤ۔ اس
کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع کی خدمت میں پہنچے۔ خواجہ موصوف نے آپ کے حال پر
توجہ فرمائی۔ اور اپنے لڑکے سے فرمایا کہ ایسے بزرگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جو آداب
ظاہر وانوار باطن سے آراستہ ہیں۔ حضرت میرزا ان سے قدم بوس ہوئے تو فرمایا کہ تم ہمارے ہی
ہو۔ اس طریقہ میں صحبت شرط ہے۔ تمہارا مکان دور ہے۔ تم ہر روز حاضر نہیں ہو سکتے۔ جو نسبت تم
کو حضرت سید سے پہنچی ہے اصیل ہے۔ اُس کی بہت حفاظت کرنی چاہئے۔ اور یہی کافی ہے۔ بعد
ازاں آپ حضرت حاجی محمد افضل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہوں نے اخذ طریقہ حضرت حجۃ
اللہ نقشبند سے کیا تھا۔ حضرت حاجی نے فرمایا کہ تم نے سلوک بر سبیل بصیرت کیا ہے۔ اور تمہیں
علم مقامات بھی ہے۔ ہمیں چنداں کشف وعلم مقامات نہیں۔ اس لئے استفادہ بوجہ احسن نہیں
ہوگا۔ اگرچہ حضرت میرزا نے بطریق توجہ اُن سے استفادہ نہیں کیا۔ مگر سبق حدیث کے ضمن
میں باطن سے فیوض پہنچے تھے۔

بعد ازاں آپ حضرت حافظ سعد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو حضرت محمد
صدیق بن خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ کلاں تھے۔ حضرت حافظ نے آپ کو استخارہ کا حکم دیا۔ استخارہ
سے اجازت معلوم ہوئی۔ آپ بارہ سال اُن کی خدمت میں رہے اور بہت سے فوائد حاصل کئے۔
اس کے بعد آپ نے شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد سنامی خلیفہ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی کی طرف
رجوع کیا۔ حضرت شیخ کی توجہات سے آپ نے کمالات ثلاثہ وحقائق سبعہ وغیرہ سات سال
میں تمام کئے۔

بعد ازاں حضرت شیخ نے ایک سال میں دوبارہ ابتدا سے انتہا تک بطریق سیر مرادی
تمام مقامات پر عبور کرایا جس سے ہر مقام کی کیفیات وحالات میں زائد قوت بہم پہنچی۔ حضرت
میرزا فرماتے ہیں کہ ولایات میں واردات توحید کے ظہور سے جو ذوق وشوق اور احوال ومواجید
تھے ان مقامات میں وہ سب زائل ہو گئے۔ اور عشق ومحبت کا جوش وخروش جو تجلیات صفات کے
سبب سے تھا وہ تجلیات ذاتی کے غلبہ میں مضمحل ہو گیا۔ اور نسبت عینیت واتحاد مسلوب ہو گئی۔
اور بجز نسبت عبودیت کے کچھ نہ رہا۔ اس مقام کے معارف وحقائق اسلام کے عقائد حقہ اور شرائع

واحکام اور بردیقین[1] اور اتصال بے کیف اور احوال بے رنگ اور لطافت نسبت
مقامات میں ہر مرتبہ میں بے کیفی و بے رنگی حاصل ہوئی۔ اور فیض جو مقامات سافلہ میں مثل
بڑے قطرے والی بارش کے تھا یہاں لطیف ہو گیا اور آخر میں مثل شبنم کے رہ گیا۔ نہایت
سبب سے حضرت شیخ کی توجہات کی برکتیں کم محسوس ہوتی تھیں۔ بلکہ آخر کار ان کی صحبت
میں ایک طرح کی صفائی حاصل ہوتی تھی۔ اور کوئی ذوق و کیفیت نہ رہی۔ میں نے
سے شکایت کی۔ فرمایا۔ کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ فیضانِ الٰہی برابر پہنچتا ہے۔ اگرچہ
کی وجہ سے ادراک میں نہیں آتا جو حوض کہ پرنالہ سے پر ہوتا ہے جب تک وہ خالی ہوتا
کے گرنے کی آواز معلوم ہوتی رہتی ہے۔ مگر جب لبریز ہو جاتا ہے۔ اُس میں پانی آتا
لیکن آواز پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت میرزا کا قول ہے کہ حضرت شیخ کی توجہات سے میری
باطنی میں ایسا طول و عرض پیدا ہو گیا کہ نظر کشفی اُس سے قاصر ہے۔ اور تسلیک مقامات
وہ قوت حاصل ہوئی کہ جس کا اظہار باعث خود پسندی و فخر ہے۔ حضرت شیخ نے اپنے
اصحاب کی تربیت فقیر کے حوالہ کی۔ فقیر ان کو مقامات طریقہ کی نہایات تک پہنچا کر آپ کی
میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے ہر مقام کے حالات و کیفیات جو تم سے حاصل
صحیح ہیں۔ ایک روز آپ نے بیان کیا کہ کل رات اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ کمالات جدیدہ اور
تازہ عطا فرمائے کہ کمالات سابقہ ان کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں رکھتے۔ فقیر نے عرض
اُس عطیہ کے وقت اِس قدر رات باقی تھی۔ اُس وقت بندہ نے بھی آپ کی محبت کی
اپنے باطن میں احوالِ عجیبہ محسوس کیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو۔ تم کو ہمارا ضمنی
فیوض و برکات جو ہمیں عطا ہوتے ہیں اُن میں سے تمہیں بھی حصہ ملتا ہے۔ ایک روز
خاندان قادری کی اجازت کے لئے آپ سے عرض کیا۔ فرمایا کہ یہ اجازت ہم تمہیں جناب
اللہ صلی اللہ سے لے دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر

---

1. بردیقین ایک مقام ہے جو کمالات نبوت میں حاصل ہوتا ہے۔ برد کے معنی خنکی کے ہیں۔ یعنی
وراحت وہاں حاصل ہوتی ہے۔ اور امر استدلالی کشفی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قیامت کا آنا اور سوال منکر و نکیر وغیرہ جو دلائل سے ثابت ہیں
حُجت و برہان کی حاجت نہیں رہتی۔)

سے بندہ نے بھی مراقبہ کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع
مقام و اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک بارگاہ عالی میں رونق افروز ہیں اور حضرت
حضور پُر نُور میں کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ نے عرض کیا کہ میرزا جانجاناں خاندان
اجازت کے اُمیدوار ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس معاملہ میں سید
سے عرض کرو۔

چنانچہ اُن سے عرض کیا گیا۔ اُنہوں نے حضرت شیخ کی عرض قبول فرما کر بندہ کو
مع خرقہ عطا فرمائی۔ اور بندہ نے اپنے باطن میں نسبت قادریہ کی برکات محسوس کیں۔ اور
اس نسبت کے انوار سے لبریز ہو گیا۔ نسبت نقشبندیہ میں اضمحلال و ربودگی زیادہ ہے اور
قادریہ میں لمعان انوار زیادہ ہے۔ حضرت میرز کو حضرت شیخ سے طریقہ چشتیہ و سہروردیہ کی
اجازت تھی۔

مرتبہ:

حضرت میرزا فرماتے تھے کہ فقیر ابراہیمی المشرب تھا۔ حضرت شیخ نے تصرف باطنی
المشرب بنا دیا۔ جن دنوں میں آپ نے فقیر کو حقیقت محمد کی بشارت دی۔ اور اس مقام کے
فنا حاصل ہوئی۔ تو میں نے دیکھا کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کے سامنے
۔ پھر دیکھا کہ حضور انور بندہ کی جگہ تشریف رکھتے ہیں۔ پھر دیکھا کہ دونوں جگہ میں بیٹھا
اس سے حضرت میرز کی علوشان ظاہر ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر تھا کہ فقیر کے بارے
فرمایا کہ دو آفتاب ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہیں۔ مگر انوار کی غایت درجہ کی روشنی کے
ایک دوسرے سے متمیز نہیں ہو سکتا۔ اگر طالبان خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں گے تو
عالم کو منور کر دیں گے۔ اسی طرح ایک روز نہایت تواضع سے فقیر کے زانو کو بوسہ دے کر فرمایا
تمہاری مثل میرے مُریدوں میں کوئی نہیں۔ ایک روز فرمایا کہ تمہیں خدا و رسول کے ساتھ
محبت ہے۔ تمہاری توجہات سے ہمارا طریقہ رائج ہو گا۔ جناب الٰہی سے تمہارا لقب شمس
حبیب اللہ عطا ہوا ہے۔ ایک روز حضرت سید نے بندہ کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھیں اور

فرمایا کہ تمہیں درگاہِ الٰہی میں قبولیت تمام حاصل ہے۔ حضرت حاجی محمد افضل بندہ کی تعظیم
سیدھا کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تمہاری نسبت کے کمالات کی
ہوں۔ اور بار بار فرماتے کثر الله امثالکم (اللہ تم سے بزرگ بکثرت کردے)۔ حضرت
سعد اللہ بندہ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تم میرے قبلہ گاہ کی جگہ ہو۔ ایک
نے صاحبزادوں میں سے ایک کی زبانی جو سرہند شریف کو جارہا تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ
جناب میں سلام کہلا بھیجا۔ اُس صاحبزادے کا بیان ہے کہ جب میں نے تمہارا سلام مزار
پر عرض کیا تو حضرت مجدد نے اپنا سر مبارک سینہ تک مزار سے نکالا اور کمال اشتیاق سے دریافت کیا
کہ کونسا میرزا؟ ہمارا دیوانہ وشیفتہ؟ علیک وعلیه السلام ورحمة الله وبرکاته۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کشف عطا
کیا ہے کہ روئے زمین کے تمام حالات ہم سے پوشیدہ نہیں۔ اور ہتھیلی کے خطوط کی مانند عیاں
ہیں۔ اس وقت میں حضرت میرزا جانجاناں کا مثل کسی اقلیم وشہر میں نہیں۔ جس شخص کو
مقامات کی آرزو ہو۔ وہ ان کی خدمت میں جائے۔ چنانچہ بادشاہ صاحب نے حسب الارشاد
حضرت میرزا کی خدمت میں استفادہ کے لئے رجوع کیا۔

فیوض و برکات:

حضرت میرزا پورے گیارہ سال حضرت شیخ محمد عابد قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے
حضرت شیخ (متوفی ۱۸ رمضان ۱۱۶۰ھ) کے بعد آپ نے مسند خلافت کو زینت بخشی۔ طالبان خدا
نے ہر طرف سے آپ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت شیخ کے بڑے بڑے اصحاب اور مشائخ
کے ارادتمندوں نے آپ سے استفادہ برکات کیا۔ علماء وصلحاء کسب فیوض کے لئے آپ کی خانقاہ
میں جمع ہو گئے۔ اور آپ کے کمالات کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ اوائل حال میں آپ کی توجہ کی
تاثیر سے لوگوں میں بے تابی پیدا ہو جاتی۔ اور بکمال استغراق کے سبب سے بے خود ہو جایا
کرتے۔ اور جاذبہ محبت سے قطع مقامات کیا کرتے۔ آخر میں جب آپ کے باطن میں جمعیت
اطمینان پا کر درجات قرب پر پہنچ جاتے۔ اور اسرار طریقت پر آگاہ ہو جاتے۔ طالبوں کی تہذیب
نفوس جیسا کہ آپ کی خدمت میں ہوتی تھی۔ بزرگانِ سلف ہی کے وقت میں کبھی ہوتی ہوگی۔

[illegible] کرام آپ کی نسبت فرماتے تھے کہ جو فیض طالب خدا کو فقط آپ کی صحبت سے پہنچتا ہے وہ
[illegible] کی ہمت و توجہ سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر
[illegible] خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گیا۔ حضرت خواجہ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم
حضرت میرزا کے مُرید ہو گئے ہو۔ کیونکہ تمہارا باطن نسبت مجددیہ کے انوار سے معمور ہے۔
[illegible] عرض کیا کہ نہیں میں تو صرف ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا۔

[illegible] کہ بپارس آشنا شد فی الفور بصورت طلا شد

اللہ تعالیٰ نے حضرت میرزا کو ارشاد والقائے نسبت میں وہ قوت عطا فرمائی تھی کہ آپ
[illegible] تو جہات سے لوگ دور دراز شہروں میں گھر بیٹھے ترقیات حاصل کرتے تھے۔ جو حالات
[illegible] خدمت پر وارد ہوتے۔ اُن کو مسافت بعیدہ پر حاصل ہو جاتے۔ چنانچہ شاہ بھیک نبیرہٗ
[illegible] الاحد کابل میں تھے۔ آپ نے دہلی سے غائبانہ توجہ فرما کر اُن کو مقامات عالیہ پر پہنچا دیا۔
[illegible] حضرت مولوی احمد اللہ فرزند حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو دہلی سے پانی پت میں
[illegible] توجہ فرمایا کرتے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں اُن کو یوں لکھتے ہیں۔ ہر روز در حلقہ صبح اول توجہ
[illegible] شود۔ و در کمالات نبوت دخول ظاہر مے گردد۔ از خوبی استعداد شماست۔

بمقتضائے عموم الطاف آپ کی عادت تھی کہ سالک ابھی ایک مقام کو پورے طور پر
[illegible] کرنے پاتا تھا کہ بطریق طفرہ اُس سے اعلیٰ مقام پر واصل فرما کر ادنے التفات سے وہاں
[illegible] حالات و کیفیات اُس پر القا فرما دیتے۔ تاکہ ہر مقام سے مناسبت پیدا کر کے بطور خود کثرت
[illegible] و مراقبہ سے کام کو انجام تک پہنچا دے۔ اور مقامات عالیہ کے انوار و برکات سے بہرہ ور
[illegible] جائے۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان مقام جذبہ کی شورش و بیتابی سے ارباب حلقہ کی
[illegible] و طمانیت میں خلل انداز ہوا کرتے۔ آپ نے ان کو بر سبیل طفرہ اُس سے اعلیٰ مقام میں
[illegible] کہ جس کا مقتضا اطمینان و تسکین باطن ہے۔ پس وہ اضطراب و شورش نہ رہی۔ اور ان کی
[illegible] نسبت پر دوسرے طرز سے حالات وارد ہونے لگے۔

آپ کی ہمت عالی اس پر مصروف تھی کہ طریقہ احمدیہ عالم میں مروج ہو جائے۔ اور
[illegible] مجددیہ کی نسبتوں سے جہان منور ہو جائے۔ چنانچہ ہزارہا آدمی آپ سے بیعت ہو کر دوام

ذکرِ خدا میں مشغول ہو گئے۔ اور قریب دو سو آدمیوں کے اجازت تعلیم طریقہ پا کر ہدایت
مشغول ہوئے اور ان میں سے پچاس مقامات احمدیہ کی نہایت کو پہنچ کر ارباب طریقہ
بن گئے۔ غرضیکہ حضرت میرزا تیس سال اپنے مشائخ کی خدمت میں کسب انوار و برکات
غایت کمال و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور ۳۵ سال طالبان خدا کی تلقین میں مشغول رہ کر
آثار صفحہ روزگار پر چھوڑ گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

زہد و توکل:

حضرت میرزا کمال زُہد و توکل سے متصف تھے۔ اور دنیا و اہلِ دنیا کی کچھ پروا نہ کرتے
تھے۔ اور دنیاداروں کے ہدیے قبول نہ فرماتے۔

ایک دفعہ محمد شاہ بادشاہ نے اپنے وزیر قمر الدین کی زبانی کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے
ملک عطا فرمایا ہے جس قدر دل مبارک میں آئے بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ
ارشادِ باری تعالیٰ یوں ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۔ اللہ تعالیٰ نے ہفت اقلیم کی متاع کو قلیل فرمایا
ہے۔ تمہارے پاس اِس قلیل کا ساتواں حصہ یعنی ایک اقلیم ہندوستان ہے۔ اِس میں سے کیا قبول
کروں۔

ایک امیر نے ایک حویلی اور خانقاہ تیار کر کے اور فقراء کی وجہ معاش مقرر کر کے آپ کی
خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور جواب دیا کہ چھوڑنے کے لئے اپنا اور پرایا
مکان برابر ہیں۔ اور ہر شخص کی روزی جو علم الٰہی میں مقدر ہے وقت پر اُس کو ضرور مل جاتی ہے۔
فقیروں کا خزانہ صبر و قناعت کافی ہے۔

ایک دن سخت جاڑے میں آپ ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ نواب خاں [illegible]
جنگ حاضر تھا۔ یہ حال دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُس نے اپنے ایک مصاحب
سے کہا کہ ہم گنہگاروں کی یہ کیسی بدبختی ہے کہ وہ بزرگ جن کی خدمت میں ہمیں ارادت و [illegible]
ہے ہماری نیاز قبول نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا۔

هزار حیف که گل کرده بینوائی ما ‌‌‌ بچشم آبله آمد برهنه پائی ما

فقیر نے روزہ رکھا ہوا ہے کہ امیروں کی نیاز قبول نہ کروں گا۔ اب کہ آفتاب غروب

[illegible] کیا ہے۔ اگر میں اپنا روزہ توڑ دوں تو مجھے دس لاکھ روپیہ چاہئے کہ ہمسایہ عورتوں کی
[illegible] ہو جائے۔

نواب نظام الملک نے تیس ہزار روپیہ بطور نیاز پیش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ نواب
[illegible] کیا کہ آپ راہِ خدا میں تقسیم فرما دیں۔ فرمایا کہ میں تمہارا خانساماں نہیں۔ یہاں سے تقسیم
[illegible] کر دو۔ گھر تک ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح ایک افغان سردار نے تین سو اشرفیاں
[illegible] آپ نے واپس کر دیں۔ فرماتے تھے کہ اگرچہ ہدیہ کے رد کرنے سے منع فرمایا گیا ہے
[illegible] کے قبول کرنے کو واجب بھی نہیں بتایا گیا۔ جو مال کہ یقینی طور پر حلال ہو۔ اُس کے لینے
[illegible] ہے۔ فقیر اپنے اصحاب کے ہدیے جو اخلاص سے لاتے ہیں قبول کر لیتا ہے۔ امیروں
[illegible] مشتبہ ہوتا ہے۔ اور لوگوں کے حقوق اُس سے متعلق ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن اُس
[illegible] دینا دشوار ہوگا۔ ترمذی شریف میں یہ حدیث ہے۔

لاتزول قدما ابن ادم یوم القیامة حتی یسأل عن خمس عن
عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه وعن ماله من این
اکتسبه وفیما انفقه وماذا عمل فیما علم[1]

اس لئے ہدایا کے قبول کرنے میں تامل ضروری ہے۔

ایک دفعہ ایک امیر نے آموں کا ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے واپس کر دیا۔
[illegible] بڑی منت سماجت کے ساتھ دوبارہ بھیجے۔ آپ نے دو آم رکھ لئے اور باقی واپس کر دے۔
[illegible] فرمایا کہ فقیر کا دل اس ہدیہ کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اُسی وقت ایک باغبان آپ کی
[illegible] میں شکایت لایا کہ فلاں امیر نے میرے آم ظلم سے لے لئے۔ اُن میں سے کچھ آپ کی
[illegible] میں بھیجے ہیں۔ میری مدد کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! یہ ناعاقبت اندیش لوگ
[illegible] ہدیوں سے فقیر کا باطن سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔

آپ امیروں کے گھر کا کھانا بھی نہ کھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان لوگوں کے
[illegible] کی ظلمت باطنی نسبت کو مکدر کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شر الطعام طعام

[1] اس حدیث کا اردو ترجمہ اس کتاب کے اخیر میں اربعین صوفیہ میں دیکھو۔

الاغنیاء (سب سے برا کھانا امیروں کا کھانا ہے)۔ بلکہ غریبوں کی ضیافت قبول کرنے میں
تامل کیا کرتے تھے۔ بدیں خیال کہ لوگ بوجہ بے سامانی سودی قرضہ لے کر ضیافت کرتے
ایک دفعہ روزہ افطار کرنے کے وقت آپ نے کسی غیر کے گھر کی ایک روٹی یاروں میں
فرمائی۔ اور خود بھی اُس کا ایک ٹکڑا تناول فرمایا۔ نماز تراویح کے بعد یاروں سے فرمایا کہ تم اپنے
باطن کا حال دیکھ کر بتاؤ کہ اُن ٹکڑوں نے باطنی نسبت میں کیا اثر کیا ہے۔ آپ کے ایک خادم
عرض کیا کہ آپ نے بھی تناول فرمایا ہے۔ پہلے آپ ہی فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ
باطن تو سیاہ ہو گیا تھا مگر نماز پڑھنے اور قرآن شریف سننے سے بحال ہو گیا۔ خادم نے عرض کیا
جب مشتبہ لقمہ کی کدورت نے آپ کے باطن مبارک اور دریائے انوار میں تغیر پیدا کر دیا
سے تنگ باطنوں کے حال کی خرابی کا کیا ذکر ہے۔ فرمایا کہ لقمہ ہی سے توفیق رفیق ہوتی ہے
طاعت زیادہ ہوتا ہے۔

آپ نے غنا پر فقر کو اختیار کیا تھا۔ اور صبر و قناعت پسند کر کے تسلیم و رضا کو اپنا شیوہ
تھا۔ اپنے اصحاب کے لئے بھی یہی دعا فرمایا کرتے کہ یہ اِس قدر امیر نہ ہوں کہ اسراف میں
ہو جائیں اور نہ اس قدر غریب ہوں کہ قرض لینے کی نوبت پہنچے۔ فرماتے کہ میں نے اپنے
اعمال حدیث و فقہ کے مطابق درست کر لئے ہیں۔ جو شخص ہمارا کوئی عمل خلافِ شرع دیکھے ہمیں
کر دے۔

سنتِ مطہرہ سے محبت:

آپ لوگوں کو سنت کے موافق سلام کرنے کی تاکید کرتے تھے۔ اور جھک کر سلام
کرنے اور ہاتھ سر پر رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ اپنے مشائخ خصوصاً حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ
کی محبت میں سرشار تھے۔ اور فرماتے تھے کہ فقیر کو جو کچھ ملا ہے اپنے پیروں کی محبت سے ملا
بندہ کے اعمال کیا ہیں کہ بارگاہِ الٰہی کے قرب کا باعث ہوں۔ مقبولان و مقربان خدا کی محبت
سے قوی ذریعہ قبولیت خدا کا ہے۔

شان بے نیازی:

آپ ہر ایک سے تواضع اور کشادہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ اور بزرگوں

کی تعظیم حسب مراتب کیا کرتے تھے۔ آپ عمر بھر کسی کافر امیر یا غریب کی تعظیم کے
اٹھے۔ ایک بار آپ نے سُنا کہ سردار مرہٹہ آپ کی زیارت کے لئے آتا ہے۔ آپ مجلس
کسی کام کے لئے حُجرے میں چلے گئے۔ جب وہ آکر بیٹھ گیا تو نکل آئے۔ اور جب
اٹھنے کو ہے تو حُجرے میں تشریف لے گئے۔ کیونکہ اگر اس کی تعظیم نہ کرتے تو وہ ناراض
اور اگر کرتے تو دین کا نقصان تھا۔ ایک دفعہ ایک بزرگ آپ کو اجازت اعمال حب و بغض
و دست غیب و تسخیر سلاطین بغیر شرط ادائے زکوٰۃ اور ایک سیر اکسیر زر خالص دیتا تھا۔
نے قبول نہ کیا۔ کیونکہ احتمال تھا کہ نسبت باطن ریا سے ملوث ہو جاتی اور اسباب دنیا کے
بھی تھی۔ طالبوں میں سے جس کا میلان ایسے اعمال و کیمیا کی طرف دیکھتے اُس سے
ہوتے۔ اور فرماتے کہ ان کو کیا مصیبت آئی ہے کہ توکل و استغنا کو چھوڑ کر مزخرفات فانیہ کی
مائل ہیں۔

فرمایا کہ ایک دفعہ ایک رافضی نے جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
میں گستاخی کا کلمہ منہ سے نکالا۔ بوجہ محبت دینی و احترام اصحاب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم
آگیا۔ میں نے اُس بے ادب کی سزا کے لئے خنجر نکالا وہ گھبرا کر کہنے لگا کہ واسطہ حضرت
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاف کیجئے۔ حضرت امام کا نام سنتے ہی میرا غصہ جاتا رہا اور میں نے
درگزر کیا۔

مکاشفات و کرامات

حضرت میرزا اپنے وقت میں دیگر مشائخ خاندان سے اس امر میں ممتاز تھے کہ آپ کا
مقامات الٰہیہ صحیح و مطابق نفس الامر ہوتا تھا۔ اور طالبوں کو طریقہ مجددیہ کے مقامات کی
تک سلوک طے کراتے تھے۔ آپ اپنے مُریدوں کو مقامات عالیہ کی بشارتیں دیا کرتے
تھے۔ اس پر بعض افغانوں نے دل میں انکار کیا۔ آپ نے نورِ فراست سے دریافت کر کے فرمایا
اکرم کو اعتبار نہیں ہے تو گزشتہ اکابر دین میں سے کسی کو مقرر کر لو۔ تاکہ اُس کی رُوح ظاہر ہو کر
ان بشارتوں کے صحیح ہونے کی شہادت دے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم تصدیق فرمائیں۔ تو یہ تصدیق مقبول ہے۔ آپ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی روح

پر فاتحہ پڑھ کر مع اصحاب جناب مقدس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اور اُس توجہ میں سب کو
حاصل ہوئی۔ حضور سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات والتسلیمات نے ظاہر ہو کر منکر
سرزنش کی۔ اور فرمایا کہ میرزا صاحب کی بشارتیں سب صحیح ہیں۔

گمشدہ کی واپسی:

محمد قاسم کے بھائی نے حضرت میرزا سے عرض کیا کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید
ہے۔ اُس کی رہائی کے لئے توجہ فرمائیں۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ وہ قید سے
ہوا۔ دلالوں کے ساتھ کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ خیریت گزری۔ اُس نے ایک خط اپنے گھر بھیجا
کل یا پرسوں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

غیب کی خبر:

حضرت کے خلیفہ غلام مصطفےٰ خاں کی زوجہ غائبانہ آپ کی توجہ میں بیٹھا کرتی تھی۔ اور
ہر روز ایک شخص کو اطلاع کے لئے آپ کی خدمت شریف میں بھیج دیتی۔ ایک روز اُس شخص نے
اجازت آکر عرض کیا کہ بی بی صاحبہ توجہ کی منتظر بیٹھی ہیں۔ آپ نے کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا
جھوٹ نہ بول۔ تو بلا اجازت آیا ہے۔ وہ ابھی سو رہی ہے۔ اُس شخص نے اپنے قصور کا اعتراف
کیا۔

کفر کی ظلمت:

ایک روز خلیفہ غلام حسن کو آپ نے توجہ کے بعد فرمایا کہ شاید تو نے کفار کی پرستش کا
طعام کھایا ہے۔ کہ تیرے باطن سے کفر کی ظلمت معلوم ہوتی ہے اُس نے عرض کیا کہ میں نے ہنود
کے ہاتھ سے کچھ کھالیا۔ یہ میری باطنی کدورت اِسی سبب سے ہے۔

راستے سے واپسی:

آپ نے اپنے خلیفہ مولوی غلام محی الدین کو رخصت کے وقت فرمایا کہ تمہارے آگے
ایک دیوار نظر آئی ہے۔ شاید راستے میں سے واپس آجاؤ۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد راستے سے واپس

آگئے۔

دلوں کا جاننا:

حضرت میرزا فرماتے تھے کہ میں یاروں کے دلوں کے خطرات کو خود یاروں کی نسبت
زیادہ جانتا ہوں۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ آپ بتا کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا کہ یہ بات پردہ داری
و ستاری کے وصف کا ظل ہے بعید معلوم ہوتی ہے۔ خلیفہ محمد احسان کا بیان ہے کہ میں نے
حضرت سے اپنے بیٹے کے نام رکھنے کے لئے عرض کیا۔ اور میرے دل میں آیا کہ اگر آپ محمد حسن
نام تجویز فرمائیں تو مجھے پسند ہے۔ اِس خطرہ کے آتے ہی آپ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے
لڑکے کا نام محمد حسن رکھ دیا۔ اسی طرح غلام عسکری خان کا بیان ہے کہ حضرت نے میرے دل کے
خطرہ پر آگاہ ہو کر میرے بیٹے کا نام غلام قادر رکھا۔

عذاب قبر سے نجات:

ایک روز حضرت ایک فاحشہ عورت کی قبر پر مراقبہ میں بیٹھ گئے فرمایا کہ اُس کی قبر میں
دوزخ کی آگ شعلہ زن ہے۔ اور وہ عورت شعلوں کے ساتھ اوپر جاتی ہے اور نیچے آتی ہے۔ اُس
کے ایمان میں مجھے شک ہے۔ مگر کلمہ طیب کا ختم اُس کو روح کو بخشتا ہوں۔ اگر ایمان کے ساتھ
مری تو بخشی جائے گی۔ چنانچہ کلمہ طیب کے ختم کا ثواب پہنچا کر فرمایا کہ الحمد للہ ایمان کے ساتھ
مری تھی اس کلمہ کی برکت سے عذاب سے نجات پا گئی۔

قبر کا حال:

ایک بے ادب شخص نے حضرت کے مکشوفات سے انکار کر کے بطور امتحان عرض کیا کہ
یہ میرے ایک یار کی قبر ہے۔ اس کا حال دریافت کیجئے۔ آپ نے سکوت کے بعد فرمایا کہ جھوٹ
نہ بول یہ تو ایک عورت کی قبر ہے تمہارے یار کی نہیں۔

شفا کا وقت:

میر علی اصغر کی ماں بیمار تھی۔ جب حضرت اُس کے مرض کے سلب کرنے میں متوجہ

ہوئے تو الہام ہوا کہ ابھی شفا کا وقت نہیں آیا۔ آپ چند روز اپنے دولتخانہ میں ر...
بڑے فاصلہ پر تھی۔ آپ نے الہام سے فرمایا کہ اُس کی صحت کا وقت آ گیا ہے۔ اور غا...
صحت کے لئے توجہ کی تو وہ فوراً تندرست ہو گئی۔

قبولیت دُعا:

حضرت کا ایک پڑوسی شدت مرض سے جان بلب تھا۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی ا...
موت کے غم کی تاب نہیں۔ اُسے شفا عطا فرما۔ یہ دُعا قبول ہو گئی۔ اور وہ پڑوسی ...
میں تندرست ہو گیا۔

لڑکے کی بشارت:

ایک روز جب حضرت مراقبہ سے فارغ ہوئے تو غلام عسکری خاں کی والدہ نے آپ...
دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے بارے میں لڑکے کی بشارت ...
گے۔ آپ کا دامن نہ چھوڑوں گی۔ حضرت نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا کہ خاطر جمع رکھو...
تعالیٰ تمہاری لڑکی کو لڑکا عطا کرے گا۔ بعنایات الٰہی ایسا ہی وقوع میں آیا۔

بارش میں سفر:

فرماتے تھے کہ ایک روز ہم بغیر زاد اور راحلہ کے سفر کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر منزل
میں بیگانوں کے ہاتھ سے سامان ضروری مہیا کر دیتا تھا۔ اچانک راستے میں سخت بارش ...
ہوا سرد تھی۔ ساتھیوں کو تکلیف ہوئی۔ میں نے دعا کی۔ یا الٰہی ہمارے گرد اگرد برسے۔ اور ...
ساتھیوں کے منزل پر خشک پہنچ جائیں۔ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔

حضرت میرزا کے کشف و کرامات بہت ہیں۔ ہم نے یہاں صرف چند ایک نقل
کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ عمدہ کرامت حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر استقامت
ور طالبوں کو قرب خدا کے مراتب پر پہنچانا ہے۔ اور حضرت سے اس طرح کی کرامتوں کا ظہور اظہر
من الشمس ہے۔

وصال مبارک:

جب حضرت میرزا کی عمر اسی سے متجاوز ہو گئی۔ تو آپ پر رفیق اعلیٰ کا شوق غالب ہوا۔
آپ نے اپنے خلیفہ ملا نسیم کو اُس کے وطن کی طرف رخصت کرتے وقت فرمایا کہ اس کے بعد
... تمہاری ملاقات معلوم نہیں ہوتی۔ یہ سُن کر آپ کے خُدام بہت روئے۔ ایک روز اللہ تعالیٰ
... کے اظہار میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے فقیر کے دل میں کوئی ایسی آرزو
... چھوڑی جو حاصل نہ ہوئی ہو۔ اُس قادر مطلق نے فقیر کو اسلام حقیقی سے مشرف کیا۔ علم سے
... فرما دیا۔ نیک عمل پر استقامت بخشی۔ لوازم طریقہ یعنے کشف و تصرف و کرامت عنایت
... صالحین کو کسب فیوض کے لئے بندہ کے پاس بھیجا اور ان کو مقامات طریقہ پر پہنچا کر اپنے
... کی ہدایت کے لئے مقرر کیا۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے علیحدہ رکھا۔ اور دل میں ماسوا کی گنجائش نہ
... دی۔ اب سوائے شہادت ظاہری کے کوئی آرزو باقی نہیں۔ فقیر کے اکثر بزرگ شہید ہوئے
... مگر فقیر نہایت کمزور ضعیف ہے اور قوت جہاد نہیں رکھتا۔ بظاہر اس مرتبہ کا حصول مشکل ہے۔
... شخص سے تعجب ہے جو موت کو دوست نہیں رکھتا۔ موت ہی بقائے الٰہی کا باعث ہے۔ موت
... جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوات والتحیات کی زیارت کا سبب ہے۔ موت ہی اولیائے
کرام کا دیدار کرا دیتی ہے۔ موت ہی عزیزوں سے ملا دیتی ہے۔ فقیر اکابر دین کی ارواح طیبہ کی
زیارت کا مشتاق ہے۔ اور نہایت آرزومند ہے کہ دیدار حضور مصطفےٰ و خلیل خدا علیہما الصلوات و
التسلیمات سے مشرف ہو جائے۔ اور امیر المومنین صدیق اکبر و امام حسن مجتبےٰ و سید الطائفہ حضرت
... و حضرت خواجہ نقشبند و حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو بھی پوری
کر دی۔ اور درجہ شہادت پر پہنچا دیا۔ آپ اِس ظاہری شہادت کو باطنی شہادت یعنی مرتبہ فنا فی اللہ
کے ساتھ جمع کر کے درجات قربِ الٰہی میں اعلیٰ علیین پر پہنچ گئے۔

قصہ شہادت کی کیفیت یوں ہے کہ چار شنبہ کی رات بتاریخ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ میں رات کا
... حصہ گزرا تھا کہ چند آدمیوں نے حضرت کے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے عرض کیا کہ
... آدمی آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ فرمایا کہ آنے دو۔ تین آدمی اندر آئے۔ جن میں
سے ایک ولات زادہ مغل تھا۔ حضرت خوابگاہ سے نکل کر ان کے برابر کھڑے ہو گئے۔ مغل نے

پوچھا کہ میرزا جانجاناں تم ہو۔ فرمایا کہ ہاں۔ دوسرے دو نے کہا کہ میرزا جانجاناں یہی ہیں
پس اُس بدبخت نے طمانچہ کی گولی ماری۔ جو آپ کے بائیں پہلو پر دل کے قریب لگی۔
بوجہ ناتوانی زمین پر گر پڑے۔ لوگوں کو خبر ہوگئی۔ جراح آگیا۔ صبح کو نواب نجف خاں نے
شاہی تھا ایک فرنگی جراح بھیجا اور کہا کہ قاتل معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہوگیا تو قصاص جاری کیا
گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ارادہ الٰہی میں شفا ہے تو بہر صورت ہوجائے گی۔ دوسرے
ضرورت نہیں۔ اگر قاتل معلوم ہوجائے ہم نے معاف کردیا ہے۔ تم بھی معاف کردیا
دن زندہ رہے۔ اس حالت میں اپنا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

غرضیکہ دسویں شب محرم کو کہ جسے شہادت کی رات کہتے ہیں آپ نے تین بار
سانس لیا اور واصل بحق ہوگئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

لوگوں نے آپ کی وفات کی تاریخیں بہت کہی ہیں۔ جن میں سے دو یہاں نقل کی
ہیں۔ ایک آیہ شریف اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ۔ دوسری الفاظ حدیث شریف عاش
حمیداً مات شہیداً۔

شاید آپ کو اپنا واقعہ معلوم ہوگیا تھا کہ اپنے دیوان میں یوں فرماتے ہیں۔

بلوحِ تُربتِ من یافتند از غیب تحریرے — کہ ایں مقتول راجز بیگناہی نیست تقصیرے

ارشاداتِ عالیہ

حضرت میرزا قدس سرہٗ کے مکتوبات و ملفوظات میں سے بطور تبرک صرف
اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) مخدوما! اس دفعہ آپ نے دو شُبہ لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرات سرہند کے خلیفے کمالات
مقامات بلند کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اس کے آثار مثل اولیائے متقدمین کے اُن کے ظہور میں نہیں
آتے۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنے مُریدوں کو بلند بشارتیں دیتے ہیں۔ اور ان کے حالات ان بشارتوں پر
دلالت نہیں کرتے۔ اور نیز اکابر سابقین کے ساتھ ان درویشوں کی برابری بلکہ ان پر فضیلت

اور یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے۔

پہلے شبہ کا جواب:

پہلے شبہ کا جواب آپ کو معلوم رہے کہ اولیائے متقدمین نے بھی باوجود حصول فنا کے
علیا کا دعویٰ کیا ہے اور کتب صوفیہ ان مقالات سے بھری پڑی ہیں۔ غایۃ مافی الباب اُس
کی ایک جماعت ان امور کے ظاہر کرنے کے لئے مامور تھی۔ اور ایک فرقہ بسبب غلبہ سکر
اور فنا۔ پس ان کے شان میں بھی ہر دو احتمال میں سے ایک کو تجویز کرسکتے ہیں۔ اور سوائے
کے کوئی کمال بالاصالت ختم نہیں ہوا۔ اور مبدأ فیاض میں بخل و دریغ ممکن نہیں ہے۔ پس
بزرگوں کے حق میں حسن ظن سے کونسی چیز روکنے والی ہے۔ آخر نیک مسلمانوں میں سے
اور آثار کمال کے ظہور سے مراد اگر استقامات ہے جو کرامت سے بڑھ کر ہے تو یہ خوبی
مجددیہ کے زبردست بزرگوں سے قوت کے ساتھ ظہور میں آتی ہے۔ اور کمزوروں کا کچھ
نہیں۔ اور اگر آثار سے مقصود خرق عادات اور مکاشفات کا صادر ہونا ہے جو منظور عوام ہے تو
وہ باجماع صوفیہ ولایت کی شرائط سے نہیں۔ اور نہ اُس کے لوازم سے ہیں۔ پوشیدہ نہیں۔ کہ
صحابہ کرام جو اُمت مرحومہ کے تمام افراد سے افضل ہیں اُن سے ایسے لوازم پوشیدہ نہیں کہ صحابہ
کرام جو امت مرحومہ کے تمام افراد سے افضل ہیں اُن سے ایسے امور بہت کم صادر ہوئے ہیں
چونکہ اس طریقہ مجددیہ کے مجاہدات و ریاضات بطور صحابہ کرام و تابعین کے کتاب و سنت کے
اتباع کے ساتھ ہیں۔ اس لئے اس طریقہ والوں کے اذواق و مواجید بھی اُسی جماعت کے اذواق
کے مشابہ ہیں۔ فلا تکن ممن الممترین۔

دوسرے شُبہ کا جواب:

دوسرے شُبہ کا جواب اہل کمال کے باطنی آثار کا معلوم کرلینا آسان نہیں۔ خصوصاً اس
طریقہ کی نسبت بے کیف کا ادراک ہر عمرو زید کا کام نہیں۔ لیکن یہ نسبت صحیح فراست والوں سے
پوشیدہ نہیں۔ اور آثار ظاہری میں جو کثرت طاعت و ریاضت اور افراط ذوق و شوق اور تجرد و
انقطاع ہیں۔ اہل اخلاص و ریا اور ارباب حق و باطل شریک ہیں۔ اور سوائے معصومین کے کبھی بھی
گناہوں کے صادر ہونے سے کوئی شخص محفوظ نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ زمانہ نبوت کی دوری اور

قیامت کی نزدیکی کے سبب سے امور ظاہر باطن میں نہایت ضعف آگیا ہے۔لیکن یہ [illegible]
حقیقی نہیں۔اوران مشائخ کا مقصود بشارت سے یہ ہے کہ مرید نے اس مقام سے [illegible]
ہے نہ کہ مثل اولیاے مشہور کے اُس مقام میں قوت و رفعت بہم پہنچائی ہے تا کہ اُن [illegible]
مساوات لازم آئے۔اوراگراچھی لیاقت والا طالب اِس کام میں عمر بھر جدوجہد سے کام [illegible]
اُن بزرگوں کے دولت کا شریک ہوجائے تو محال نہیں۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

معلوم رہے کہ حضرات نقشبندیہ کی نسبت انعکاسی ہے جیسا کہ نور آفتاب [illegible]
منعکس ہوجاتا ہے۔اور بڑا عرصہ درکار ہے کہ پیر کے باطن کے انوار مرید کے شیشہ [illegible]
جائیں۔اور بجائے انعکاس کے تحقق وثبوت پیدا ہوجائے اور مرید مرتبہ کمال و تکمیل [illegible]
جائے۔بعض وقت پیر کے مقام کا عکس مرید کے باطن آئینہ میں پڑتا ہے۔اور ابھی وہ مقام [illegible]
ثبوت کونہیں پہنچتا کہ پیر کشف دقیق ونظر تحقیق سے کام نہ لے کر اُس مرید کو اُسی مقام کی [illegible]
دے دیتا ہے۔اور پیر کے جدا ہونے کے بعد وہ نسبت جو بشرط سامنے ہونے کے ظاہر [illegible]
غائب ہوجاتی ہے۔پس اُس کے آثار اگر ظاہر نہ ہوں تو بجا ہے اور یہ غلطیاں اِس زمانہ میں [illegible]
رواج پاگئی ہیں۔کیونکہ پیروں میں نسبت کشفی کمیاب ہے۔اور مرید ہمت کی کمزوری کے [illegible]
بےقرار ہوکر بشارت مقام اوراجازت ارشاد کی التماس کرنے لگتے ہیں۔والسلام۔

سماع کی کیفیت:

سماع رقت پیدا کرتا ہے اور رقت رحمت کا باعث ہے۔پس جو چیز رحمت الٰہی کا [illegible]
ہووہ کس طرح حرام ہوسکتی ہے۔اور مزامیر کی حُرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔مگر دف کو شادی [illegible]
مباح کہا گیا ہے اور نَے کو مکروہ۔ایک دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک راستے میں جا [illegible]
نَے کی آواز آپ کے کان مبارک میں آئی۔آپ نے اپنے کان مُبارک بند کر لئے۔اور [illegible]
عبداللہ بن عمر جو ہمراہ تھے۔اُن کو سننے سے نہ روکا پس معلوم ہوا کہ کمال تقویٰ ایسی آواز [illegible]
کرنے میں ہے۔بزرگان نقشبندیہ جن کا معمول عزیت پر عمل کرنا اور رخصت سے [illegible]
ہے۔سماع سے پرہیز کرتے ہیں۔کیونکہ سماع کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔اور [illegible]

[illegible] ہے۔اِسی طرح ان بزرگوں نے کمال تقویٰ کے سبب سے ذکر خفی اختیار کیا ہے اور
[illegible] موقوف کردیا ہے۔

[illegible] اللہ کی تعظیم ومحبت:

تمام اولیاء اللہ کی تعظیم اور عام مشائخ کی محبت رحمۃ اللہ علیہم لازم ہے۔اگر اپنے پیر
[illegible] میں بلحاظ نفع و فائدہ اُٹھانے کے افضلیت کا عقیدہ رکھے۔تو غلبہ محبت سے بعید نہیں۔
[illegible] مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اپنے طریقہ کے مقامات وکمالات بہت
[illegible] ہیں اور اس طریقہ کے برگزیدہ اصحاب جوان مقامات وواردات پر پہنچ گئے ہیں
[illegible] سے بھی زیادہ ہوگئے ہیں۔اور ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں۔کیونکہ ہزاروں علماوعقلا
[illegible] سے وہ تواتر کو پہنچ گئے ہیں۔باایں ہمہ یہ عقیدہ نہ رکھنا چاہئے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ
[illegible] متقدمین کے برابر اکابر سے افضل ہیں۔کیونکہ وہ اکابر دین حضرت کے مشائخ میں سے
[illegible]

[illegible] عزیمت پر عمل کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا اس وقت میں سخت متعذر ہے۔کیونکہ معاملات
[illegible] ہیں۔اور شرع کے موافق عمل گویا موقوف ہوگیا ہے۔اور اگر روایت فقہ اور ظاہر فتوے پر
[illegible] عمل کیا جائے اور نئے پیدا ہوئے امور اور بدعت سے پرہیز کیا جائے تو بہت غنیمت ہے۔

[illegible] اوقات کا لحاظ:

کھانے پینے اور سونے جاگنے اور اعمال وعبادات میں میانہ روی اور حد اعتدال بہت
[illegible] ہے۔کوشش کرنی چاہئے کہ اوقات حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے موافق
[illegible] ہوجائیں۔حضرات انبیاء علیہم السلام کا اتباع ہر امر میں حدِ اعتدال کے حاصل کرنے کے
[illegible] ہے۔اس بارے میں لیقوم الناس بالقسط۔نص قاطع ہے۔

اوراد ووظائف:

کثرت درود ہزار بار اور استغفار سالکین کے لئے لازم ہے۔مکتوبات حضرت مجدد
[illegible] اللہ علیہ جو جامع مسائل شریعت واسرار طریقت ومعارف حقیقت ونکات سلوک ودقائق

تصوف وانوارنسبت مع اللہ ہیں۔اُن کا درس ہمیشہ عصر کے بعد ہونا چاہیئے۔کیونکہ ا
ابواب سعادت کی کشائش ہے۔اوردعاے حزب البحر صبح وشام اور ختم حضرات خواجگان
اسرار ہم ہر روز حل مشکلات کے لئے پڑھنا چاہیئے۔نماز تہجد دس یا بارہ رکعت جس قدر
سورہ اخلاص یا سورہ یٰسین کی قرأت کے ساتھ اور نماز اشراق چار رکعت اور نماز چاشت
رکعت اورفی الزوال چار رکعت ایک سلام سے اور چھ یا بیس رکعت بعد سنت مغرب
رکعت بعد سنت عشاء کے اور سنت عصر اور تحیۃ ورضوان سب کو لازم قرار دینا چاہیئے۔قرآن
تلاوت ایک یا دو پارے اور کلمہ توحید وکلمہ تمجید سو سو بار اور سبحان اللہ وبحمدہ صبح کے وقت
کے وقت اور سونے کے وقت سو سو بار اور دیگر اوقات کی دعائیں جو حدیث صحیح سے ثابت
کرنی چاہئیں۔لیکن ان اعمال میں حضور قلبی ضروری ہے۔

مراقبہ کی ہیشگی:

مراقبہ کی ہیشگی سے نسبت باطن میں قوت اور ملک وملکوت سے آگاہی اور
سے دلوں کو بامراد کرنا حاصل ہوتا ہے۔اور ذکر تہلیل کی کثرت سے صفات بشریت کی
درود سے نیک واقعات اور کثرت نوافل سے انکسار وشکست دلی اور کثرت تلاوت
صفائی حاصل ہوتی ہے۔اور ذکر تہلیل بلحاظ معنے طریقہ میں مفید ہے اور صرف لفظ کا
آخرت کا سرمایا اور گناہوں کا کفارہ ہے۔ذکر نفی واثبات جبس دم کے ساتھ تین سو بار
نہیں دیتا۔زیادہ جس قدر ہو سکے۔مفید ہے۔حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جبس دم کو
شرط قرار نہ دیتے تھے۔البتہ مفید بتاتے تھے۔لیکن آپ نے وقوف قلبی کے ساتھ دوام
مبدأ فیض کی طرف توجہ کو اپنے طریقہ کا رکن فرمایا ہے۔ہوش دردم پہلے ذکر کے ساتھ
ہے۔جب ذکر قوت پکڑ جائے اور اسم ذات کی آواز خیال کے کان میں پہنچ جائے تو ہر سانس
ذات الٰہی سے آگاہی اور توجہ رکھنی چاہیئے۔اور باطن کو خطرات سے بچانا چاہیئے۔اور
خطرہ دل میں آئے اُس وقت اُس کو پکڑ لینا چاہیئے۔تاکہ وسوسے اور حدیث نفس ہنگامہ
کریں۔خطروں کا ہجوم فیض کے آنے کا مانع ہے۔اسم ذات کی کثرت سے جذبہ الٰہی کی
پیدا ہوتی ہے۔اور نفی واثبات سلوک اور مسافت راہ کے طے کرنے کے لئے مفید ہے۔

کا ادراک مرتبہ ولایت میں محفوظ کرتا ہے۔اور کمالات نبوت میں سوائے نکارت و
اور کوئی یافت باطن کا وصف نہیں ہوتا۔مگر معاملات فوق میں اگرچہ لطافت و بیرنگی
ادراک ہوتا ہے۔نسبت مجددیہ کی لطافت و بیرنگی لوگوں کے انکار کا سبب ہوتی
جب سالک کی سیر کمالات پر پہنچ جاتی ہے تو میرے دل میں تردد پیدا ہوتا ہے۔کہ
کو ترک کردے۔انشاء اللہ تعالیٰ اگر میری عمر نے وفا کی۔تو میں سالکوں کو مقامات
مقامات عالیہ پر پہنچاؤں گا۔مقصود خدا کا ہو رہنا اور سنت کا اتباع ہے۔اور یہ ہر مقام
ہے۔برد یقین وطمانیت جو مقامات عالیہ مجددیہ میں حاصل ہوتی ہے اُس سے مقصود
انسال بے کیف پیدا ہو جاتا ہے۔

بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

وشوق وحضور اس کو نہیں پہنچ سکتا۔

کمالات پر پہنچنے کا راستہ قریب ہے کہ بند ہو جائے۔اور ولایات کا طریق جاری
آخر زمانہ میں مقامات کے سلوک سے لیاقتیں کوتاہ ہیں۔اور اُن کا مقصود پر پہنچنا متعذر
اس سے پہلے قریب تمیں سال کے گزرے ہوں گے کہ طالبوں کی سیر سُرعت سے تھی
وجدان اچھا رکھتے تھے۔فی الحال فقیر کے مریدوں میں سے اگر کوئی طالب صادق
سعی سے فیوض طریقہ کو کسب کرے تو مدت دراز کے بعد ولایت قلبی یا اُس کے فوق پر
اور مقامات عالیہ مجددیہ پر پہنچنا سخت متعذر ہے۔کشف صحیح کہ جس سے سالکین کی سیر
مطابق واقع معلوم ہو جائے بہت نایاب ہے۔بشارتیں دینے سے خدا پر بہتان لگانا اور
مغرور کرنا نہ چاہیئے۔تغیر حالات اور درود واردات اور دوام توجہ الی اللہ اور جمعیت خاطر
عبادات سے اوقات کو معمور رکھنا عمدہ نعمت الٰہی ہے۔

درگاہِ الٰہی میں وسیلہ پکڑنے کے لئے مشائخ طریقہ میں سے ہر ایک جبل متین ہے۔جو

مراتب قرب پر پہنچا دیتا ہے۔ مستفید نے اگر فیض حاصل کیا تو زہے سعادت اور وہ مشا
سے ایک بن گیا۔ حضرت غوث الثقلین کی توجہ اپنے طریقہ علیہ کے متوسلوں کے حال کی
زیادہ معلوم ہوئی۔ اِس طریقہ والوں میں سے کسی ایسے کے ساتھ ملاقات نہیں ہوئی کہ
غوث پاک کی توجہ مبارک اُس کے حال پر مبذول نہ ہو۔ اسی طرح حضرات خواجہ نقشبند کی
اپنے معتقدین کے حال پر مصروف ہے۔ مُغل صحرا میں یا سونے کے وقت اپنا اسباب اور
حضرت خواجہ کی حمایت کے حوالہ کر دیتے ہیں اور تائیدات غیبی اِن کے شامل حال ہو جا
اِس بارے میں بہت سی حکایتیں ہیں جن کے لکھنے سے کلام طویل ہو جائے گا۔ سلطان
نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں پر بہت عنایت فرماتے ہیں
طرح شیخ جلال پانی پتی بڑی عنایت ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین اپنے
بہت مستغرق رہتے ہیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین کو ماسوا کی طرف التفات نہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم

اولیائے خدمت:

اولیائے خدمت کو ہم پہچانتے ہیں اور اُن سے ملاقات ہوتی ہے لیکن اُن کا ظاہر
مرضی الٰہی نہیں۔ نادر شاہ کے لشکر کے قطب سے ملاقات ہوئی تھی۔ ایک معاملہ میں لا
قاضی کی مُہر درکار تھی۔ میں نے اُس سے کہہ دیا۔ وہ دن کے چوتھائی حصہ میں کاغذ کو وہاں
قاضی کی مُہر سے مزین کر کے لے آیا۔ اور کہنے لگا کہ قاضی صاحب کو کچھ کام تھا اِس لئے
آیا ہوں ورنہ میرا آنا جانا ایک ساعت میں ہوتا ہے۔

ایک دفعہ کچھ روپے ایک فقیر کی لڑکی کے نکاح کے لئے درکار تھے۔ وہ قلعہ میں گیا
محمد شاہ کے سرہانے سے ہزار روپے کی تھیلی جو وہ ہر رات گوشہ نشین مساکین کے خرچ کے
اپنے سر کے نیچے رکھا کرتا تھا اٹھالی۔ بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے خیال کیا کہ شاید
قطب نے کہا کہ میں وہ ہوں جس کے واسطہ سے تمہاری جان بچی ہوئی ہے۔ بادشاہ نے کہا
میں اور روپیہ منگوا دیتا ہوں۔ فرمایا اتنا ہی کافی ہے۔

نفس کی مخالفت:

نفس کی مخالفت جس قدر ہو سکے اچھی ہے۔ لیکن نہ اِس قدر کہ تنگ آجائے اور

اور شوق نہ رہے۔ کبھی کبھی اس کے ساتھ غم خواری بھی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مومن کے نفس
ثواب ہوتی ہے۔ ایک دفعہ فقیر کے نفس نے متمثل ہو کر آرزو کی کہ جو شخص مجھے اس
کھلائے جو مقصود کہ اس کا ہو پورا ہو جائے۔ اتفاقاً اُس وقت کوئی موجود نہ تھا کہ اُس
جائے۔ پھر ایک مدت کے بعد اُس نے متشکل ہو کر ایک قسم کے کھانے کی التجا کی۔ اُس
شخص حاضر تھا۔ اُس نے فقیر کے حُکم سے وہ کھانا تیار کیا۔ اُس کی ایک مشکل تھی جو کسی
حل نہ ہوتی تھی اس امر سے حل ہو گئی۔

شکر اور صبر:

بے مزہ طعام کو شکر کے حصول کے لئے اگر مصالحہ سے بامزہ بنالیں تو مضائقہ نہیں بلکہ
معلوم ہوتا ہے جو لوگ مزہ دار اور لذیذ طعام کو پانی ملا کر بے مزہ بنا لیتے ہیں یہ عجیب معلوم
کیونکہ بے مزہ طعام سے شکر دل سے ادا نہ ہو گا۔ مگر ظاہر زبان سے جو صورت شکر ہے نہ کہ
شکر۔ بلکہ حقیقت میں وہ شکر صبر کی قسم سے ہے کہ جس کے معنی نفس کو روکنا ہے پس یہ امر
شکر کا مستلزم اور اتباع سنت کا منافی ہے۔ جو (یعنی اتباع سنت) نفس کی مخالفت کے لئے
سخت چیز ہے اور اس طعام بامزہ کی تجلّی خاص کی حق تلفی اس کے علاوہ ہے۔

کسی کی طرف متوجہ نہ ہو:

پیر کے سامنے غیر کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے اور کسی کی طرف التفات نہ کرنی چاہیے
اور وہ التفات کسی کے خطاب کے جواب میں ہو۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک شخص نے حضرت محمد
معصوم قدس سرہٗ کے سامنے آپ کے ایک مرید خاص سے خطاب کیا۔ اُس مرید نے بالکل اُس
کا جواب نہ دیا اور اُس کی طرف التفات نہ کی۔ جب اُس شخص نے خطاب میں بہت مبالغہ کیا تو
حضرت محمد صدیق نے اپنے مرید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اُس کے جواب میں یہ بیت کہہ دو۔

من گم شدہ ام مرا مجوئید　از گم شدگان سخن نگوئید

... کا حصول:

اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت سے جمعیت کا فیض طلب کرو۔ اور مشائخ کرام

کی ارواح طیبہ کو فاتحہ اور درود کے ثواب کا تحفہ پہنچا کر بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناؤ کیونکہ ظاہر و
کی سعادت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر مبتدیوں کے لئے بغیر تصفیہ قلبی کے اولیا کی قبروں
فیض حاصل ہونا مشکل ہے۔ اسی واسطے حضرت نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ حق
مجاور ہونا قبروں کے مجاور ہونے سے بہتر ہے۔

حضرت میرزا قدس سرہٗ کی طبیعت نہایت موزوں تھی اور شعر بھی کہا کرتے تھے۔
اختصار و مقصود آپ کی نظم کا نمونہ یہاں پیش نہیں کیا گیا۔

(مقامات مظہری مولفہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ۔ کلمات طیبات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)



حضرت شاہ عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

ولادت باسعادت:

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ قصبہ بٹالہ علاقہ پنجاب میں ۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔
آپ کا نسب شریف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار شاہ
عبداللطیف بڑے مرتاض و مجاہد تھے۔ کریلے جوش دے کر کھایا کرتے اور جنگل میں جا کر ذکر جہر
کیا کرتے۔ اور شاہ ناصر الدین قادری سے بیعت تھے۔ نسبت چشتیہ و شطاریہ بھی رکھتے تھے۔
اکثر دس دن متواتر نہ سوئے تھے۔ اکثر اولیاے کبار کی ارواح کا مشاہدہ کیا کرتے تھے۔

آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد ماجد نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اپنے لڑکے کا نام علی رکھنا۔ چنانچہ تولد کے بعد آپ کا نام علی ہی
رکھا لیکن جب آپ سنِ تمیز کو پہنچے تو بپاسِ ادب آپ نے اپنا نام غلام علی مشہور کیا۔ آپ کی والدہ
ماجدہ نے کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اس لڑکا کا نام عبدالقادر رکھنا۔ یہ بزرگ
حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے چچا نے جنہوں نے ایک
عہد میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ آپ کا نام بحکمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ رکھا۔

ابتدائی حالات:

آپ کے والد بزرگوار نے اپنے پیر سے جو حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے
بیعت کرانے کے لئے بٹالہ سے دہلی بلایا۔ مگر جس رات آپ دہلی پہنچے۔ وہ بزرگ قضائے الٰہی
سے انتقال کر گئے۔ آپ کے والد نے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے پیر سے بیعت کرانے کے لئے
بلایا تھا۔ لیکن تقدیر میں نہ تھا۔ اب تم جہاں اطمینان ہو۔ بیعت ہو جاؤ۔ لہٰذا آپ دہلی کے کئی

بزرگوں سے ملے۔ اور ۱۱۸۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر بائیس سال کی تھی حضرت میرزا جانجاناں قدس
سرہ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شہید نے فرمایا کہ جہاں ذوق
وشوق ہو۔ وہاں بیعت ہو جاؤ۔ یہاں تو سنگ بے نمک لیسیدن کا مضمون ہے۔ آپ نے عرض کیا
کہ مجھے یہی منظور ہے۔ فرمایا کہ مبارک ہے۔ پس آپ کو بیعت کرلیا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب
نے اپنے حالات میں یوں لکھا ہے۔

بیعت وتوکل کی کیفیت:

علم حدیث وتفسیر کے ساتھ مناسبت حاصل ہونے کے بعد میں نے خاندان قادریہ میں
حضرت شہید کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت نے مجھ کو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تلقین
فرمائی۔ میں نے پندرہ سال تک آپ کے حلقہ ذکر ومراقبہ میں حاضر رہنے کا شرف حاصل کیا۔
اُس کے بعد حضرت نے اِس کمینہ کو اجازت مطلقہ سے سرفراز فرمایا۔ مرید ہوتے ہی مجھے تردد ہوا
کہ میں جو طریقہ نقشبندیہ میں شغل رکھتا ہوں اس سے حضرت غوث اعظم راضی ہیں یا ناراض۔
میں نے دیکھا کہ حضرت غوث ثقلین ایک مکان میں تشریف رکھتے ہیں اُس مکان کے مقابل
ایک اور مکان ہے جہاں حضرت خواجہ نقشبند تشریف رکھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت نقشبند
کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ مقصود خدا ہے جاؤ مضائقہ نہیں۔
اوائل حال میں مجھے معاش کی بہت تنگی پہنچی۔ کچھ معاش جو تھا۔ میں نے اُسے چھوڑ کر توکل کو اپنا
شعار بنایا۔ پرانے بوریا کا بستر اور ایک اینٹ سر کے نیچے رکھا کرتا تھا۔ شدتِ ضعف سے ایک
دفعہ میں نے حجرے کا دروازہ بند کر دیا کہ یہی میری قبر ہے۔ حق سبحانہٗ نے کسی کے ہاتھ کچھ فتوح
بھیجا۔ پچاس سال سے گوشہ قناعت میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

فتوحات کا دروازہ:

جب چند روزہ تنگدستی کے بعد فتوحات کا دروازہ کھل گیا تو حق سبحانہٗ نے ان کا مصرف
بھی موجود کر دیا۔ طالبانِ خدا دور دراز ملکوں سے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ بعضے بحکم سرور
کائنات صلے اللہ علیہ وسلم حاضر خدمت ہوئے مثلاً مولانا خالد رومی اور شیخ احمد کردی اور سید
اسماعیل مدنی۔ بعضوں نے حسب ہدایات بزرگان بیعت کی مثلاً مولانا محمد جان۔ اور بعضے حضرت

شاہ صاحب کو خواب میں دیکھ کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ قریباً دوسو آدمی خانقاہ شریف میں رہا
کرتے تھے۔ جن کا کفاف بوجہ احسن مہیا ہوتا تھا۔ طلاب کے علاوہ فقراء میں بھی فتوح تقسیم فرما دیا
کرتے تھے۔ آپ کی زندگی میں اس قدر فیض آپ سے جاری ہوا کہ مشائخ میں سے کم کسی سے
جاری ہوا ہو۔ ہندوستان کی حدود سے باہر بہت سے ملکوں میں آپ کے خلفاء پہنچ گئے۔ اور اُن
سے اشاعت طریقہ ہوئی۔ چنانچہ مولانا خالد کردی آٹھ نو مہینے میں حضرت کی اجازت وخلافت
سے مشرف ہو کر اپنے وطن کردستان واقع ملک روم کو واپس چلے گئے۔ مولانا موصوف نے شاہ ابو
سعید مجددی کو ایک خط فارسی میں اس مضمون کا لکھا:۔

"غریب ومجبور خالد کردی شہرزوری عرض کرتا ہے کہ یک قلم تمام مملکت روم وعربستان
اور دیار حجاز وعراق اور عجم کے بعض ملک اور سارا کردستان طریقہ عالیہ مجددیہ کے جذبات و
برکات سے سرشار ہے اور اور حضرت امام ربانی مجدد ومنور الف ثانی قدس سرہٗ السامی کا ذکر اور
ان کے محاورات دن رات، محفلوں اور مجلسوں اور مسجدوں اور مدرسوں میں ادنیٰ واعلیٰ کے اِس
طرح زبان زد ہیں کہ کبھی کسی قرن اور کسی اقلیم میں گمان نہیں کہ گویا زمانہ نے اس زمزمہ کی نظیر سنی
ہو۔ اور گردش کرنے والے آسمان نے ایسی رغبت اور ایسا اجتماع دیکھا ہو۔"

علامہ محمد بن سلیمان حنفی بغدادی نے الحدیقۃ الندیہ میں مولانا خالد کے ترجمہ میں یہ لکھا
ہے۔

"حاصل کلام یہ کہ حضرت مولانا خالد سے کردوں اور اردبیل وکرکوک وموصل وعمادیہ و
جزیرہ وعنتاب وحلب وشام وروم ومدینہ منورہ ومکہ معظمہ وبصرہ وبغداد کے اکثر باشندوں نے فائدہ
اٹھایا۔"

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ
ایک روز عصر کے بعد میں حاضر خدمت تھا۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارا فیض
دور دور پہنچ گیا ہے۔ حضرت مکہ معظمہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے۔ حضرت مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ
ہوتا ہے۔ بغداد شریف اور روم ومغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے۔ اور بطور خوش طبعی فرمایا کہ بخارا
تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے۔

عاجزی وانکساری:

باوجود کمال کے آپ میں انکسار اس درجہ کا تھا کہ ایک دن فرمایا کہ کتا جو میرے گھر میں آتا ہے میں کہتا ہوں۔ الٰہی میں کون ہوں کہ تیرے دوستوں کو وسیلہ بناؤں۔ اس مخلوق کے واسطے تو مجھ پر رحم فرما۔ اسی طرح جو طالب آتا ہے میں اس کے واسطہ سے قرب الٰہی طلب کرتا ہوں۔

معمولات:

اکثر آپ کا عمل حدیث شریف پر تھا۔ آپ نے حدیث کی مسند شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادوں اور اپنے پیر سے حاصل کی تھی۔ اور کلام اللہ شریف حفظ تھا۔ لیکن لوگوں کو معلوم [illegible] آپ سوتے کم تھے۔ تہجد کے وقت اگر لوگ خواب میں ہوتے تو آپ جگا دیتے اور نماز تہجد پڑھ کر آپ مراقبہ اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے اور ہر روز دس پارے پڑھتے۔ مگر کمزوری کی حالت میں اس سے کم دیر کے بعد رخصت کر دیتے اور یہ عذر کرتے کہ فقیر قبر کی فکر میں [illegible] اور رخصت کے وقت شیرینی یا تحفہ بھی دیا کرتے۔

اخلاق وعادات:

نواب امیر خان حضرت غوث اعظم کی اولاد سے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے [illegible] تھے۔ آپ بوجہ بزرگ زادگی ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ آکر کچھ دیر بیٹھے۔ حضرت [illegible] نے حسب معمول ان کو رخصت دی۔ لیکن ان کے دل نے بوجہ غلبہ محبت اُٹھنا نہ چاہا۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ مکان کے قبالجات لاکر نواب صاحب کی نذر کردیں۔ یہ تو نہیں اُٹھتے۔ ہم [illegible] مکان نذر کرکے چلے جاتے ہیں۔ یہ سُن کر وہ فوراً اُٹھ کر چلے گئے۔ زوال کے قریب آپ تھوڑا [illegible] کھانا کھایا کرتے۔ امیر لوگ جو پُر تکلف کھانا تیار کرکے آپ کے لئے بھیجتے۔ وہ اکثر خود نہ کھاتے۔ بلکہ طالبوں کے لئے بھی مکروہ سمجھتے۔ اور ہمسایوں اور حاضرین اہل شہر میں تقسیم فرمادیتے۔ کبھی دیگوں کو اُسی طرح چھوڑ دیتے جو چاہتا لے جاتا۔ اور اگر کوئی روپیہ بھیجتا اور اُس میں [illegible] تو پہلے اُس میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکال دیتے۔ بعد ازاں پیرانِ عظام بالخصوص حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کے لئے حلوا وغیرہ تیار کرکے فقیروں میں [illegible]

[illegible] ۔ اور فقراء و خانقاہ کے لئے جو قرض لیا ہوتا اُس میں دے دیتے۔ اور اہلِ حاجت جو [illegible] آتا اُسے بھی دیتے۔ اور بعض وقت کوئی بغیر اطلاع ہی لے جاتا۔ آپ دانستہ اُس کی [illegible] سے منہ پھیر لیتے۔ لوگ آپ کی کتابیں لے جاتے۔ اور وہی بیچنے کے لئے لاتے۔ آپ [illegible] دے کر خرید لیتے۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ حضرت! یہ تو آپ کے کتب خانہ کی کتابیں ہیں اور [illegible] موجود ہے تو آپ سختی سے منع کرتے اور فرماتے۔ کیا ایک کاتب چند نسخے نہیں لکھ سکتا؟

کھانا کھانے کے بعد آپ تھوڑا سا قیلولہ کرکے کتب دینیہ مثلاً نفحات و آداب المریدین [illegible] کے مطالعہ اور تحریرات ضروریہ میں مشغول ہو جاتے۔ پھر نماز ظہر ادا کرکے کچھ حدیث و تفسیر کا [illegible] فرماتے۔ بعد ازاں عصر پڑھ کر کتب حدیث و تصوف مثلاً مکتوبات حضرت امام ربانی و عوارف و [illegible] قشیریہ کا وعظ فرما کر شام تک حلقۂ ذکر و توجہ میں مشغول رہتے۔ نماز مغرب کے بعد خاص خاص [illegible] مریدوں کو توجہ دے کر کھانا کھاتے اور نماز عشا پڑھتے۔ اور اکثر رات بیٹھ کر ذکر و مراقبہ میں گزار [illegible] دیتے۔ اور اگر نیند بہت غلبہ کرتی تو قدرے مصلا پر دائیں پہلو لیٹ جاتے۔ چارپائی پر شاید کبھی [illegible] سوئے ہوں گے۔ لیکن معلوم نہیں کہ کبھی پاؤں پھیلائے ہوں۔ اکثر بطور احتباء[1] بیٹھتے تھے جو مراقبہ کا طریقہ ہے۔ اور یہ ہیئت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اور اولیاء کرام مثل غوث اعظم سے بھی ثابت ہے۔ اور نہایت حیا کے سبب سے پاؤں بہت کم پھیلاتے۔ یہانتک کہ وفات شریف بھی اسی طور واقع ہوئی۔

لباس مبارک:

آپ لباس موٹا پہنا کرتے۔ اگر کوئی شخص نفیس کپڑا بھیجتا تو اُسے بیچ کر کئی کپڑے خرید کر فی سبیل اللہ تقسیم کر دیتے۔ اور فرماتے کہ یہ بہتر ہے کہ بجائے ایک آدمی کے کئی آدمی پہن لیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ بھی اکثر یہی تھی۔ کہ موٹے کپڑے پہنا کرتے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ آپ نے موٹی چادر اور تہ بند نکال کر فرمایا کہ ان ہی کپڑوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض ہوئی۔ آپ نہایت سخی تھے اور اخفاء کی رعایت بہت کرتے تھے۔ چنانچہ حلقہ کے وقت لوگوں

---

[1] احتباء کے معنی ہیں پشت و ہر دو ساق کو کپڑے وغیرہ سے باہم باندھ کر بیٹھنا۔

کوعطا فرمایا کرتے۔ اور حیا آپ پر ایسا غالب تھا کہ لوگوں کی شکل کا تو کیا ذکر اپنی شکل بھی آ
میں نہ دیکھتے تھے۔ مومنوں پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ اکثر رات کو اُن کے واسطے دُعا کیا کر
تھے۔ آپ کا پڑوسی حکیم قدرت اللہ خاں جس کا اکثر وقت حضرت کی غیبت کرنے میں گذرتا
ایک دفعہ کسی سبب سے قید ہو گیا۔ آپ نے اُس کی رہائی کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ آپ
مجلس میں دنیا کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی کسی کی غیبت کرتا تو اسے منع کرتے اور فرماتے کہ
کے زیادہ لائق تو میں ہوں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے سامنے بادشاہ عالم کی غیبت
آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ فرمایا کہ افسوس روزہ جاتا رہا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت! آپ
تو کسی کی غیبت نہیں کی۔ فرمایا نہیں کی تو سُنی تو ہے۔ غیبت میں ذاکر و سامع دونوں برابر

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

امر معروف و نہی منکر آپ کا شیوہ حسنہ تھا۔ سید اسماعیل مدنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے اذن سے نسبت مجددیہ کے حاصل کرنے کے لئے آئے تھے۔ ایک روز آپ کے ہمراہ
جامع مسجد دہلی میں آثار نبویہ کی زیارت کے لئے گئے۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ اگر
وہاں برکات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم محسوس ہوتی ہیں۔ مگر ظلمت کفر بھی معلوم ہو
ہے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ بعض اکابر دین کی تصویریں بھی وہاں رکھی ہیں۔ آپ نے اُ
وقت بادشاہ اکبر شاہ کو ایک نہایت پُر زور خط لکھا اور وہ تصویریں وہاں سے نکلوا دی گئیں۔ نواب
شمشیر بہادر رئیس ملک بندیلکھنڈ ایک دفعہ انگریزی ٹوپی پہن کر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت نے
غصہ میں آکر اسے منع کیا۔ اُس نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہی احتساب ہے تو میں پھر نہ آؤں گا۔ آپ
نے فرمایا کہ خُدا تم کو ہمارے گھر نہ لائے۔ نواب موصوف مغلوب الغضب ہو کر اُٹھا اور دالان
کے چبوترے کے زینہ پر پہنچ کر وہ ٹوپی خدمت گار کو دے دی۔ اور پھر حاضر خدمت ہو کر
ہوا۔ آپ بعضوں کو نرمی سے منع فرماتے تھے۔ کیونکہ احتساب میں پہلے نرمی چاہئے۔ چنانچہ میر
اکبر علی کا بیان ہے کہ میرے چچا داڑھی نہ رکھا کرتے تھے۔ ایک روز جو حاضر خدمت ہوئے تو
حضرت نے نرمی سے فرمایا کہ ہمارے میر صاحب داڑھی نہیں رکھتے۔ اس کے بعد کشادہ پیشانی
سے پیش آئے۔ اور فرمایا کہ آپ ہی کے خاندان کا صدقہ ہے۔ ہم تو آپ کے گماشتہ ہیں۔ الغرض وہ

اُٹھ کر چلے گئے اور پھر کبھی داڑھی نہ منڈوائی۔

ترک و تجرید:

ترک و تجرید کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ وقت اور امراء بار بار خواہش کرتے تھے کہ خانقاہ کے
کے لئے کچھ مقرر کر دیں۔ مگر منظور نہ فرمایا۔ آپ اکثر یہ قطعہ پڑھا کرتے تھے۔

ما کہ خاک نشینی است سلیمانیم ننگ بود افسر سلطانیم
دست چہل سال کہ مے پوشمش کہنہ نہ شد چادر عریانیم

نواب امیر خان والی ٹونک و سرونج نے بھی یہی آرزو کی کہ خرچ خانقاہ کے لئے کچھ
ائیں۔ مگر آپ نے شاہ رؤف احمد صاحب سے فرمایا کہ جواب میں یہ لکھ دو۔

ما آبروئے فقر و قناعت نمے بریم با میر خاں بگو کہ روزی مقدر است

اکثر کہا کرتے کہ ہماری جاگیر مواعید الٰہی ہیں۔ وفی السماء رزقکم وما توعدون
تے تھے کہ اس طریق میں چار چیزیں ہیں۔ دست شکستہ۔ پاشکستہ۔ دین درست۔ یقین

جناب رسالتمآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا عشق آپ کو اس قدر تھا کہ حضور انور کا نام
سنتے ہیں بیتاب ہو جایا کرتے اور آہ آہ کہہ کر ہاتھ اُٹھاتے۔ اور کبھی ہاتھ پھیلا کر سمیٹ
گویا کسی کو بغل میں لیتے ہیں۔ اور مولانا روم کا یہ شعر پڑھتے۔

موسیا آداب داناں دیگر اند سوختہ جان و رواناں دیگر اند

ایک بار قدم شریف کا خادم پانی کا تبرک لایا۔ اور کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
آپ پر ہے۔ یہ کلام سنتے ہی آپ بیتاب ہو گئے۔ اور اُس خادم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور
میری کیا ہستی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مجھ پر ہو۔ اور اُس کی مدارات کی۔
موت میں ترمذی شریف آپ کے سینہ پر تھی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل
میں نکل آتا۔ اُس پر عمل کرتے۔ بکری کے شانہ کا گوشت پکوا کر کھایا کرتے کہ مسنون
قرآن مجید کا نہایت شوق تھا۔ نماز اوابین میں حضرت شاہ ابوسعید مجددی سے جو آپ کے

خلیفہ اور خوش الحان تھے سنا کرتے تھے۔ اور کبھی غلبہ شوق میں زیادہ سُن لیتے۔ تو بے تاب
فرماتے بس کرزیادہ سننے کی طاقت نہیں۔ اکثر اشعار پُر درد سنا کرتے۔ اور وجد کی نوبت
لیکن چونکہ کوہِ استقامت تھے۔ ضبط فرماتے تھے۔

طبیعت شریف میں نفاست اِس قدر تھی کہ اگر کوئی نسوار سونگھتا تو ناراض ہوتے
لوبان وغیرہ سنگھواتے۔ فرماتے تھے کہ افغانوں نے ہماری مسجد کو ہلاس دانی بنا دیا ہے۔
آیا ہے کہ بعض وقت آپ کے مکان سے خود بخود خوشبو آنے لگتی تھی۔ اُس وقت آپ لوگوں کو
سے علیحدہ کردیتے تھے۔ شاید جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور پیرانِ عظام کی ارواح
ظہور ہوتا تھا۔ فرماتے کہ میں حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ مجدد کی شکل کو ظاہر میں
ہوں۔ ایک دفعہ میرا پہلو شل ہوگیا میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے استمداد کی
اُن کی روح کو ہوا میں معلق دیکھا اور آپ نے میرا مرض سلب کرلیا۔

مکاشفات والہامات

فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں رو رہا تھا
یہانتک کہ خاکپاشی کی نوبت پہنچی۔ اور اِس عمل سے جو بظاہر سنت ممنوع ہے میرے قلب
ظلمت بھی آگئی۔ مجھے نیند آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میر روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شہید رحمۃ
اللہ علیہ کے یاروں سے تھے تشریف لائے اور کہنے لگے کہ جناب محبوب رب العالمین صلی اللہ
علیہ وسلم تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔ میں نہایت شوق سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے مُجھ سے معانقہ کیا۔ معانقہ کے وقت تک حضور انور اپنی شکل پر تھے۔ بعد ازاں
سید میر کلال رحمۃ اللہ کی شکل پر ہوگئے۔

ایک روز میں عشاء سے پہلے سوگیا۔ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اور مجھے اس عمل سے منع فرمایا۔ بلکہ اس عمل کے عامل پر وعید بیان فرمایا۔ ایک دفعہ خواب
میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ من رانی فقد رأ الحق آپ کی
حدیث ہے؟ فرمایا کہ ہاں۔

میں ہر روز تسبیح وتحمید پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو ایصال ثواب

تھا۔ ایک روز یہ عمل ترک ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسی شکل
میں تشریف لائے جو ترمذی شریف میں مذکور ہے اور شکایت کی۔

ایک دفعہ آتشِ دوزخ کے خوف نے مجھ پر بہت غلبہ کیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرمار ہے ہیں کہ جو شخص ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ ایک
بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا نام عبداللہ اور عبدالمہیمن ہے۔

ایک دفعہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔ ایک بار
حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور میرے پیراہن میں داخل ہوئے۔ ایک دن میں نے
دیکھا کہ ایک بزرگ میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ میں نے نام پوچھا تو کہا۔ بہاء الدین۔ ایک بار
ایک شخص خلعت لایا۔ اور کہا کہ حضرت غوث اعظم نے آپ کو عطا کیا ہے۔ مولانا خالد نے عرض
کیا کہ خلعت قطبیت ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تواضع کے سبب سے میں اِس مقام کا نام نہیں لیتا۔

ایک روز میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر عرضِ توجہ کی۔ حضرت نے مزار
سے نکل کر توجہ دی۔ اُس کی کیفیات بیان نہیں ہوسکتیں۔ عین دوپہر کا وقت تھا۔ میں جلدی میں
چلا گیا۔ مگر مجھے حسرت ہے کہ جلدی کیوں چلا آیا۔ ایک دن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
کے مزار پر میں نے کہا شیئاً لِلّٰہ۔ شیئاً لِلّٰہ۔ میں نے دیکھا کہ ایک حوض پانی سے بھرا ہوا ہے کہ جس
کے کناروں سے پانی چھلکتا ہے۔ القا ہوا کہ تیرا سینہ نسبت مجددیہ سے بھرا ہوا ہے۔ اور نسبت کی
گنجائش نہیں رکھتا۔ ایک دن میں نے حضرت سلطان المشائخ کے مزار پر عرضِ توجہ کی۔ فرمایا کہ
کمالات احمدی تم کو حاصل ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی نسبت بھی عطا فرمائیے۔ آپ نے توجہ
فرمائی میں نے دیکھا کہ اُن کا چہرہ مثل میرے چہرے کے ہوگیا اور میرا چہرہ مثل اُن کے چہرے
کے ہوگیا۔ میں نہایت محظوظ ہوا۔

ایک بار میں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں حاضر ہوا۔ وہ تشریف لائے
اور فرمایا کہ کثرت سے عبادت کرو۔ اِس راہ میں تعبد درکار ہے تاکہ تصرف کا دروازہ کھل جائے۔
میں نے عرض کیا کہ آپ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہو؟ فرمایا۔ کثرت تعبد سے۔ ایک بار میرا مکان
معطر ہوگیا۔ میں نے اوپر کی طرف نگاہ جو اُٹھائی۔ تو دیکھا کہ میرے سر پر معطر منور روح جلوہ نما

ہے جس کے گرد آفتاب کی روشنی کی مانند روشنی ہے۔ میں حیران ہو گیا کہ یہ کون ہیں۔ بعد از
دل میں آیا کہ شاید اس شان وشوکت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح یا حضرت امام
اعظم کی روح ہے۔ ایک روز اہلِ خانقاہ کے درمیان نزاع لفظی پیش آیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ
نے فرمایا کہ جو شخص جھگڑا کرے اُسے خانقاہ سے نکال دو۔ ایک روز میں نے مشتبہ کھانا کھایا تو
میں نے دیکھا کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ قے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر جگہ کا کھانا نہ کھانا
چاہئے۔

فرمایا کہ ایک بار الہام ہوا کہ مجھے قیومیت کا منصب عطا ہو گیا۔ ایک دن الہام ہوا کہ
تجھ سے نیا طریقہ نکلا ہے۔ ایک دن میں نے وسعت مکان کے لئے عرض کیا۔ الہام ہوا کہ کیا
اہل وعیال نہیں۔ توسیع کی کیا ضرورت ہے۔ ایک دن میں نے ہمسایہ کا مکان طلب کیا۔ الہام
ہوا کہ تو ہمسایہ کو کس واسطے تکلیف دیتا ہے اور نکالتا ہے۔ ایک دن میں حرمین شریفین کی زیارت
کے ارادہ سے نیم قد اُٹھا۔ الہام ہوا کہ تیرے واسطے یہیں رہنا بہتر ہے۔ ایک دن میں نے کہا
شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔ الہام ہوا کہ یوں کہہ۔ یا ارحم الراحمین شیئاً للہ[1]۔ ایک دن
الہام ہوا کہ حضرت سلطان المشائخ نے دکن میں اپنے خلیفے بھیجے۔ تم کابل وبخارا میں بھیجو۔

فرمایا کہ کلام ربانی جو صورت ولحن سے مبرا ہے میں نے تین بار سنا ہے۔ ایک بار مدرسہ
میں اور دو بار خانقاہ شریف میں۔ ایک رات میں نے پکارا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آواز آئی
لبیک اور میرا نام عبدالصالح فرمایا۔

کرامات کا ظہور

(۱) ایک دن ایک خوبصورت ہندو بچہ مجلس شریف میں آ گیا۔ سب اہلِ مجلس اُس کی طرف
دیکھنے لگے۔ حضرت کی نظرِ عنایت جو اس پر پڑی فوراً زنار توڑ کر مشرف باسلام ہوا۔

(۲) ایک روز آپ کے خادم کرامت اللہ کو شدت کا درد جب ہوا۔ آپ نے دستِ مبارک

۱؎ اس سے یہ مراد نہیں کہ یا شیخ عبدالقادر کہنا ناجائز ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اب تم کو وسیلہ کی حاجت نہیں
ہے۔ بلکہ براہ راست ہم سے طلب کرو۔ کیونکہ وسیلہ کی ضرورت ابتدا میں ہوتی ہے۔ انتہا میں نہیں۔ جیسا
کہ حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوب ۱۲۹ جلد اول میں تحریر فرمایا ہے۔

درد پر رکھ کر توجہ فرمائی۔ اُسی وقت جاتا رہا۔

(۳) ایک روز آپ نے چلتی کشتی پر توجہ فرمائی۔ فوراً ٹھہر گئی۔

(۴) میاں احمد یار جو آپ کے اصحاب کبار سے تھا بیان کرتا ہے کہ میں تجارت کے لئے
کے ہمراہ جا رہا تھا میں نے اثنائے راہ میں صحرا دیکھا۔ کہ حضرت تشریف لائے۔ اور میری
کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ بہلی کو دوڑا کر قافلہ سے آگے لے جاؤ۔ کیونکہ اِس قافلہ کو ڈاکو
گے۔ یہ کہہ کر آپ نظر سے غائب ہو گئے۔ میں بہلی کو دوڑا کر آگے نکل گیا۔ ڈاکوؤں نے
کو لوٹ لیا اور میں بخیریت منزل پر پہنچ گیا۔

(۵) میاں زلف خاں جو آپ کے مخلصین سے تھا بیان کرتا ہے کہ اوائل حال میں بیعت
کو میں دہلی آ رہا تھا۔ جنگل میں راستہ بھول گیا۔ اچانک ایک بزرگ نمودار ہوا جس نے مجھے
راست پر ڈال دیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ میں وہی ہوں جس سے بیعت
کو جا رہے ہو۔

(۶) میاں احمد یار ناقل ہے کہ آپ کے ارادتمندوں میں ایک ضعیفہ صالحہ کی عمر رسیدہ لڑکی کا
انتقال ہو گیا۔ بغرض تعزیت میں حضرت کے ہمراہ گیا۔ آپ نے اِس ضعیفہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
فرزند نعم البدل عطا فرمائے۔ اُس نے عرض کی حضرت! میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا شوہر
بوڑھا ہے۔ بظاہر اب اولاد کا ہونا خلاف عقل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ قادر ہے۔
آپ نے اُس مسجد میں جو اُس بڑھیا کے دروازے کے متصل تھی وضو کر کے دوگانہ ادا کیا
دعا فرمائی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ ہم نے جناب الٰہی میں بڑھیا کے حق میں دعا کی تھی۔ اُس کی
قبولیت کا اثر ظاہر ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا پیدا ہو گا۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق لڑکا پیدا ہوا
اور جوان ہوا۔

(۷) میر اکبر علی نے ایک بیمار عورت کی شفا کے لئے مکرر عرض کی۔ فرمایا کہ پندرہ دن سے
زیادہ اس کی زندگی معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ پندرہ دن کے بعد مر گئی۔

(۸) ایک دفعہ آپ کے کئی خلیفے راہ دور سے خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے۔
اثنائے راہ میں کہنے لگے کہ حضرت کا معمول ہے کہ قدم بوسی کے وقت تبرک عنایت فرمایا کرتے

ہیں۔ ایک نے کہا کہ اس دفعہ مجھے مُصلا کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں
ہوں۔ تیسرے نے کچھ اور کہا۔ جب وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہر ایک کو
کے موافق عنایت فرمایا۔ ایسا واقعہ آپ سے کئی بار ظہور میں آیا ہے۔

(۹) ایک تاجر کابل سے ہندوستان کو آرہا تھا۔ دریائے اٹک کو عبور کرتے وقت اس
مع سامان تجارت دریا میں ڈوب گیا۔ اُس نے کہا کہ میں ایک روٹی حضرت کی نیاز
میرا اُونٹ مع اسباب زندہ نکل آئے۔ بحکم الٰہی زندہ نکل آیا۔ جب وہ تاجر حاضر خدمت
نے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے پوچھا کہ تو نے نیاز دے دی؟ اُس نے عرض کیا کہ

(۱۰) میاں احمد یار کے چچا کو بادشاہ نے روپیہ لینے کے لئے نظر بند کر دیا۔ میاں احمد
ہوا حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کئی شخص جمع ہو کر چھڑا لاؤ۔ میاں موصوف
عرض کی کہ قلعہ کے دروازے پر پہرہ اور پلٹن کے سپاہی نگہبانی کے لئے متعین ہیں۔ آپ
فرمایا کہ تم کو اس سے کیا مطلب۔ تم میرے کہنے سے جا کر آؤ۔ چنانچہ یہ قلعہ میں گئے اور
سے زندہ لے آئے۔ دروازہ کے نگہبانوں اور پلٹن کے سپاہیوں میں سے کسی نے نہ دیکھا
کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔

(۱۱) مولوی فضل امام کا صاحبزادہ بہت بیمار تھا۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت
تشریف لائے ہیں اور کوئی چیز پلائی ہے۔ جب صبح ہوئی تو اُس نے شفا پائی۔ اور آنجناب
حضور میں کچھ روپے نیاز لایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے۔

(۱۲) ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا بیٹا دو مہینے سے گم ہے۔ توجہ فرمایئے کہ آجائے۔ آپ
نے فرمایا کہ تیرا بیٹا تیرے گھر میں ہے۔ وہ اپنے دل میں حیران ہوا۔ کہ ابھی تو میں اپنے گھر
آرہا ہوں۔ غرضیکہ آپ کے ارشاد کے موافق وہ گھر میں گیا تو دیکھا کہ بیٹھا ہے۔

(۱۳) ایک عورت اپنے لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لائی۔ اور عرض کیا کہ یہ فوج میں
تھا۔ نوکری چھوڑ کر ملنگ فقیروں میں داخل ہو گیا ہے۔ شریعت سے منحرف ہے۔ اور
ہے۔ آپ نے اُس عورت سے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گئی۔ آپ نے اُس کی طرف توجہ کی
کے تمام لطائف ذکر سے جاری ہو گئے۔ پھر آپ نے اس لڑکے کی طرف توجہ کی۔ اور

آگیا۔

مندرجہ بالا کرامتیں بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھی گئیں۔

وصال مبارک:

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو رہی۔ لیکن فرماتے تھے کہ حضرت میرزا اقدس سرہٗ کی
شہادت کے باعث لوگوں کو بہت سی تکلیفیں پہنچیں۔ تین سال سخت قحط رہا۔ جس میں ہزاروں
ہلاک ہوئیں۔ قتل وقتال ایسا وقوع میں آیا جو خارج از تحریر ہے۔ اس لئے میں اپنی شہادت
نہیں چاہتا ہوں۔ غرضیکہ آخر مرض موت شروع ہوا۔ اور اس میں بواسیر اور خارش نے غلبہ کیا۔ فرمایا
میرا جنازہ آثار شریفہ نبویہ میں جو جامع مسجد میں رکھے ہوئے ہیں لے جائیں۔ اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض شفاعت کریں۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ میرے جنازے کے آگے فاتحہ وکلمہ طیبہ وآیات کا پڑھنا بے ادبی ہے۔ یہ دو بیت پڑھیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ۔۔۔ شیئاً للہِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما ۔۔۔ آفریں بر دست و بر بازوئے تو

پس میرے جنازے کے آگے بھی یہی شعر پڑھنا۔ بلکہ یہ دو شعر عربی بھی پڑھنا۔

وفدت علی الکریم بغیر زادٍ ۔۔۔ من الحسنات و القلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شئی ۔۔۔ اذا کان الوفود علی الکریم

(میں) کریم کے آگے بغیر توشہ حسنات وقلب سلیم گیا کیونکہ جب جانا کریم کے پاس ہو تو توشہ کا
لے جانا سب سے بُری چیز ہے۔

بتاریخ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ جامع مسجد میں حضرت شاہ ابو
سعید رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ بعد ازاں حسب وصیت جنازہ کو آثار شریفہ میں لے گئے اور وہاں
سے لاکر حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ارشاداتِ عالیہ

آپ کے ملفوظات میں سے اقتباسات ذیل بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) اکابر چشتیہ جو سرمستان ذوق محبت ہیں اُن کا گزک سماع وسرود ہے۔ جو دل میں رنگ شوق پیدا کرتا ہے۔ اور یار کے چہرے سے پردہ اُٹھادیتا ہے۔ اور ہم خادمان سلسلہ نقشبندیہ جو شراب محبت کا پیالہ پینے والے ہیں ہمارا گزک حدیث درود ہے۔ جو قلب کو گونا گوں ذوق دیتا ہے

آں ایشانند من چنینم یارب

(۲) فقیر میں فافاقہ کی اور قاف قناعت کا اور یایادِ الٰہی کی اور رارے ریاضت کی ہے جو شخص ان کو بجالایا اُس نے فافضل کی قاف قرب مولٰے کا یایاری کی اور رارحمت کی پائی۔ ورنہ فافضیحت کی، قاف قہر کا یایاس کی اور رارسوائی کی حاصل ہوئی۔

طالب کے لیے ضروری بات:

ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب بھی اللہ جل شانہٗ کا طالب نہیں۔ طالب کو چاہیے کہ ذات بحت طلب کرے۔ اور جو کچھ راستے میں آئے اس کی نفی کرے۔ اور کچھ کو سوائے ذات پاک کے کچھ مقصود نہیں۔ حضرت پیرو مرشد قلبی وروحی فداہ سے ابتدائے حال میں کسی نے کہہ دیا۔ کہ فلاں شخص ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب ہے۔ فرمایا کہ جو شخص ان شعبدوں کا طالب ہے اُس سے کہہ دو کہ میری خانقاہ سے چلا جائے اور میرے پاس نہ آئے۔ خبر مجھے پہنچی۔ میں حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی پھر حضور کی مرضی کیا ہے۔ فرمایا کہ اس جگہ سنگ بنیاد بے نمک لیسیدن کا مضمون ہے۔ اگر کوئی طالب اس بے مزگی کا خواہاں ہو تو میرے پاس آئے ورنہ نہ آئے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے بھی منظور ہے۔ فرمایا کہ خوب۔ آپ

ما برائے استقامت آمدیم　　نے پئے کشف وکرامت آمدیم

وصل عریانی:

کمالات میں وصل عریانی حاصل ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد تجلی ذاتی ہے جو تعینات

ات سے خالی ہے۔ اور صفات کے اطلاق سے وراء الوراء ہے۔ وہاں سوائے ذات کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور اُس مقام میں سالک کا نصیب سوائے یاس وناامیدی ومحرومی کے ہے۔ اگرچہ وصول ہے حصول نہیں ہے۔ نہ ذوق ہے نہ شوق۔ نہ آہ ہے نہ نعرہ۔ نہ وجد ہے نہ استغراق ہے نہ بیخودی۔ یہ تمام احوال ولایت قلبی میں حاصل ہوتے ہیں جو اِس ولایت کی ابتداء ہے۔ اور وہ (وصل عریانی) انتہاء میں ہے۔ اور اس جگہ اپنی نسبت بھی سالک کے خیال میں نہیں آتی۔

کیفیات کا معلوم کرنا:

طالب کو چاہیے کہ ہر وقت عبادت سے الگ الگ کیفیات معلوم کرے۔ اور آگاہ ہو کہ نماز سے کیا کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن مجید سے کیا نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ درس سے اور تہلیل زبانی کے شغل سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح معلوم کرے کہ لقمہ سے کیسے ظلمت زیادہ ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے گناہوں سے کیا کیا ظلمتیں زیادہ

(۱) ولایت میں خطرات مضر ہیں اور کمالات نبوت میں مضر نہیں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "میں سامان لشکر تیار کرتا ہوں حالانکہ نماز میں ہوتا ہوں"۔ "مشاہدہ آفتاب کے دل کے خطرات مانع نہیں۔

(۷) کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے اور دوسرے حق نفس۔ رضائے نفس غذا کا زیادہ ہونا ہے۔ اور حق نفس غذا کا فرائض وسنن کی طاقت کے مقدار رہونا۔

(۸) طریقہ نقشبندیہ سے مراد چار چیزیں ہیں۔ بیخطرگی۔ دوام حضور۔ جذبات۔ واردات۔

(۹) جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کے جامع تھے۔ لیکن ہر وقت میں اُس کی قابلیت کے مناسب افراد امت میں کمال ظاہر ہوتا ہے۔ جو کمال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن فیض مخزن سے ناشی ہے اور وہ بھوکا رہنا۔ جہاد کرنا اور عبادت کرنا ہے۔ وہ صحابہ کرام میں جلوہ گر ہوا۔ اور جو کمال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب سے ناشی ہے یعنی استغراق وبیخودی اور ذوق وشوق اور آہ ونعرہ اور اسرار توحید وجودی۔ وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ

اللہ علیہ کے وقت سے اولیائے امت میں ظاہر ہوا۔ اور جو کمال کہ آنجناب صلی اللہ علیہ
لطیفہ نفس سے ناشی ہے جس سے مراد باطن میں اضمحلال واستہلاک ہے۔ وہ حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے اکابر نقشبندیہ میں ظاہر ہوا۔ اور جو کمال کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
شریف سے ناشی ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے مکشوف ہوا۔

درویشوں کی معراج:

بھوکا رہنے کی رات درویشوں کی شب معراج ہے۔

(۱۱) صوفی دنیا و آخرت کو پس پشت ڈال کر مولے کی طرف متوجہ ہے۔

ملت عاشق زملتہا جداست عاشقاں را مذہب وملت جداست

انوار کا ظہور:

دعا کے وقت انوار وارد ہوتے ہیں۔ دعا کے انوار اور دعا کی قبولیت کے اثر
میں فرق کرنا مشکل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر دونوں ہاتھوں میں ثقالت حاصل ہو۔ تو یہ
نشانی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اگر انشراح صدر حاصل ہو تو یہ قبولیت کی نشانی ہے۔

بیعت کی اقسام:

بیعت تین قسم کی ہے۔ اول پیران کبار سے توسل کے لئے دوم گناہوں سے توبہ کے
لئے۔ سوم کسب نسبت کے لئے۔

چار آدمی:

آدمی چار قسم کے ہیں۔ نامرد۔ مرد۔ جوانمرد۔ فرد۔ دنیا کا طالب نامرد ہے۔
طالب مرد۔ عقبےٰ اور مولیٰ کا طالب جوانمرد۔ اور مولیٰ کا طالب فرد ہے۔

خطرہ کی اقسام:

خطرہ کی چار قسمیں ہیں۔ شیطانی ونفسانی وملکی وحقانی۔ خطرہ شیطانی بائیں طرف
آتا ہے۔ نفسانی فوق یعنی دماغ سے۔ اور ملکی دائیں طرف سے اور حقانی فوق الفوق سے۔

...کمالات کہ انسان میں ممکن ہیں سوائے نبوت کے سب حضرت مجدد میں ظاہر ہوئے۔

رباعی

...کمالات کہ نہاں بود پس پردہ غیب همہ در صورت خوب تو عیاں ساختہ اند
...صفحہ اندیشہ کشد کلک خیال شکل مطبوع تو زیبا تر ازاں ساختہ اند

...علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اویسی ہونا:

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اویسی ہونا چاہے وہ نماز عشا کے بعد خیال میں
...صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر یوں کہے۔ یا رسول اللہ بایعتک
...الشہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت ان استطعت
...اور کسی بزرگ کا اویسی ہونا چاہے تو خلوت میں بیٹھ کر دو رکعت اُس کی روح کے لئے
...اس بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔

(۱۸) حق سبحانہٗ نے مجھے ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ میرا بدن مثل قلب کے ہو گیا ہے چاروں
...سے جو شخص آتا ہے میں اس کی نسبت معلوم کر لیتا ہوں۔

(۱۹) تین کتابیں بے نظیر ہیں۔ قرآن شریف۔ صحیح بخاری۔ مثنوی مولانا روم۔

(۲۰) اولیاء کی تین قسمیں ہیں۔ ارباب کشف۔ ارباب ادراک اور ارباب جہل۔

(۲۱) اولیاء میں سے حضرت مجددؒ کا کمال کسی نے کم پایا ہوگا۔ اگر آپ تمام اولیاے وجودیہ کو
...تو شاہراہِ شہود پر لے آئیں۔

(۲۲) سعدی شیرازی طریقہ سہروردیہ میں سمجھدار آدمی تھے۔ انہوں نے دو بیتوں میں تصوف
...تمام کر دیا۔

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

(۲۳) جو شخص ہم سے ملاقات رکھتا ہے وہ ہمارا لباس پہنے اور ہمارا طریقہ اختیار کرے۔

رباعی

یا مرد با یار ازرق پیرہن — یا بکش بر خانماں انگشت نیل

یا مکن با پیلباناں دوستی — یا بنا کن خانہ در خورد پیل

(۲۴) بعضے مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے۔اور اخص الخواص کی روح میں فرشتے کو بھی دخل نہیں۔

درکوئے عاشقاں چناں جاں بدہند — کانجا ملکؒ الموت نگنجد ہرگز

(۲۵) درویشوں کی معاش وہی ہونی چاہئے جو شیخ ابن یمین کبروی نے ان ابیات میں نظم کی

نان جوین و خرقہ پشمین و آب شور — سیپارۂ کلام و حدیث پیمبری

ہم نسخہ دو چار زعلمے کہ نافع است — در دیں نہ لغو بوعلی و ژاژ عنصری

تاریک کلبۂ کہ پئے روشنی آں — بیہودہ منتے نہ برد شمع خاوری

بیک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو — در پیش چشم ہمت شاں ملک سنجری

ایں آں سعادتے است کہ حسرت برد براں — جویائے تخت قیصر و ملک سکندری

اور آپ مولانا جمالی کے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے۔

لنکے زیر لنکے بالا — نے غم دزد نے غم کالا

گزک بوریا و پوستکے — ولکے پر ز دردِ دوستکے

ایں قدر بس بود جمالی را — عاشقِ رند لا ابالی را

عقل کی اقسام:

عقل دو قسم کی ہے۔ایک نورانی دوسری ظلمانی۔عقل نورانی وہ ہے کہ بغیر واسطہ [illegible] مقصود (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) پر دلالت کرے۔اور ظلمانی وہ ہے کہ مرشد کی ہدایت کے چراغ سے راہ پر لائے۔

(۲۷) دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے۔اور گناہوں کا سر کفر ہے۔

اہل دنیا کافران مطلق اند — روز و شب در بق بق و در زق زق اند

(۲۸) زوال عین یہ ہے کہ اپنے اوپر لفظ انا کا اطلاق معتذر جانے۔یوں نہ کہہ سکے کہ میں [illegible] حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ انا الحق کہنا آسان ہے اور انا کو دور کرنا [illegible] ہے۔زوال اثر کے معنی یہ ہیں کہ اپنی صفتوں میں سے کسی صفت کو نہ دیکھے۔

(۲۹) طریقہ مجددیہ میں چار دریا فیض کے ہیں۔نسبت نقشبندی و قادری و چشتی و سہروردی [illegible] اصلی نسبت غالب ہے۔

(۳۰) کفر طریقت یہ ہے کہ حق و باطل میں امتیاز اُٹھ جائے۔اور سوائے ذات حق کے کچھ نظر نہ آئے۔

(۳۱) جو شخص مخدوم ہونا چاہے۔وہ اپنے مرشد کی خدمت کرے۔مصرعہ۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

(۳۲) اب میں کمزور ہو گیا ہوں۔اس سے پہلے میں شاہجہان آباد کی مسجد میں حوض کا کڑوا پانی پیتا تھا۔ہر روز دس پارے قرآن مجید کے پڑھتا تھا۔اور دس ہزار بار نفی و اثبات کرتا تھا۔میری نسبت ایسی قوی تھی کہ تمام مسجد انوار سے بھر جاتی۔اسی طرح جس کوچہ میں گزرتا وہ انوار سے بھر جاتا۔اگر کسی بزرگ کے مزار پر جاتا تو اُس کی نسبت پست ہو جاتی۔مگر میں از روئے تواضع اپنے تئیں پست کرتا۔

(۳۳) حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عربی اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں تطبیق دی ہے اور توحید وجودی و شہودی میں نزاع لفظی قرار دیا ہے۔شاہ صاحب بڑے بزرگ تھے۔انہوں نے نیا طریقہ بیان کیا ہے۔لیکن اس مقام میں غلطی کھائی ہے۔حال کو قال [illegible] کر معارف کشفیہ کو علمی گفتگو میں لا کر تطبیق دی ہے۔مگر ہر دو مقام میں ظاہر فرق ہے۔اس مخلص کو حضرت مجددؒ کے معارف سے نصیب ملا ہے۔اس نے ظاہر دیکھ لیا ہے کہ توحید وجودی ابتدائے احوال میں یعنی لطیفہ قلب کی سیر میں ظاہر ہوتی ہے۔اور توحید شہودی لطیفہ نفس کی سیر میں [illegible] ہوتی ہے۔اور حضرت مجدد کے معارف ان دونوں مقاموں سے آگے ہیں۔ابن عربی کے معارف ایک قطرہ ہیں اور حضرت مجدد کے معارف بحر محیط ہیں۔

چہ نسبت است بکوہ آسمان عالی را

راہ ولایت کے کھلنے کا واسطہ:

(۳۴) راہ ولایت کے کھلنے کا واسطہ جناب امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا وجود ہے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس توسط میں شریک ہیں۔ اس کے بعد بارہ امام حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولایت کی اس امانت کا بوجھ اُٹھانے والے لیکن اس دوسرے ہزار میں حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی بھی اس امر شریک ہیں۔ یہ بات ثابت ہے کہ اس دوسرے ہزار میں جو شخص درجہ ولایت کو پہنچتا ہے کسی خاندان مں مرید ہوں اُس کے لئے اس راستے کا کھلنا بغیر ان کی وساطت کے ناممکن وہ ان کی توجہ وامداد سے ان مرحلوں کو طے کرتا ہے۔ اگر چہ قطب وابدال واوتاد وغوث ہوں ضروری نہیں کہ سالکین حضرت مجدد کی توجہ اور مدد کی خبر وآگاہی بھی رکھتے ہوں۔

(۳۵) اندراج نہایت در بدایت کے معنی یہ ہیں کہ سالک کو بیخطرگی وکم خطرگی حاصل ہوگی اور اللہ کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ اور جمعیت ظاہر ہوئی۔ وہ اس خاندان عالی شان کا مبتدی ہو گیا یہی حضور وجمعیت دوسروں کی انتہاء میں ہے۔ پس ان کی بدایت دوسروں کی نہایت میں ہے۔

(۳۶) جس وقت بروز کی حالت عارف پر وارد ہوتی ہے۔ وہ ایسا بڑا ہو جاتا ہے کہ نہایت وسعت کے سبب سے زمین وآسمان میں نہیں سماتا۔ بلکہ زمین وآسمان وعرش ومافیہا اس کے دل کے گوشہ میں سما جاتے ہیں۔ پس سلیمان علیہ السلام اور اُن کی سپاہ اُس کے دل میں کیا حقیقت رکھتی ہے۔ اور جس وقت کمون کی حالت عارف پر آتی ہے وہ اپنے آپ کو ذرہ سے بھی چھوٹا پاتا ہے۔ بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

(۳۷) مدارا کے معنی ہیں۔ دنیا کو دین کے واسطے صرف کرنا اور مداہنت کے معنی دین کو دنیا کے لئے برباد کرنا۔ اللہ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے۔

(۳۸) صوفیہ وجودیہ اس بیت کے معنی غلط سمجھے۔

ہر چہ پیش تو پیش ازیں رہ نیست   غایت فہم تست اللہ نیست

وہ یہ معنی بتاتے ہیں کہ جو کچھ تیرے آگے ہے اور دانش کی آنکھ میں آتا ہے وہی مقصود ہے اور اس سے آگے کوئی راستہ نہیں۔ اور جو کچھ اس کے سوا تیری سمجھ میں ہے کہ مقصود ہے وہ ... اس بیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ جو کچھ تو سمجھا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں وہ تیری سمجھ کی غایت ہے یہ اللہ نہیں ہے۔ بلکہ حق سبحانہٗ تیری سمجھ اور دانش سے وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔

خرقہ کی اقسام:

(۳۹) خرقہ تین قسم کا ہے۔ ایک خرقہ بیعت جو مرید کرنے کے وقت شیخ اپنے مرید کو عنایت کرتا ہے۔ یہ خرقہ دوسری جگہ جائز نہیں۔ دوسرا خرقہ تبرک۔ یہ خرقہ کئی جگہوں سے لینا جائز ہے۔ تیسرا خرقہ اجازت یہ بھی کئی شیوخ سے لینا جائز نہیں۔

(۴۰) یہ راستہ مجاہدات کا ہے۔ زہد بہت درکار ہے۔ اور نہایت کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ پس ایسے مرتبہ پر پہنچے کہ جہان کے مقتدا بن گئے۔ بغیر جانبازیوں کے ولایت کا حاصل کرنا محال ہے۔ حضرت خواجہ ناصر الدین معرض عن سوائے اللہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ذکر وشغل میں رات جاگتے رہتے اور فرماتے کہ خدایا! رات کو کیا ہو گیا کہ ایسی جلدی گزر گئی۔ آہ! اس نے تو کچھ دیر نہ لگائی اور پھر توقف نہ کیا۔ (ضمیمہ مقامات مظہری مولفہ شاہ عبد الغنی مجددی۔ در المعارف مولفہ شاہ رؤف احمد)



۳۱۔ حضرت شاہ ابو سعید قدس سرہٗ

سلسلہ نسب:

آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بدیں طور ملتا ہے۔ شاہ ابو سعید بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت عیسٰے بن حضرت یوسف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ علیہم اجمعین۔

ولادت باسعادت:

آپ شہر مصطفٰے آباد عرف رامپور میں بتاریخ ۲ ذیقعدہ الحرام ۱۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر ہی سے آثار صلاح آپ میں پائے جاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے اوائل عمر میں ضیاء الٰہی صاحب کی معیت میں جو میرے اقارب میں سے تھے۔ شہر لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک مکان میں اُترے۔ راستے میں ایک درویش ستر برہنہ بیٹھا ہوتا۔ مگر جب وہ مجھے دیکھتا تو ستر درست کر لیتا۔ کسی نے اُس سے سبب دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ ان کو ایسا منصب حاصل ہوگا کہ اپنے اقارب کے مرجع ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

علوم ظاہری و باطنی کا حصول:

تقریباً دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا بعد ازاں قاری نسیم علیہ الرحمۃ سے علم تجوید حاصل کیا۔ آپ قرآن مجید ایسی ترتیل سے پڑھا کرتے تھے۔ کہ سننے والے ... ہو جایا کرتے۔ حتیٰ کہ جب آپ حرم مکہ معظمہ میں وارد ہوئے تو اہلِ عرب نے آپ کی قرأت پر تعریف و تحسین کی۔ حفظ قرآن کے بعد علوم عقلیہ و نقلیہ مفتی شرف الدین اور مولانا ...

... شاہ ولی اللہ سے حاصل کئے۔ حدیث کی سند اپنے مرشد سے اور حضرت شاہ سراج احمد ... محمد مرشد مجددی اور شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی۔ عین تحصیل علم میں خدا طلبی کا شوق پیدا ... اپنے والد بزرگوار سے ارادت کی۔ جو اپنے آبائے کرام کے طریقہ پر مستقیم اور تارک ... وقت اوراد و اشغال میں مشغول رہتے تھے۔ پھر اُن کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی ... میں حاضر ہوئے۔ جن کا سلسلہ دو واسطہ سے حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ سے ملتا ... حضرت شاہ درگاہی کو استغراق اس قدر رہتا تھا کہ نماز کے وقت مرید آپ کو آگاہ کر دیا ... تھے۔ اور توجہ ایسی تیز تھی کہ اگر ایک وقت میں سو آدمیوں کی طرف متوجہ ہوتے تو سب ... ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے آپ کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور چند ہی ... آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ آپ کے بہت سے مرید ہو گئے۔ اور حلقہ میں بیہوشی ... وغیرہ و نعرہ ہوا کرتا۔ چونکہ نسبت مجددیہ میں یہ امور مرتفع ہو جاتے ہیں۔ اور صحابہ کرام کی ... افسردگی اور آسودگی میں عمر گزرتی ہے۔ چنانچہ آپ نے بچشم خود حضرت شہیدؒ کے ... کے حالات اسی طرح دیکھے تھے۔ اور ایک دفعہ رامپور میں حضرت شاہ غلام علی کی بھی ... کی تھی۔ اس لئے ابھی طلب خدا باقی تھی۔ آپ رامپور سے دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں ... قاضی شاء اللہ پانی پتی کو اپنی خدا طلبی کے بارے میں ایک خط لکھا۔ جس کے جواب میں ... قاضی صاحب نے نہایت تعظیم سے آپ کو تحریر فرمایا کہ اس وقت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی ... پس آپ بتاریخ ۷ محرم الحرام ۱۲۲۵ھ میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ... اور ابتداء سے انتہا تک تمام سلوک مجددیہ بکمال تفصیل حاصل کیا۔

... عنایت:

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ آپ کے حال پر خاص عنایت فرماتے تھے۔ چنانچہ ماہ ... ۱۲۳۰ھ میں حضرت نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا اور دیر تک توجہ فرمائی۔ اور اپنی ضمعیت سے ... فرمایا۔ اور ۱۱ جمادی الاول ۱۲۳۱ھ میں فرمایا۔ ''میرے بعد اس مکان میں میاں ابو سعید ... اور حلقہ و مراقبہ اور درس حدیث و تفسیر میں مشغول ہوں۔'' حضرت کی ایسی عنایات بعض ... پر ناگوار گزرتی تھیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے حال پر اس قدر

عنایت کس واسطے ہے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ میاں ابوسعید اپنے پانچ سو مریدوں کو چھوڑ کر … آیا ہے۔ اور اس سے پہلے وہ خرقہ خلافت دوسرے مشائخ سے لے چکے ہیں۔ پس اپنے … عین حیات میں انہوں نے خلافت و اجازت کو چھوڑ کر میری بیعت کا حلقہ اپنے اخلاص کی … میں ڈالا۔ اور پیری کو چھوڑ کر مریدی کی طرف آ گئے۔ وہ کس طرح مورد عنایت اور مصدر … ہوں۔'' جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ میں حضرت نے آپ کو قیومیت کی بشارت دی۔ اور فرمایا … الہام ہوا ہے اس لئے تجھ سے ارشاد کیا گیا۔''

الغرض آپ پندرہ سال حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ حضرت … مرض موت میں آپ کو بذریعہ خط لکھنو سے بلایا اور اُس میں یوں لکھا۔ از غیب القا … سعید را ابد طلبید۔ و روح مبارک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بریں باعث است۔ و … بر ران رست خود نشاندہ اند منصبے کہ آثار آں عنقریب عائد بشما شود مفوض شدہ۔ … مبارک باد۔ حضرت شاہ صاحب کے انتقال کے بعد آپ تقریباً نو سال تک مسند ارشاد … اور طالبانِ خدا نے بکثرت آپ سے استفادہ کیا۔ اس عرصے میں آپ نے تلخی و سختی اور … اس طریقہ کا شیوہ پسندیدہ ہے، بہت برداشت کیا۔

کرامات و تصرفات

(۱) ایک دفعہ بہلی میں آپ رامپور سے سنبل کو جا رہے تھے۔ پہلی منزل میں عشاء کے … دریا پر پہنچے۔ وہاں کوئی ملاح نہ تھا۔ آپ نے بہلی والے سے جو مشرک تھا فرمایا کہ دریا میں … دو۔ اُس نے آپ کی ہیبت سے دریا میں ہانک دی۔ بعنایت الٰہی وہ صحیح و سالم دریا میں … گئی۔ یہ دیکھ کر وہ مشرک اسلام لے آیا۔

(۲) مرزا طہماسب نے قلعہ میں آپ کی دعوت کی۔ بہت سے شہزادے جمع تھے۔ وہ … کہ ہم نے کسی بزرگ سے کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے نعرہ مارا اور سب گر پڑے۔ اور … گئے۔

(۳) حکیم فرخ حسین نے آپ کی شان میں کلمہ ناملائم نکالا۔ آپ نے غصہ میں فرمایا … اس کی سزا پائے گا۔ چنانچہ وہ متہم ہو کر خفیہ بھاگ گیا۔

(۴) میاں محمد اصغر کا بیان ہے کہ کبھی کبھی نمازِ تہجد مجھ سے فوت ہو جاتی تھی میں نے آپ کی … میں عرض کیا۔ فرمایا کہ ہمارے خادم سے کہہ دو کہ تہجد کے وقت ہمیں یاد دلا دیا کرے۔ اُٹھا … بٹھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔ باقی تمہارا اختیار ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ گویا کوئی مجھے بٹھا دیتا ہے۔

(۵) آپ کے ایک مرید پر ایسا استغراق غالب ہوا کہ خلوت میں نماز کے وقت قبلہ کی … نہ رہتی۔ اس نے مجبور ہو کر آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تحریمہ کے وقت میری … متوجہ ہوا کر۔ میں تجھے قبلہ کی طرف متوجہ کر دیا کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا۔ کہ جب وہ تحریر … وقت آپ کی طرف متوجہ ہوتا۔ تو آپ ظاہر ہو کر قبلہ کی طرف اشارہ کر دیتے۔ اور یہ اتفاق … تک رہا۔

(۶) وہی مرید صاحب استغراق بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ اہلِ خانقاہ میں جھگڑا پیدا ہوا۔ اور بہت شور و شغب ہوا۔ رات کے وقت میں نے خواب دیکھا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانقاہ میں تشریف لائے اور خفا ہو کر فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کو خانقاہ سے نکال دو۔ اس … سے کہ کہیں میرا نام بھی نہ لے دیں اُس مرید کی آنکھ کھل گئی۔ یہ حیران و پریشان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت تہجد کے واسطے وضو فرما رہے تھے۔ اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ تم کیوں ایسے گھبراتے ہو۔ تمہارا نام تو نہیں لیا۔ نمازِ صبح کے بعد آپ نے اُن اشخاص کو جن کا نام … رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا خانقاہ سے نکال دیا۔

وصالِ مُبارک:

آپ ۱۲۴۹ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ اور اپنے فرزند دوم عبدالغنی کو ساتھ لے گئے۔ اور فرزند اکبر شاہ کو اپنی جگہ چھوڑ گئے۔ رمضان شریف بمبئی میں گزرا۔ ذی الحجہ کی دوسری یا تیسری تاریخ کو آپ مکہ مشرفہ میں پہنچے۔ وہاں کے تمام مشائخ و … و قاضی بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ وہیں ماہ محرم ۱۲۵۰ھ میں مرض اسہال و تپ عارض ہوا۔ … افاقہ ہوا تو مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ ماہ ربیع الاول میں وہاں تھے۔ حلقہ میں اس قدر لوگ جمع ہوتے تھے کہ مکان بھر جایا کرتا تھا۔ غرض حرمین شریفین کی زیارت کے بعد آپ ۲۲ رمضان کو

شہر ٹونک میں پہنچے۔نواب وزیرالدولہ نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔عید کے دن

کا آغاز ہوا۔فرمایا کہ آج نواب گھر نہ آئے۔دنیاداروں کے آنے سے ظلم وکدورت محسوس

ہے۔نماز ظہر کے بعد آپ نے حافظ کو یٰسین شریف پڑھنے کا حکم دیا۔جب حافظ تین بار

تو فرمایا کہ بس کرو۔اب فرصت کم ہے۔آپ نے ظہر وعصر کے درمیان ہفتہ کے روز عید

۱۲۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔غسل ونماز جنازہ کے بعد آپ کا

عبدالغنی نعش مبارک کو تابوت میں رکھ کر دہلی لے آیا۔اور چالیس روز کے بعد تابوت سے

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کے پہلو میں سپردِ خاک کردی۔نعش مبارک میں ذرا بھی

تھا۔

ہدایۃ الطالبین:

آپ نے بعضے یاروں کی فرمائش سے سلوک مجددیہ میں ایک رسالہ بزبان فارسی لکھا

جس کا نام ہدایۃ الطالبین ہے۔یہ رسالہ آپ نے اپنے پیر دستگیر حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ

خدمت میں پیش کیا۔حضرت نے مطالعہ کے بعد اس رسالہ کے آخر میں چند سطریں بطور

لکھیں۔جو اختتام پر بطور تبرک درج رسالہ کردی گئیں۔اس تقریظ میں حضرت نے اظہار مسرت

ہے اور صاحب رسالہ کے حق میں دعائے خیر کی ہے۔بعد ازاں تحریر فرمایا ہے کہ''یہ جو کچھ لکھا

موافق علوم ومعارف حضرت مجدد کے ہے۔خدا کریم زیادہ سے زیادہ کرے۔''اس رسالہ کا

ترجمہ بھی ۱۹۰۳ء میں مطبع مجتبائی دہلی میں چھپ چکا ہے۔یہی رسالہ فی الحال طریقہ مظہریہ

دستورالعمل ہے۔مکہ معظمہ میں بعضے بزرگوں نے اس کو عربی میں کردیا ہے۔جو عرب میں

ہے۔

(ضمیمہ مقامات مظہری مولفہ شاہ عبدالغنی مجددی۔درالمعارف مولفہ شاہ رؤف احمد)



۳۲۔حضرت مولانا مولوی محمد شریف قدس سرہٗ

ولادت باسعادت:

حضرت مولانا خاندان علویہ سے قندھار کے رہنے والے تھے۔اپنی والدہ محترمہ کی

علوی تھے۔آپ کا تولد شریف ۱۱۹۸ھ میں ہوا۔سترہ سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار

سے علوم ظاہری کی تحصیل کے لئے سفر اختیار کیا۔دوسال کابل میں اور سات سال

رہے۔پھر دہلی میں وارد ہوئے۔اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کی خدمت میں

۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ جس طرح علوم ظاہری میں شاغل رہ کر فاضل ہوئے ہو۔

باطنی میں موج زن ہوجاؤ۔عرض کیا کہ خوب۔لیکن چونکہ ابھی علوم ریاضی وغیرہ کا

زن تھا۔دہلی سے روانہ ہوکر رامپور روہیلوں میں پہنچے۔وہاں مفتی شرف الدین

کی زیارت سے مشرف ہوئے۔مفتی صاحب نے فرمایا کہ تعلیم میں کوتاہی نہ ہوگی۔مگر

کے لئے کوئی مکان تلاش کرلو۔اس لئے آپ شہر میں ادھر ادھر پھرے۔مگر کوئی مکان آمد و

سے خالی نہ پایا۔اس لئے بیرون شہر ایک بے آباد مسجد کے حجرے میں قیام کیا۔اور دس

گزار دیئے۔اور مفتی صاحب سے استفاضہ فرماتے رہے۔اسی اثناء میں ایک بزرگ

دیوان حافظ ومثنوی مولانا روم کا پتہ لگا۔وہ مجذوب تھے۔کسی سے سروکار نہ رکھتے تھے۔آپ

خدمت میں حاضر ہوئے اور اظہار شوق کیا۔انہوں نے کمال عنایت سے فرمایا کہ بسم اللہ

شروع کیجئے۔چنانچہ دوسال میں دیوان حافظ ومثنوی شریف پڑھی۔پھر مفتی صاحب سے

ہوکر بریلی میں وارد ہوئے اور وہاں علم تجوید حاصل کیا۔قصہ کوتاہ بیالیس سال کی عمر میں

دہلی میں آئے۔

اجازت وخلافت:

اُس وقت حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کا وصال ہو چکا تھا۔ اِس لئے ان
اعظم شاہ حضرت شاہ ابوسعید سے بیعت ہوئے۔ اور دو سال ان کی خدمت میں ر
باطنی کی تکمیل کی۔ اجازت وخلافت لے کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ رخصت کے
کے پیر دستگیر نے آپ کو پیرہن ودستار وکلاہ اور عصا مبارک عنایت فرمایا۔ اور چار باتوں کی
فرمائی۔ اول یہ کہ مذہب حنفیہ کی کتابوں پر عمل کرنا جیسا کہ حضرت امام ربانی نے مکتو
میں فرمایا ہے۔ دوسرے یہ کہ طلبہ باطنی کو توجہ دینا۔ تیسرے یہ کہ بغرض دنیا امیروں
چوتھے یہ کہ اغیار کی مجلسوں سے پرہیز رکھنا۔

اس کے بعد چند سال زیارات فقراء اور مزارات اولیاء اللہ کے لئے اجمیر شریف
شریف اور اکثر سرہند شریف میں گزرے۔ پھر اپنے پیر دستگیر کی قدم بوسی کے لئے دہلی
ہوئے۔ اسی اثنا میں جناب مولوی حافظ عبدالرحمن بن شیخ سیف الرحمن سرہندی ساکن جالندھر
حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے خانقاہ شریف میں آئے۔ اور
شاہ ابوسعید قدس سرہٗ سے درخواست کی کہ مولانا محمد شریف کو جالندھر جانے کی اجازت
اس طرح آپ جالندھر میں تشریف لائے۔

اشاعت طریقہ:

شہر جالندھر میں بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔
کے بعد آپ کا فیض حدود شہر سے خارج بھی پہنچنے لگا۔ چنانچہ آپ بستی غذاں میں رونق
ہوئے۔ پھر ہوشیار پور میں مسجد حافظ جانی مرحوم میں جو مسجد دروازہ گوریاں کر کے معروف
آپ کا قیام رہا۔ اس طرح آپ امرتسر۔ لاہور۔ کشمیر وغیرہ میں بھی بغرض اشاعت طریقہ
تشریف لے جایا کرتے۔ یہ آمد ورفت تین سال تک رہی۔ اس کے بعد آپ دوبارہ
رونق افروز ہوئے۔ وہاں سے واپس آ کر آپ نے ہوشیار پور میں اقامت اختیار کی۔

اجازت نامہ:

آپ کے اجازت نامہ میں سند سات طریقوں قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔

قلندریہ۔ نقشبندیہ کی تھی۔ مگر آپ توجہ صرف طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی دیا کرتے تھے۔
حلقہ توجہ میں بعض اوقات سو سو طالب ہوا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ حاجی محمود صاحب
۔ مولوی غلام حسین صاحب ہوشیار پوری۔ مولوی احمد یار امرتسری۔ مولوی شمس الدین
آبادی۔ مولوی کرم بخش صاحب پھلوری۔ سید ہمیر شاہ صاحب شیخ ابراہیم صاحب۔
صاحب۔ میاں عبدالرحمن صاحب۔ اخوند محمد شاہ صاحب۔ مولانا محمد یٰسین صاحب
۔ مولانا عبدالرزاق صاحب کشمیری لدھیانوی۔ صمد شاہ صاحب کشمیری امرت سری
کے فیض یافتگان میں سے ہیں۔

جناب مولانا مفتی عبدالحمید صاحب لدھیانوی نے بروایت مرشد خود حضرت غلام
رحمۃ اللہ علیہ راقم الحروف سے بیان کیا۔ کہ ایک شخص حضرت مولانا محمد شریف قدس سرہٗ
میں آبیٹھا۔ اس کو قضائے حاجت کے بعد طہارت کرنی یاد نہ رہی۔ صرف وضو کر کے
ہو گیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ حلقہ میں طہارت کے بغیر نہ بیٹھا کرو۔ اُس شخص نے
نہ کیا۔ حضرت مولانا نے پھر یہی ارشاد فرمایا۔ مگر اسے خیال نہ آیا۔ بعد ازاں حضرت
سے فرمایا کہ تم نے طہارت نہیں کی۔ اُٹھ جاؤ۔ پھر اُسے یاد آیا۔ اور طہارت وضو کے بعد
حلقہ ہوا۔

شہر جموں میں حضرت مولانا کی ایک مریدہ تھی۔ اُس کی نسبت آپ فرمایا کرتے تھے۔
اہلِ کشف سے ہے۔ اس کا توجہ لینے کا وقت معین تھا۔

نقد وجنس جو کچھ پیش کش ہوتا اس کے مصارف یہ تھے۔

(۱) بزرگوں کے عرس۔ عرس حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ عرس حضرت خواجہ
الدین نقشبند قدس سرہٗ۔ عرس امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ۔ عرس حضرت شاہ ابوسعید
قدس سرہٗ۔

(۲) خانقاہ شریف دہلی (۳) عام سائل

وصال مُبارک:

آپ اخیر وقت تک اپنے پیر دستگیر کی وصیت پر عمل کرتے رہے۔ مرض موت میں
نے حسب روایت جناب مولانا مفتی عبدالحمید صاحب لدھیانوی اپنے مریدوں کو جو حاضر
تھے۔ تبرکات تقسیم کر دیئے۔ کسی کو تسبیح۔ کسی کو مصلا۔ کسی کو عصا۔ کسی کو گدڑی۔ کسی کو چادر
کلاہ عطا فرمائی۔ حضرت حاجی محمود صاحب اُس وقت حاضر نہ تھے۔ جب وہ حاضر
حضرت مولانا نے فرمایا حاجی! تو کہاں رہا؟ ہم نے تمام تبرکات تقسیم کر دیئے۔ اب کچھ باقی
رہا۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ حضور! ایک چیز باقی ہے۔ اجازت ہو تو عرض کروں۔ آپ
فرمایا کہ ہماری نظر میں تو کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے دوبارہ عرض کیا۔
مولانا نے وہی جواب دیا۔ آخر کار آپ کی اجازت سے حاجی صاحب نے عرض کیا کہ
م تبرکات تقسیم ہو گئے۔ مگر آپ کی ذات شریف باقی ہے۔ بندہ اُسی کا طالب ہے۔ آپ
فرمایا۔ حاجی! تو نے بڑی چیز طلب کی ہے۔ اچھا ہم تمہارے ہی ساتھ رہیں گے۔ آپ کی
یہ تھی کہ اگر میں بیاس ندی سے جانب غربی انتقال کروں تو مجھے لاہور مقبرہ حضرت داتا
قدس سرہٗ کے پاس سپرد خاک کر دیا جائے۔ اور اگر ندی مذکور کے جانب شرقی میں سفر آخرت
آئے تو سرہند شریف میں دفن کر دیا جائے۔ القصہ آپ نے ۱۲۶۰ھ میں یا ایک سال بعد
پور میں انتقال فرمایا۔ جنازے پر بہت سے مسلمان علماء و فضلاء و فقراء اور نواب امین الملک
امام الدین خان مع اپنے مصاحبوں کے حاضر تھے۔ آپ کا تابوت حسب وصیت ہوشیار پور
سرہند شریف لایا گیا۔ اور آپ کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مزار مبارک
شمال مغرب میں حوض مسجد کے جنوبی کنارے سے ملحق سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ اس وقت مرقد مبارک ایک چھوٹی سی چاردیواری میں ہے۔ حضرت حاجی محمود رحمۃ اللہ
علیہ آپ کا عرس مبارک ماہ چیت کی پانچویں تاریخ کو کیا کرتے تھے۔

ارشادات عالیہ

ایک روز سندھے خاں عامل ہوشیار پور اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ حضرت مولانا

میں حاضر ہوا۔ امراء کی عادت تھی کہ بلا اجازت آپ کی خدمت میں بیٹھا نہ کرتے تھے۔
موصوف کھڑا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ سندھے خاں! چڑیا جیسی تیری صورت اور چیونٹی جیسی تیری
ہے۔ شکر کرو کہ ایسے ایسے شکیل و عقیل تیرے تابع کر دیئے ہیں۔ شیخ صاحب نے عرض کیا
شکر کیا کروں؟ فرمایا کہ نماز با جماعت۔ غرباء نوازی۔ عدل۔ شیخ صاحب نے عرض کیا۔ یا
حضرت قبول ہے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ شیخ صاحب بیٹھ گئے۔ اور عرض مطالب کر کے رخصت ہوئے۔

شیخ غلام محی الدین صاحب جب نظامت کشمیر سے علیحدہ کر دئے گئے تو حضرت مولانا کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ یا حضرت! دعا کیجئے کہ نظامت کشمیر پھر مل جائے۔ آپ نے
فرمایا۔ شیخ صاحب! ایک سپاہی ایک سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ غایت الامر دو سے۔ زیادہ سے مقابلہ
مشکل ہے۔ شیخ صاحب نے عرض کیا۔ یا حضرت! اس کلام مبارک کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا
کہ ایک فقیر کی دعا سے کیا ہو سکتا ہے۔ جبکہ لاکھوں بددعا کریں۔ یہ سُن کر شیخ صاحب نے عرض کیا۔ یا
حضرت! بزرگوں نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ مسلمانوں سے
بدعملی نہ کرو گے۔ بلکہ احسان سے پیش آؤ گے۔ شیخ صاحب نے وعدہ کیا۔ حضرت مولانا نے
فرمایا کہ جاؤ۔ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ شیخ صاحب اپنے عہدے پر بحال ہو گئے۔

آپ مولوی کرم بخش صاحب پھلوری کو فارسی میں یہ مضمون تحریر فرماتے ہیں:۔

برادر دینی دوست یقینی اخلاص منش کرم بخش صاحب حق کی یاد میں مشغول رہیں۔
دعائے فقیرانہ کے بعد مطالعہ کریں کہ تمہارے دو قطعہ خط پہنچے۔ ان میں جو حالات لکھے تھے۔
معلوم ہوئے۔ الحمد للہ کہ آپ کو صحت بدنی اور شفائے اصلی نصیب ہوئی۔ اور آپ نے جو لکھا تھا
کہ اب کچھ جسمی طاقت آ گئی ہے اور بعضے دوستوں پر جو حلقہ میں بیٹھتے ہیں اثر پڑتا ہے۔ اللہ کا شکر و
احسان ہے۔ یا اللہ زیادہ کر پس زیادہ کر۔ آپ پر لازم ہے کہ لطائف خمسہ کے ذکر اور وقوف
عددی اور تلاوت قرآن اور نماز تہجد کے پابند رہیں۔ زیادہ دعا۔ مہر ۱۲۵۴ ہجری۔

(قمریۃ السالکین مصنفہ مولانا مولوی حاجی کرم بخش صاحب پھلوری المتخلص بہ قمر)



۳۳۔ حضرت حاجی حافظ محمود قدس سرہٗ

حج کا سفر:

حضرت قبلہ حاجی صاحب ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے۔ ایک روز فرماتے
تھے کہ ہماری عمر تقریباً بیس سال کی تھی۔ جب ہم اور ہمارے چھوٹے بھائی حاجی حامد اپنے والد
ماجد اور بہن کے ساتھ اپنے گھر ڈیرہ غازی خان سے حج کو مکہ شریف تشریف لے گئے۔ ہم دونوں
بھائی چلتے تھے۔ اور شام کو عرب کے کسی گاؤں کی مسجد میں یا اور کسی جگہ ٹھہر جاتے۔ لوگ ہماری
خدمت کرتے تھے۔ ایک روز ہم نجدیوں کی مسجد میں ٹھہرے۔ ہمارے درود اور کلمہ پڑھنے سے
لوگ ناراض ہوگئے۔ ہم پر حملہ کر کے مارنے کو آئے۔ ہم بھی کمر باندھ کر مستعد ہوگئے۔ وہاں کے
نمبردار نے ہمیں بچایا۔ پھر ہم منزل بمنزل چلتے ہوئے مکہ شریف پہنچے۔ وہاں ہمیں ہمارے والد
صاحب بھی مل گئے۔ ہم نے حج ادا کیا اور واپس بمبئی میں آئے تو وہاں ہمارے والد صاحب اور
بہن کا انتقال ہوگیا۔

رجوع الی اللہ:

ہم دونوں بھائیوں کو ایک ٹھگ وہاں سے جالندھر میں لے آیا۔ ہم یہاں رہنے لگے۔
یہاں مولوی محمد شریف صاحب ہوشیار پور سے تشریف لاتے تھے۔ ہم ان کی خدمت کرنے
لگے۔ انہوں نے ہمیں اللہ کا نام بتایا۔ اللہ کے نام نے ہمیں پکڑ لیا۔ جب اُس کا کچھ اثر ظاہر ہوا
تو ہمارے مرشد صاحب نے ہم سے دریافت کیا کہ تم پہلے پہلے کس کے مرید ہوئے ہو۔ ہم نے
اُن کا نام لیا جن کے ہم مرید پہلے اپنے دیس میں ہوئے تھے۔ فرمایا۔ نہیں تم ہمارے مرید ہو۔
تمہیں اللہ کا نام ہم سے پہنچا ہے۔ پھر حضرت مولوی صاحب نے ہمیں اپنا مرید کیا۔ اور [illegible]

[illegible] توجہ سے ختم کرایا۔ جب جالندھر میں تشریف لاتے۔ بڑی عنایت اور توجہ دلی فرماتے
[illegible] ہم سے فرمایا۔ کہ تم لوگوں کو اللہ کا نام بتایا کرو اور توجہ باطنی اُن کو دیا کرو۔"

[illegible]

ایک روز فرمایا کہ ہمارے پیر ہمارے پیشوا مولوی محمد شریف صاحب جالندھر تشریف
لائے اور یہاں کے پیرزادوں سے کہا کہ اللہ کا نام ہم سے سیکھ لو۔ تو پیرزادوں نے کہا۔ لو جی!
ہمارا پیر بنتا ہے۔ ہم آپ پیرزادے ہیں۔ ہمارے پیشوا نے فرمایا کہ میں پیر نہیں بنتا۔ اللہ کا
نام بتاتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں اللہ کا نام آتا ہے۔ تم کیا سکھاؤ گے۔ پھر ہمارے پیر نے
فرمایا اچھا دیکھو۔ ایک حاجی مسکین ہمارا طالب ہے وہ یہاں رہے گا۔ اور لوگوں کو اللہ کا نام
بتائے گا۔ ہم یہاں رہنے لگے۔ اور اپنے پیشوا کے ارشاد کی تعمیل میں لوگوں کو اللہ کا نام بتانے
لگے۔ ان کو توجہ دینے لگے۔ مقام ولایت صغریٰ میں ہم پر نسبت کی وہ تیزی ہوئی اور اُس کا وہ زور
ہوا کہ جو کوئی سامنے آتا تھا اور توجہ اُس پر پڑتی تھی لوٹ پوٹ ہو جاتا تھا۔ توجہ کے وقت دس
دس آدمی ایسے زمین پر لوٹتے تھے جیسے نیم بسمل لوٹتا ہے۔ اور بڑا وجد و حال صرف توجہ سے ان پر
ہوتا تھا۔ ایک شور اس کا ہوگیا تو مولویوں اور پیرزادوں نے لوگوں سے کہا کہ حاجی صاحب
کے پاس کوئی جن ہے کہ بدون سماع کے لوگوں کو وجد و حال ہوتا ہے۔

اشاعت طریقہ

آپ نہایت حلیم و بردبار اور خلیق تھے۔ طالبانِ حق کو ایسی تربیت فرماتے تھے جیسے والدہ اپنے
بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ آپ کی کشش باطنی تھی کہ طالبانِ خدا گردونواح اور دور دراز جگہوں
سے استفاضہ کے لئے کھنچے چلے آتے تھے۔ مگر شہر جالندھر اس نعمت سے محروم رہا۔ وہاں کے
مولوی اور پیرزادے حسد کے مارے آپ کے راستے میں روڑے اٹکاتے تھے۔ اور آپ کو شہر سے
نکالنا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپ کی موجودگی میں اُن کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود تباہ ہوگئے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد   ہر آنکہ پف زند ریشش بسوزد

مشکلات کا دور:

چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ اللہ کی قدرت ہے باہر روشنیاں ہوتی ہیں۔ اور
جل کر یہاں سے چلی جاتی ہیں۔ اور یہاں جالندھر میں اندھیرا ہے۔ یہ ان لوگوں کے
نتیجہ ہے۔ جالندھر میں ہمارے ساتھ پیرزادوں نے بڑی بڑی زیادتیاں اور سختیاں کی ہیں
ہمیں بڑی تکلیفیں دی ہیں۔ سکھوں کے وقت میں ہمارے ساتھ فساد اتنا بڑھا کہ
مولوی نے ہمارا حقہ پانی بند کر دیا۔ اور جولاہوں سے اور اپنے لوگوں سے کہا کہ ان کے
حقہ پانی نہ پیو۔ ہم حقہ نہ پیتے تھے۔ اور پانی خدا کا تھا۔ سکھوں کی ایک پلٹن یہاں رہتی تھی
اجیٹن سید امیر شاہ تھا۔ وہ ہمارا مرید اور طالب تھا۔ اور قادر بخش جہانخیلاں والا بھی ہمارا مرید
طالب تھا جو اُسی پلٹن میں تھا۔ اور بہت سے لوگ بستیوں کے ہمارے طالب تھے۔ اُن کو
ہوئی کہ حاجی صاحب کا حقہ پانی مولوی نے بند کر دیا ہے۔ یہ سُن کر اُن کو بڑا رنج ہوا اور لڑائی کے
لئے پلٹن میں ترم ہو گیا۔ پلٹن تیار ہو گئی۔ اُدھر بستیوں میں خبر ہوئی۔ بستیوں کے پٹھان
آئے۔ بارہ ہزار آدمی خدا کے حکم سے ہماری طرف سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اور کہا کہ مولوی کو اور
جالندھر شہر کو آج ہم قتل و غارت کریں گے۔ مولوی کی طرف دو ہزار آدمی جولاہے وغیرہ تھے
جب یہ خبر کرم بخش جالندھر کے صوبہ کو ہوئی وہ بھاگے آئے۔ اور ہماری طرف والوں کو سمجھایا کہ
حاجی صاحب ہماری حفاظت میں ہیں۔ کیا مجال کسی کی ہے جو اُن کو نقصان پہنچائے۔ جب وہ
اور فساد رفع دفع ہوا۔ پھر بھی لوگ نہیں مانتے تھے۔ اور بڑی بڑی تکلیفیں ہمیں دیتے تھے۔ ایک
بار ذکر کیا کہ جب ہم توجہ میں بیٹھتے تھے تو مفسدین ہمارے گرداگرد شور مچاتے تھے۔ کرم بخش
کو یہ خبر ہوئی۔ اُس نے دس سپاہی ہماری حفاظت کے لئے بھیجے جب وہ توجہ کے وقت ہمارے
گرداگرد غل مچانے لگے تو سپاہیوں نے ان کو خوب مارا۔ اسی طرح بہت سی تکلیفیں ہمیں دیں۔
آخر ہم تنگ آ کر جہاں پہلے رہتے تھے وہاں سے اُٹھے اور جہاں اب رہتے ہیں یہاں آ کر ایک
کوٹھا بنایا۔ یہ جگہ ویران پڑی تھی۔ کوئی آبادی یہاں نہ تھی۔ اب دیکھو کس قدر آبادی یہاں ہو گئی
ہے۔ یہاں دروازے کے سامنے جو کچھ ہے۔ یہ بھی ہم نے بنوائی تھی۔ یہاں آ کر بھی لوگ ہمیں
تکلیف دیتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے کوئیں میں جوتی ڈال دی۔ سپاہی نے دیکھ لیا۔ اُس کو

...مارا۔ جن پیرزادوں اور مولویوں نے ہمیں تکلیف دی وہ سب خراب ہو گئے ان کا کچھ بھی نہ

خلفاء:

باوجود ایسی تکالیف کے آپ کا فیض بذریعہ خلفاء دور دور پہنچا۔ خواجہ قادر بخش جہانخیلی
... مظفر علی خاں صاحب مراد آبادی مولوی محمد جمال صاحب فیروز پوری۔ مولوی رحیم بخش
... صاحب سیالکوٹی۔ حافظ انور علی صاحب رہتکی۔ فقیر شہاب الدین صاحب لاہوری۔ خواجہ
عبدالخالق صاحب جہانخیلی وغیرہ نے آپ ہی سے خلافت پائی اور لوگوں کو فیض پہنچایا۔ بہت سے
... لوگ بھی آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کا ایک خلیفہ شیر محمد نام ملک چھچھ کو گیا۔ اور ایک
... دوست محمد نام یارقند کو گیا۔

واضح رہے کہ آپ کے خلفاء میں سے ایک مولوی احمد علی صاحب بھی ہیں۔ جن کے
... حضرت غلام جیلانی قدس سرہٗ ہیں۔ حضرت غلام جیلانی نے بیعت بے شک حضرت مولوی
احمد علی صاحب سے کی۔ مگر سلوک بالتفصیل حضرت قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں
تمام کیا۔ آپ بستی دانشمنداں میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ میں نوے
برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جناب مفتی عبدالحمید صاحب لدھیانوی کو
ارادت واجازت حضرت غلام جیلانی قدس سرہٗ سے ہے۔

کشف و کرامات

(۱) فرمایا کہ جن دنوں میں لوگ ہمیں اس غرض سے تکلیف دیتے تھے کہ یہ یہاں سے چلا
جائے۔ کیونکہ اس کی موجودگی میں ہمیں کوئی نہیں پوچھتا۔ ایک دن ہمیں خواب میں حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ہم اور ہمارا چھوٹا بھائی حاجی حامد مدینہ منورہ میں
حاضر ہوئے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کا پردہ لٹکتا تھا۔ اُس کو ہم نے سر
پہ لے کر فریاد کی۔ کہ یا رسول اللہ! لوگ ہمیں بہت تکلیف دیتے ہیں۔ اور ہم مسکین غریب الوطن
ان کے ہاتھوں سے تنگ آ گئے ہیں۔ روضہ منورہ سے آواز آئی یا شیخ لاتخف۔ پھر ہماری آنکھ کھل

گئی۔ اور ہم نہایت خوش اور بشاش اُٹھے۔ ان ہی دنوں میں ہمیں امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی
زیارت ہوئی جن کا مزار مبارک شہر جالندھر میں ہے۔ یہ باطن میں دوآبہ جالندھر کے حاکم ہیں
بڑے ولی اللہ ہیں۔ یہ قبر سے باہر بھی ملتے ہیں۔ اور اندر بھی ملتے ہیں۔ ہمیں امام ممدوح نے
فرمایا کہ تیری کمان اب چڑھی ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ خوب کمان چڑھی ہے۔ لوگ تکلیف دیتے
ہیں۔ انہوں نے ہماری تسلی کی۔ پھر بڑا فیض لوگوں میں جاری ہوا۔ اور نور کی روشنیاں ملکوں میں
پھیلیں۔ مگر جالندھر میں اندھیرا ہی رہا۔

علم لدنی:

فرمایا کہ میانوالی پرگنہ رعیہ ضلع سیالکوٹ سے ایک مولوی غلام حسین بھی ہمارے پاس
آیا۔ اُس نے امتحاناً ہم سے علمی سوالات کیے۔ وہ جو جو سوال کرتا تھا۔ اُس کا جواب غیب سے
ہمارے سامنے آجاتا تھا۔ ہم اُس کے بموجب جواب دیتے جاتے تھے۔ یہ علم لدنی تھا جو کہ بوجہ
متابعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عطا کیا گیا۔ علم درسی یا مکتبی نہ تھا۔ اُس مولوی کو ہمارے
جوابوں سے تسلی ہوگئی۔ وہ بھی بیعت ہوگیا اور اچھا آدمی ہوگیا۔

عہدے پر بحالی اور معزولی:

فرمایا کہ ایک ہندو جو کسی اچھے عہدے پر یہاں اہل کار تھا موقوف ہوگیا۔ وہ ہمارے
پاس آیا اور کہا کہ مجھے کچھ بتاؤ۔ ہم نے کہا کہ رات کو ایک سو بار یہ پڑھ کر سو رہنا "نہیں کوئی مقصود
میرا سوائے تیرے۔ مقصود میرا تو ہی ہے۔ رضا تیری مطلوب ہے۔" اُس نے رات کو یہی پڑھا۔
صبح ہی حاکم پیادہ اُس کو بلا لے گیا۔ اور اُسی عہدے پر بحال کر دیا۔ وہ بہت خوش ہوا۔ ایک مولوی
شمس الدین یہاں جالندھر میں تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرا کام کس طرح بن گیا۔ اس نے کہا
کہ حاجی صاحب نے مجھے کچھ بتایا تھا۔ اس کے پڑھنے سے میرا کام ایک ہی رات میں بن گیا۔
مولوی نے کہا ہمیں بھی سنا دے کیا بتایا تھا۔ اس نے بتا دیا۔ مولوی نے سن کر کہا کہ یہ تو کلمہ
یہ سن کر ہندو کے دل میں شک پڑ گیا۔ شک کا پڑنا تھا کہ پھر اُسی وقت وہ ہندو نوکری سے معزول
ہوگیا۔ اور پھر ہمارے پاس بھاگا آیا۔ اور ہم سے سب حال بیان کیا۔ ہم نے کہا کہ اب کچھ نہیں
ہوسکتا۔ بعد ازاں وہ ہندو بڑا خراب اور تباہ ہوا۔ بات یہ کہ سارا کام محبت پر ہے۔ جب شک آیا

کہاں۔

حرام مال کا معلوم ہونا:

فرمایا: ہم چھاؤنی جالندھر میں رات کو ایک شخص کے ہاں ٹھہرے۔ اُس نے ایک پلنگ
ہمارے سونے کے لئے لاکر بچھایا۔ جب ہم اس پلنگ پر لیٹے ایسا معلوم ہوا کہ ہم گندگی میں چلے
گئے۔ ہم اسی وقت اس پر سے اٹھے اور وہاں سے چلے آئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسب حلال کا مال
نہ تھا۔

غیب سے الہام:

۸ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ کو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے بہت فیض جاری ہوا۔ جس کی
قسمت ہوتی ہے لے جاتا ہے۔ دو برس ہوئے ہمیں غیب سے یہ الہام ہوا تھا کہ جب تیرے دو
سو اور طالب ہو جائیں گے تو تیرا انتقال ہو جائے گا۔ ہم نے خیال نہیں کیا کہ اس کے بعد کتنے
طالب ہو چکے ہیں اور معلوم نہیں کہ کون ایسا طالب ہوگا جو سب سے آخر ہوگا۔

نگاہ کامل کا اثر:

جناب مفتی عبدالحمید صاحب لدھیانوی بروایت حضرت حاجی انور شاہ سجادہ نشین بیان
کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ' کی توجہ نہایت تیز تھی۔ آپ جس پر نظر ڈالتے
بیہوش ہو جاتا۔ ایک روز ایک شخص کوئیں میں سے پانی نکال رہا تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ
پانی لوٹے میں بھی ڈال دو۔ وہ ڈالنے لگا۔ آپ کی نظر اُس پر پڑی۔ بیہوش ہوگیا اور کوئیں میں گر
پڑا۔ اس کو کوئیں میں سے نکال کر کسی نے حاکم وقت کو اطلاع دی کہ یہ ساحر ہے۔ جس پر نظر ڈالتا
ہے وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ آپ کو طلب کیا گیا۔ حاکم نے کہا کہ لوگ آپ کو ساحر بتاتے ہیں۔
آپ نے کہا میں ساحر نہیں۔ اللہ اللہ کرتا ہوں۔ یہ سُن کر حاکم بولا کہ جاؤ یہ خدا پرست شخص
ہے۔ جناب مفتی صاحب موصوف کے مرشد حضرت غلام جیلانی کا بیان ہے کہ حضرت حاجی
صاحب فرماتے تھے کہ جب میں توجہ چاہتا ہوں تو حضرت مولانا محمد شریف قدس سرہٗ میرے
ساتھ ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ بازار تشریف لے گئے۔ ایک سبزی فروش کی دکان

سے سبزی طلب فرمائی۔ اُس نے کہا کیا چاہتے ہو۔ آپ نے جو نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اُسی روز سے حضرت حاجی صاحب نے عہد کر لیا کہ میں ایسے معمولی کاموں کے لئے باہر نہ نکلا کروں گا۔

توجہ کی کیفیت:

ایک روز ایک بنگالی آیا۔ وہ ایک ہفتہ حضرت حاجی صاحب کے پاس ٹھہرا۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ ہمیں اس قدر فرصت نہیں کہ مہینوں یہاں بیٹھے رہیں۔ ہم چلتے ہیں۔ نام تو بڑا سنا تھا۔ مگر مدت مدید چاہئے۔ ہم جاتے ہیں۔ ہمیں اتنی فرصت نہیں۔ امید لے کر آئے تھے۔ مگر مایوس جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کل کا روز اور ٹھہرو۔ دوسرے روز اُس پر توجہ ڈالی۔ اور تمام مقامات طے کرا دیئے۔ اور خلافت عطا فرما کر اُسے رخصت کر دیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ایک شخص یہاں آتا ہے۔ اور ایک ہفتہ میں کامل مکمل ہو کر چلا جاتا ہے۔ دوسرے مدت سے یہاں پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس راز کو نہیں سمجھتے۔ اُس کے لئے دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا۔ کہ اُسے اس کا حصہ جلد دے کر رخصت کر دو۔

مولوی صاحب کی تلاش مرشد:

جناب مفتی عبدالحمید صاحب لدھیانوی بروایت حاجی انور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ کہ مولوی کمال الدین صاحب فیروز پوری ہمدرسِ جناب مولوی ولی محمد صاحب جالندھری تلاشِ مرشد میں نکلے۔ بہت جگہ پھرے مگر کہیں تسلی نہ ہوئی۔ آخر کار انبالہ میں حضرت سائیں توکل شاہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرضِ حال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم عالم ہو۔ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں۔ تم جالندھر میں حضرت حاجی محمود کی خدمت میں جاؤ۔ مولوی صاحب جالندھر پہنچے۔ اور مولوی ولی محمد صاحب سے حاجی صاحب کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا وہ بیعت تو کرتے ہیں۔ گر علم ظاہر سے واقف نہیں۔ عالم کو عالم کی بیعت کرنی چاہئے۔ مولوی کمال الدین صاحب نے حضرت سائیں صاحب کا ارشاد بیان کیا اور کہا کہ میں تو ضرور وہاں حاضر ہوں گا۔ پس حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب اس وقت بوقت دوپہر دولت خانہ میں تھے۔ بذریعہ خادم اطلاع کی۔ جواب ملا کہ ظہر کے وقت ملیں گے۔

ظہر کے وقت آپ تشریف لائے اور وضو فرما کر نماز معمولی طور پر ادا کی۔ یہ دیکھ کر مولوی صاحب کے دل میں آیا کہ یہاں بھی کچھ نہیں۔ جن کی نماز ایسی ہے۔ وہاں کیا ہوگا۔ حضرت نے فارغ ہو کر فرمایا کہ میری عمر سو سال سے متجاوز ہے۔ اس عمر میں مسجد میں آ کر کھڑے ہو کر پڑھنا غنیمت ہے۔ پھر مولوی صاحب سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا علم پڑھا ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے کئی علموں کے نام لئے۔ بعد ازاں حضرت نے فرمایا کہ تم تو بڑے عالم ہو۔ ہمیں نماز سناؤ۔ مولوی صاحب کی زبان سے صرف سبحانک اللہ ہی نکلا۔ آگے حیران ہیں کچھ دیر تک یہ عالم رہا۔ پھر حضرت نے فرمایا مولوی! تم تو کہتے تھے۔ میں نے فلاں فلاں علم پڑھا ہے۔ تم الحمد بھی نہیں سنا سکتے۔ اچھا الحمد شریف ہی سناؤ۔ مولوی صاحب کی زبان سے فقط الحمد نکلا۔ آگے حیران ہیں۔ سب کچھ بھول گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا اس علم سے فقیر کی شناخت ہو سکتی ہے۔ دنیا میں فقیر ہیں۔ اللہ والے ہیں۔ اگر اللہ والے نہ ہوں تو قیامت برپا ہو جائے۔ اس فقرہ کو بار بار دہرایا۔ آخر جناب حاجی صاحب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب میرے وظیفہ کا وقت ہے۔ مولوی صاحب نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور چیخ ماری۔ حضرت کو رحم آیا۔ اور فرمایا کہ تم نے فقیر کا قدم پکڑ لیا ہے۔ فقیر کسی کو محروم نہیں کیا کرتے۔ کل کو تمہیں داخل سلسلہ کروں گا۔ چنانچہ دوسرے روز بیعت ہوئے۔ چند روز کے بعد رخصت کرتے وقت اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مولوی! اِس داڑھی کی لاج رکھنا۔ بعد ازاں مولوی صاحب اپنے شہر میں چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد قبض وارد ہوئی۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے اُس کو استغفار کا ورد فرمایا۔ جس سے حالت بحال ہو گئی۔

وصالِ مبارک:

وفات شریف سے دو تین دن پہلے آپ کی داڑھ جو دکھتی تھی۔ ایک شخص سے نکلوائی۔ نکلواتے دیکھتے ہی آپ پر فالج گرا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت قبلہ توکل شاہ صاحب انبالوی کو آپ کی بیماری کی اطلاع دی گئی۔ وہ تشریف لائے۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ شہر میں کہرام مچ گیا۔ قیامت کا نمونہ تھا۔ کچھ دن چڑھے آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ شہر کے باشندوں کے خاص و عام بڑی کثرت سے آپ کے جنازہ کے ساتھ تھے۔ بستی شیخ کے راستہ پر

جوایک قبرستان ہے وہاں آپ کودفن کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) ایک روز ہم توجہ اور مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص ناواقف نے پاس آکر کہا۔ السلام علیکم۔ جب ہم مراقبہ سے اٹھے تو ہم نے اس سے کہا۔ کہ سن تو میاں! جب کوئی نماز میں ہو اس سے سلام علیک کہنا جائز ہے یانہیں۔ اُس نے کہانہیں۔ ہم نے کہا۔ توجہ و مراقبہ ہماری طرح نماز ہے۔ اس میں بھی سلام کہنا درست نہیں۔

(۲) آپ کے مرید وخلیفہ حافظ انور علی رہتکی کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت نے مجھ استغفار اور آمنت باللہ بتایا۔ اور اس کو صحیح کرایا۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا آج تم ایسے ہو۔ جیسے نادان پڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ حضرت نادان ہی ہوں۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ اہا! نادان ہی سب کچھ پاتا ہے۔ دانا ہوا اور گیا گزرا۔ پھر فرمایا۔ نہ ہونا تیرا منظور ہونا تیرا نا منظور۔

(۳) جب اللہ کے نام کا تذکرہ ہوتا تھا تو حضرت یہ پنجابی بیت اکثر پڑھا کرتے تھے۔

رب جہاں دے ول انہاں نوں غم کیں دا وے لوکا
وہڑے چنن رُکھ لگا مسافر آ بہندا وے لوکا

یعنی اے لوگو! رب جن کی طرف ہے انہیں کس کا غم ہے۔ اے لوگو! ان کے آنگن میں تو چندن کا درخت لگ گیا ہے۔ جس کے نیچے مسافر آکر بیٹھتا ہے۔ اس بیت میں بظاہر وہڑے سے مراد قلبِ سالک ہے۔ اور چنن رُکھ سے مراد اللہ کا نام ہے۔ جس میں سب سے زیادہ خوشبو ہے۔ اور مسافر سے مراد واردات غیبی ہیں۔

(۴) جب تم اولیاء اللہ میں سے کسی کے مزار مبارک پر جاؤ تو قبر کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کو پسِ پشت کرکے ایسے بیٹھو کہ دو حصہ قبر کے پاؤں کی طرف اور ایک حصہ سر کی طرف رہے۔ پھر ایک بار سورہ الحمد شریف پڑھ کر اُس کا ثواب اُس بزرگ کی روح کو بخشو۔ پھر ایسے متوجہ ہو کر بیٹھ جاؤ جیسے یہاں توجہ میں بیٹھتے ہیں اور ہماری صورت کو پیش نظر رکھو۔ ابتدا میں تھوڑے دن اس کی

ہے پھر نہیں۔ کیونکہ مبتدی پر جو شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔ پیشوا کی صورت کو خیال میں ... سے وہ بھاگ جاتا ہے توجہ کے وقت وسوسہ دل میں نہ ڈالو۔ جب تم دل کی طرف اچھی ... متوجہ ہو جاؤ گے۔ تو اگر وہ بزرگ صاحب مزار توجہ لیتا مر گیا ہے تو تمہارے دل کا نور اس کی ... جائے گا۔ اور اگر وہ بزرگ فیض دیتا مر گیا ہے اور صاحب ارشاد ہوا ہے تو اس کا نور تمہاری ... آئے گا۔ اس سے ایک سرور اور بیہوشی تمہیں ہوگی۔ اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک ... ہو یعنی نہ تمہارا نور اس کی طرف جائے نہ مزار سے کوئی نور تمہاری طرف آئے تو سمجھو کہ اس ... کچھ نہیں ہے۔ وہاں سے اٹھ کھڑے ہو۔ جب حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تو عرض کیا گیا کہ ... ہو جائے تو کیا علاج کیا جائے۔ فرمایا اول تو قبض نہ ہوگا۔ اور اگر ہو تو درود ہزارہ پڑھ لینا ... جائے گا۔

(۵) ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ کو حضرت نے ایک شخص کو حسب معمول لطیفہ سر کا سبق ... زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معنی یہ بتائے کہ اس راہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ... پہنچے تھے۔ اور سر کا نور سفید ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے مناسبت تھی کہ طبیعت ان کی ... تھی۔

(۶) ایک شخص امیر الدین نامی نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے بھی کچھ بتاؤ۔ فرمایا دل کی جگہ ... خیال سے اللہ اللہ کیا کر۔ کوڑے میں لعل چھپا ہوا ہے۔ اور نور سوتا ہے۔ جب نور جاگتا ہے تو ... ہوتا ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ میراں سید بھیکہ فرماتے ہیں۔

... بھوکا کوئی نہیں سب کی کٹھڑی لال   گرہ کھول نہیں جانتے ایسی بدھ بھئی کنگال

(۷) ایک روز حضرت نے حافظ انور علی رہتکی سے فرمایا۔ کہ جس طرح تمہیں اب ہماری ... میں توجہ اور صحبت میں نور اور فیض پہنچتا ہے۔ اسی طرح ہمارے انتقال کے بعد تم کو نور اور فیض ... گا۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ اب جس طرح ہم تم سے باتیں کر رہے ہیں۔ اس طرح باتیں نہ ... کریں گے۔ ہمارے انتقال کے بعد جو بات تمہیں دریافت کرنی ہو ہمارے صاحبزادے محمد انور ... شاہ سے دریافت کر لینا۔

(۸) ایک روز آپ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ دل میں خطرہ آنا بند

نہیں ہوتا۔ بہت آتا رہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ایک عورت چکی پیستی جاوے اور گاتی جاوے
آٹا نکلتا رہتا ہے۔ اور ایک مسافر راستہ بھی چلتا جاوے اور راہ میں تماشا بھی دیکھتا جاوے
ختم ہو جاتی ہے۔ تم اپنے کام کئے جاؤ۔ خطرہ کو آنے دو۔ جب تم سلوک کا اپنا سبق پڑھتے جاؤ گے
تو آٹا پستا جائے گا۔ منزل ختم ہو جائے گی۔ خطرہ آپ پر بند ہو جائے گا۔ اُس کے لئے دل میں
جگہ نہ رہے گی۔

جناب مولوی محبوب عالم صاحب ذکر خیر میں لکھتے ہیں کہ ایک روز کسی شخص نے
حضرت سائیں صاحب علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ حضور! خطرات نفس مجھے بہت آتے ہیں۔
چند میں ہٹاتا ہوں۔ مگر جاتے نہیں۔ اس لئے میں ذکر نہیں کرتا۔ کیونکہ خطرات سے دل پاک ہو تو
ذکر کروں۔ حضور نے فرمایا کہ اسی طرح ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت
میں خطراتِ نفس کی شکایت کی تھی تو حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ نے اُس پر یہ مثال بیان
فرمائی تھی کہ جس طرح گداگروں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ ایک ہاتھ سے بھیک لینے کے واسطے
کاسہ وغیرہ رکھتے ہیں۔ سوال کے وقت اُس ہاتھ کو بھیک دینے والے کی طرف بڑھاتے رہتے
ہیں۔ مگر دوسرے ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے پیچھے کتوں کو بھی ہٹاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ
ہی لیں اور کتوں کو نہ ہٹائیں تو ان کے کاٹ کھانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور جو کتوں کو ہی ہٹاتے
رہیں اور بھیک کی طرف متوجہ نہ ہوں تو بھیک سے محروم رہنے کا خوف ہے۔ اس لئے ایک ہی
وقت میں دونوں کام کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح خطرات کے دور کرنے کی یہ ترکیب ہے کہ ادھر تو
ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ اور ادھر دل میں خطرات کو برا جانتے رہے۔ ذکر الٰہی کرنے سے تو
خناس کے منہ میں آگ لگتی ہے۔ اور خطرہ سے باز رہتا ہے۔ اور سب خطرات سے بڑا خطرہ یہ ہے
کہ خطرات سے پاک ہوں تو ذکر کروں بلکہ خطرات کے وقت زیادہ ذکر کرنا چاہئے۔

(۹) آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر کسی سے ہو سکے ہم سے توجہ لے۔ توجہ ذکر الٰہی
سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ لوگ بڑے بڑے ذکر اور چلے کرتے ہیں۔ وہ بات ان سے حاصل نہیں
ہوتی۔ جو توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی موقع پر حضرت زبانِ مبارک سے میراں سید بھیک رحمۃ
اللہ کا یہ دہرہ پڑھتے تھے۔

...آدھی گھڑی اور آدھی سے بھی آدھ ۔۔۔ بھیکھا سنگت سادھ کی کاٹے کوٹ اپرادھ

(۱۰) ۲۲ رجب ۱۳۰۴ھ کو لدھیانہ کے مریدوں کا ذکر آیا کہ کون کون ہیں۔ حضرت نے فرمایا
...میں ہمارے بہت سے مرید ہوئے۔ نام یاد نہیں رہے۔ پھر فرمایا ہم کو کیا اوگھائی کرنی
...نام یاد رکھیں۔ نام مریدوں کے وہ لکھے جس کو سلیپ کرنی ہو۔ خدا کے واسطے کوئی ہمارے
...نام نے خدا کا نام بتا دیا۔ آگے اس کی محنت رہی۔ سینکڑوں آئے اور سینکڑوں چلے گئے۔
...کس کا نام یاد رکھیں۔ (مقامات الحمود۔ تذکرۃ الحمود وغیرہ)۔



۳۴۔ خواجہ قادر بخش جہانخیلی قدس سرہٗ

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ خواجہ قادر بخش بن دیدار بخش بن شیر محمد خان بن
خان بن مریز خاں بن موکل خاں بن مصری خان۔

آپ کے مورث اعلیٰ مصری خاں قصبہ کلال گو علاقہ غزنی میں رہا کرتے تھے۔
خان جو احمد شاہ درانی کے اعلیٰ رکن سلطنت تھے۔ ایک درویش باکمال گلزار محمد خاں
ملک افغانستان سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ان کے پیر نے بغرض تعلیم و تلقین
خلیفے شیر خاں غازی اور حاجی ٹمڈی ان کے ساتھ کر دیئے۔ جب موکل خاں پنجاب کو آئے
دو ساتھ تھے۔ آپ ضلع ہوشیار پور میں جہانخیل کی زمین پر آباد ہوئے۔ ہر دو خلیفوں کی
اس وقت ہائی سکول خالقیہ کی جدید جامع مسجد کے عقب میں جانب غرب موجود ہیں۔ شیر محمد
ریاست منڈی میں ملازم ہوئے۔

والد محترم کی پیدائش و دیگر حالات:

جب ان کی عمر ساڑھے بتیس سال کی ہوئی۔ تو ۱۳۰۴ھ میں دیدار بخش پیدا ہوئے
دیدار بخش بعارضہ چیچک بیمار ہو گئے اور چند روز میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب بچہ کو کفن
لے چلے۔ تو والدہ نے کہا کہ مجھے دکھلا دو۔ جب نعش اس کے ہاتھ میں دی گئی تو وہ دوسری
سے نکل کر ایک مسیحا دم درویش باکمال نادر علی شاہ نام کی خدمت میں پہنچی۔ شاہ صاحب
معمول آنکھیں بند کیے مراقب بیٹھے تھے۔ اُن کی گود میں لٹا کر چلی آئی۔ شاہ صاحب نے
بلا کر پوچھا کہ میرے زانو پر نمدار چیز کون رکھ گیا ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ بیوہ شیر محمد خان

کی نعش رکھ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو پانی میں ڈال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کہ
میں جس قدر رے پانی تھا لٹا دیا گیا اور آپ سر بسجدہ بارگاہ رب العزت میں خلوص دل
کر دعا کرنے لگے۔ دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا۔ پہلے بچہ کا انگوٹھا ہلا۔ پھر تمام
جان پڑ گئی۔ شاہ صاحب نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو بچہ کو زندہ پایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا
ئے۔ والدہ کو خبر ہوئی تو خوشی میں دوڑی آئی۔ اور بچہ کو گود میں لے کر شاہ صاحب کے
لٹا دیا۔ اور عرض کیا یہ آپ ہی کا ہے۔ آپ ہی کے قدموں میں رہے گا۔ یہ کہہ کر واپس
گئی۔ اس طرح دیدار بخش نے شاہ صاحب کے ہاں پرورش پائی۔ اور علم ظاہری سے
ہو کر ان ہی سے بیعت ہوئے۔ چوبیس سال کی عمر میں شاہ صاحب نے ان کو خرقہ خلافت و
سے مشرف فرمایا۔ جب شاہ صاحب کی عمر ایک سو پچیس سال کی ہوئی۔ تو آپ نے
فانی سے انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک کوٹ عبدالخالق کے متصل واقع ہے۔ دیدار بخش
ملازم ہوئے اور چھ ماہ کے بعد وہاں سے کشمیر چلے گئے۔ اور مہاراجہ کشمیر کے ہاں ملازم
دوران ملازمت میں بھی آپ سے لوگوں کو بہت فیض پہنچا۔ جب آپ کی عمر ۳۳ برس کی
تو ایک مجذوب احمد شاہ نام نے آپ سے فرمایا کہ خان صاحب! تم اپنے وطن میں جا کر
کرو۔ تمہاری پشت سے ایک قطب پیدا ہونے والا ہے۔ آپ انکار کرتے رہے۔ مگر
اصرار کرتا رہا۔ یہانتک کہ ایک سال کے بعد راجہ کشمیر سے رخصت لے کر وطن کی طرف
ہوئے۔ اثنائے راہ میں موضع دینانگر میں ایک صاحب خدمت درویش نے فرمایا کہ ضلع
ہوشیار پور میں موضع میانی سے پرے بستی جلال خاں ہے۔ وہاں تمہاری شادی ہوگی۔ منکوحہ کا نام
خاتون ہوگا۔ اور اُس کے بطن سے ایک قطب پیدا ہوگا۔ آپ وہاں سے بستی جلال خاں میں
یہاں کے باشندوں کی رشتہ داری قدیم سے جہانخیلاں میں تھی۔ یہاں آپ کی یہاں آپ
نسبت گامن خان کی دختر نیک اختر زہرہ خاتون سے قرار پائی۔ آپ یہاں سے اپنے وطن
جہانخیلاں میں پہنچے جو بستی مذکور سے پندرہ کوس ہے۔ اور وہاں سے تاریخ مقررہ پر بستی جلال خاں
میں آ کر رسوم نکاح ادا کی گئیں۔

ولادت باسعادت:

کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں حضرت خواجہ قادر بخش بروز دوشنبہ ۱۷ شوال ۱۲۳۷ھ ۱۸۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ اتفاقات حسنہ سے ہے کہ الفاظ خواجہ قادر بخش سے ہی تاریخ مطابق سنہ عیسوی نکل آتی ہے۔

تحصیل علم ظاہر و باطن:

حضرت خواجہ قادر بخش نے پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور ... سال کی عمر میں ختم کیا۔ ان ہی ایام میں آپ کے والد ماجد نے کشمیر میں وفات پائی۔ اُن کا ... کشمیر ہی میں پنجابی پیر کے نام سے مشہور ہے۔ بارہ سال کی عمر تک آپ کتب اردو و فارسی دینیات میں مشغول رہے۔ پھر کھیتی کرنے لگے۔ چودہ سال کی عمر میں کھیتی کا کام چھوڑ کر ... لدھیانہ میں آ کر مقیم ہوئے۔

فوج کی ملازمت:

چونکہ عمر چھوٹی تھی۔ یہاں انگریزی فوج میں ترم بجانے پر مامور ہوئے۔ ... ملازمت میں شاہ کابل اور سلطنت برطانیہ میں جنگ شروع ہوئی۔ اور انگریزی افواج نے کابل پر چڑھائی کی۔ وہ رسالہ بھی جس میں آپ ملازم تھے مہم پر گیا۔ لڑائی ختم ہونے پر آپ پانچ سال کابل ہی میں رہے۔

بیعت و خلافت:

اس اثناء میں آپ نے شاہ عنایت اللہ سے خاندان قادریہ میں بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ پھر آپ نے اپنے اصلی وطن کلال گو میں ایک سال قیام فرمایا۔ بعد ازاں پشاور ہو کر ہوئے لاہور پہنچے۔ یہاں نواب شیخ امام الدین سے آپ کا تعارف تھا۔ ان ہی کے ہاں ٹھہرے۔ نواب صاحب نے کہا کہ مجھے آپ کی مُرلی سننے کا نہایت شوق ہے۔ میں نے اکثر تعریف سنی ہے۔ نواب صاحب کے اصرار پر آپ کو عمل کرنا پڑا۔ نواب صاحب نے خوش ہو کر اپنے ہاں ... مرلی بجانے پر ملازم رکھ لیا۔ لاہور سے آپ سنگھڑ شریف میں حضرت شاہ سلیمان تونسوی کی

... میں حاضر ہوئے۔ اور اُن سے سلسلہ چشتیہ کی نسبت مع خلافت لے کر کشمیر پہنچے۔ وہاں ... سید احمد صاحب سے خاندان سہروردیہ میں بیعت ہوئے۔ اور اجازت ارشاد پا کر ... تشریف لائے۔ یہاں حاجی حافظ محمود قدس سرہٗ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ ... کا ذکر حافظ انور علی رہتکی نے مقامات المحمود میں یوں لکھا ہے:۔

ایک روز حضرت شاہ قادر بخش صاحب جہانخیلاں والوں کے مرید ہونے کا تذکرہ آیا۔ (حضرت حاجی صاحب نے) فرمایا کہ وہ پٹھان تھا۔ جب شاہ شجاع (مئی ۱۸۴۲ء میں) کابل ... آیا تو وہ سکھوں کی آئین کی فوج میں یہاں نوکر تھا۔ اُس نے ایک شخص محمد بخش سے یہاں ... کوئی ایسا مرشد بتاؤ جس کا میں مرید ہو جاؤں۔ اُس نے قادر بخش سے کہا کہ یہاں حاجی ... مولوی صاحب کے مرید ہیں۔ وہ تجھے خدا کا نام بتائیں گے۔ یہ سُن کر قادر بخش ہمارے ... آیا۔ اور بہت رویا۔ ہم نے کہا روتا کیوں ہے۔ کہا میں نوکر ہوں۔ میں کیونکر حاضر ہو سکوں ... ہم نے کہا تو اللہ کا نام سیکھ تو سہی۔ جب فرصت ہو آ جائیو۔ پھر اُس کو ہم نے اللہ کا نام بتایا۔ ... نام اُس کو چمٹ گیا۔ اُس کے قلب میں اس کا اثر ظاہر ہوا۔ تو ہم اُس کو اپنے پیشوا مولوی محمد ... صاحب کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا آپ اس کو اپنا مرید کر لیں۔ انہوں نے اس کا حال پوچھا ہم نے اس کا حال عرض کیا۔ فرمایا اس کے دل پر تمہاری توجہ کا اثر ہوا ہے۔ تم ہی اس کو مرید کر لو۔ اور ہمارے سامنے مرید کرو۔ ہم دیکھیں کس طرح مرید کرتے ہو۔ پھر ہم نے اُن کے روبرو قادر بخش کو مرید کیا۔ قادر بخش ہمارے پاس آتا رہا۔ تھوڑے دنوں میں بڑا بزرگ ... گیا۔ اور نور ہی نور ہو گیا۔ نوکری چھوٹ گئی۔ قادر بخش بین بجایا کرتا تھا۔ ایک دن ہم نے اس کو کہا کہ ہمیں بھی تو اپنی بین سناؤ۔ جو تم بجاتے ہو۔ کہا حضرت! وہ بین بجانا سب بھول گیا۔ اب اور ہی بین بج رہی ہے۔ پھر قادر بخش کی ماں نے ہم سے شکایت کی کہ تو نے میرے بیٹے پٹھان کو فقیر بنا دیا۔ ہم نے کہا وہ اب بزرگ آدمی ہو گیا ہے اور نور ہو گیا ہے۔ پھر وہ بھی ہماری مرید ہو گئی۔ اور بزرگ عورت ہوئی۔ پھر ہم نے قادر بخش کو بیعت کرنے کی اجازت دی۔ بڑا فیض اُس ... جاری ہوا۔ ہزارہا آدمیوں نے اُس سے فیض پایا۔"

سیرت خالقیہ[1] میں لکھا ہے کہ حضرت حاجی محمود قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کے بعد

---

[1] اس کتاب کی بعض روایات تنقید طلب ہیں۔

آپ جمعدار محکمہ پولیس ہو گئے تھے۔ ایام ملازمت میں آپ حضرت کی خدمت میں حاضر
رہے۔ اور ان سے اجازت ارشاد حاصل کی۔ پھر آپ راہوں تبدیل ہو گئے۔ وہیں آپ
انسپکٹر ہو گئے۔ بعد ازاں انسپکٹر بھی ہو گئے۔ مگر حاجی صاحب نے آپ کو لکھا کہ اب نوکری
اور خلق خدا کو تلقین وہدایت کرو۔ لہٰذا آپ نوکری چھوڑ کر اپنے وطن جہانخیلاں میں آ گئے۔

تلقین ومجاہدہ

دوران ملازمت میں آپ اشاعت طریقہ نقشبندیہ میں مشغول ہو گئے تھے۔
راہوں میں سب سے پہلے خلیفہ امام بخش آپ سے بیعت ہوئے۔ امام بخش کے بعد ان کا
کنبہ اور دیگر بہت سے لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ مگر جب آپ نے اپنے پیر دستگیر کے
سے نوکری چھوڑ دی تو حسب الارشاد آپ ہمہ تن تلقین ومجاہدہ میں اوقات گرامی بسر کرنے لگے
با قاعدہ اشاعت کا کام پہلے آپ نے اپنے گاؤں سے شروع کیا۔ مگر باشندگان جہانخیل آپ
ہم قوم افغان تھے۔ آپ مسجد ہی میں ذکر واذکار میں مشغول رہا کرتے تھے۔ وہ آپ کا
اڑاتے اور کہتے کہ یہ ہمارا پیر بننا چاہتا ہے۔ جب وہ بہت تنگ کرنے لگے تو آپ نے کنارہ
ہو کر اُس جگہ قیام فرمایا جو اب کوٹ عبدالخالق کے نام سے موسوم ہے۔ وہاں آپ نے
لئے ایک چھپر اور نماز کے لئے ایک چبوترہ بنالیا۔ یہاں سے اِس آفتاب ہدایت کی کرنیں
لگیں۔ اُس وقت ہوشیار پور کی چھاؤنی قائم تھی۔ چھاؤنی کے لوگ اور دیہات کے نواح
بہت سے آدمی آپ کے مُرید ہو گئے۔ آپ کا فیض یہاں سے دور دور پہنچا۔ آپ عرسوں
تشریف لے جایا کرتے۔ اور دورہ پر بھی چلے جایا کرتے۔ اس طرح آپ کے ارشاد کا دائرہ
وسیع ہو گیا۔

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ حجرے کے اندر عبادت کرتے۔ نماز صبح سے فارغ ہو کر
بجے تک اوراد و وظائف سلسلہ میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد کھانا تناول فرما کر قدرے قیلولہ
فرماتے۔ پھر نماز ظہر پڑھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ غرضیکہ آپ کا اکثر وقت عبادت میں
گزرتا۔

الٰہی کیفیت:

تذکرہ توکلیہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کو دواڑھائی گھنٹہ کی حبس دم کی مشق
صبح کو مکھن بادام نوش جان فرما کر حبس دم کرتے اور دو پہر تک تین سانس لیتے۔ اور اُس میں
و اثبات کیا کرتے۔ توجہ آپ کی کمال گرم اور تیز تھی۔ اور استغراق ایسا تھا کہ پاؤں میں
مراقبہ کنکر گھس جاتے۔ اور آپ کو خبر نہ ہوتی۔ بعدہٗ موچنے سے نکالے جاتے۔ ایک دفعہ
شاہ عبدالغنی محدث مجددی دہلوی سرہند تشریف لائے۔ خواجہ صاحب کو مراقب دیکھ کر فرمایا
اقبہ اسی کا نام ہے جیسا کہ میاں قادر بخش کرتے ہیں۔

حضرت قبلہ مرشدنا سائیں توکل شاہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن اِس فقیر نے
کھا کہ ایک نور برنگ سبز (نور ولایت محمدی) حضرت خواجہ صاحب سے آسمان کو چڑھا۔ اور
میں نے سنا کہ آپ کے ہر بُن مو سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔

حالت کی تبدیلی:

مولوی پیر محمد صاحب بنگے والے کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ صاحب موضع تلونڈی میں
یف لے گئے۔ معلوم ہونے پر میں بھی ضروریات سے فارغ ہو کر تلونڈی پہنچا۔ حضرت
صاحب کے پاس ایک درویش بھی تھا۔ میں نے اُس سے حضرت کا پتہ پوچھا۔ اُس نے کہا اس
مکان میں ہیں۔ کواڑ بند تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر کواڑ جو کھولے۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ چراغ روشن
اور خواجہ صاحب کے ہاتھ پاؤں اور سر علیحدہ علیحدہ ہیں۔ میں نے سمجھا کہ حضرت صاحب کو کسی
قتل کر دیا ہے۔ اور مجھے غش آ گیا۔ ہوش آنے پر دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب بیٹھے ہوئے
۔ میں نے ادب سے سلام کیا اور ماجرا عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ پیر محمد تیرا یہ خیال ہے۔
ے اصرار پر آپ نے فرمایا کہ او نادان! فقیروں کو کبھی ایسی حالت بھی ہو جایا کرتی ہے ان باتوں
پر زیادہ اصرار نہیں چاہئے۔

پسینہ کی خوشبو:

کثرات اذکار بالخصوص درود شریف کی وجہ سے آپ کے بدن مبارک اور پسینہ سے

خوشبو آیا کرتی تھی۔ چنانچہ خلیفہ بیگے شاہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نے مجھ
میری کمر مل دو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ میں کمر ملتا تھا۔ پسینہ مبارک سے گلابوں کی سی خوشبو
میں آتی تھی۔ میں نے جسم مبارک کو جو سونگھا تو اُس سے بھی عطر کی سی خوشبو آئی۔ اور اندر
ذات کی آواز نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ جیسا کہ ہنڈیا میں جوش کی آواز ہوتی ہے۔ یہ حضور کے
انفاس کی کیفیت تھی۔ جب میں اس کیفیت میں محو ہونے لگا تو حضرت نے فوراً اپنا کرتہ
اور مجھے علیحدہ کر دیا۔

مکاشفات

(۱) خلیفہ امیر خان نقل کرتے ہیں کہ ایک روز رات کے ایک بجے خواجہ صاحب نے
آواز دی۔ اور ساتھ ہی سلیمان خان کو پکارا کہ جلدی آؤ۔ آج میرے حلقہ سلیم پور میں قتل
ہے۔ اور قاتل فلاں فلاں شخص ہیں۔ مقتول دریا کے کنارے فلاں جگہ جھاڑیوں میں پڑا
لاش اُٹھالاؤ اور ملزمان کو گرفتار کرلاؤ۔ چنانچہ سپاہی اُسی وقت گئے مقتول کو اُسی جگہ دریا
کنارے پایا اور قاتلین بھی وہی تھے جن کا نام بتایا گیا تھا۔ صبح کو خواجہ صاحب موقع پر گئے
تحقیقات ضابطہ کے بعد ملزموں کے بیانات لئے۔ انہوں نے اعتراف کیا۔ عدالت نے ان
سزائے موت دی۔

چوری کا بتا دیا:

امیر خان صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز راہوں میں ایک ساہوکار کے ہاں چوری
ہوگئی۔ آپ اُس وقت مراقب تھے۔ یہ خبر پہنچتے ہی آپ فوراً ہوشیار ہوگئے اور غلام محمد جمعدار کو آواز
دی۔ اور اُس کے ساتھ چار سپاہی کر دیئے اور حکم دیا کہ اسی وقت دریا پور جاؤ۔ وہاں مسمیان
ورحمت ونتھا تین چور ہیں۔ جنہوں نے یہ چوری کی ہے۔ اُن کو گرفتار کرلاؤ۔ چنانچہ سپاہی گئے
اُن ملزمان کو مال سمیت لے آئے۔ ملزموں نے آپ کے سامنے اقرار کیا۔ آپ نے ساہوکار کو
مال دلوا کر معاملہ رفع دفع کر دیا۔ اور اُن سے توبہ کرائی وہ تائب ہو کر آپ سے بیعت ہوئے۔

اصلی قاتل گرفتار کرا دیئے:

امیر خان ناقل ہیں کہ موضع گروپڑ سے رپورٹ آئی کہ موضع مذکور میں قتل ہوگیا ہے۔
حضرت خواجہ نے گوبندرام جمعدار کو مع دو سپاہیوں کے تحقیقات کے لئے بھیج دیا۔ چوتھے روز آپ
نے فرمایا۔ امیر خان! چلو۔ تحقیقات درست نہیں کی گئی۔ بیگناہ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ موقع پر پہنچ
کر آپ نے گاؤں کے تمام لوگوں کو جمع کیا۔ بیگناہوں کو رہا کر دیا گیا۔ اور اصلی قاتلوں کو گرفتار
کر کے حوالات میں داخل کر دیا گیا۔ آخر ملزمان نے اقرار کیا کہ ہم ہی قاتل ہیں۔

شمس عرفان:

حضرت خواجہ صاحب راہوں میں ملازمت تھانیداری میں ایک روز گشت کر رہے
تھے۔ دو سپاہی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک ٹیلہ کی طرف سے آواز آئی کہ شمس عرفاں! فاتحہ سے
جاؤ کر۔ حضرت یہ سُن کر مراقب ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کسی ولی کی قبر یہاں ہے۔ مگر ظاہر نہیں۔
آپ نے اُس آواز کے جواب میں فرمایا کہ حضور کو کیسے معلوم ہوا کہ میرا لقب شمس العرفاں ہے۔
آواز آئی کہ میں حضرت مجدد الف ثانی کا خلیفہ ہوں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہمارے
سلسلہ میں ایک شخص شمس العرفاں ہوگا اور تیری قبر پر فاتحہ پڑھے گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ
یہاں قبر ہے۔ چنانچہ صبح کو آپ نے وہ جگہ کھودی تین گز نیچے ایک پختہ قبر برآمد ہوئی۔ سیرت
میں ہے کہ وہ قبر اب تک راہوں میں موجود ہے۔

دلی خیال سے آگاہی:

مولوی پیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور مہمان بھی حاضر خدمت تھے۔ میں نے دیکھا کہ سب کے سامنے عمدہ عمدہ آم رکھے ہوئے
ہیں۔ میرے دل میں آیا کہ دس پانچ ان میں سے نکال لوں۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال گذرا کہ حضرت
صاحب کی اجازت کے بغیر لینا درست نہیں۔ بجرد اِس خطرہ کے حضرت نے فرمایا کہ پیر محمد! دس
پانچ آم ضرور کھاؤ۔ میں حیران رہ گیا کہ حضرت کو کیسے معلوم ہوا۔

سانپ کا حملہ آور ہونا:

مولوی پیر محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مولوی سید عبداللہ فرمانے لگے کہ میرا معمول تھا کہ میں حضرت کی خدمت سے مغرب کے وقت رخصت ہوا کرتا تھا۔ ایک روز خلاف معمول نماز تہجد کے بعد رخصت ہوا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب شہر سے نکلو تو پل راستہ سے نہ جانا۔ راستہ چھوڑ کر نیچے کی طرف سے جانا۔ میں بھول کر اپنے راستہ کی طرف گیا۔ ناگاہ ایک سانپ نے پھونک ماری۔ میرے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ وہ میرے پیچھے ہولیا۔ بھاگا تو وہ بھی میرے پیچھے بھاگا۔ اور لاٹھی سے نہ ڈرا۔ آخر میں نے دہائی دی کہ دوڑو سانپ کھا گیا! سانپ نے کھالیا۔ اِسی اثنا میں ایک شخص بندوق لے کر نمودار ہوا اور کہا کہ بس کھڑا رہ اور اُس پر فائر کیا جس سے سانپ مرگیا۔ وزن کیا گیا تو ایک من پانچ سیر کا نکلا۔

تصرفات وکرامات

جذامی تندرست ہوگئے:

سندھے خاں نمبردار بجواڑہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ حجرے سے باہر بیٹھے ہوئے تھے کہ پانچ جذامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے خدا اور رسول اور حضرت مجدد بابا شریف کا واسطہ دے کر عرض کیا۔ کہ ہمارے واسطے دعا فرمایئے کہ یہ بیماری دور ہو جائے۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے حضرت مجدد بابا کا واسطہ کیوں دیا۔ وہ بولے کہ حضور! ہم بھی نقشبندی ہیں۔ آپ حجرے میں دو گھنٹے مراقب رہے۔ پھر نکل کر فرمایا کہ تم سب منہ کھولو۔ ہر ایک نے اپنا اپنا منہ کھولا۔ آپ بسم اللہ کہہ کر ہر ایک کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے گئے۔ تھوڑی دیر میں سب کے سب اچھے ہوگئے۔ اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

معذور کو صحت مل گئی:

خلیفہ بیگے شاہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایامِ ملازمت تھانیداری میں حضور وردی پہنے ہوئے نور پور سے تشریف لا رہے تھے۔ کہ ایک پہاڑ کی غار سے آواز آئی کہ کوئی ہے جو مجھے راستہ بتادے۔ آپ یہ سُن کر ٹھہر گئے اور فرمایا کہ سیدھے چلے آؤ۔ یہ راستہ ہے۔ اُس نے کہا میں کل

ہوا ہوں۔ نظر کم آتا ہے۔ پاؤں کانٹوں سے زخمی ہیں۔ آپ خود اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ آنکھوں سے معذور ہے۔ آپ نے فرمایا میں تیری آنکھوں میں دوا ڈالتا ہوں۔ تو تین گھنٹے یہیں بیٹھا رہے۔ اس نے منظور کیا۔ آپ نے اپنی زبانِ مبارک اُس کی آنکھوں میں پھیر دی۔ اور وہاں سے چل دیئے۔ موضع سانولی تحصیل شکر میں پہنچ کر آپ وضو کر کے نفل پڑھنے لگے۔ ناگاہ دیکھتے ہیں کہ وہی شخص آپ کے نقشِ پا پر دوڑا آرہا ہے۔ پاس آکر اس نے آپ سے پوچھا یہاں کوئی فقیر آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو فقیر یہاں نہیں دیکھا۔ تمہارا مطلب کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ کوئی سنیاسی فقیر یا کیمیا گر تھا۔ اُس نے میری آنکھوں میں دوا ڈال دی۔ میں بالکل تندرست ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کیمیا گر نہیں وہ مسجد سے جو نکلا تو خلیفہ بیگے شاہ سے بھی اُس نے اپنا ماجرا کہہ کر سنایا۔ خلیفہ صاحب نے کہا ارے نادان! یہ کیمیا گر نہیں۔ یہی درویش ہیں۔ جنہوں نے تیری آنکھوں میں اپنی زبان پھیری تھی۔ اُس کی برکت سے تجھے شفا حاصل ہوگئی۔ وہ ہندو را جپوت تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت خواجہ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور داخلِ سلسلہ ہوگیا۔

گھوڑے نے سرکشی نہ کی:

حکیم بخش ساکن موضع بنگہ ضلع جالندھر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز تھانہ راہوں کے قریب حضرت خواجہ نے دیکھا کہ ایک گھوڑا اپنے سوار کو گرا کر سرپٹ چلا آرہا ہے۔ اور دوسری طرف سے شور وغل برپا ہے۔ کہ دیکھنا! گھوڑا سرکش ہے۔ آدمیوں کو مارتا ہے۔ یہ شور سُن کر حضرت گھوڑے کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اور کلمہ شہادت پڑھ کر انگلی کے اشارے سے فرمایا۔ اے گھوڑے! ٹھہر جا۔ آپ کے اشارے پر گھوڑا فوراً ٹھہر گیا۔ آپ نے اُس کو پیار کیا۔ اور فرمایا کہ اس قدر شوخی نہ کیا کرو۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اُس گھوڑے نے کبھی سرکشی نہ کی۔

ادنیٰ غلام کی کیفیت:

مولوی خلیل الرحمن صاحب توکلی صاحب نفائس القصص میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ مع بھیکے خاں پشاور میں تھے۔ ایک روز آپ ایک مسجد میں جو گئے تو دیکھا کہ دونوں

تعلیم یافتہ مولوی باہم بحث کر رہے ہیں۔ ایک کہتا تھا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ
جسم مبارک میں سے پٹکا نکال دیا تھا۔ دوسرا کہتا تھا کہ یہ بعید از قیاس ہے۔ حضرت خواجہ
کو ہر چند سمجھایا مگر وہ بد عقیدہ نہ مانا۔ آخر آپ نے اُس سے فرمایا کہ دیکھ! میں حضور انور
ادنیٰ غلام ہوں۔ لا پٹکا میں نکال دیتا ہوں۔ اُس نے پٹکا دیا اور آپ نے کمر میں سے یوں
جیسا کہ مسکہ میں سے دھاگا نکال دیتے ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر آپ کا معتقد ہو گیا اور داخل سلسلہ

چیتے سے بچالیا:

مولوی پیر محمد صاحب جو موضع بنگہ میں مدرسہ میں پڑھاتے تھے فرماتے ہیں کہ
سے چوبیس میل کے فاصلہ پر میرا گاؤں تھا۔ میرا معمول تھا کہ بعد نماز مغرب میں کوٹ میں
کرتا تھا۔ اور بعد نماز فجر وقت معین پر مدرسہ میں حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ ایک روز مکان کو آر
موضع سے تھوڑی دور ندی کے کنارے ایک چیتا میری طرف آتا ہوا نظر پڑا۔ دہشت کے
میں حواس باختہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ اُس چیتے کے
پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں۔ پیر محمد جلدی نکل جا میں اسے پکڑے ہوئے ہوں۔ چنانچہ میں
وہاں سے صحیح سلامت نکل گیا۔ دوسرے روز وقت معین پر جو میں حاضر خدمت ہوا تو میں
ماجرا کہہ سُنایا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا خیال ہے میں نے عرض کی کہ میں نے بحالت بیداری
خُود آپ کو وہاں دیکھا ہے۔ میرے اصرار پر آپ فرمانے لگے کہ اللہ کے بندوں کے نزدیک
مشکل بات نہیں۔ درند و چرند و پرند ان کے تابع ہوتے ہیں۔ مشکل کے وقت مرید کی مدد کرنا
کام ہے۔ پھر فرمایا۔

بوٹے بوٹے ناگ بلے بسیر ڈنگ چلاوے   باجھوں مرشد واصل باللہ اپنے کون بچاوے

بغیر موسم کے آم:

مولوی پیر محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز سید عبداللہ نام حضرت خواجہ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ آموں کا موسم ہو چکا تھا۔ اُس نے عرض کیا۔ حضور آپ نے آم تو مجھ سے پہلے
لوگوں کو کھلا دیئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ختم تو نہیں کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیئے۔

اصرار کیا۔ کہ حضرت! آپ کے پاس آم بھی نہ ملے۔ آپ نے اُس وقت ایک
طرف اشارہ فرمایا کہ آم دے۔ اور سید صاحب سے فرمایا کہ جا چوس لے۔ اُس نے
طرف دیکھا تو یک دم بیس سیر آم گر پڑے۔ سید صاحب نے سیر ہو کر کھائے اور جان
آپ کا معتقد بن گیا۔

میاں ہیرا ساکن غوث گڑھ ضلع لدھیانہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز دریا طغیانی پر تھا۔
کے لئے سرنائی پر تیر رہا تھا۔ اتفاقاً سرنائی نیچے سے نکل گئی اور میں ڈوبنے لگا۔ اُسی
ہاتھ پانی میں سے نمودار ہوا۔ اور مجھے پکڑ لیا۔ میں نے سرنائی سیدھی کر لی۔ اور اُس پر
گیا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو میں نے یہ قصہ عرض کیا۔ فرمایا کہ وہ اسی فقیر کا ہاتھ
آپ نے وقت و موقع بھی بتا دیا۔

خلیفہ الٰہی بخش ساکن رائے کوٹ ضلع لدھیانہ بیان کرتے ہیں کہ دوران ملازمت میں
روز دورہ پر تھا۔ میں نے ایک مستغیث سے دس روپے لے کر اُس کا کام کر دیا۔ جب
اپنے کیسہ میں ڈالے تو اُسی دم غیب سے ایک تھپڑ میرے منہ پر لگا۔ اور آواز آئی۔ او
رشوت کھاتا ہے۔ میں نے روپے واپس کر دیئے جب حاضر خدمت ہوا تو میں نے مصافحہ
ہاتھ بڑھایا۔ حضرت خواجہ نے منہ پھیر لیا۔ میں قدموں پر گر پڑا۔ اور رو کر معافی مانگی۔
فرمایا تو نے بیعت کے وقت نواہی شرعیہ سے توبہ کی تھی۔ دس روپے کے لالچ سے تو نے
ڈالی۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! مجھے سزا مل گئی ہے۔ وہ روپے میں نے واپس کر دیئے
آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے خبر دی۔ میں نے تمہیں روک دیا۔ میں نہایت شرمندہ ہوا۔
بیعت کی۔

سال کی زبان بندی:

خلیفہ عالم شاہ فرماتے ہیں کہ ایک روز مولوی عبداللہ تلمیذ مولوی نور محمد نیاز کی طرف سے

مشرقی سمت میں سیر کرتے ہوئے حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ آپ اُس وقت حلقہ
فرما رہے تھے۔ اور آپ پر اور حاضرین پر حالتِ سُکر طاری تھی۔ مولوی صاحب نے آ کر
حضرت نے بوجہ سُکر جواب نہ دیا۔ مولوی صاحب اپنے اُستاد کی طرح چلا کر یوں کہنے
لگا۔ کہ یہ کیا مراقبہ ہے۔ یہ سب فریب ہے۔ بدعت ہے۔ فقیری نہیں۔ اِس پر حضرت اور
اہلِ حلقہ کو ہوش آ گیا۔ حضرت نے جوش میں آ کر مولوی کو پکڑ کر بٹھالیا۔ اور ایک نگاہ اُس
پر ڈالی۔ وہ یک لخت چلا اُٹھا اور اُس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ آپ نے فرمایا کہ
سال نہ بولیو۔ مولوی صاحب اُسی وقت مجذوب ہو گئے اور بارہ سال اُن کی زبان بند
حالت میں انہوں نے سلوک طے کیا۔ چھاونی جالندھر میں قیام کیا۔ اور صاحب اجازت
ہوئے۔ موضع ٹہرو تحصیل چہیڑو کے پاس اُن کی قبر ہے۔ جس سے فیض ملتا ہے۔

کھانے میں برکت:

خلیفہ بیگے شاہ راہوں والے ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز علمی خاں ساکن گڑھ
جالندھر نے حضرت خواجہ کی دعوت کی اور اپنے خیال میں اندازہ لگا کر پندرہ آدمیوں کی خوراک
انتظام کیا۔ کھانے کے وقت حضرت کے ساتھ چالیس آدمی آئے۔ اور اتنے ہی گاؤں کے لوگ
شریک ہوئے۔ علمی صاحب حیران ہو گیا کہ کیا تدبیر کروں۔ حضرت نے اُس کے خطرہ سے آگاہ
ہو کر فرمایا علمی! فکر نہ کر۔ میرا یہ رومال اُس کھانے پر ڈال دے۔ تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا
اور احباب نے بھی کھایا اور قدرے بچ رہا۔

کچھ دکھائی نہ دیا:

کھڑ گولوہار ساکن جہانخیل کا بیان ہے کہ ایک روز میں دس بجے دن کے باغ میں آیا
جواب کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت خواجہ حجرے میں تھے۔ باہر کوئی آدمی نہ تھا۔ میں
باغ میں سے پانچ سات سیر مرچیں توڑلیں۔ اور سر پر رکھ کر گھر چلا۔ جب باغ کی حد سے باہر
پھر اندھا ہو گیا۔ واپس ہو کر میں نے مرچیں وہیں رکھ دیں اور گھر کو چلا۔ اتنے میں حضرت خواجہ
باہر نکل آئے اور فرمانے لگے۔ فقیروں کی چیز بلا اجازت نہیں لے جایا کرتے۔ میں یہ سن کر
شرمندہ ہوا۔ پھر حضرت خواجہ نے اپنے دست مبارک سے اور بہت سی مرچیں مجھے عنایت

...ایسی اس طرح کا واقعہ متعدد دفعہ ظہور میں آیا ہے۔

...سے نجات:

خلیفہ بیگے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میاں عبدالوحید خاں کو ایسا درد قولنج
...زندگی کی امید نہ رہی۔ میں نے حضرت خواجہ سے عرض کیا۔ آپ نے شکستہ دل ہو کر یوں دعا
...یا اللہ! آج کل مرچوں کی تلائی کے دن ہیں۔ آدمی کا ملنا مشکل ہے۔ اگر اُس کی موت کا
...گیا ہے تو بھی اُس کی عمر میں ایک سال کا اضافہ فرمادے۔ اور پانی پر دم کر کے بھیجا۔ کہ
...پلا دو۔ میں نے جب اسے وہ پانی پلایا تو فوراً آرام ہو گیا۔ اور ایک سال کے بعد اسی تاریخ
...اس کا انتقال ہو گیا۔ سچ ہے۔

...را ہست قدر ازالہ تیر جستہ باز آرندش زراہ

...ن کو قابو کرنا:

خلیفہ محمد بخش ساکن ہوشیار پور ناقل ہیں کہ ایک جن نے مجھے بہت ستایا۔ کبھی سوتے
...مجھ پر پانی ڈال دیتا۔ کبھی مجھے اور میری بیوی کو اُٹھا کر دریائے بیاس کی ریتی میں ڈال دیتا۔
...وہیں کھانا پہنچا دیتا۔ کئی روز ہم وہاں رہتے۔ میں نے تنگ آ کر حضرت خواجہ سے عرض کر دیا۔
آپ نے قرآن شریف کی آیت پڑھ کر انگوٹھے پر دم کیا اور زمین پر دبایا۔ اُسی وقت وہ جن بشکل
انسان حاضر ہوا۔ کہنے لگا مجھے بچالو۔ میں جلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو اس غریب کو کیوں ستاتا
ہے۔ اُس نے کہا کہ میری اس سے محبت ہے۔ اور میں اس کے ساتھ ہنسی کیا کرتا ہوں۔ آپ نے
فرمایا تیری یہ ہنسی اس کا مرنا ہے میں تجھے نہیں چھوڑنے کا۔ اس پر اس جن نے بڑے واسطے پیش
کئے اور کہا کہ آئندہ میں کبھی اس کے پاس نہ آؤں گا۔ آپ نے فرمایا تجھے اس کے پاس آنے کی
ممانعت نہیں۔ مگر اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ بعد ازاں وہ گاہے میرے پاس آتا رہا۔ اور
حضرت خواجہ کی نسبت کہتا تھا کہ یہ بڑے بزرگ ہیں۔ مجھے ان سے دہشت آتی ہے۔ میں پہلے
کبھی کسی عامل سے نہ ڈرا تھا۔ آخر کار وہ جن حضرت خواجہ سے بیعت ہو گیا۔ بعد ازاں اس کی
...ری اور کئی اور جن آپ سے بیعت ہوئے۔ اس جن کا نام زمان شاہ تھا۔ ہوشیار پور میں پہاڑی

کھیڑے کے پاس جو مسجد ہے وہ اس کے نیچے تہ خانہ میں رہا کرتا تھا۔

تبرکات کی برکت:

میاں ہیرا ساکن غوث گڑھ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ہمارے گاؤں میں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ تیس چالیس درویش تھے۔ کئی آدمیوں نے آپ کی دعوت کی۔ جب آپ واپس ہونے کے لئے تیار ہوئے تو رات کو میں تنگدستی کی وجہ سے بہت رویا۔ دل میں کہتا تھا کہ آج اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں بھی حضرت کی دعوت کرتا۔ صبح کو حضرت نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تیرے گھر میں کچھ ہے بھی۔ عرض کیا حضور پانچ سیر آٹا اُدھار لایا تھا۔ جس میں سے آدھا کھالیا۔ اور اڑھائی سیر باقی ہے۔ آپ نے فرمایا جا اسی کو پکا لے میں نے عرض کیا حضرت تیس چالیس آدمی ہیں۔ اڑھائی سیر سے کیا ہوگا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا میں نے وہی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا مطلب۔ تو اسی کو پکا لے۔ حسب الارشاد میں نے اڑھائی سیر آٹے کی پتلی پتلی روٹیاں پکوائیں۔ اور ماش کی دال تیار کروائی۔ جب حضرت مع خدام غریب خانہ پر تشریف لائے تو آپ نے وضو کیا اور فرمایا کہ تم بھی وضو کرلو۔ آپ نے اپنی چادر مبارک دال روٹیوں پر ڈال دی۔ میں نے اس میں سے حضرت کے تمام درویشوں کو کھلایا بعد ازاں اپنے متعلقین اور دیگر پیر بھائیوں کو کھلایا۔ فارغ ہو کر کپڑا جو اٹھایا تو اسی قدر روٹیاں موجود تھیں جتنی پکائی تھیں۔ بعد ازاں حضرت نے مجھے اپنی چادر اور کرتہ اتار کر دیا۔ فرمایا اسے اپنے پاس رکھنا۔ جب تک یہ تیرے گھر میں ہوں گے تجھے معاش کی تنگی نہ ہوگی۔ اُس وقت میرے پاس صرف دو بیل گاڑی کے تھے۔ ان تبرکات کی برکت سے دو سال کے اندر تیس چالیس بیل اور پانچ چھ نوکر ہو گئے۔ پھر میں نے زمین بھی خریدی۔ لوگ مجھے ادب سے پکارنے لگے اور حکام وقت بھی عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ وہ تبرکات اب تک میرے گھر میں ہیں۔

گستاخ کا انجام:

ایک روز حضرت خواجہ کی مجلس میں یہ تذکرہ ہوا کہ بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ ان کے متوسلین بالواسطہ یا بلاواسطہ سب بہشتی ہوں گے۔ اُس وقت ایک بدعقیدہ مولوی بدرالدین بھی وہاں موجود تھا۔ وہ بولا۔ یہ بات غلط ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ

ہے۔ مولوی نے کہا آپ ایسی بات کیوں کہتے ہیں۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صرف عشرہ مبشرہ کو جنتی کہا ہے۔ دوسروں کا حال خدا جانے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اے آپ اولیاء کی نکتہ چینی نہ کر۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اس پر حضرت خواجہ کو جوش آگیا۔ فرمانے لگے کہ حضرت خواجہ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ تا قیامت جو میرے مرید ہوں گے جنتی ہوں گے۔ وہ اس پر بھی حجت ہی کرتا رہا۔ آپ نے طیش میں آکر تین بار فرمایا۔ اے کوڑھی! یہاں سے چنانچہ وہ اپنے مکان پر جو وہاں سے پانچ کوس پر تھا چلا گیا۔ مگر وہاں جاتے ہی بیمار ہو گیا جسم جذامی ہو گیا۔ وہ دوسرے روز صبح کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تضرع وزاری بعد آپ سے معافی مانگی۔ حضور نے پانی کی کلی اس کے ماتھے پر ماری اور فرمایا تو کیا تیری نسل یہ داغ پیشانی پر رہے گا۔ چنانچہ اب تک اس کی اولاد کی پیشانی پر داغ پایا جاتا ہے۔

ہونے کی بشارت:

ایک دن حضرت خواجہ نے درخت توت کی ٹہنی پکڑ کر اپنے خلیفہ بلاقی شاہ سے فرمایا کہ کردو کہ جو شخص آج مجھے دیکھ لے گا جنتی ہوگا۔ یہ الہام خدا تھا۔ بہت سے لوگ حضرت کی سے مشرف ہوئے۔ ان میں دو ہندو ماگھی وسوندھی نام بھی تھے۔ ہر دو قوم زرگر سے تھے۔ مسلمان ہو گیا۔ وسوندھی ہندو ہی رہا۔ مگر سنا ہے کہ جب وسوندھی کا انتقال ہوا اور اس کی لاش لگے تو لاش بالکل نہ جلی۔

سیرت خالقیہ میں حضرت خواجہ کی اور بہت سی کرامتیں مذکور ہیں۔ یہاں نظر بر اختصار پر اکتفا کیا گیا۔

وصال مُبارک:

مسجد کے صحن کے جنوبی گوشہ سے ملحق آپ کا حجرہ تھا۔ جس میں آپ عبادت کیا کرتے ایک روز عشا کے بعد بارش زور سے ہونے لگی۔ آپ مع خلیفہ رنگ علی شاہ و بلاقی شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ اُس حجرے میں مراقب تھے۔ اچانک اندھیری رات میں آپ نے نظر اُٹھا کر باہر جو تو بجلی کی روشنی میں چند نورانی صورتیں بشکل انسان دکھائی دیں۔ آپ نے خلیفہ بلاقی شاہ

سے فرمایا۔ کہ دیکھنا کون ہیں خلیفہ بلاقی شاہ نکل کر ان صورتوں کی جانب بڑھے کہ ناگاہ
چھت گر پڑی۔ اور حضرت خواجہ اور خلیفہ رنگ علی شاہ شہید ہو گئے! اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خلیفہ بلاقی شاہ اضطراب میں ادھر ادھر دوڑے۔ اور لوگوں کو جمع کر کے مٹی
کر کے ہر دو نعش نکلوائیں۔ اس واقعہ جانکاہ سے کہرام مچ گیا۔ اُس وقت حضرت خواجہ کی
ماجدہ اور ان کے ارادتمندوں کی حالت احاطہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت خواجہ کا مزار
موجودہ یتیم خانہ خالقیہ کے ہائی سکول کی پشت پر ایک چاردیواری ہی میں ہے۔ جس میں
قبریں بھی ہیں۔ تاریخ شہادت ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۸ء ہے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

ارشاداتِ عالیہ

(۱) فرمایا کرتے کہ خاندان کے سردار سب میرے سردار ہیں۔ کبھی یہ اشعار پڑھا کرتے

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی
تو حال پیکر جاں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں
تو خشکی قدر باراں را چہ دانی
ہنوز از کاف کفرت ہم خبر نیست
حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

(۲) حضرت مرشدنا قطب زماں خواجہ توکل شاہ انبالوی قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ میں
دیکھا کرتا تھا۔ کہ حضرت خواجہ کا چہرہ کبھی زرد کبھی سُرخ کبھی سبز کبھی سفید ہو جایا کرتا تھا۔ ایک
میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ مختلف رنگوں میں نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا
توکل شاہ! فقیروں کی ایک حالت نہیں ہوتی۔ نہ وہ ایک حالت پر رہتے ہیں۔ جس طرح انوارِ الٰہی
برستے ہیں۔ اُسی طرح سالک کی روحانی حالت بدلتی رہتی ہے۔ انوار الٰہیہ کے مختلف رنگوں
سالک کے لطائف کے انوار حالت جسمانی سے نمایاں ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا
یا حضرت! ہم پر بھی یہ وارد ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اگر تم اِس کیفیت سے عملی طور
آگاہ ہونا چاہتے ہو۔ تو میاں بلاقی شاہ اور عالم شاہ کو بلا لاؤ۔ میں دونوں کو بلا لایا۔ آپ
فرمایا۔ باہر جا کر آنکھیں بند کر کے دیکھو۔ آپ جوں جوں توجہ فرماتے تھے۔ اُسی طرح انوار

تھا۔ ہر لطیفہ اپنی نسبتی رنگ کی کیفیت دکھلاتا رہا۔ ہم نے انوار کا ورود لطائف پر ہوتا ہوا اور
رنگ بدلتے ہوئے دیکھا۔ اور بیرنگی اور بے کیفی کی سیر کی انوار مثل موسلا دھار بارش کے
تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ آنکھیں کھول کر بھی دیکھو۔ پس میں نے آنکھیں کھول کر جو
وہی کیفیت ظاہر میں بھی اُسی طرح نظر آئی۔ جس طرح باطن میں اُس کی کیفیت تھی۔
رنگ و بے کیف بھی ظاہر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ آنکھیں بند کر لو۔ ہم نے پھر آنکھیں
لیں۔ آپ نے توجہ دی۔ پھر ایک ایسا مقام نظر آیا۔ کہ جس کی سیر کا بیان احاطہ تحریر سے خارج

(۳) آپ نے مولوی پیر محمد صاحب سے فرمایا۔ بھائی! ایسا ہونا چاہیئے کہ اپنے محبوب و
مطلوب کے سوا کسی طرف بھی نہ دیکھے۔ تب طالب کمال کو پہنچتا ہے۔ اور انوار رحمانی اس پر وارد
ہوتے ہیں۔ محض عبادت پر منحصر نہیں۔

(۴) فرمایا یہ پیر کا حق ہے کہ جو معلق گناہ یا تکلیف مرید کو ہو۔ اس سے فوراً مرید کو آگاہ
کرے۔

(۵) پیر کی خدمت میں حاضر ہونے سے مقصود یہی ہونا چاہیئے کہ مرشد کے باطنی فیض سے
اپنے قلب کا تزکیہ و تصفیہ کرے۔ اگر ماسوا کے خیال سے قلب کو خالی کر کے پیر کی خدمت میں
بطرز خدمت ہو کر قلب کی طرف متوجہ ہو جائے تو ضرور کچھ نہ کچھ فیضان حاصل ہوتا ہے بقول
شیخ سعدی۔

باسوختگان بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

حضرت خواجہ شمس العرفاں اور آپ کے خلفاء کے مفصل حالات سیرت خالقیہ میں
مذکور ہیں جس کا قلمی نسخہ میری نظر سے گزرا تھا مگر اب چھپ گئی ہے۔

خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ قریباً تین سال کے تھے۔ کہ آپ کے والد بزرگوار
حضرت خواجہ شمس العرفاں قدس سرہ نے شہادت پائی۔ سکھوں کے چہلم پر حضرت حاجی محمد قدس سرہٗ

نے آپ کے سر مبارک پر دستار خلافت باندھ کر سجادہ نشین مقرر کیا۔اور حضرت شمس العرفان
مریدان کامل میں سے خلفاء نامدار امام بخش راہونی۔ بلاقی شاہ۔ عالم شاہ۔ بیگے شاہ اور
کی بھی دستار بندی کی اور فرمایا کہ یہ پانچوں وزیر اور عبدالخالق بادشاہ ہے۔اس گدی کو سنبھا

تحصیل علم:

جب آپ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو درویش آپ کو تحصیل علم کے لئے
نیک محمد کے پاس جہانخیلاں میں لے جاتے۔اور رخصت کے وقت لے آتے۔ کچھ عرصہ کے
آپ کو مولوی پیر محمد صاحب ساکن بنگہ کے سپرد کر دیا گیا۔مولوی صاحب بڑی محبت سے
آتے تھے۔مگر اُن کی والدہ کا سلوک اچھا نہ تھا۔اِس لئے مولوی صاحب نے آپ کو اپنے
بھائی محمد بخش سب انسپکٹر پولیس کے حوالہ کر دیا۔آپ ان کی زیر نگرانی بنگہ میں تعلیم پاتے رہے
پھر حضرت قطب زماں خواجہ توکل شاہ انبالوی قدس سرہٗ آپ کو انبالہ لے گئے۔اور وہاں
پڑھواتے رہے۔بعد ازاں آپ علم حدیث پڑھنے کے لئے سہارنپور میں مولانا احمد علی صاحب
محدث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اور پیر مہر علی شاہ صاحب
گولڑوی آپ کے ہم سبق تھے۔اِس کے بعد آپ نے دہلی میں مولوی کریم محمد صاحب اور مولوی
سعید احمد صاحب سے تکمیل دینیات کی۔

علوم باطنی کا حصول:

علم باطن کی تحصیل کے لئے آپ متعدد جگہ حاضر ہوئے۔ آخر کار حضرت شیخ
صاحب بخاری قادری سے خاندان قادریہ میں بیعت ہوئے۔حضرت شیخ نے آپ کو خلافت سے
مشرف فرمایا۔حضرت شیخ کا مزار مبارک رسولپور ضلع بارہ بنکی میں ہے۔اس کے بعد آپ
خاندان نقشبندیہ میں حضرت حاجی حافظ محمود صاحب جالندھری سے بیعت کی۔اور اجازت
پا کر اپنے وطن میں قیام کیا۔اور اشاعت طریقہ نقشبند میں سرگرم رہے۔

قوم راجپوت میں بیوگان کا نکاح ثانی جائز نہ سمجھا جاتا تھا۔جب آپ کی عمر ۲۷ سال
کی ہوئی تو آپ نے اس سنت کے احیاء میں نہایت کوشش کی۔ بہت سی تکالیف کا سامنا ہوا

پائے ثبات میں تزلزل نہ آیا اور آخر کار کامیاب ہوئے۔
چکے تھے۔اور بمصداق شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ۔

باشد از دردِ طفلاں خبر کہ در خردی از سر برفتم پدر

یتیم خانہ اور مدرسہ کی تعمیر:

یتیموں کے حالات سے خوب واقف تھے۔اس لئے آپ نے کوٹ عبدالخالق میں
میں ایک یتیم خانہ کی بنا رکھی۔اور یتامیٰ و مساکین کی تعلیم کے لئے جون ۱۹۰۵ء میں
تعلیم القرآن جاری کیا۔اور حافظ محمد یعقوب کو مدرس مقرر کیا۔ پہلے دن پانچ یتیم داخل
ہوئے۔بعد ازاں دو سال تک کوئی اور طالب علم داخل نہ ہوا۔مخالفین کہنے لگے کہ بچوں کو
پڑھا کر ان کی عمریں ضائع کرتا ہے۔اس لئے آپ نے ۱۹۰۷ء میں اسی مدرسہ کو پرائمری
تک قائم کر کے دینیات کو لازم قرار دیا۔اور مدرسہ کا انتظام اور روپیہ پیسہ کا حساب کتاب
انجمن خالقیہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔اور انجمن کو باضابطہ رجسٹر کرا دیا گیا۔یہ ابتدائی مدرسہ
سے مڈل اور مڈل سے انٹرینس تک ترقی کر گیا۔اور آخر پنجاب یونیورسٹی سے الحاق
اس سکول میں اول سے آخر تک رائج الوقت نصاب کے علاوہ تعلیم دینیات لازم قرار دی
گئی ہے۔

وصال مُبارک:

اخیر عمر میں آپ بواسیر وغیرہ امراض متعددہ میں مبتلا رہا کرتے تھے۔بتاریخ ۱۲ محرم
الحرام بروز جمعہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ جون ۱۹۳۱ء آپ نے شہر انبالہ میں ایک مکان کی چھت پر وضو
کر کے فجر کی سنتیں پڑھیں۔فرضوں کی جماعت ہونے لگی۔مولوی رحیم الدین میرٹھی پیش امام
حضرت صاحب۔خلیفہ عبدالرزاق۔سید دین علی شاہ اور مولوی سراج الدین بنگالی مقتدی
جب دوسری رکعت کے آخری سجدے میں گئے چھت یکایک گر پڑی۔حضرت صاحب
شہید ہو گئے۔اور باقی زخمی ہو گئے۔ادائے نماز جنازہ کے بعد نعش مبارک تابوت میں رکھ کر لاری
میں کوٹ عبدالخالق میں لائی گئی۔اور بتاریخ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ بروز یک شنبہ دوبارہ نماز جنازہ

پڑھی گئی۔ اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو دفن کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کی کرامات وملفوظات واورادو شبانہ روزی اور آپ کے خلفاء کے حالات کے لیے سیرت خالقیہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔



باب ۔۔

۳۵۔ حالات سیدنا و مرشدنا خواجہ توکل شاہ انبالوی قدس سرہ

(مشتمل بر دوازدہ باب)

ولادت اور نسب شریف:

آپ موضع پکھوکے میں جو ضلع گورداسپور میں موضع رتڑ چھتر اور ڈیرہ بابا نانک کے درمیان واقع ہے۔ قریباً ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ والدین کا سایۂ عاطفت نہایت خردسالی میں سر سے اٹھ گیا۔ آپ کا کوئی اور بہن بھائی نہ تھا۔ آپ کے نانا صاحب میاں اللہ دین شاہ مست سلسلہ نوشاہی طریق کے ایک صاحب نسبت درویش تھے اس دریتیم کی پرورش کی۔ ایک موقع پر خود آپ نے فرمایا:۔

''میرے نانا صاحب کے صرف دو بچے تھے۔ ایک والدہ صاحبہ دوسرے ماموں صاحب جو دو مرتبہ انبالہ میں میرے ملنے کو تشریف لائے۔ ماموں صاحب نے شادی نہیں کی۔ تمام عمر تجرد میں بسر کر دی۔[1]

نام مبارک:

آپ کے نام مبارک میں مختلف اقوال ہیں جن کے ایراد کی چنداں ضرورت نہیں۔ جناب مولوی حاجی سید ظہور الدین بن حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ سید سخاوت علی امبہٹوی رحمۃ اللہ علیہ[2] کا بیان ہے کہ حضرت قبلہ سائیں صاحب ایک روز ارشاد فرمانے لگے:۔

---

[1] تذکرہ توکلیہ مولفہ مولوی نور احمد صاحب مرحوم۔ صفحہ نمبر ۶۲۱۔

[2] سید صاحب موصوف گورنمنٹ مڈل سکول انبالہ میں مدرس تھے۔ نومبر ۱۸۸۷ء سے فروری ۱۸۹۴ء تک شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بلا فصل حاضر ہوتے رہے۔ اور فیض حاصل کرتے رہے۔ راقم الحروف کی التماس پر آپ نے حضرت شاہ صاحب کے مختصر حالات قلم بند فرمائے ہیں۔ جن کا قلمی نسخہ اس وقت زیر نظر ہے۔

''مولوی! ہمارا نام توکل شاہ نہ تھا۔ ہمیں خدا کی طرف سے یہ لقب عطا ہوا ہے۔''

معلوم ہوا ہے کہ آپ سید نہ تھے۔ چنانچہ جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ جو خطوط آپ کے نام آئے۔ ان میں آپ کا نام مبارک سید توکل شاہ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو منع کر دو۔ آیندہ مجھے سید نہ لکھیں۔ میں سید نہیں ہوں۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامیؔ　　کاندریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

دوسرا باب

پیر طریقت کی تلاش اور بیعت

آپ کی پرورش تصوف کے گہوارے میں ہوئی تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اس لئے بچپن ہی سے آپ کو بزرگوں کی صحبت کا شوق دامنگیر تھا۔ اسی خیال سے سنِ بلوغ سے پہلے ہی آپ نے وطن کو خیر باد کہا۔ اور پھرتے پھراتے ہریانہ کے علاقہ اور کہاں کہاں ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے۔ وہاں ایک بزرگ چشتی نظامی رہتے تھے۔ آپ اکثر ان کی صحبت میں حاضر ہوتے۔ وہ ایسے صاحب استغراق تھے کہ صبح سے اپنے حجرے کا دروازہ بند کر کے ظہر کے وقت تک مراقبے میں رہتے۔ اور سماع میں شریک نہ ہوتے تھے۔ حضرت میاں صاحب قبلہ اُس وقت سماع سنا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت خواجہ غریب نواز کے روضہ شریف میں قوالی ہو رہی تھی۔ حضرت صاحب نے لوگوں کی التجا پر اُس بزرگ سے بھی عرض کیا کہ تشریف لے چلیے۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹا! میرے جوشِ عشق کو کوئی برداشت نہ کر سکے گا۔ حضرت صاحب نے اصرار کیا اور ان کا دامن پکڑ کر مجلس میں لے گئے۔ اُن پر جو حالت وجد طاری ہوئی تو الا اللہ کا ایسا نعرہ مارا کہ اہل مجلس و قوال بے ہوش ہو گئے۔ جب حجرے میں واپس آئے تو فرمایا بیٹا! کیا میں نہ کہتا تھا کہ وہ میرے جوش کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ ایک روز اسی بزرگ نے حضرت میاں صاحب قبلہ کو بطریق چشتیہ نفی اثبات کی تلقین کی۔ اسی وقت کلمہ شریف قلب پر جاری ہو گیا۔ اور عجیب کیفیت وارد ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد اس بزرگ کو حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہ سے حکم ہوا کہ تم بصرہ کے قطب ہو گئے۔ وہاں چلے جاؤ۔

وہاں چلے گئے۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایام قیام اجمیر شریف میں ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کے مزار پر انوار پر اولیاء اللہ کی مجلس منعقد ہے۔ تمام اولیاء کرام حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور میرے واسطے کوئی جگہ خالی نہیں ... بالوں (بچوں) کی طرح کود کر عین صدر مجلس میں حضرت خواجہ کے پاس جا بیٹھا۔ بعض ... کو یہ گستاخی ناگوار گزری۔ مگر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ مست ہے اور بچہ ہے۔

ہر بیخودی کہ مست خدا مے کند رواست

... کا سفر:

قصہ کوتاہ آپ کو حضرت خواجہ کی بارگاہ سے اشارہ ہوا کہ تم خاندان نقشبندیہ میں صاحب ... ولایت ہو گے۔ تمہارا پیر پنجاب میں ہے۔ اس لئے آپ تلاش مرشد میں اجمیر شریف سے ... کو آئے۔ راستے میں چند روز انبالہ میں قیام رہا۔ وہاں سے لودھیانہ اور لودھیانہ سے ... پہنچے۔ بنابر روایت جناب مولوی[1] محبوب عالم صاحب مرحوم ایک روز ایک جگہ ایک ... آپ کو ملا۔ اس نے کہا کہ تم جہانخیلاں جاؤ۔ جب آپ جہانخیلاں کے قریب پہنچے تو ایک ... عورت نے کہا۔ آ گئے ہو؟ جاؤ آفتاب ہدایت کے غروب کا وقت قریب ہے۔ جلدی اپنا ... لو۔ غرض آپ شمس العرفاں خواجہ قادر بخش قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بوقت ... انہوں نے فرمایا کیاری کیاری یا اکو واری۔ اور بقول جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب فاروقی[2] فرمایا۔ نیاری نیاری (جدا جدا) یا اکوواری۔

آپ نے عرض کیا کہ اکوواری۔ یہ سُن کر حضرت شمس العرفاں نے آپ کو اپنے سینہ ... سے لگا کر نسبت نقشبندیہ کا القاء کیا۔ اور انوار لطائف سبعہ اور فیوض ولایات ثلاثہ وغیرہ

---

[1] آپ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ گیارہ برس حضرت کی خدمت میں رہے۔ آپ نے حضرت کے حالات میں کتاب ذکر خیر لکھی ہے۔

[2] آپ بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ پچیس سال حضرت کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ نے حضرت کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ جن کا قلمی نسخہ اس وقت میرے زیر نظر ہے۔ صاحب تذکرہ توکلیہ نے آپ ہی کی معلومات سے استفادہ کیا ہے۔

سے مالا مال کر دیا۔ فیض کا غلبہ اس قدر رہا کہ آپ کے ناک مبارک سے خون بہہ [illegible]
بیہوش ہوگئے۔ یہ دیکھ کر کسی نے عرض کیا کہ یہ تو مست ہوگئے۔ ان سے سلسلہ کیا [illegible]
ہوگا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ان سے بڑا سلسلہ جاری ہوگا۔ اور میری روح ان کی [illegible]
پرورش کرے گی۔ اس کے بعد دو ماہ یا کچھ کم وبیش اپنے پیر کی خدمت میں حاضر رہ [illegible]
رہنے کی اجازت ہوگئی۔ اس لئے آپ انبالہ چلے آئے۔ مگر جب طبیعت چاہتی [illegible]
شریف چلے آتے۔ آخر کچھ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت شمس العرفان نے آپ کو [illegible]
مشرف فرمایا۔ جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب کا بیان ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

دستار کا قصہ:

"مولوی! خلافت آسمان سے خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ جب [illegible]
حضرت مرشدنا قدس سرہ کی طرف سے اجازت ملی تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک [illegible]
رہی ہے اور اس فقیر کے سر پر خود بخود لپٹ رہی ہے۔"

جناب مولوی محبوب عالم صاحب اسی قصہ دستار کو بروایت حضور علیہ الرحمۃ [illegible]
فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز ہم نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا وصال
ہوگیا۔ چنانچہ وہ صحیح نکلا اور خبر لگی کہ حضرت خواجہ صاحب کا وصال واقعی ہوگیا ہے۔ ہم [illegible]
چہلم پر تمام خلفاء کو دستار بندی ہوئی۔ مگر مجھے کم سن سمجھ کر کسی نے دستار نہ دی۔ میں اسی فکر میں
جنگل میں چلا گیا۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوا۔ کچھ سکرت طاری ہوئی۔ دیکھا کہ ایک [illegible]
دستار کا پلہ عرش سے میرے پاس آیا اور آواز آئی کہ اس کو باندھ لو۔ آپ کے واسطے اللہ تعالیٰ کی
طرف سے آئی ہے۔ میں نے اسے اپنے سر پر باندھنا شروع کر دیا۔ دستار اتنی لمبی تھی کہ [illegible]
باندھتا گیا۔ مگر وہ ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔ آخر کار میں نے تھک کر باندھنا چھوڑ دیا۔ مگر وہ [illegible]
ہوئی۔ انتہیٰ۔

سماع کی کیفیت:

سید صاحب موصوف ناقل ہیں کہ حضور علیہ الرحمۃ بہت عرصہ تک سماع میں [illegible]

[illegible] مگر خاندان مجددیہ میں داخل ہونے کے بعد پرہیز تھا۔ ایک مرتبہ ایک سائل دوتارا
[illegible] آیا۔ آپ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ بغیر دوتارے کے تو گا نہیں سکتا؟ وہ نہ سمجھا۔ آخر یہ کہہ
[illegible] اس کو آدھ آنہ دینے کا حکم دیا اور گانے بجانے سے روک دیا۔ نعت شریف جس
[illegible] کوئی سناوے آپ سن لیتے تھے۔

مجاہدہ اور مزارات سے استفاضہ

جب حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اجازت لے کر انبالہ میں تشریف لائے تو آپ
[illegible] پہل نند سنگھ کے باغ میں قیام کیا۔ آپ پر حالتِ جذب طاری تھی۔ کسی کو نزدیک نہ آنے
[illegible] تھے۔ طوائف شہر کچھ نذر یا شیرینی لے کر جاتیں تو رد کر کے ان کو نماز و نکاح کی تاکید فرماتے
[illegible] دیتے۔ آپ انبالہ سے دورہ پر جایا کرتے۔ چنانچہ بوڑیہ اور ساڈھورہ میں بہت دفعہ
[illegible] لے گئے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ بوڑیہ میں ابدال اکثر آتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ
[illegible] نے جناب قاری سید اکرام حسین نقوی[1] سے بیان کیا کہ میں بوڑیہ کے جنگل یا ساڈھورہ
[illegible] کے صحراء میں مراقب تھا۔ اثنائے مراقبہ میں ایک سانپ میرے سر پر آ کر بیٹھ گیا۔ جب
[illegible] مراقبہ سے فارغ ہوا تو سر پر کچھ بوجھ سا محسوس ہوا۔ عمامہ جو اتارا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس پر
[illegible] بیٹھا ہے۔ جب بغور دیکھا تو اُسے فیضان میں بیہوش پایا۔ آخر کار میں نے عمامہ کو جھٹک
[illegible] نیچے گر پڑا۔ مگر اُس سے چلا نہیں جاتا تھا۔

[illegible]ات کی کیفیت:

جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الرحمۃ مقام پنجلاسہ
[illegible] نرائن گڑھ میں بھی رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قطب دیار عرب حاجی امداد اللہ صاحب
[illegible] دوست تھے اور وہ اور ہم دیر تک پنجلاسہ میں رہے ہیں۔ آپ کا معمول تھا کہ دن کو تو

[1] سید صاحب موصوف بھی حضرت کے خلفاء میں سے ہیں جیسا کہ جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب نے لکھا ہے۔ آپ نے حضرت کے حالات میں کتاب کمالات توکلی لکھی ہے۔

ویرانوں اور جنگلوں میں یادِ الٰہی میں رہتے۔ اور رات کو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ
تشریف رکھتے۔

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب بروایت سید رستم علی شاہ انبالوی بیان کر
کہ علاوہ دیگر مجاہدات کے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو سلطان الاذکار کی مشق ایسی تھی
شباب میں کڑے جاڑے میں انبالہ کے نبو والے تالاب میں جبس دم کے ساتھ غوطہ لگا کر
کیا کرتے۔ اور دو دو گھنٹے کے بعد سر نکالتے۔ اور اکثر فرمایا کرتے کہ اس شغل میں جو اسرار
ہیں وہ اور کسی شغل میں نہیں کھلتے۔

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الرحمۃ سلطان
الاذکار کا ورد جبس دم کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ میں نے گھڑی رکھ کر دیکھا ہے۔ کبھی پندرہ
کبھی بیس منٹ تک سانس نہ لیتے تھے۔ اس سے پہلے جب اس کا پورا عمل تھا دریا میں غوطہ لگا کر
دم کیا کرتے تھے۔ خواص کہتے تھے کہ کبھی دو گھنٹے اور کبھی ڈیڑھ گھنٹے تک دوسرا سانس نہ لیتے
اللہ اکبر۔

سکرات کا غلبہ:

آپ پر سکرات کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے وضو اور نماز میں بڑی دقت پیش آیا کرتی تھی۔
چنانچہ جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ اول جب میں ۱۸۷۲ء میں آپ سے
بیعت ہوا۔ تو آپ کا وضو ایک گھڑے سے ہوتا تھا۔ اور کبھی غلبہ حال میں ایک ہی پاؤں پر
مشک پانی کی صرف ہوتی۔ پھر بھی وضو تمام نہ ہوتا اور تالاب پر جا کر وضو فرماتے۔ جب خلیفہ
اللہ شاہ حج کو جانے لگے۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میزاب رحمت تلے میرے واسطے دعا کرنا
کہ میرا وضو ہو جایا کرے۔ فرمایا کہ ہم ایسے مقام میں ہیں کہ اگر اس کا خیال چھوڑیں تو وضو
اور نہ چھوڑیں تو وضو محال۔ غرض خلیفہ صاحب موصوف نے خانہ کعبہ میں میزاب رحمت تلے دعا
کی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ ایک گھڑے سے چھ لوٹے پر، پھر چار پر اور اخیر میں دو پر آ گئے۔
جناب قاری سید اکرام حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وصال سے سالہا سال پیشتر ایک حال
حضرت صاحب پر ایسا آیا تھا کہ جس میں بوجہ کثرت استغراق آپ ہر نماز کو مشکل سے وقت پر ادا

کرتے تھے۔ اور عشاء کی نماز میں تو خصوصیت سے دقت پیش آتی تھی۔ آپ کبھی محمد علی شاہ مرحوم
کو اور کبھی کریم بخش حاجی کو فرماتے کہ شمار کرنا۔ مگر شمار کنندہ بھی مارے فیضان کے بے ہوش
ہو جاتا۔ آپ کبھی ایک رکعت پر اور کبھی دوسری پر سلام پھیر دیتے اور شمار کنندہ سے فرما دیتے۔ جا
بابا میں خود ہی پڑھ لوں گا۔ مگر اس حالت میں بھی نماز آپ سے کبھی قضا نہیں ہوئی۔

مراقبہ کی کیفیت:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب کا بیان ہے کہ حضرت صاحب مسجد کے شمالی طرف
بعد مغرب مراقبہ کیا کرتے تھے۔ اگر کبھی پہلے سے کوئی مانع ہوتا تھا تو دوسری جگہ بھی بیٹھ جاتے تھے۔
لیکن مراقبہ میں مشغول ہونے کے بعد خواہ آندھی چلے یا سخت سے سخت بارش ہو ہرگز وہاں سے نہ
اٹھتے تھے۔ موسم گرما میں اگر کوئی چھتری لگا لے بدیں طور کہ حضور کو خبر نہ ہو تو لگا لے۔ ورنہ کچھ پرواہ
نہ کرتے تھے۔ موسم سرما میں نیم آستین پر کمبل ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کمبل اوپر سے اتر جاتا تھا۔ حضور ۱۲
بجے یا ۲ بجے شب تک اُسی طرح مراقبہ میں مشغول رہتے۔ کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ کمبل کاندھے پر
ڈال دے۔

جب آپ پر حالتِ وحدت وجود وارد ہوئی تو اُس وقت کا حال آپ بنا بر روایت
جناب مولوی محبوب عالم صاحب یوں بیان فرماتے ہیں۔ جب ہم پر وحدت وجود کھلی اور وحدت
کا ایک بے کنار دریا نظر آیا۔ چاروں طرف ایک ہی نظر آتا تھا۔ اور وہ حالت ہوگئی تھی کہ جس میں
شیخ منصور علیہ الرحمۃ نے انا الحق کہا تھا۔ جوش کی حالت تھی اور مجھے اپنا وجود نظر نہیں آتا تھا بلکہ یہ
معلوم ہوتا تھا کہ میرا وجود اُس بے کنار دریا کا ایک قطرہ ہے۔ اور وہ قطرہ پھر اُس میں مل گیا۔ محض
وحدت ہی وحدت ہوگئی ہے۔ جب یہ حال وارد ہوتا تھا۔ میں اپنے بدن میں سوئیاں چبھوتا۔
جب سوئی کے چبھنے سے بدن کو تکلیف محسوس ہوتی تو کہتا کہ اگر تو خدا ہے تو سوئی کے چبھنے سے
تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ تو تمام تکلیفوں سے پاک ہے۔ پھر جب کبھی سوئی کے چبھنے کی
بھی تکلیف نہ ہوتی تو میں یہ حیلہ کرتا کہ آگ کا دھکتا ہوا انگارہ بدن پر رکھ دیتا۔ جب بدن سے لگتا
اور اُس کو تکلیف محسوس کرتا تو پھر کہتا کہ اگر تو خدا تھا تو اس آگ نے تجھے کیوں جلایا۔ پس معلوم
ہوا کہ تو خدا نہیں۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ذات ان تمام جھگڑوں سے بری ہے۔ غرض اس

زمانے میں ہمیں بڑی دقت پیش آتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا ہی فضل رہا۔ حضرات اولیاء
کی ارواح سے ایسی پرورش ہوئی کہ خدا تعالیٰ کی عنایت سے نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ [illegible]
پرورشِ روحِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طفیل تھا کیونکہ ہم درود شریف بہت کثرت سے [illegible]
تھے۔ ورنہ اور کوئی اتنا نہ کرسکتا۔ بعض اوقات جب سوئی اور آگ کی انگاری سے بھی تکلیف [illegible]
تو ہم بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے کہ خداوند تو وحدہٗ لاشریک اور [illegible]
کارساز ہے۔ تو ہی اپنی مدد بھیج اور میرے اوپر رحم کرتا کہ میں تیری نماز ادا کرلیا کروں۔ [illegible]
ہی دن گزرے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس دریائے بے کنار سے پار نکال کر شاہراہ شہود پر [illegible]
دیا۔ پہلے تو ہم اسی کو ایک بہت بڑی چیز جانتے تھے۔ مگر آگے چل کر معلوم ہوا کہ توحید کے آگے
شاہراہِ شہود ہے[1]

مزارات سے فیض:

آپ نے مزارات سے بھی بکثرت فیض لیا ہے۔ چنانچہ جناب مولوی سراج الدین
احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم عشاء کے [illegible]
خواجہ باقی باللہ کے مزار پر مراقبہ میں بیٹھے صبح کو آواز آئی کہ السلام علیکم۔ معلوم ہوا کہ حضرت [illegible]
روح نماز فجر کو گئی۔ آنکھ کھلی تو صبح تھی۔ فرمایا کہ سارا چبوترہ فیض سے بھرا ہوا ہے۔
ایک دن ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ ہم حضرت بوعلی قلندر کے مزار پر بیٹھے۔ دیکھا کہ کمبل اوڑھے
تشریف رکھتے ہیں۔ اور آپ کا محبوب مبارک خاں بھی حاضر ہے۔ فرمایا کہ حضرت قطب الدین
بختیار کاکی قدس سرہٗ کے مزار پر ہم نے مراقبہ کیا۔ نہایت زور کا اور تیز فیض ہے۔ اور آپ کو
استغراق بہت ہے۔ وہاں نسبت چشتیہ ایسا غلبہ کرتی ہے کہ ذکر جہر اور سماع کو دل چاہتا ہے۔ [illegible]
فرمایا کہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے مزار فیض آثار پر ہم بیٹھے۔ تو ہمارا سانس کبھی بند ہوتا
اور کبھی نکل جاتا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی روح شغل حبس دم کر رہی ہے۔ اور نیز معلوم ہوا
کہ ایام حیات میں آپ کا حبس دم کا یہی وقت تھا۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔[2] کما تعیشون [illegible]

1۔ ذکر خیر۔ صفحہ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔
2۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جزء رابع۔ صفحہ ۱۹۵۔

[illegible] تحشرون۔ یعنی جس حال میں تم دنیا میں ہو گے اُسی حال میں مرو گے۔ اور جس
حال میں مرو گے اسی حال میں اٹھائے جاؤ گے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎
[illegible] در دنیا خیالت آں بود عاقبت راہ وصالت آں بود
شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری کا تحریری بیان
[illegible] تو کل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں بمقام پانی پت حضرت مخدوم
شمس الدین ترک شاہ ولایت پانی پت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف میں رات بھر حاضر رہا۔ غلبہ
اس قدر تھا کہ برداشت کرنا اور وہاں ٹھہرنا مجھے دشوار معلوم ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور
مخدوم مزار مقدس سے باہر تشریف لائے۔ زبان مبارک پر لا الہ الا اللہ جاری ہے اور تمام احاطہ
شریف ارواح مقدسہ اولیاء اللہ سلسلہ چشتیہ صابریہ سے پر نظر آتا تھا۔ حضرت قطب الوقت
شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی میں نے ان اولیاء میں دیکھا۔ پھر حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے
[illegible] بسیرا رہ، ہم بھی اسی طرح مسافرانہ آئے تھے۔
جناب مولوی سید ظہور الدین انبہٹوی کی روایت یوں ہے کہ حضرت شاہ صاحب
[illegible] تھے کہ جب ہم خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو صاحب
مزار کا فیض اس قدر زور سے آیا کہ تمام رات ہم سے کچھ کام نہ ہوسکا۔ امیر اللہ شاہ ہمارے ساتھ
تھے۔ انہوں نے جب مراقبہ کیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض چمکتی ہوئی تلواروں کی صورت
میں نمودار ہوا۔ امیر اللہ شاہ ڈر گئے میں نے کہا ڈرومت۔ یہ حضرت کا جلالی فیض ہے۔ پھر ہم
دونوں نے وہاں خوب مراقبے کئے اور فیض حاصل کئے۔
شیخنا العلامہ ہی سے یہ روایت ہے کہ شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں پیرانِ
کلیر شریف حاضر ہوا۔ خانقاہ شریف میں داخل ہوتے ہی لطائف ستہ جاری ہوگئے۔ تین دن
وہاں حاضر رہا۔ حضور مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت کرم فرمایا اور مجھے
انگوٹھی پہنادی اور نصیحتیں فرمائیں۔
سید صاحب انبہٹوی نے اس واقعہ کو یوں تحریر فرمایا ہے کہ شاہ صاحب فرمانے لگے کہ
ایک مرتبہ فقیر کلیر شریف حاضر ہوا۔ میں اکثر اوقات مراقبہ میں مشغول رہتا تھا۔ اسی حالت میں

سجادہ نشین صاحب الگ اور مجاورین الگ مجھ کو کھانے کا تقاضہ کرنے لگے۔ فقیر نے ...
لہجہ میں ان سے کہا کہ ہم کھانے نہیں آئے۔ ہمیں اپنا کام کرنے دو۔ یہ کہہ کر ہم مراقب ہو گئے ...
حضور مخدوم صاحب نے فقیر کو ایک چھلا نقرئی عنایت کیا اور فرمانے لگے کہ مسافر فقیر ...
غصہ نہ چاہیئے۔ فقیر فوراً باہر آیا اور لنگر والوں سے کہا پہلے ہمیں کھانا دو پھر کوئی کام کریں گے ...
واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا۔ مولوی! اولیاء اللہ کو اپنے متوسلین کا بہت خیال ہوتا ہے۔ ان ...
خلاف نہ ہونا چاہیے۔

فیضان کا حصول:

سید صاحب موصوف نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ فقراء ٹھسکہ کے ذکر پر شاہ صاحب ...
فرمایا کہ حضرت بہادر علی شاہ صاحب بڑے صاحب تصرف تھے۔ ہمیں ان کے چہلم پر بلوایا گیا ...
ہم ضروری سمجھ کر چہلم میں شامل ہونے کی غرض سے ٹھسکہ جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت بہادر
علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ نے بڑی
مہربانی کی۔ اور ایک کنگھا (شانہ) مجھے عنایت فرمایا۔ ہم نے خوش ہو کر لے لیا اور چہلم میں شامل
ہوئے۔ حضور علیہ الرحمۃ اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے بھی مسافات بعیدہ سے ارواح مقدسہ سے
فیض لیا کرتے تھے۔ چنانچہ مراقبات شروع کرنے سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر
جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے فیضان لیا کرتے تھے۔ اور نماز صبح سے پہلے بغداد شریف
کی طرف منہ کر کے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور سرہند شریف کی
طرف متوجہ ہو کر روح مطہر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کرتے۔ جناب
مولوی سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ انبالہ میں بعد نماز مغرب آپ مسجد میں
مراقب تھے کہ فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین دہلی والوں کا فیض آ رہا ہے۔ بلکہ خود روح
مبارک حاضر ہے۔

جناب مولوی محبوب عالم صاحب لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت غوث پاک یعنی
عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ تھا۔ کہ حضرت غوث پاک نے جو یہ فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کی
گردنوں پر میرا قدم ہے بظاہر اس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا یہ درست ہے۔ آپ کے وقت ...

کہ قیامت تک جس قدر لوگ قادریہ نسبت کو حاصل کریں گے۔ ان سب کی گردنوں پر آپ کا
قدم مبارک ضرور ہوگا۔ کیونکہ نسبت قادریہ کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب کہ آپ کا قدم مبارک ان
کی گردنوں پر آئے گا۔ چنانچہ ہم نے بھی دیکھا ہے کہ ایک دفعہ ہم بغداد شریف کی طرف منہ
کر کے حضرت پیران پیر کی روح سے فیض لے رہے تھے۔ آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور
نسبت چشتیہ وارد کر کے فرمایا کہ تمہیں ہماری طرف سے بھی اجازت ہے۔

غرض اس زمانہ قرب قیامت میں آپ سا مجاہد و مرتاض۔ ذاکر و شاغل۔ پابند اوقات و
پابند شرع دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کے اوراد کا مزید بیان آگے آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

چوتھا باب

اشاعتِ طریقہ

اس آسمانی دستار والے نے اپنے پیر دستگیر حضرت خواجہ قادر بخش قدس سرہٗ کے وصال
کے بعد دیر تک سلسلہ بیعت جاری نہیں کیا۔ جو کوئی بیعت ہونے آتا۔ آپ اسے حضرت حاجی محمود
جالندھری قدس سرہٗ سے یا اپنے پیر بھائی خلیفہ عالم شاہ سے بیعت کرا دیتے۔ اور اپنے پاس کسی کو
نہ بیٹھنے دیتے۔ نہ اللہ کا نام بتاتے۔ ایک روز میاں عالم شاہ نے آپ سے کہا کہ تم لوگوں کو اپنے
پاس بیٹھنے دیا کرو۔ جب آپ اس کے خوگر ہو گئے تو پھر فرمایا نام اللہ کا بتا دیا کرو۔ بعد ازاں آپ
ایسا ہی کرنے لگے۔ صاحبزادہ خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ جب میں انبالہ
میں زیر نگرانی حضرت سائیں توکل شاہ تعلیم پا رہا تھا تو دوران تعلیم میں ایک روز فیض طلب خان
ساکن ڈیرہ بسی متصل شہر انبالہ نے سائیں توکل شاہ اور خلیفہ عالم شاہ کی اور میری دعوت کی۔ تناول
طعام کے بعد اس نے حضرت سائیں صاحب سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ
سائیں صاحب نے اس وقت تک کوئی مرید نہ کیا تھا۔ انکار کر دیا۔ مگر خلیفہ عالم شاہ کے اصرار
کرنے پر مرید کر لیا۔ وہ حضرت سائیں صاحب کا پہلا مرید تھا۔

فیض کا جاری ہونا:

اس کے بعد آپ کا فیض حدود انبالہ سے باہر دور دور پھیلنے لگا۔ چنانچہ پہلے پہل جب

آپ کالانور رہتک میں تشریف لے گئے تو بہت سے زن و مرد نے آپ سے اللہ کا نام
بیعت کی۔ آپ حلقہ میں توجہ دینے لگے۔ اُن ایام میں شغل حبس دم کے سبب سے آپ کی
قلبی ایسی گرم و تیز تھی کہ حاضرین حلقہ تڑپ کر بے ہوش ہو جاتے۔ یہ دیکھ کر بعض لوگ آپ
جادوگر کہنے لگے۔ اسی اثناء میں جناب مولوی نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی
تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو نہیں اور خود بھی معتقد ہو گئے۔ پھر انبالہ میں تشریف
لائے۔ تو طالبانِ خدا اطراف و اکناف سے جوق در جوق آئے اور بیعت ہوئے۔ چنانچہ انبالہ
دہلی۔ کرنال۔ پانی پت۔ اجمیر شریف۔ احمد آباد۔ جے پور۔ بمبئی وغیرہ سے ارادتمند پروانہ وار
حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔ دیہات سے بھی کثرت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ الغرض
آپ کے پیر و مرشد خواجہ شمس العرفاں قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ارشاد کہ اس سے بڑا
جاری ہو گا۔ لفظ بلفظ پورا ہو گیا۔

صحبت و توجہ کا اثر:

آپ کی صحبت میں عجیب اثر تھا۔ اپنوں کا تو کیا ذکر بیگانے بھی جب آپ کو دیکھتے
بے ساختہ بول اُٹھتے کہ یہ ولی اللہ ہیں۔ کئی غیر مسلم آپ کے ذریعے سے راہِ راست پر آ گئے۔
آپ کی توجہ ایسی زبردست تھی کہ جس پر خصوصیت سے پڑ گئی۔ وہ مجذوب ہو گیا۔ ضلع شاہ پور کی
بار اور بتی کنڈ کے پہاڑوں کی طرف شاید اب بھی کئی مجذوب سالک ایسے ملیں گے جن پر حضرت
کی نظر کیمیا اثر پڑی ہوئی ہے۔ اور وہ رات دن یادِ خدا میں مستغرق اور شریعت کے پورے پابند
ہیں۔

جنات کی بیعت

جناب مولوی سراج الدین صاحب لکھتے ہیں کہ میاں صاحب قبلہ کے جن بھی مرید
تھے۔ کیونکہ جو قطب ارشاد ہوتا ہے۔ جن اس کے پاس آتے ہیں۔ چنانچہ جن جناب غوث پاک
رحمۃ اللہ علیہ کے تابع و مرید تھے۔ اسی واسطے آپ کا لقب غوث الثقلین ہے۔ اخیر زمانہ میں مولانا
شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ کے جن مرید تھے۔ اسی طرح ہمارے حضرت صاحب
سے بھی جن مرید تھے۔ چنانچہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ ایک بار ہم باغ والی مسجد میں حلقہ کر

کہ سوں سوں کی سی آواز آئی اور آگ کی دو انگیٹھیاں دہکتی ہوئی نظر آئیں۔ معلوم ہوا کہ
بھی شامل حلقہ ہیں اور توجہ لے رہے ہیں۔ نیز فرمایا کہ جب ہم ہوشیار پور ضلع جالندھر
گئے تو وہاں ایک مکان میں مدت سے جن کا تسلط تھا۔ لوگوں نے ہمیں اسی میں اتارا۔ آدھی
رات کے وقت ایک شخص طویل القامت اور بدشکل و مہیب نظر آیا اور ہمیں ڈرانے لگا۔ ہم یادِ خدا
اور وظائف خوانی میں مشغول رہے۔ آخر کار جھک مار کر خود بشکل انسان سامنے آیا اور عذر کیا اور خدا کا
… کر چلا گیا۔

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ بھائی مغلی شاہ کا بیان ہے کہ
ایک روز گیارہ بجے رات کے ایک اجنبی شخص جس کو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ حضرت
صاحب کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ حضور والا! مجھے داخلِ سلسلہ کر لیجئے۔ پھر مجھے
جلدی جانا ہے۔ حضرت صاحب نے اس کو بیعت کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت نے مجھ سے
فرمایا۔ مغلی شاہ! کیا تو نے پہچانا یہ کون تھا؟ میں نے عرض کیا۔ حضور مجھے کیا علم ہے کہ کون تھا۔ آخر
الامر حضرت صاحب نے خود ارشاد فرمایا کہ میاں مغلی شاہ یہ شخص جن تھا۔ اکثر ہم سے جنات بھی
مرید ہو کر جاتے ہیں۔

جناب مولوی محبوب عالم صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اس باغ میں
تشریف لے گئے جو اب روضہ مبارک کی غربی سڑک کے کنارہ پر مغرب کی طرف واقع ہے۔
وہاں ایک کچا مکان تھا۔ آپ اس میں بیٹھ گئے۔ درویش بھی ساتھ تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک
ضعیف العمر بڑھیا رومی ریوڑیاں ایک برتن میں لئے حاضر خدمت ہو گئی اور کہا حضور! میں ابھی
روم سے یہ ریوڑیاں لے کر آیا ہوں اور اپنی مزدوری کی حلال کی کمائی سے خرید کر لایا ہوں۔ اور
بیعت ہونے کے واسطے عرض کیا۔ آپ کا معمول تھا کہ ہمیشہ عورتوں کو دستار مبارک کا پلہ پکڑ کر اور
دور بٹھا کر بیعت فرمایا کرتے۔ برخلاف اس کے آپ نے بلا تکلف اس کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کیا۔
اس حلقہ میں سے ایک درویش کو خیال گزرا کہ آپ نے خلافِ معمول ایک نامحرم عورت کا ہاتھ
کیوں پکڑا۔ اس سے رہا نہ گیا۔ عرض کر ہی دیا۔ فرمایا۔ یہ عورت نہیں۔ یہ تو جن ہے۔ پھر وہ غائب
ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ جن بہت نیک بخت اور پرہیزگار ہے۔ اپنے ہاتھ سے مزدوری
کر کے کھاتا ہے۔

بیعت میں احتیاط

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب انبہٹوی لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا مولوی حافظ
حاجی صوفی مشتاق احمد صاحب انبہٹوی اپنے رشتہ کے ماموں صاحب شیخ مخدوم بخش کو حضرت کی
خدمت میں بغرض بیعت لائے۔ شیخ صاحب چاہتے تھے کہ خاندان قادریہ میں داخل ہوں۔
اگرچہ حضرت سائیں صاحب کو حضرت مولانا کی بہت ہی دلداری منظور تھی۔ مگر آپ نے صاف
انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں اس خاندان میں بیعت کی اجازت نہیں ہے۔ صرف نقشبندیہ خاندان
میں ہم بیعت کر سکتے ہیں۔ جس کی ہمیں اجازت ہے۔ یہ عاجز خاندان چشتیہ میں داخل ہونا چاہتا
تھا۔ مگر یہی جواب ملا تھا کہ مولوی! تعلیم تو ہم تمہیں چشتیہ اور نقشبندیہ کر ہی رہے ہیں۔ مگر اس
خاندان میں بیعت کرنے کی ہمیں اجازت نہیں ہے۔

پانچواں باب

اخلاق وعادات

آپ کے مکارم اخلاق کا کیا بیان ہو سکتا ہے۔ نظر بر اختصار ہم ذیل میں صرف چند
جزئیات کا بیان درج کرتے ہیں۔

اوراد و وظائف:

نمازوں کے علاوہ آپ کے روزانہ اوراد و وظائف یہ تھے۔ اسم ذات۔ نفی اثبات۔
کلمہ تمجید۔ سَلَامٌ قَولاً مِنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۔ آیہ کریمہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ
سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ سورہ اخلاص۔ بسم اللہ شریف۔ سبحان اللہ۔ درود
شریف۔ مراقبات وغیرہ۔ یہ وظائف آپ مختلف اوقات میں کیا کرتے تھے۔ رات کو سونا
برائے نام تھا۔ کوئی لمحہ کوئی منٹ یادِ الٰہی سے خالی نہ تھا۔ بلکہ اکثر گھنٹے اور منٹ کے موافق وظیفہ
کیا کرتے تھے۔ پنجشنبہ کے دن اللہ بخش حجام سے حجامت بنواتے۔ مگر اُس وقت بھی سبحان اللہ
وغیرہ پڑھتے رہتے۔ حجامت کے بعد خادم عبدالکریم سر مبارک پر پانی ڈالتا اور کریم بخش دھوتا۔

...میں بھی جس ورد کا وقت ہوتا وہی زبانِ مبارک پر ہوتا۔

...کی عبادت:

آپ کے اوقات انضباط کی نسبت جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب یوں تحریر
...ہیں:

''آپ کی روز مرہ عبادت یہ تھی کہ نماز فجر با جماعت ادا کر کے آفتاب کے طلوع
...حکیم معز الدین صاحب دہلوی کا ناشتہ شہد وغیرہ نوش فرما کر مراقبہ کی نیت سے بیٹھتے تھے۔
...سے فارغ ہو کر قریب بارہ بجے یا کچھ کم و بیش درود شریف ورد فرماتے۔ پھر دو پہر کا کھانا
...کر قیلولہ کی نیت سے لیٹتے تھے۔ بعد ازاں اٹھ کر اکثر استنجا اور وضو کرتے اور نماز ظہر
...کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔ بعد نماز عصر مسجد میں مغرب تک وظائف میں مشغول
...تھے۔ مغرب سے پہلے وضو کر کے نماز مغرب با جماعت ادا کیا کرتے تھے۔ بعد نماز مغرب
...میں تقریباً دو یا ڈیڑھ گھنٹہ کبھی کم و بیش عرصہ تک مشغول رہتے۔ پھر مسجد سے مکان کو تشریف
...لایا کرتے تھے۔ نصف یا ایک روٹی خشک سادی اندر سے آتی تھی۔ اس کو تقسیم کر کے تقریباً
...حصہ یا کم خود تناول فرما کر پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ یہ مراقبہ بہت لمبا ہوتا تھا۔
...بجے رات کے اور کبھی ایک یا دو بجے فارغ ہوتے۔ نماز عشاء بوجہ سکر بدقت تمام ادا کیا
...تھے۔ رات کو سوتے نہ تھے۔ فجر سے پہلے ذرا یونہی لیٹ جاتے۔ پھر نماز صبح ادا کیا
...تھے۔''

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جب تک آپ تندرست رہے۔ یہی معمول رہا۔ مگر جب
...اسیر نے غلبہ پایا اور دو دو گھنٹے بیت الخلا میں بیٹھنا پڑا تو مسجد میں جانا ترک ہو گیا۔ مکان
...نماز با جماعت ادا کر لیا کرتے۔ مگر دیگر اوراد میں سے کسی میں اخری دم تک ذرا فرق نہیں آیا۔
عقد ثانی سے پہلے جب حضور مسجد میں رہتے تھے اس زمانہ کے حالات جناب مولوی
...الدین صاحب یوں لکھتے ہیں کہ قبل از صبح حاجی کریم بخش بڈھا آپ کو آواز دیتا۔ آپ بیت
...جا کر وضو کر کے سنتِ فجر ادا کرتے۔ اور نماز فجر با جماعت میاں جی رحیم بخش خاں صاحب
...پڑھتے۔ نماز کے بعد تین بار سورہ اخلاص نہایت تدبر و تفکر سے پڑھتے تھے۔ اس اثنا میں

کسی سے کلام و مصافحہ نہ کرتے تھے۔اور مریدین کو اس کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ قل
ھو اللہ ایک قرآن شریف کے ثواب کے برابر ہے۔اور فرماتے کہ اس سے ضیق معاش
ہوتی ہے۔ چنانچہ ساڈا (ہمارا) لنگر اسی سے جاری ہے۔ پھر سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيم
آیت کریمہ سو بار پڑھ کر ان سب کا ثواب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک
طرح بخشتے ''الٰہی غلطی مینوں (مجھے) بخش دیجو۔اور صحیح حرف کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ
کی روح کو میں نے بخشا۔ پھر فرماتے کہ خاص کر میاں صاحب پیر دستگیر کی روح مبارک کو
بعد ازاں بارہ بجے تک لمبا مراقبہ فرماتے۔ ایک بجے کے قریب اٹھ کر بیت الخلا میں جاتے
کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے۔ پھر استنجا اور وضو مع مسواک کر کے نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا
نماز کے بعد تین بار قل ھو اللہ پڑھ کر عصر تک اوراد میں مشغول رہتے۔اور تازہ وضو مع مسواک
کر کے نماز عصر جماعت کے ساتھ پڑھتے۔اور مغرب تک کسی سے کلام و مصافحہ نہ کرتے اور
کا جواب بھی نہ دیتے۔ مغرب کی نماز تازہ وضو سے جماعت کے ساتھ پڑھتے۔اور تین بار قل
ھو اللہ اور سو بار آیت کریمہ پڑھ کر مراقبہ خفیفہ کرتے۔ بعد ازاں یہ درود شریف لطیف اعلیٰ
شمار پڑھتے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد بعدد کل معلوم لک و بعدد کل ذرۃ مائۃ الف الف
مرۃ۔اس کے بعد وضو تازہ کر کے نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھتے۔اور صبح و شام درود شریف
کے اور کئی صیغے پڑھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ درود شریف کی کثرت سے آپ کے بدن و جامہ
خوشبو آتی تھی۔اور آپ رات کو سویا نہ کرتے تھے۔

ادب و رعایت حقوق

ادب کے لفظی معنی ہر چیز کا اندازہ و حد نگاہ رکھنا ہے۔اصطلاح میں اس سے مراد اپنے نفس کو قول
پسندیدہ اور فعل ناستودہ سے بچانا اور اپنی دوسروں کی حرمت کا پایہ نگاہ رکھنا ہے۔ حقیقت ادب یہ
ہے کہ تمام حالات میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جائے۔ کیونکہ ادب
کامل آپ ہی ہیں۔اس لئے بمجوائے ادبنی ربی فاحسن تادیبی آپ کا مودب خود خدا تعالیٰ

ادب آموز زاں ادیب کہ او ادب از حضرت خدا آموخت
ہر کسے خواں سبق کہ در ہمہ حال سبق از لوح کبریا آموخت

مطہرہ کی پیروی:

جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ جملہ اقوال و افعال حرکات و
اور خورد و نوش غرض تمام امور میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت کا
اتباع کیا کرتے تھے۔

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب تک حضور بقید حیات رہے۔ایک چپہ زمین کے مالک نہیں ہوئے۔نہ پلنگ پر
آرام کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم تو زمین پر بسترہ کریں اور ہم ناچیز
پلنگوں پر آرام کریں۔ نیز فرماتے تھے کہ صرف سنت کی ادائیگی کے خیال سے کبھی زوجہ کے پاس
جاتا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ کرم فرمایا ہے کہ حور بھی بغل میں بیٹھی رہے۔ تو
اس کی طرف بھی کبھی آنکھ نہ اُٹھے۔

آپ کھانا شاید تمام دن رات میں اول تو کم ورنہ دو روٹی سے زیادہ کبھی نہ کھاتے تھے۔
جو کھانا سامنے آتا تھا تو تمام روٹیاں حاضرین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ نصف یا پونی روٹی آپ
تناول فرماتے تھے۔ صبح کے وقت حکیم معزالدین دہلوی آپ کے خاص خادم آپ پر جان و مال
قربان کرنے والے کبھی انڈا اور شہد اور کبھی کلونجی اور شہد پیش کیا کرتے تھے کہ حضور! یہ دوا ہے اور
لون غذا ہے۔ پھر یہ فرما کر سب سنت کے اتباع میں شریک ہو جاؤ اکثر حصہ تقسیم کر دیتے
اور کچھ بقیہ آپ تناول فرماتے تھے۔ حکیم صاحب یہ انتظام فرمایا کرتے تھے کہ ایسے وقت میں کوئی
صاحب حضور کے پاس نہ آئیں۔ مگر حضور خود طلب فرما لیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ
مولوی! جب جنگل میں رہنا ہوا تو برسوں پتے کھا کر گزر کیا۔ پتے بھی نیم کے کڑوے تا کہ شکم
زیادہ حرص کھانے کی نہ کرے۔

آپ صرف جمعہ کے دن لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ جس قسم کا جوڑا چھوٹی مائی
صاحبہ نے پہنا دیا۔ آئندہ جمعہ تک وہی زیب تن رہتا تھا۔ اگر کسی کو اپنا لایا ہوا لباس پہنانا منظور ہوتا
تو مائی صاحبہ جمعہ کے دن وہی پہنا دیتیں۔ درمیان میں دوسرا پہنانا ممکن نہ تھا۔ سرمہ۔ شانہ اور
خوشبو کا استعمال کیا کرتے تھے۔ جمعہ کے وقت یہ سب اشیاء جمع ہو جاتی تھیں۔ ورنہ سرمہ رات

کے وقت باتباع سنت ہوا کرتا تھا۔ جمعہ کے وقت یہ سب اشیاء جمع ہو جاتی تھیں۔ ...
کے وقت اور شانہ کبھی رات کو اور کبھی دن میں استعمال کیا کرتے تھے۔

جناب مولوی سراج الدین صاحب یوں لکھتے ہیں:۔

خورد ونوش کی کیفیت:

''حضرت مولوی سراج صاحب علیہ الرحمۃ دن کا کھانا موسم گرم ہو یا سرما ...
قریب اور رات کا کھانا کبھی بارہ بجے اور کبھی بعد کھایا کرتے تھے۔ عقد ثانی سے پہلے آپ ...
تکلف تھا۔ مونگ یا ماش کی دھوئی ہوئی دال۔ سُرخ گیہوں کی روٹی اور بکری کا کم روغن ...
جب آپ کا عقد ثانی ہو گیا۔ اور لنگر اور خورد ونوش کا انتظام چھوٹی مائی صاحبہ کے ہاتھ میں ...
انہوں نے بمقتضائے محبت حضرت کے طعام میں گونہ تکلف کر دیا۔ اگرچہ وقت طعام ...
قدرے تکلف ہو گیا۔ حضرت نے جو سامنے آیا کھا لیا۔ کبھی کھانے میں نکتہ چینی نہ کرتے ...
کوئی نمک مرچ کم وبیش کہتا تو فرماتے کہ دو وقت کے بعد کھایا کرو۔ کھانا خود اچھا لگے ...
اور مہمان وغیرہ سب آپ سے پہلے کھا چکتے تھے۔ جب آپ کھاتے تو اس میں سے کسی ...
دیتے۔ اور کسی کو شریک طعام کرتے۔ کیونکہ حدیث شریف میں شر الناس من اکل وحدہ [1] ...
صاحبہ کے زمانہ میں حکیم معز الدین دہلوی صبح کو چائے دودھ کی اور زردہ بیضہ مرغ ...
حاضر کرتے۔ حضرت دونوں ہاتھ مٹی کے برتن میں دھو کر پہلے ایک روکھا سوکھا روٹی ...
کھاتے۔ پھر چاء وغیرہ نوش جان فرماتے۔ مگر اس میں سے کسی کو تبرک ضرور دیتے۔ دوا ...
میوہ وشیرینی وغیرہ میں بھی یہی آپ کا معمول تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ شاہ آباد میں کسی نے آپ ...
لئے ست پودینہ کی ایک چھوٹی شیشی بھیجی۔ آپ نے اُس میں سے کچھ کھایا اور مجھ سے فرمایا ...
تھوڑا سا سب حاضرین کے ہاتھ پر رکھ دو۔''

---

[1] عن ابن عباس عن النبی علیه الصلوٰة والسلام انه قال شر الناس من اکل وحده ... عبده و منع رفده۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ... کہ آپ نے فرمایا۔ سب لوگوں سے برا وہ ہے جس نے تنہا کھایا۔ اور اپنے غلام کو مارا اور کسی نے ... تو نہ دیا۔ (بستان ابو اللیث سمرقندی)۔

... میلاد کا انعقاد:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم وتوقیر ... تھے۔ آپ کی طرف سے محفل میلاد شریف منعقد ہوا کرتی۔ چنانچہ جناب مولوی سید ... الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول کو حضور کی طرف سے میلاد کی ایک مجلس منعقد ہوا کرتی۔ یہ عجیب کیفیت کی مجلس ہوتی تھی۔ تمام حاضرین پر انوار الٰہی وارد ہوتے ... حضور شاہ صاحب مجلس سے فاصلے پر کبھی مکان پر ہی تشریف رکھا کرتے تھے اور اُس جگہ ... عالم خاموشی ومراقبہ میں آپ کی شمولیت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ آپ مجلس ... اندر کیوں تشریف نہیں لے جاتے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی! ہم تو اس جگہ ہی بالکل بیہوش ہو ... جانے سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار اس قدر ہم پر وارد ... ہیں کہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہیں رہتی۔ اس مجلس میں شیرینی بھی تقسیم ہوتی تھی۔ اور وقت پر ... بھی ہوتا تھا۔

جناب مولوی محبوب عالم صاحب پہلے محفل میلاد شریف میں قیام نہ کرتے تھے۔ ایک ... میر یوسف علی شاہ صاحب نے بتقریب محفل مذکور حضرت صاحب سے مولوی صاحب کی ... کر دی کہ انہوں نے قیام نہیں کیا۔ حضرت صاحب نے مولوی صاحب کی قیل وقال پر ... فرمایا۔ [1] (ذکر خیر صفحہ ۳۶۵) تم اس نیت سے قیام کر لیا کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ... ولادت کے وقت جو حیوانات نباتات ملائک حجر شجر غرض تمام موجودات کی روحانیت نے ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے واسطے قیام کیا تھا۔ ہم اُس کی نقل کرتے ہیں اور اس قسم کی ... نقل شریعت میں منع نہیں اور دوسرے قیام کے وقت یہ مراقبہ کر لیا کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... کا فیض میرے دل میں آ رہا ہے۔'' یہ سن کر مولوی صاحب نے کہا۔ لو میر صاحب! اب میں قیام ... بھی کیا کروں گا۔ اور لوگوں کو جواب بھی دے دیا کروں گا۔

جناب مولوی سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے ... مجھ سے فرمایا کہ کتاب مشکوٰۃ شریف منگاؤ۔ اور اُس میں سے مجھے باب وسوسہ کی حدیثیں ... سناؤ۔ چنانچہ کتاب شریف منگوائی گئی۔ میں ادب سے چارپائی کی پائینتی کی طرف بیٹھنے لگا۔

آپ نے فرمایا کہ سرہانے بیٹھ جا میں نے اصرار کیا تو فرمایا۔ الامر فوق الادب۔ ہم
ادب نہیں کرتے۔ کتاب حدیث کا ادب کرتے ہیں۔

کثرتِ درود شریف

تعظیم وتوقیر کی طرح امت پر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی حق ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کریں۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس حق کو جس خوبی
ادا کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ یہ ورد آپ کے وظائف میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ اپنے
مریدوں کو بھی اس کی کثرت کی بہت تاکید فرمایا کرتے اور اس کے فوائد بتایا کرتے تھے۔

درود شریف کی برکت:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز بڑی خوش وقتی کی حالت
میں فرمانے لگے کہ ہم نے بھی درود شریف بہت پڑھا تو ہمیں ایک صورت نظر آنے لگی جس کا چہرہ
نہایت موزوں سرخ وسفید تھا اور آنکھیں نہایت خوبصورت تھیں جن میں سرخ ڈورا پڑا ہوا تھا۔
اس کے عمامہ میں ایک شملہ پیشانی پر پڑا ہوا تھا۔ وہ صورت ہر وقت ہمارے ساتھ رہنے لگی۔
جاگتے بھی سوتے بھی۔ وہ ساتھ رہتی ہم حیران تھے کہ یہ کون ہیں اور کس سے۔ کبھی ذکر نہ کیا کہ
حالت ہے۔ اور اثر اس کا یہ تھا کہ طبیعت میں ہمیشہ جوش وخروش اور سوز ودرد رہتا پھر کچھ عرصہ کے
بعد دو صورتیں ہوگئیں۔ دونوں صورتیں نظر آتی رہیں۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ وہ پہلی صورت حضرت
غوث الاعظم کی تھی اور دوسری حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ
صورتیں گم ہوگئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بالمشافہ ہونے لگی۔ اور ہماری روح
ذاتِ رسول میں فنا ہوگئی۔ پھر بڑی موج ہوئی۔ مدینہ شریف سے جلدی جلدی فیض آنے لگا۔
اب ہمیں سمجھ آئی کہ فنافی الرسول کی یہ صورت ہے۔

ادب کا لحاظ:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیگر انبیاءے کرام کا ادب بھی کماحقہٗ کیا کرتے تھے۔
اور ان کے حق میں کسی قسم کی بے ادبی کو برداشت نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جناب مولوی سید ظہور

... صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مولوی خلیل الرحمن سہارنپوری آپ کے سلسلہ مریدین میں
تھے۔ انہوں نے حضرت سائیں صاحب کے لئے رزق کا بے وقت آنا من وسلوی سے تعبیر
کرکے ایک نظم اس نزول رزق کے بارہ میں لکھی۔ حضرت سائیں صاحب نے جب یہ نظم سنی تو
بہت ناراض ہوئے حکم دیا کہ اس نظم کو پھاڑ ڈالو اور تلف کردو۔

غیب سے رزق:

پھر مجھ سے فرمانے لگے کہ مولوی! ہم ناچیز آدمیوں کو پیغمبروں کے اوصاف میں شامل
کرنا نہایت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ وہ تو ایک خاص رزق عنایت الٰہی کا ذکر فرمایا کہ بات
صرف اس قدر تھی کہ ہم چند آدمی راوی کے کنارے یادِ الٰہی میں ٹھہرے ہوئے ذکر وشغل کیا
کرتے تھے۔ اتفاقاً چار پانچ روز تک کوئی چیز کھانے کی یا نقدی نہ آئی۔ فقیر عین صبح صادق کے
وقت یا کچھ پہلے مراقبہ سے فارغ ہوکر خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں سجدے میں گر پڑا
اور نہایت عاجزی سے عرض کیا۔ اے پاک پروردگار! میں تو امتحان کے قابل نہیں ہوں۔ میرے
ساتھ یہ چند بندے بھی امتحان میں آگئے۔ تو ہمارے حال پر رحم فرما اور ان ہمراہیوں کو اپنے فضل و
کرم سے رزق عطا فرما کر مجھ گنہگار کو سرخرو فرما اور ان کے روبرو نادم نہ کر۔ خدا تعالیٰ کا فضل ایسا
ہوا کہ میں نے سجدے سے سر اٹھایا ہی تھا کہ دو تین آدمی خوانوں میں بہت عمدہ دودھ کی کھیر لئے
ہوئے سامنے آئے۔ اور وہ خوان میرے آگے کھانے کے لئے پیش کیا۔ سب نے سیر ہوکر کھایا۔
مولوی! اللہ تعالیٰ تو روز مرہ غیب ہی سے اپنے بندوں کو طرح طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے۔ اس کو
من وسلویٰ کہنا بڑی نادانی ہے۔ انتہٰی۔ اس کے بعد سید صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت
سائیں صاحب کا یہ فرمانا درست ہے کہ غیر انبیاء کو انبیاء کرام کے مشابہ نہ کرنا چاہئے کہ باقی خدا
تعالیٰ ہی اگر غیر انبیاء پر انبیاء جیسے انعامات کرے تو یہ اس کا فضل ہے۔ حضرت سائیں صاحب کا
ایسا فرمانا انکسار ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے۔ کہ حضور کی امت مرحومہ پر ایسے
ایسے انعام واکرام غیب سے عطا ہوں۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ انتہٰی۔ راقم الحروف عرض
کرتا ہے کہ صاحب تفسیر روح البیان ولکل امۃ رسول الآیہ۔ کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

ثم الرسول یاتی بالوحی الظاهر والباطن ووارث الرسول

یاتی بالوحی الباطن وھو الالھام الالٰھی و کل ماجز وقوعہ للانبیاء من المعجزات جاز للاولیاء مثلہ من الکرامات

رسول وحی ظاہر و باطن لاتا ہے اور رسول کا وارث وحی باطن یعنی الہام الٰہی لاتا ہے۔ اور جن معجزات کا وقوع انبیاء کرام کے لئے جائز ہے۔ اولیاء کے لئے اُن کی مثل کرامات کا وقوع جائز ہے۔

پس مرشدنا خواجہ انبالوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد آپ کے کمال تواضع وتقویٰ پر مبنی ہے۔

سادات کا احترام:

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ آپ کے اہلبیت کا احترام کیا جائے۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر پورے عامل تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کے پاؤں دبانے لگتا تو پوچھ لیتے تھے کہ تو سید تو نہیں۔ اگر سید ہونے کا شبہ بھی ہو جاتا تو پاؤں ہٹا لیتے اور فرماتے کہ سید سے پاؤں دبوانا گستاخی ہے۔

صاحب تذکرہ تو کلیہ لکھتے ہیں کہ آپ کے مدرسہ میں ایک طالب علم پڑھتا تھا جو اپنے تئیں سید بتاتا تھا۔ اس کو روٹی مدرسہ سے ملتی تھی۔ ایک دن اسے جو کھانا ملا تو وہ کسی ناجائز جگہ لے گیا۔ جناب حکیم سمیع الدین صاحب دہلوی اور ایک مولوی صاحب نے حضرت صاحب سے شکایت کی اور استدعا کی کہ اس کو مدرسہ سے نکال دینا چاہئے فرمایا۔ تم لوگ مولوی ہو۔ تم جانو۔ مگر ہم تو سید کے نکالنے کی بابت کبھی بھی لب کشائی نہ کریں گے۔ اگر اس کو نکالو تو اس کا وظیفہ بند نہ کرنا۔ اور طعام مقررہ جاری رکھنا۔

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب سید اور مولوی کی بہت عزت فرماتے تھے۔ میر محمد یوسف صاحب چھاؤنی والے آپ کے خاص مریدوں میں تھے۔ مگر آپ سید ہونے کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کی طرف پشت تک نہ کرتے تھے۔ ایک روز آپ کا سانس اکھرا ہو گیا۔ رات کے دس بجے تھے۔ تکلیف زیادہ تھی۔ میں اتفاقاً حاضر خدمت ہوا اور پائے مبارک کی طرف بیٹھ گیا۔ فوراً مجھے سر مبارک کی طرف کھینچ لیا۔ فرمانے لگے۔ سید ہو۔ صوفی مولوی ہو۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت مولوی ہو تو بہتر ہے۔ تو آپ

... عرصہ میں حضور کو اُس تکلیف سے آسائش مل گئی اور سانس دہرا آنے لگا۔

جناب حافظ سید سرفراز علی شاہ صاحب سکندر پوری جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ... میں سے ہیں اپنے خط میں جو کمالات توکلی کے اخیر میں درج ہے تحریر فرماتے ہیں کہ میں ... ہوا تو وہ زمانہ میرے شروع شباب کا تھا اور علم ظاہری کی تازگی سے کچھ عجیب عالم تھا۔ ... مرشدی ومولائی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ اول سبق طریقت میں کیا ہے۔ میں نے عرض ... حکم مرشد کا بجالانا۔ پس ارشاد فرمایا کہ تم چونکہ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ اس سے مجھے ... ظاہری سرداری ماننی چاہئے۔ اور تم میرا باطنی خیال دل میں رکھو۔ اور خوب یاد رکھو کہ کبھی ... خدمت مثل نعلین برداری یا اور کوئی چیز ضرور تا اٹھانے کا خیال نہ کرنا میں تم سے کبھی کسی ... نہ کہوں گا۔ اور اگر تم بعض وقت اس خیال سے کہ کوئی آدمی نہیں ہے کوئی چیز اٹھا دو گے تو ... ناخوش ہوں گا۔ اور تم الامر فوق الادب کے عامل نہ ہو گے۔ اور نیز ہمیشہ آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ ... جاتے تو مجھے آگے کر لیتے۔ سواری میں بیٹھتے تو میری طرف پشت نہ کرتے۔ اور یہاں ... بعض وقت تشنگی میں پانی طلب فرماتے تو پانی لانے والے کو اشارہ کرتے جب پہلے میں پی ... آپ نوش فرماتے حالانکہ میں اُس زمانہ میں حقہ پیتا تھا۔ جس کی مذمت آپ مجھے وقتاً فوقتاً ... کرتے تھے۔ جب میں زیارت کو وطن سے آتا تو کھڑے ہو کر معانقہ فرماتے۔

... دین کا احترام:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نظر بر حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء حضور رسول اکرم صلی ... وسلم کے دین کے عالموں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ صاحب تذکرہ توکلیہ لکھتے ہیں ... جناب مولانا مولوی قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم محدث پانی پتی انبالہ میں تشریف لائے اور ... صاحب کی ملاقات کے لئے پاپیادہ آپ کے مکان پر آئے۔ اس وقت حضرت صاحب ... نوش فرما رہے تھے۔ خادم نے بلا اطلاع میاں صاحب کے کہہ دیا۔ کہ اس وقت میاں صاحب نہیں مل سکتے۔ مولوی صاحب ناراض ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ جب میاں صاحب ... اطلاع ہوئی بہت رنج کیا۔ نہایت گھبرائے کہ نائب رسول آئے اور واپس گئے۔ اُسی وقت ... سواری طلب فرمائی۔ مع رفقاء سوار ہو کر چلنے کو تھے کہ اتنے میں مولوی غلام محمد صاحب ہوشیار پوری

وکیل ندوۃ العلماء بھی آ گئے۔ میاں صاحب نے ان کو بھی گاڑی میں بٹھالیا۔ جب قاری
کے پاس پہنچے تو قاری صاحب سیدھے سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور میاں صاحب
مصافحہ کیا۔

علماء کی دعوت:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ الرحمۃ
مولویوں کی دعوت کی اور نہایت عمدہ نفیس کھانے پکوا کر کھلائے۔ اُس دعوت میں تمام
صاحب ہی تھے اور میں بھی شامل تھا۔ حضور کے دوسرے درویش باہم سرگوشیاں کرنے لگے کہ
کی کیا وجہ ہے کہ خصوصیت کے ساتھ مولویوں کی ہی ضیافت کی گئی اور دوسرے درویشوں کو
میں شریک نہ کیا گیا۔ کئی دنوں کے بعد ایک روز میں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی
خدمت میں عرض کیا کہ اس میں کیا مصلحت تھی۔ کہ حضور نے بالخصوص مولویوں کی ضیافت کی
فرمایا ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ کبھی ہمیں بھی تو
کھلا دیا کرو۔ ہم نے خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کھلایا جائے۔ آخر کار اس
مسئلہ پر نظر جا پڑی کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم اُن کا حصہ ان کی ہمشیرہ (ہالہ رضی اللہ عنہا) کو جن سے وہ بہت ہی خوش تھیں بھجوایا
کرتے۔ اس پر ہم نے خیال کیا کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں اسی کو دعوت کھلانی
چاہئے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشیں اور آپ کا کام انجام دینے والے علماء ہیں
اس واسطے ہم نے آپ کی دعوت علماء کو کھلائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ دلا کر ہم
کہ علماء کو کھانا کھلانا خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو کھلانا ہے اور پہنچ تو
بھی جاتا اگر ہم دوسروں کو کھلا دیتے۔ مگر اس میں ہم نے زیادہ مصلحت یہ سمجھی کہ اس گروہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیار ہے۔ تو انہیں کو کھلانا چاہئے۔ تا کہ آپ زیادہ خوش ہوں۔

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب ذکر کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ولی محمد صاحب
فاضل جالندھری حضور کے معتقدین میں سے تھے۔ ایک مرتبہ سائیں صاحب کی خدمت میں
اولیاء اللہ اور اہل مراقبہ کی باہمی بات چیت میں گفتگو کرنے لگے کہ ارواح لطیف سے اُن کی

کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ نے فوراً یہ فرمایا کہ فاضل ہو کر ایسی بات نہ کہو۔ الست بربکم کے
جواب میں بلیٰ کس نے کہا۔ مولوی صاحب اس جواب سے حیران ہو کر قدموں میں گرنے لگے۔
آپ نے ہرگز اجازت نہ دی۔ نہ قدم چومنے کی اجازت دی۔ فرمایا کو تمہیں ہم سے ارادت
مگر مولوی ہو۔ یہ خلاف ادب ہے۔

کی تعظیم وخدمت

حضور علیہ الرحمۃ اپنے پیر و مرشد کا بڑا ادب کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حلقہ میں ہم
آپ سے دور بیٹھا کرتے تھے۔ مگر فیض ہمیں سب سے زیادہ پہنچتا تھا۔ بپاس ادب خوف سلب
آپ عموماً خدمت مرشد میں کم رہتے اور ہوشیار پور چلے جاتے۔

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب بروایت صاحبزادہ خالقداد صاحب جہانخیلی ذکر
کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ جہانخیلاں تشریف لے گئے۔ اتفاقاً وہاں
حضور کو مرض پیچش کی شکایت ہو گئی یہانتک کہ دن میں کئی کئی مرتبہ رفع حاجات کے لئے جاتے۔
اور سرحد جہانخیلاں کو چھوڑ کر ننگے پاؤں دو دو میل کے فاصلہ پر چلے جاتے۔ یہ دیکھ کر صاحبزادہ
صاحب ممدوح نے عرض کیا کہ اگر حضور والا ارشاد فرمائیں۔ تو یہاں پر چوکی رکھوا دی جائے۔
آپ نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب مجھ سے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ جہاں میرے حضرت
صاحب کا گزر یا قیام ہو۔ وہاں رفع حاجت کے واسطے بیٹھوں یا جوتا پہن کر چلوں۔

مرشد کی خدمت:

آپ نے اپنے پیر کی بڑی خدمت کی ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے پیر بھائی
ہمارے سر پر دو دو تین تین من بھوسا کا گٹھا رکھ دیا کرتے اور ہم دو دو میل تک اسے چھوڑ آتے۔
جب شمس العرفان کا وصال ہو گیا تو اُس وقت صاحبزادگان عبدالخالق و خالقداد بہت ہی کم سن
تھے۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب قبلہ جہانخیلاں ہی میں رہنے لگے۔ ان کے تمام کاروبار کی خبر
گیری رکھتے اور کھیتی وغیرہ کو دیکھتے اور عبدالخالق کو کندھے پر اٹھائے پھرتے۔ چنانچہ ایک دن کا
واقعہ آپ یوں بیان فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ عبدالخالق ابھی بچہ ہی تھے کہ ہم ان کو گود میں اٹھائے

اور سر پر گھاس کا گٹھا لئے ہوئے مکان پر آئے۔ صاحبزادہ صاحب کو تو ہم نے زمین پر بٹھا
اور خود گھاس کا گٹھا لیے اندر چلے گئے۔ دروازہ بہت تنگ تھا۔ ہم بدقت تمام اندر پہنچے۔ ادھر
صاحبزادہ صاحب ناراض ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ گھاس کا گٹھا باہر لا کر اُسی طرح سر پر گھاس
گود میں مجھے لے کر اندر جاؤ۔ تو میں راضی ہوں۔ بچوں والی ضد تھی۔ مجبوراً ہم بڑی مشکل
گھاس باہر لائے۔ اور ان کی مرضی کے موافق گھاس سر پر اور ان کو گود میں لے کر نہایت مشکل
سے دروازے میں سے اندر گئے اور وہاں گھاس ڈال دی۔ ہم اس طرح صاحبزادوں کی دلجوئی
کرتے اور محبت سے اُن کی پرورش میں لگے رہتے۔[1] جب ذرا سیانے ہوئے تو آپ دونوں کو
انبالہ میں لے آئے اور ان کو تعلیم دلوانے لگے۔

جناب مولوی محبوب عالم صاحب ناقل ہیں کہ ایک شخص ہندوستانی حضور کے
پاس بیٹھا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اُس کی زبان سے نکلا کہ پنجاب کی زبان بڑی خراب ہے۔
یہ سن کر حضور نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ ہمارے خواجہ
صاحب پنجاب ہی کے تھے۔ اور ان کی زبان پنجابی تھی۔ تو ہمارے خواجہ صاحب کی زبان
کی توہین کرتا ہے۔ وہ نادم ہوا اور معافی مانگی۔

حضرت شمس العارفین خواجہ قادر بخش قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ حضرت حاجی
محمود صاحب جالندھری قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی نہایت ادب و نیاز مندی سے حاضر ہوا
کرتے۔ تھے۔ چنانچہ اس حاضری کا ذکر حافظ انور علی صاحب رہتکی یوں فرماتے ہیں:۔

''مشفقی ام حکیم معز الدین صاحب دہلوی نے جو حضرت توکل شاہ صاحب کے جاں
نثار مریدوں میں تھے مجھے اطلاع دی کہ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور حضرت حاجی
صاحب کی خدمت میں گئے ہیں۔ میں بھی وہاں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ مجلس بڑی گرم ہے۔ حضرت
حاجی صاحب کی خدمت میں حضرت توکل شاہ صاحب باادب بیٹھے ہیں۔ اور حضرت توکل شاہ
صاحب کی گرمی نسبت سے طالبوں کے قلب گرم ہو رہے ہیں۔ ایک جانب کو میں بھی بیٹھ گیا۔
پھر حضرت توکل شاہ صاحب نے تحفہ تحائف پارچہ جات وغیرہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت

[1] ذکر خیر۔ صفحہ ۲۲۔

… حضرت حاجی صاحب نے ان سے بڑی شفقت اور عنایت سے باتیں کیں۔ یاد
… حضرت حاجی صاحب ان کے خلیفہ امیر اللہ شاہ صاحب بھی تھے۔ پھر میں نے بھی حضرت
… سے نیاز حاصل کی۔ بڑی عنایت اور شفقت فرماتے رہے۔ پھر شاہ صاحب انبالہ
… لے گئے۔ میں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں شرح کافی ہائے بلھے شاہ صاحب
… انبالہ بھیجی۔ جب دوبارہ حضرت توکل شاہ صاحب انبالہ سے حضرت حاجی صاحب کی
… میں جالندھر تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا۔ بیلی! شرح کافیوں میں خوب موجیں ماری
… ہو یکہ شاہ صاحب خواندہ نہ تھے۔ ذات وصفات کے مسئلہ میں بڑے بڑے اعلیٰ نکات
… بیان فرمائے۔ جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت سے رخصت ہو کر حضرت شاہ
… اپنے قیام گاہ کو تشریف لے جانے لگے تو میں بھی شاہ صاحب کے ہمراہ ہوا۔ اثنائے راہ
… کے بازار میں پہنچے تو وہاں پیشہ ور طوائفیں کچھ گا رہی تھیں۔ سماع رنگ پر تھا۔ شاہ
… نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیلی! ہم نے بھی یہ موجیں بہت ماری ہیں۔ مگر
… یہاں سے نکلو۔ پھر قدم اُٹھا کر جلد اُس بازار سے نکلے۔ یہ اشارہ شاہ صاحب کا اپنے ایامِ
… کی طرف تھا۔ مگر چونکہ ان ایام میں سلوک اور پورے ہوش میں تھے۔ باتباع شرع وہاں سے
… ضرور ہوا۔ حضرت توکل شاہ صاحب حضرت حاجی صاحب کا بڑا ادب کرتے تھے۔ اگر
… میں کوئی ان سے بیعت ہونا چاہتا تھا تو بپاس ادب وہاں اُس کو بیعت نہیں کرتے تھے۔[1]

جب حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس لوگ کثرت سے بیعت ہونے آتے تو
… تم لوگ مجھ سے اچھے ہو۔ نمازیں پڑھتے ہو۔ نیک کام کرتے ہو۔ لکھے پڑھے ہو۔
… بے علم مسکین بندہ ہوں۔ تم کسی مولوی سے بیعت ہو جاؤ۔ جب وہ نہ مانتے تو یہ کہہ کر
… کر لیتے خدایا تو ہی ان کو میرے پاس بھیجتا ہے۔ میں تیرے ہی بھروسہ پر ان کو تیرا نام
… ہوں۔ اور تیرے ہی حوالہ کرتا ہوں۔

اگر کوئی شخص مسجد میں آپ کی تعظیم کے لئے قیام کرتا تو آپ ناراض ہوتے بلکہ قیام کو

[1] مقامات المحمود۔ صفحہ ۴۹-۵۰۔

ہر جگہ ناپسند فرماتے۔ اگر کوئی شخص آپ کی مدح میں شعر لکھ کر لاتا تو پسند نہ فرماتے۔ اور
فرماتے کہ ہم تو مسکین آدمی ہیں۔ ہماری مدح کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب آپ سے کسی کی
دریافت کیا جاتا کہ وہ کیسے ہیں۔ تو فرماتے۔ ساڈے نالوں چنگے ہن (وہ ہم سے اچھے ہیں)
آپ طعام میں کبھی نکتہ چینی نہ فرماتے۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔

زہد واستغنا:

جب ۱۲۹۸ھ میں حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کا عقد ثانی ہو گیا تو فتوحات کا
شروع ہوئیں۔ اول دو روپے یومیہ کی فتوح تھی۔ بعد ازاں دس بارہ بلکہ کبھی چالیس روپے
آنے لگے۔ جناب مولوی سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب نے
سے فرمایا کہ آج چالیس روپے فتوحات کے آئے تھے۔ بیگم (چھوٹی اہلیہ صاحبہ) خوش ہوئی مگر
ہمارا دل بہت گھبرایا۔ ہم نے دعا کہ کہ الٰہی! زیادہ کا بندہ متحمل نہیں وہی دس بارہ کافی ہیں۔

نور باطن:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مہاراجہ جموں ہندوستان
کی سیر کرتا ہوا انبالہ میں راجہ ناہن کی کوٹھی میں اترا۔ ایک بہروپیا حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
کی نقل بن کر مہاراجہ کے پاس پہنچا۔ حضرت کے مکان سے راجہ ناہن کی کوٹھی بہت فاصلہ پر
حضرت صاحب نے نور باطن سے معلوم کرلیا اور راجہ ناہن کی کوٹھی کی طرف منہ کر کے فرمایا
رے نقل صحیح صحیح کرنا۔ کوئی بات چھوڑ نہ دینا۔ جھوٹی نقل میں گناہ ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی عادت تھی کہ بعض اوقات خاص انداز سے اللہ اللہ اللہ حق
حق فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت بھی آپ یہی کلمات کہہ کر فکر و مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ ادھر
نقل کرتے کرتے بہروپیے کی زبان پر بھی اسی انداز سے یہ کلمات جاری ہو گئے۔ مہاراجہ پر
عجیب کیفیت محویت طاری ہو گئی۔ اس نے خوش ہو کر بہروپیے کو منہ مانگا انعام دیا اور پوچھا کہ
جس بزرگ کی تو نے نقل کی ہے وہ زندہ ہیں یا انتقال کر گئے۔ نقال نے کہا حضور! زندہ ہیں اور
یہیں انبالہ میں موجود ہیں۔ یہ سن کر مہاراجہ شوق زیارت میں پانچ سو بیگہ زمین کا قبالہ۔ پانچ

روپے کے نوٹ اور کچھ اشرفیاں لے کر بہروپیے کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں
حاضر ہوا۔

بے نیازی:

شاہ صاحب نے بہروپیے کو دیکھتے ہی فرمایا۔ کیوں بندے اللہ دے! نقل تو ٹھیک
کی تھی۔ نقال نے شرمندہ ہو کر عرض کیا۔ کہ حضور! مجھ سے غلطی ہوئی۔ معاف فرمائیے۔ آپ
نے فرمایا غلطی تو تب ہوتی۔ اگر تو صحیح صحیح نقل نہ کرتا۔

مہاراجہ نے سینی میں رکھ کر نذر پیش کی۔ شاہ صاحب نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ مہاراجہ
نے عرض کیا۔ کہ پانچ سو بیگہ زمین کا قبالہ۔ اور ایک نوٹ اور کچھ اشرفیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ
میں زمین لے کر کہاں جاؤں گا یہ تو فساد کی جڑ ہے۔ ان روپوں کی بھی مجھے ضرورت نہیں۔ اور
آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ دیکھو وہ ہمارا لنگر ہے۔ وہاں سے روپے پیسے اور اناج چلا آرہا
ہے۔

ایک روز نواب ابراہیم علی خاں والئی مالیر کوٹلہ حاضر خدمت ہوا۔ اس نے قریباً تین سو
روپیہ تھال میں رکھ کر پیش کیے۔ آپ نے انکار کیا۔ نواب نے اصرار کیا۔ تو آپ نے وہ تھال
پرے پھینک دیا جس کا کچھ حصہ نواب کی پیشانی پر بھی لگا۔ حضور فوراً جوش کی حالت میں جنگل کی
طرف تشریف لے گئے۔ آخر کار نواب نے معافی مانگی اور آپ سے بیعت ہوا۔ شاہ صاحب نے
فرمایا کہ وہ روپیہ ہمیں خون اور پیپ نظر آتا تھا کیونکہ زکوٰۃ کا تھا۔ جو ہمارے واسطے جائز نہیں۔
تھا۔

آفت وبلا:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب
فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک اشرفی پیش کی۔ میں نے حسب عادت اپنی نیت
میں اس کے حصے کر لئے۔ مگر کوئی درویش موجود نہ تھا۔ مراقبہ کا وقت تھا۔ میں نے اپنی لنگی میں
باندھ لی۔ اور مراقبہ میں مشغول ہوا۔ خدا کی قدرت ہر چند مراقبہ میں دل لگاتا دل ہی نہ لگتا۔ تو ب

کرتا ہوں۔ استغفار پڑھتا ہوں مگر پریشانی وہی۔ سوچتا کہ خدایا کیا قصور ہوا۔ پکھ
آتا تھا۔ آخر قدرت نے مدد کی دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ اشرفی آفت و بلا ہے۔
نے اُس اشرفی کو سڑک پر پھینک دیا۔ مراقبہ میں دل لگ گیا۔

غصہ کی وجہ:

عبدالرحمن خاں صاحب مراد آبادی انبالہ میں نائب تحصیل دار تھے۔ انہوں
ایک روز آکر کہا کہ حضور میں کل سے تحصیل دار ہو گیا۔ یہ سنتے ہی حضور کو غصہ آگیا۔
میں فرمانے لگے تحصیل دار ہو گیا تو کیا ہوا۔ اوپر کا سب روپیہ نوکروں اور متعلقین کا
وہی پاؤ بھر کھائے گا۔ وہی کپڑا پہنے گا۔ دراصل خان صاحب موصوف دین سے غافل
صوم وصلوٰۃ کے پابند نہ رشوت و شراب سے پرہیز۔ اس لئے حضور کو ان کا یہ خبر دینا نا گوار
بار بار جوش میں فرماتے تھے کہ مجھے آکر یہ کہتا ہے۔ میں نے نماز شروع کر دی۔ فلاں
ممنوعات سے توبہ کر دی۔ مجھے یہ فضول خبر سناتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

زکوٰۃ کا مال:

ایک صاحب نے زکوٰۃ کا ایک روپیہ حضور کی نذر کیا۔ آپ کو معلوم ہو گیا۔ آپ
فرمایا کسی دوسرے غریب کو دے دو۔ اُس نے اصرار کیا۔ مگر مقبول نہ ہوا۔ دوسرے روز
کے طور پر اُس نے اسی قسم کے تین سو روپے رومال میں پیش کیے۔ حضور گھبرا گئے اور جوش میں
رومال کا گوشہ پکڑ کر دور پھینک دیا کہ تو فقیر کو آزماتا ہے۔ ناجائز لاکھ روپے بھی فقیر کے نزدیک
بر تر از گناہ ہیں اور جوش میں آکر اُس کو فرمانے لگے کہ دیکھ! خدا نے ہمیں ایسے مال سے
پروا کیا ہے کہ ہم نے پھینک دیئے اور تو چکتا پھرتا ہے۔

چغہ پر زری کا کام:

ایک روز فرمانے لگے ایک روز ایک شخص نے ایک چغہ پیش کیا۔ جس پر چاروں طرف
آگے پیچھے مونڈھوں پر زری کا بہت زیادہ کام تھا۔ ہم دیکھ کر گھبرا گئے۔ درویش سوال کرنے لگے
کہ حضور ہمیں دے دیجئے۔ یہ سن کر ہم اور بھی گھبرا گئے۔ آخر ہم نے اُس چغہ کو جلا دیا۔ اس

...ہوا۔ درویش کہتے تھے کہ اس میں سے بہت چاندی نکلی۔ ہم نے کہا یہ ہمارے کام کی نہیں
...تو تمہارا کام۔ انتہی۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حجرے میں کھجور کی چٹائی ہوتی تھی۔ جس پر ایک
...اور چھوٹا سا تکیہ ہوا کرتا۔ موسم سرما میں بجائے چٹائی کے کسیر ہوتی۔ آپ کے اوڑھنے کو کمبل
...ایک سادہ لحاف تھا۔ جسے بعض وقت سائیں مغلی شاہ بھی اوڑھ لیتے تھے۔ آپ کے لنگر میں
...برتن مٹی کے تھے۔ آپ کا یہ زہد اختیاری تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کو فتوحات بکثرت آتی
...مگر جو کچھ آتا آپ اُسے راہِ خدا میں خرچ کر دیتے۔ اور خود زاہدانہ زندگی بسر کرتے۔

توکل:

آپ اسم بامسمّی تھے۔ آپ کے توکل میں کبھی فرق نہیں آیا۔ ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم
...اپنے توکل کا امتحان کرنا چاہا اور بٹنی کنڈ کے جنگل میں جا بیٹھے۔ دو تین دن گزر گئے۔ کھانا نہ
آیا۔ ہم نے امتحان کا پورا پورا ارادہ کر لیا تھا۔ بیٹھے ہی رہے۔ آخر ایک دن ایک گوجری کھیر کی
...لے کر حاضر ہوئی۔ بعد ازاں دودھ۔ چاول۔ گھی۔ مکھن کثرت سے آنے لگا۔

...سے رزق:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز فرمانے لگے کہ ہم شہر
...ویرانہ میں تھے۔ بدیں خیال کہ ہمارا رزق ہمارے ساتھ ہے ہم جنگل میں آگئے۔ ایک بلند ٹیلے
...بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ناگاہ ہماری نظر ایک شخص پر پڑی جو ٹوکری لئے ہوئے ہماری طرف آرہا
تھا۔ ہم نے سوچا کہ جب ہم شہر سے چلے آئے ہیں۔ اس شخص سے بھی الگ رہنا چاہئے۔ اس
لئے وہاں سے چل پڑے۔ وہ شخص ہمارے پیچھے آیا۔ ہم لپکے وہ بھی لپکا۔ ہم بھاگے وہ بھی بھاگا
اور کہنے لگا کہ مجھے تو خدا ہی نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر ہم ٹھہر گئے۔ اس کی ٹوکری میں پوریاں حلوا
...مٹھائی وغیرہ تھا۔ اس نے پیش کیا۔ ہم نے اس میں سے کچھ کھا کر واپس کر دیا۔ انتہے۔

ایک کیمیا گر:

ایک درویش عبداللہ شاہ نامی کیمیا گر حضرت صاحب کا مرید ہو گیا۔ جب اسے رہتے

سہتے چند روز گزر گئے تو اُس نے معلوم کیا حضرت کے لنگر کا خرچ محض توکل پر ہے اور ...
مست بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اُس نے دو تولہ سونا تیار کر کے آپ کی خدمت میں ...
کیا۔ حضرت صاحب نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ وہ یہ سمجھا کہ حضرت کی کم توجہی کا باعث شاید ...
کہ میں نے بہت تھوڑا بنایا ہے اور سونا بنانے کی ترکیب بھی نہیں بتائی۔ اس لئے وہ عرض کرنے
لگا۔ یا حضرت! میں بازار سے دوا لاتا ہوں اور آپ کے ہاتھ سے اکسیر بنوا دیتا ہوں۔ ...
بازار میں دوا لینے گیا۔ حضرت صاحب کو خطرات آنے لگے۔ آپ نے فوراً اُس کے پیچھے ...
دوڑایا اور فرمایا کہ اس کیمیا گر کو ہمارے ہاں نہ گھسنے دینا۔ اب وہ بازار میں ہے۔ اُس کا ...
وہیں اُس کے حوالہ کر دو۔ اُس کے سونا بنانے سے ہماری توجہ الی اللہ اور توکل میں فرق پڑتا ...
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اصلی وراثت:

ذکرِ خیر میں ہے کہ ایک دفعہ کسی سکھ راجہ کا خط حضور علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ...
مضمون کا آیا۔ کہ ہمارے ہاں لڑکے کی پیدائش کی خوشی میں جلسہ ہے۔ کیا خوب ہو جو آپ ...
بزرگ بھی اس جلسہ میں تشریف لائیں اور دُعا کی برکت سے مالا مال کریں آپ کی خاطر مدارات
میں پوری کوشش کی جائے گی۔ ضرور تشریف لائیں۔ حضور نے جواب میں لکھوایا۔ ہم ایسے غنی کے
دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس کے دربار کے گداگر بھی تجھ سے بہتر ہیں۔ ہم کو تیری خاطر
مدارات کی کچھ پرواہ نہیں۔ ہم اس کے دروازے سے اُٹھ کر کہیں نہیں جاتے۔ ہماری اصلی
وراثت توکل ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامل عطا فرمائی ہے۔ ہم اُس میں کمی کرنا نہیں چاہتے
...۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضور علیہ الرحمۃ نے کیا اور خوب فرمایا۔ سچ ہے بئس الفقیر علی
باب الامیر۔ (بُرا ہے فقیر دروازے پر امیر کے)۔

آپ کا لنگر۔ ختم شریف۔ مدرسہ تو کلیہ غرض کل کام توکل پر چل رہے تھے۔ جب لنگر
بہت وسیع ہو گیا تو کئی مریدوں نے جو اچھے زمیندار تھے عرض کیا۔ کہ حضرت جی! لنگر کے ...
کے لئے ہم کچھ زمین نذر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے انکار کیا بلکہ خفا ہوئے اور ایک موقع پر ...
فرمایا کہ جہاں جہاں زمین اور جائدادیں تھیں وہیں فساد ہوئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ چکے ...

... :

... آپ کی جبلی تھی۔ مسافر یا سائل کو بغیر کھانا کھلائے نہ جانے دیتے۔ اگر کھانے کا وقت نہ
... حسب حیثیت خادم سے دلوا دیتے تاکہ بازار سے کھا لے یا خود بازار سے
... آپ کا لنگر عام تھا۔ جس میں مساوات کا پورا التزام تھا۔ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ واقف ہو
... زائر ہو یا محض اجنبی سب کو یکساں ملتا تھا۔ یہ لنگر توکلی اب تک جاری ہے۔ میں نے
... کسی اور جگہ نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اس لنگر کو تا قیامت جاری رکھے بجاہ حبیبہ صلی اللہ
... آپ اکثر یہ دوہرہ پڑھا کرتے تھے۔

... ساون سارس بولے اور بولے ڈڈو نام نہ لینا دان نہ دینا لے کیا جاگا کدو

... و ایثار:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت کے دربار سے کبھی کوئی
... نہ جاتا خواہ کتنے ہی ہوں۔ اگر کسی سائل کو پیسے دینے کا حکم ہو گیا اور وہ دیر یا کسی اور وجہ
... گیا تو خادموں کو حکم ہوتا کہ جس جگہ ملے تلاش کر کے یہ رقم دو۔ بعض مرتبہ کئی گھنٹے میں وہ
... ملتا تھا۔ جب خدام آ کر عرض کرتے تھے کہ دے آئے تو حضرت کو اطمینان ہوتا تھا اور چین
... اگر کسی جگہ سے کوئی رقم بطور نذر آتی تھی تو وہ پیش ہوتے ہی ٹھکانے لگ جاتی تھی۔ جب
... آپ اُس رقم سے اپنا تعلق الگ نہ کر لیتے تھے کوئی دین یا دنیا کا کام نہ کرتے تھے[1]۔ نقد میں
... فقرا و خدام کا تھا۔ اُس میں حضور کا وجود باجود شامل نہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی رقم نہ آتی اور سابق

[1] حضور علیہ الرحمۃ کا یہ خُلق اخلاقِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے نمازِ عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ تو آپ سلام
پھیرتے ہی گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ پھر جلدی نکل آئے۔ صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ
مجھے نماز میں خیال آ گیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے۔ مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر
میں پڑا رہے۔ اس لئے جا کر اُسے تقسیم کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں (صحیح بخاری۔ کتاب التہجد۔ باب۔
... الرجل فی الصلوٰۃ) اس طرح کی اور مثالیں بھی احادیث میں ملتی ہیں۔)

آمدہ ختم ہوجاتی تو حضور فاقہ سے رہتے تھے۔ جب تک لنگر میں کچھ آمد نہ ہو خدام کو اجازت
کہ تم جس جگہ سے ملے کھاؤ۔ اس کو حضور کی اصطلاح میں لنگر مست کہتے تھے۔ اگر کوئی مہمان
مست کے وقت آجاتا تو قرض لے کر مہمان کی میزبانی فرماتے تھے اور آپ بدستور فاقہ
رہتے تھے۔ انتہیٰ۔

سوال رد نہ کرنا:

آپ کسی کے سوال کو رد نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا تو عطا فرماتے۔ اگر پاس نہ ہوتا
قرض لے کر دیتے یا وعدہ فرماتے۔ چنانچہ جناب مولوی محبوب عالم صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میرا
مشاہدہ ہے کہ ایک دفعہ کسی نے دہلی سے خط لکھا کہ حضور میں بہت تنگدست ہوں۔ گزارہ کی
صورت نہیں۔ حضور میرے واسطے ہمت اور دعا فرمائیں۔ حضور نے حسب عادت اُس کے لئے
دعا فرمائی کہ الٰہی تو اُس پر حلال روزی کھول دے اور جواب لکھوادیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس
نے پھر خط میں لکھا کہ میں بہت تنگدست ہوں۔ حضور کو بہت ہی خیال آیا۔ پوچھا کہ کچھ
درویشوں نے کہا کہ حضور اس وقت تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ حضور علیہ الرحمۃ نے محمد علی شاہ سے ایک
روپیہ قرض لیا اور بذریعہ منی آرڈر اس کے پاس بھیج دیا۔ اور لکھوادیا کہ فی الحال تم اس کو کھاؤ
اکام خدا آسان کردے گا۔ چنانچہ اس روپیہ کے خرچ کرتے کرتے اُس کا کام لگ گیا اور روزی
کھل گئی۔ پھر اُس نے خط لکھا کہ حضور کی بخشش کے ساتھ ہی میرا کام آسان ہوگیا۔ انتہیٰ۔ راقم
الحروف عرض کرتا ہے کہ قرض لے کر دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ سے تھا۔

ایثار کی کیفیت:

ذکر خیر میں ہے کہ حضور علیہ الرحمۃ کی عادت مبارک تھی کہ جو چیز حضور کے بدن
کپڑے کی قسم سے یا کوئی اور عمدہ شے ہوتی۔ اور کسی نے اُس کی تعریف کردی کہ حضور! یہ آپ
کے جسم پر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ فوراً اُتار کر کسی کو دے دیتے۔ چنانچہ ایک بار کا ذکر ہے کہ
کوئی مرید حضور کے پاس ایک بہت قیمتی کرتہ جس کی لاگت متعدد روپے ہوں گے نذرلایا۔ حضور
نے اُس کو پہنا۔ حاضرین میں سے کسی نے تعریف کردی کہ حضور! یہ بہت ہی اچھا ہے۔ یہ سن کر
فوراً اُتار دیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے مولوی صاحب کو دے دو۔ چنانچہ میں نے وہ کرتہ لے کر

فرمایا۔ مولوی صاحب اس کرتہ کو اپنے گھر بھیج دو۔ یہاں نہ رکھو۔ میں نے عرض کیا۔ حضور!
اس میں کیا مصلحت ہے۔ فرمایا۔ ہم نے اِس کو ایثار کیا ہے۔ تم ہمارے پاس رہتے ہو اور ہمارا کام
کرتے ہو۔ تو گویا ہمارے کام میں آیا۔ اس کا یہاں رہنا ایثار کے خلاف ہے۔ اس طرح ایثار
کا نقصان آتا ہے۔ چنانچہ حسب ارشاد روانہ کردیا گیا۔
راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے
تھا کہ اگر آپ کے پاس کوئی چیز ہوتی اور دوسرا اُس کی تحسین کردیتا تو فوراً اُسے عطا فرمادیا
کرتے۔ چنانچہ ایک عورت نے آپ کی خدمت اقدس میں اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی چادر پیش کی۔
ایک صحابی نے اُس کی تحسین کردی۔ آپ نے اُسی کو عطا فرمادی۔ جیسا کہ شمائل ترمذی میں مذکور
ہے۔ بخوف طوالت ہم شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ایثار کی زائد مثالیں یہاں درج نہیں کرتے۔

غیرت وحمیت:

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی مخالف شرع امر دیکھے تو اُسے چاہئے کہ اُسے
ہاتھ سے بدل دے یعنی زور بازو سے لوگوں کو اُس سے روکے۔ اگر ہاتھ سے منع نہ کرسکے تو زبان
سے منع کرے۔ اگر زبان سے بھی منع نہ کرسکے تو دل سے اُسے برا جانے۔ اور یہ ضعیف ترین
ایمان ہے۔ انتہیٰ۔ جناب مولوی محبوب عالم صاحب لکھتے ہیں کہ جس مکان میں مائی صاحبہ رہتی
تھیں اُس کے پاس والے مکان کی چھت پر ایک شخص پہلوان کھڑا دکھائی دیا۔ اُس کے اس طرح
چھت پر چڑھنے سے بے پردگی ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ بھائی شریعت کا حکم ہے کہ اس طرح
چھت پر نہیں چڑھا کرتے۔ اُس نے نہ مانا اور کہا میں تو ہمیشہ چڑھا کروں گا۔ حضور نے پھر اُس کو
روکا مگر وہ نہ مانا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ او ہم تجھے شریعت کا مسئلہ بتاتے ہیں۔ اس طرح چھت پر
نہ چڑھا کر۔ اُس نے کہا آپ کی شریعت دیکھی ہوئی ہے۔ فرمایا۔ ہیں! اتنا فرماتے ہی نہ معلوم
کس ذریعہ سے حضور لاٹھی ہاتھ میں لئے چھت پر نظر آئے اور مار مار کر اُسے بیہوش کردیا۔
دوسرے روز وہ خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔ انتہیٰ۔ اس واقعہ سے حضور علیہ الرحمۃ کی غیرت
دینی کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔

شفقت ومرحمت:

آپ کی شفقت عامہ خلق پر تھی۔ ایک دفعہ آپ کے پڑوس میں ایک چمار مر گیا۔ جب تک اُس کی لاش کو نہ لے گئے۔ حضور نے کھانا نہ کھایا۔ جب اُس کو جلانے واسطے لے گئے تو پھر مسجد میں جا کر تھوڑا سا کھایا اور فرمایا کہ پڑوسی ہے۔ جب ان پر مصیبت ہے تو ان سے الگ ہو کر کھانا چاہیے۔

پہلے پہل جب حضور نے اپنے پیر ومرشد کا عرس مبارک انبالہ میں شروع کیا تو ہمسائگان جو چمار وغیرہ تھے سب کو خشک رسد دلوایا کرتے اور فرماتے کہ یہ پڑوسی ہیں ان کا بھی حق ہے۔ مگر بعد ازاں جب چماروں نے خود انکار کیا تو رسد بند کر دی گئی۔

اگر کسی خطا کی وجہ سے آپ کسی درویش پر خفا ہو کر اُس کو مکان سے نکلوا دیتے تو اُس کا کھانا بند سے موقوف نہ ہوتا۔ وہ جہاں شہر میں ہوتا۔ اُس کا کھانا وہاں بھجوا دیتے۔ اور فرماتے کہ فقیر متصف باخلاق الٰہی ہوتا ہے۔ وہ رزاق مطلق گناہ کے سبب سے کسی کی روزی بند نہیں کرتا

ولیکن خداوند بالا و پست بعصیاں در رزق بر کس نہ بست

یتامٰے ومساکین و بیوگان پر آپ بڑی شفقت فرماتے اور ان کی خبر گیری کرتے۔ اکثر بیوگان کی روٹی لنگر سے مقرر تھی۔ پردہ دار بیوگان کو وظیفہ کے طور پر عطا فرمایا کرتے۔ جب کوئی یتیم بچہ آپ کے سامنے آتا تو اُس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا کرتے۔ اور ہر طرح اُس کی مدد فرماتے۔ عام بچوں کو مٹھائی اور بتاشے دلوا دیا کرتے۔ اپنی مجلس میں کسی کی غیبت سننا گوارا نہ فرماتے بلکہ فاسق فاجر کی بھی غیبت نہ ہونے دیتے تھے۔

پرندوں پر شفقت:

انسان تو درکنار پرندوں پر بھی آپ کی شفقت تھی۔ چنانچہ صاحب ذکرِ خیر لکھتے ہیں کہ آپ کی عادت مبارک تھی کہ گیارہ بجے دن کے حجرہ کا دروازہ کھولتے تو اپنے سامنے چڑیوں کو دانے ڈلوایا کرتے اور الگ برتن میں پانی رکھوا دیتے تا کہ وہ بھی کھائیں پئیں۔ ایک روز آپ باہر تشریف لائے ایک چڑیا دانے چگ رہی تھی وہ کواڑوں کی آواز سن کر اُڑ گئی۔ آپ فرمانے لگے

افسوس یہ بھوکی تھی۔ اب جب تک یہ چڑیا آ کر دانے نہ چگ لے گی ہم کھانا نہ کھائیں گے۔ درویشوں کو سخت تردد ہوا۔ انہوں نے چاہا کہ کسی اور چڑیا کو پکڑ کر دانے چگا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ بھولی تو وہ چڑیا تھی۔ جب تک وہی دانے نہ چگے گی ہم کھانا نہ کھائیں گے۔ وہ چڑیا اڑ کر روشندان میں جا بیٹھی۔ فرمایا۔ بھولی آ جا۔ اب چگ لے وہ فوراً آئی اور اُس نے دانے چگے۔ جب وہ پیٹ بھر چکی فرمایا۔ اب کھانا لاؤ ہم بھی کھائیں گے۔ بارہا دیکھا گیا کہ جب آپ حجرہ سے باہر درود شریف میں مشغول ہوتے تو چڑیا آ کر کوئی زانو مبارک پر بیٹھ جاتی اور کوئی سر مبارک پر۔ اور فیضان حاصل کر کے اُڑ جایا کرتیں۔ انتہٰے۔

صاحب تذکرہ تو کلیہ لکھتے ہیں کہ حضور کو جانوروں پر بھی۔ اس قدر رحم تھا کہ جو کچھ حضور تناول فرماتے اُس میں سے چڑیوں کا حصہ بھی رکھوا دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ برف میں سے بھی پرندوں کا حصہ نکلتا۔ ایک دفعہ ایک درویش نے چڑیا کا حصہ کھا لیا۔ اور اُس نے یہ سمجھا کہ مجھے عنایت ہوا ہے حضرت گھبرا گئے۔ اس نے معافی چاہی۔ فرمایا کہ تو نے چڑیا کا حصہ کھایا ہے۔ اس سے معاف کرا۔ پرایا حق کیوں کھایا۔ پھر اس درویش نے اپنے حصہ میں سے چڑیوں کو کھلایا۔ ایک دن ایک چڑیا پانی پی رہی تھی۔ حضرت وضو کرنے لگے۔ وہ اُڑ گئی۔ حضرت کو سخت رنج ہوا۔ فرمایا کہ جب تک یہ چڑیا دوبارہ آ کر پانی نہ پی لے۔ ہم وضو نہ کریں گے۔ چنانچہ جب اُس چڑیا نے پانی پی لیا تو آپ نے وضو کیا۔

عفو ودرگزر:

اگر درویشوں میں سے کسی سے کوئی خطا سرزد ہوتی تو آخر کار آپ معاف فرما دیا کرتے۔ اپنے تو درکنار بیگانے بھی جب صدق دل سے معافی طلب کرتے تو خواہ کتنا ہی سخت جرم ہوتا آپ درگزر فرماتے۔ چنانچہ ذکر خیر میں ہے کہ جب لیکھرام آریہ مارا گیا تو ہندوؤں کو یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے لوگوں کو ہلاک کیا جائے۔ چنانچہ اکثر مقامات میں علماء و صلحاء کو کسی نہ کسی حیلہ سے زہر دیا گیا۔ ایک رات بارہ بجے کے بعد دو ہندو مسلمانوں کے بھیس میں بارادۂ قتل حضور کے پاس آئے۔ آپ اُس وقت تنہا مراقب تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں کانپ گئے۔ آپ نے حسب عادت اُن سے پوچھا

کہ کس کام کے واسطے آئے ہو؟ مارے ہیبت کے وہ بول نہ سکے۔ آخر کار نامراد واپس چلے گئے۔ دوسرے روز علی الصباح وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ عرض کی کہ ہم سے بڑی خطا ہوئی۔ ہندوؤں نے ہمیں لالچ دیا تھا اس لئے ہم شب کو آپ کو قتل کرنے کے لئے آئے تھے ہماری تمام رات بے چینی میں گزری ہے۔ خدا کے واسطے آپ ہماری خطائیں معاف فرمائیں اور ہمیں مسلمان کرلیں۔ چنانچہ حضور نے ان کی خطا معاف فرمائی۔ اور دونوں کو مسلمان کر کے رخصت کیا۔

عدل کی کیفیت:

قرآن مجید (سورہ نساء۔ رکوع اول) ایک مرد کے لئے چار عورتوں تک اجازت ہے اگر یہ ڈر ہو کہ ان عورتوں میں عدل نہ کر سکے گا۔ تو اُس صورت میں ایک ہی عورت سے نکاح کرے۔ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس عدل کی یہ تشریح کی ہے کہ اپنی منکوحات کو کھانے اور لباس اور شب باشی و موانعت میں برابر رکھے۔ اب حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے عدل پر غور کیجئے جب آپ بڑی اہلیہ صاحبہ کے مکان پر تشریف لے جاتے تو جس حالت وہیت میں وہاں جاتے اُسی حالت وہیت میں چھوٹی اہلیہ صاحبہ کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ بڑی اہلیہ صاحبہ کے ہاں سرمہ لگا کر تشریف لے گئے تھے۔ چھوٹی اہلیہ کے ہاں تشریف لے جاتے وقت سرمہ لگانا بھول گئے۔ مکان پر پہنچ کر یاد آیا۔ وہیں سے لوٹ آئے۔ اور اُسی قدر سلائیاں سرمہ کی ڈال کر پھر تشریف فرما ہوئے۔ اسی طرح سے جن کپڑوں میں حضور ایک کے ہاں جاتے۔ انہیں کپڑوں میں دوسری کے ہاں جاتے۔ ایک روز ایک کے ہاں تشریف لے جاتے وقت عصا ہاتھ میں تھا۔ دوسری کے ہاں جاتے ہوئے خالی ہاتھ تھے۔ پھر جو یاد آیا وہی عصا ہاتھ میں لئے تشریف لے گئے جس قدر باتیں زبان مبارک سے ایک کے ساتھ کرتے اُسی قدر دوسری سے کرتے۔ ایک کم و بیش نہ ہوتی۔ اور وقت کا اندازہ بھی اُسی قدر رہتا نہ کم نہ زیادہ۔

جناب مولوی محبوب عالم صاحب لکھتے ہیں کہ ایک روز میں تازی اور نرم چھوٹی چھوٹی دو ککڑیاں حضور کی خدمت میں لے گیا۔ حضور اُس وقت گھر میں موجود تھے۔ مائی صاحبہ کو پردہ میں فرما کر مجھے اندر بلالیا۔ میں نے وہ پیش کیں۔ ایک تو حضور نے وہاں ایک چھوٹا بچہ کسی کا کھیل رہا

ان کو دے دی۔ دوسری کو اندر بھیجنے کا حکم دیا۔ ابھی وہ دروازے کے باہر ہی تھی کہ واپس لانے کا ارشاد ہوا اور فرمایا کہ آدھی یہاں دو۔ آدھی دوسرے گھر میں بھیج دو۔ میں نے عرض کیا۔ اور یہاں جگہ دے دی جائے میں دوسری لاکر وہاں پہنچادوں گا۔ فرمایا شاید تمہیں یاد رہے یا نہ رہے اور اس سے مقدار میں کم ہو یا زیادہ میں نے عرض کیا۔ نہیں حضور اسی قدر ہوگی۔ فرمایا اچھا ناپ لو۔ اسی قدر رہے کم و بیش نہ ہو۔ میں نے اُس کا ناپ لے لیا۔ اور پھر اُسی ناپ کی ککڑی حضور کو دکھلا دی اور وہ دوسرے گھر بھیج دی۔ حضور کو عدل کا اس قدر خیال تھا کہ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔ جب حضور کے وصال کا وقت نزدیک آیا۔ تو چھوٹی مائی صاحبہ نے بڑی مائی صاحبہ کو جن کے مکان میں حضور پہلے مل آئے تھے اپنے مکان میں آکر زیارت کرنے کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ مکان ان کی ملک تھا۔ حضور نے فرمایا ہم کیا کریں۔ مکان ان کی ملک ہے۔ پھر دوبارہ ان چھوٹی مائی صاحبہ نے زیارت کرنی چاہی تو فرمایا کہ اب ہم نہیں مل سکتے کیونکہ تم سے مل کر پھر اُن سے ملنا ہوگا اور وقت اخیر ہے۔

حضور علیہ الرحمۃ کی عادت تھی کہ کھانا کھاتے ہوئے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو کھانے سے دور رکھا کرتے تھے۔ اس کی وجہ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت جنگل میں بیٹھی ہے۔ ہزار ہا مولوی و عامل اور قسم قسم کے لوگ طرح طرح کے حیلوں سے اُسے اپنی طرف مائل و متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ ہم نے جو دیکھا کہ یہ عورت ہے اُس کی طرف نظر نہ کی اور وہاں سے چلے آئے۔ وہ بھی ہمارے پیچھے پیچھے چلی اور کہنے لگی۔ حضرت! آپ کیوں تشریف لے جاتے ہیں۔ میں آپ کی خدمتگار و فرمانبردار ہوں۔ مگر ہم نے ایک نہ سُنی اور بھاگنے لگے وہ بھی بھاگنے لگی۔ اور کہتی تھی کہ اگر آپ حُجرے میں تشریف لے جائیں گے میں وہاں بھی حاضر ہوں گی۔ چنانچہ ہم نے حُجرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا۔ مگر وہ سوراخوں میں سے اندر داخل ہوگئی۔ ہم ہر چند اُسے نکالنا چاہتے تھے۔ مگر وہ نہ نکلتی تھی۔ آخر ہم نے اپنی انگشت شہادت مار کر اُسے حُجرے سے نکال دیا۔ وہ حُجرے کے دروازے کے پاس ہی باہر نکل کر بیٹھ گئی۔ ہم نے اُس کا نام پوچھا تو کہا

کہ میں دنیا ہوں۔ اپنے عاشقوں کو ذلیل کرتی ہوں۔ مگر عاشقانِ الٰہی کی خدمت کرتی
میں یہاں سے ہرگز نہ جاؤں گی۔ اس تقریر کے بعد حضور علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہم
اس انگشت شہادت سے مار کر حجرے سے نکالا تھا۔ یہ انگلی اس کے بدن کو چھو گئی تھی۔ اس
دل نہیں چاہتا کہ اس انگلی کو کھانے کی چیز پر لگائیں۔

حضور علیہ الرحمۃ کوئی جائداد اپنی ملکیت میں نہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ مکان اور
بھی سب حضرت مائی صاحبہ کی مِلک تھے۔ آپ نے اپنے نام پر کوئی شے نہ لی تھی۔ اور
چیز اپنی ملک قرار دیتے تھے۔ اگر مائی صاحبہ کسی درویش سے ناراض ہو کر فرماتیں کہ
سے نکل جا۔ تو حضور اس درویش سے حُجرے میں نہ ملتے۔ فرماتے کہ یہ اُن کی مِلک
سے ناراض ہیں۔ ہم تُجھ سے ناراض نہیں اور حجرے سے باہر تشریف لا کر گلی میں ملتے۔

صاحب ذکر خیر لکھتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الرحمۃ سے کبھی کوئی فعل مکروہ
ہو گیا۔ تو اُس کا کفارہ خود ہی مقرر فرما کر مسکینوں محتاجوں، یتیموں، بیواؤں کو تقسیم کراتے۔
روپے کبھی بارہ روپے میں نے بارہا حضور کا ایسا صدقہ دیا ہوا تقسیم کیا ہے۔ ہمارے نزدیک
کا کوئی فعل مکروہ تنزیہی بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر آپ خود ہی فرمادیا کرتے تھے اور فرماتے
الابرار سیئات المقربین۔ نیز فرماتے کہ کامل مومن وہ ہے جو خود منصف ہو کر اپنے اعمال کی
بین کرتا ہے اور جو چیزیں گندی ہیں اُن کو خد ہی نکالتا رہے۔

حضور علیہ الرحمۃ تین شخصوں کی نذر کسی حال میں قبول نہ فرماتے۔ (۱) ڈوم
(۲) طوائف کی اس واسطے کے گانے بجانے کا پیشہ کرتی ہیں۔ (۳) یتیم بچے کی کہ وہ
پرورش ہے۔ میرے سامنے اکثر میراثی نذر لاتے قبول نہ فرماتے اور جواب دیتے کہ تم
یہ پیدا کرتے ہو۔ ایک دفعہ ایک یتیم بچہ کی ماں نے نذر پیش کی۔ حضور نے نہ لی۔ تو اس نے
کیا کہ حضور! میں اس بچہ کی ملکیت سے نہیں دیتی۔ یہ خاص میری مِلک ہے حضور نے فرمایا
یہ بھی اسی کی پرورش میں صرف کر دینا۔ اگر کوئی عورت نذر لاتی تو حضور دریافت کرتے کہ یہ
اپنی مِلک سے لائی ہے یا اپنے خاوند کے مال میں سے۔ اگر وہ کہتی کہ میں اپنی ذاتی مِلک
لائی ہوں۔ تب تو قبول فرما لیتے اور اگر کہتی کہ خاوند کے مال سے لائی ہوں۔ تو فرماتے کہ

اس سے اجازت لو پھر لاؤ۔ یہاں تک حضور کو اتقاء کا خیال تھا۔ انتہٰی

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے کچھ نقدی پیش کی۔ حضور علیہ الرحمۃ نے
فرمایا اور پوچھا۔ کیا تمہیں چنگی سے تنخواہ ملتی ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ اور مولوی
الدین صاحب نے جو اُس وقت حاضر خدمت تھے میری تائید کی۔ تو قبول فرمائی۔

باب

مکاشفات وواقعات

سیر وسلوک سے مقصود صور واشکال کا دیکھنا نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ امر استدلالی کشفی،
ہو جائے جیسا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ ہم اس باب میں
شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے مکاشفات درج کرتے ہیں تا کہ علاوہ دیگر فوائد کے ایک حد تک
حضرات خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد مبارک کی توضیح بھی ہو جائے۔

ملائکہ کرام علیہم السلام:

جناب مولوی سراج الدین صاحب حضرت شاہ صاحب قبلہ سے حسب ذیل روایت
کرتے ہیں۔

فرشتے کا وظیفہ

فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک فرشتہ نورانی سبحان اللہ وبحمدہ کے ساتھ نغمہ سرائی کر رہا ہے
اس نے ہم سے کہا کہ ایک آدھ تسبیح درود شریف کی بھی پڑھ لیا کرو۔ اس دن ہمارا درود شریف قضا
ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کو جناب مولوی محبوب عالم صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ارشاد
فرمایا کہ ہمارا ہمیشہ معمول تھا کہ عشا کے وقت درود شریف کی دو تسبیح پڑھ کر سوتے تھے۔ اتفاقاً
ایک دن قضا ہو گئیں۔ ہم نے وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ فرشتے بہت ہی خوش الحانی سے جناب
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کر رہے ہیں اور اثنائے تعریف میں کہہ رہے ہیں کہ
وضو کرنے والو! دو تسبیح درود شریف کی پڑھ لیا کرو قضا نہ کیا کرو۔

(۲) فرمایا کہ بار دگر دیکھا کہ بندہ سبحان اللہ پڑھتا ہے اور کاتب یمین جھٹ ہمارے لمبے لمبے حرف لکھ رہا ہے۔

رزق کی تقسیم:

فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم فجر کی سنت پڑھ کر بیٹھے تھے کہ دیکھا کہ ایک فرشتہ رزق تقسیم کر رہا ہے۔ اور سب حاضرین مسجد کے آگے گندم کے ڈھیر لگا رہا ہے۔ اس نے ہمارے سامنے زیادہ ڈھیر لگایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وقت[1] تقسیم روزی کا ہے۔ انتہیٰ

صاحب ذکر خیر لکھتے ہیں:

کراماً کاتبین کا تذکرہ:

ایک روز کراماً کاتبین کا تذکرہ تھا کہ وہ دائیں بائیں رہتے اور بندوں کے نیک و بد اعمال لکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں بے شک لکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم سکرت کی حالت میں تھے۔ ہم نے دیکھا کہ دو شخص جن میں سے ایک ہمارے دائیں تھا اور دوسرا بائیں۔ کاغذ قلم ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں۔ ان کی عجیب ہی حالت دیکھی۔ وہ اس طرح تحریر نہیں کرتے جس طرح لوگ لکھتے ہیں۔ ان کی تحریر اوپر سے نیچے کو ہوتی ہے۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ جب آدمی بات یا کوئی فعل اچھا برا کر چکے۔ تب ہی اسے لکھیں۔ بلکہ ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ آدمی کی زبان اور ان

---

[1] حدیث شریف میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ چنانچہ قطب شعرانی لکھتے ہیں۔

كان انس رضى الله عنه يقول دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على فاطمة رضى الله عنها بعد صلوٰة الصبح فوجدها مضطجوا فجر كهابر جله ثم قال لهايا نبية قومى فاشهدى رزق ربک ولا تكونى من الغافلين فان الله يقسم ارزاق الناس مابين طلوع الفجر الى طلوع الشمس (كشف الغمه . جزء ثانى. ص ۳)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ تو ان کو لیٹی ہوئی پایا۔ پس اپنے پاؤں مبارک سے انہیں ہلا دیا۔ پھر ان سے فرمایا۔ اے پیاری بیٹی! اٹھ اپنے پروردگار کے رزق میں حاضر ہو اور غافلین سے نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے رزق طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کے درمیان تقسیم فرماتا ہے۔ انتہیٰ۔

کے درمیان کچھ ایسی کل ہے کہ ادھر زبان ہلی اور اُدھر ان کا ہاتھ ہلا۔ اِدھر وہ بند ہوئی اُدھران کا ہاتھ بھی رُک گیا۔ اور یہ بات بھی نہ تھی کہ رُکنے کے بعد کاغذ سے قلم الگ ہو جاتا ہو یا دوات وغیرہ کی طرف لے جانا پڑتا ہو۔ بلکہ اُن کے قلم میں کچھ نوری سیاہی نظر آتی تھی۔ اور ہاتھ قلم کاغذ سے اُٹھتا نہیں تھا بلکہ وہیں ٹھہرا رہتا تھا۔ جب پھر زبان سے کوئی بات نکلتی۔ تو اُن کی تحریر شروع ہو جاتی۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے دانستہ سکوت کیا۔ تو وہ بھی خاموش ہو رہے۔ پھر میں نے زبان ہلائی تو ان کا ہاتھ بھی ہلا۔ پھر میں نے تسبیح پڑھنی شروع کی۔ تو انہوں نے بھی جلدی جلدی بڑی سرعت سے لکھنا شروع کیا۔ اور یہ بھی نظر آیا کہ دائیں جانب والا نیک عمل لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بد عمل۔ اُس روز سے میں نے یہ عادت کر لی کہ ہر وقت تسبیح اور ذکر و شغل میں ہی زبان کو ہلاتا ہوں۔ تا کہ میرے نامہ اعمال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ ہو۔

ملک الموت کی باتیں:

ایک روز فرمانے لگے کہ سکرت کی حالت میں ہم سے ایک شخص ملے۔ ہم نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اُس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ ہم نے پوچھا کہ جانیں تم ہی قبض کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ میں ہی قبض کیا کرتا ہوں۔ ہم نے پھر پوچھا کہ میرے پیر اور دادا کی جان آپ نے ہی قبض کی تھی۔ کہا ہاں۔ میں نے ہی کی تھی۔ پھر پوچھا کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ کس طرح ان کی جان قبض کی تھی۔ کہا جس طرح جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کی تھی۔ ہم نے کہا۔ اچھا حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی جان کس طرح قبض کی تھی۔ کہا کہ ایک سیب بہشت سے لا کر ان کو سونگھایا تھا۔ اس کی خوشبو کے ساتھ ہی روح اللہ اللہ کرتی ہوئی حضور الٰہی میں چلی گئی تھی۔ پھر ہم نے کہا کہ بھلا آپ یہ بتلاؤ کہ ہماری جان کس طرح قبض کرو گے؟ کہا کہ خدا تعالیٰ کوئی اس سے بھی بہتر صورت کرے گا۔ اور اسی طرح میں عمل کروں گا۔

نور کی چادر:

ایک روز فرمانے لگے۔ کہ ہم نے بچپن میں وعظ سنا کہ جب کوئی نمازی وضو شروع کرتا ہے۔ تو اس پر چار فرشتے نور کی چادر تان دیتے ہیں۔ جب وضو کرنے والا ایک بات کرتا ہے تو ایک فرشتہ چادر کا ایک گوشہ چھوڑ دیتا ہے۔ دوسری بات کرے تو دوسرا۔ تیسری بات کرے تو تیسرا

اور چوتھی بات سے چوتھا چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔ ایک درویش نے عرض کیا۔ کہ
ضرور ہی بات کرنی چاہیے تا کہ فرشتے چادر چھوڑ دیں اور وہ نور کی چادر وضو کرنے
آ گرے۔ اس پر آپ مسکرائے۔ اور فرمایا کہ ایک روز ہم نے دیکھا کہ ضرور فرشتے اس
تان دیتے ہیں۔ ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے ہم نے ایک بات کی۔ تو دیکھا کہ فرشتہ
ایک گوشہ چھوڑ دیا۔ ہم نے اسی وقت استغفار پڑھی۔ تو وہ ٹھہر گیا۔ فرمایا کہ نور کی چادر
کرتی۔ نور کا خاصہ ہے کہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ چنانچہ جب ہم نے وہ بات کی۔ تو وہ گوشہ
نے چھوڑ دیا تھا اوپر ہو گیا۔ اور کلام مجید میں بھی ایک آیت سُنی ہے کہ نور اوپر کو ہی جاتا
الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اس روز سے ہم نے کبھی وضو کرتے ہوئے کلام نہیں کیا۔

جنت و دوزخ:

جناب مولوی سراج الدین صاحب امور ذیل حضرت شاہ صاحب علیہ
روایت کرتے ہیں۔

جنت کے درخت:

فرمایا۔ سراج الدین! کیا جنت میں درخت کنار (بیری) بھی ہے؟ میں نے عرض
کہ ہے پھر میں نے کہا کہ شاید آج حضور نے اشجار جنت میں سے بیری کو دیکھا ہے۔ فرمایا
آیہ کریمہ پڑھ رہے تھے۔ دیکھا کہ جب ہم ذکر کرتے ہیں۔ تو جنت کے کیلے اور بیری کی ڈالیاں
جھومتی ہیں۔ اور جب خاموش ہو جاتے ہیں۔ تو وہ بھی جھومنے سے بند ہو جاتے ہیں۔ گویا
جنت ذکر الٰہی پر شیفتہ ہیں۔

(۲) فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ جنت میں سونے چاندی کے محل ہیں اور منڈے (لڑکے)
کھیل رہے ہیں۔ ایک منڈا ساڈی گود وچ (میں) آ بیٹھا۔

(۳) فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے دیکھا کہ چھوٹی بیگم جنت میں ایک چارپائی پر بیٹھی ہے اور ہم
بھی وہاں ہیں۔ ہم نے کہا۔ بیگم! ہم دنیا کی طرف جاتے ہیں۔ بیگم نے کہا۔ کیا
سے دنیا کو جاتے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہماری جنت یاد الٰہی اور دیدار خدا ہے۔

...کی کیفیت:

فرمایا کہ ایک مرتبہ لڑکپن میں ہم سے کوئی گناہ ہو گیا۔ تو دو فرشتے نظر آئے اور ہم کو
کے قریب لے گئے۔ دوزخ ایسا سرخ تھا جیسا کہ لوہاروں کی بھٹی۔ ایک نے کہا کہ ان کو
ال دو۔ دوسرے نے سفارش کی کہ بار دگر یہ ایسا نہ کریں گے۔

(۲) ایک مرتبہ آپ مسجد میں نماز عصر کے لیے وضو فرما رہے تھے۔ کسی نے ذکر کیا کہ راجہ
پٹیالہ مرگیا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ذکر نہ کرنا ہم کو اس کی روح سے بدبو آئی اور وہ
دوزخ میں جلتا ہوا دکھائی دیا۔

...ئے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اکثر
رتی تھی۔ جیسا کہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے جن میں سے پہلے چھ کے راوی جناب مولوی
الدین صاحب ہیں۔

...ص:

فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تخت پر
رما ہیں ہم بجد و جہد حضور کے تخت کے قریب پہنچے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ
تین شخص ہماری حضور میں آتے ہیں۔ ایک تم اور دو اور۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے
شاہ صاحب سے ان دو کا نام و نشان اور شہر و دیار استفسار کیا۔ مگر آپ نے مجھے نہ بتایا اور
کہ وہ بھی قطب وقت ہیں۔ اظہار کی اجازت نہیں۔

(۲) فرمایا کہ ایک بار دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مجدد الف ثانی کے
روضہ پر وعظ فرما رہے ہیں۔ فقیر خدمت میں حاضر ہیں۔ اور پارچہ برداری کی خدمت
بندہ کے سپرد ہے۔

(۳) فرمایا کہ ایک مرتبہ جو زیارت ہوئی۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ
توکل شاہ ہمارا فقیر ہے۔

مقام تکمیل:

فرمایا کہ ایک مرتبہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہوا۔ ایک بزرگ کی روح وہاں ... انہوں نے فرمایا کہ جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر رہے ہیں کہ انبالہ کا مست ابھی تک نہیں آیا۔ مگر جناب مولوی محبوب عالم صاحب کی روایت میں اس طرح ہے کہ میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے دیکھا کہ ہم ایک حوض پر وضو کر رہے ہیں تا کہ پاک وصاف ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوں۔ اسی اثنا میں دیکھا کہ مولوی ... صاحب انبالوی حضرت کے دربار سے میرے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں۔ کہ اس انبالہ والے مست نے اتنی دیر کہاں لگادی۔ میں جلدی وضو سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں پہنچا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ اور اپنے سر مبارک کا تاج تو مجھے دے دیا اور خود دنیا منگا کر سر مبارک پر رکھ لیا۔ میں نے لے کر پہلے تو اس تاج کو بڑی محبت کی نگاہوں سے دیکھا اور پھر اپنے سر پر رکھ لیا۔ اس دن سے تکمیل ہوگئی۔ اور مخلوق خدا کو بہت ہی ہدایت ہو رہی ہے کہ یہ مقام تکمیل تھا۔

(۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ ہماری روح روضہ منورہ کے اندر داخل ہوئی۔ دیکھا کہ قبر شریف اندر سے خام ہے۔ ہم نے چاہا کہ غلبہ محبت وفرط عشق میں مزار پر انوار کو پالیں (یعنی لپیٹ جائیں) مگر حضور سے ممانعت ہوئی۔

(۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ ایام جوانی میں کہ ہم تمبا کو بہت کھایا کرتے تھے دیکھا کہ ... جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغوش میں مثل اطفال کے لیٹا ہوا ہوں ناگہاں حضور نے فرمایا کہ توکل شاہ! تیرے منہ سے تمبا کو کی بو آتی ہے۔ اس روز سے میں نے تمبا کو کھانا چھوڑ دیا۔

مدینہ طیبہ کی حاضری:

مصنف ذکر خیر کا بیان ہے کہ ایک روز میں اور سائیں محمد علی شاہ مرحوم حاضر خدمت مبارک تھے۔ آپ باہر والے کمرے میں لیٹے ہوئے تھے۔ حضور کے پاؤں مشرق کی جانب تھے اور سر مبارک غرب کی جانب تھا۔ ہم دونوں پاس بیٹھے ہوئے پنکھا ہلا رہے تھے۔ میں

حضور کے بدن مبارک کی طرف غور جو کیا۔ تو نظر آیا کہ آپ کو سانس مطلق نہیں آتا۔ تقریباً دس یا ... وقت تک یہی حال رہا۔ میں نے پریشان ہو کر سائیں محمد علی شاہ سے کہا کہ دیکھو تو حضرت کو سانس نہیں آتا۔ ہم اسی گفتگو میں تھے کہ حضور جاگ اٹھے اور آنکھ کھول کر فرمایا۔ کیا باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے وہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم مدینہ شریف گئے ہوئے تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید آپ خواب میں مدینہ شریف تشریف لے گئے ہوں۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے نور باطن سے میرے اس خطرہ پر آگاہ ہو کر فرمایا۔ مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے اب بھی موجود ہیں جو نظر اٹھانے میں مدینہ شریف پہنچ جاتے ہیں۔ اور نظر نیچی کرنے میں یہاں واپس آ جاتے ہیں۔

خواب کی کیفیت:

شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری ادام اللہ تعالیٰ ... لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مخدومنا توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بر سبیل تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا۔ مگر میں بے اختیار جا رہا تھا۔ آخر مولانا سے آگے ہو گیا اور پہنچ گیا۔

درود شریف کی برکت:

مولانا ممدوح اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ عاجز محمد مشتاق احمد نے حضرت عارف کامل سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا اس حالت میں دیکھا ہے کہ حضرت ممدوح بعد نماز عصر یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد بعد دکلِ ذرۃ مائۃ الفِ الفِ مرۃٍ۔ پڑھتے پڑھتے بعض وقت حضوری ہو جاتی تھی اور بے اختیار سر زمین پر جھکا دیتے تھے۔ گویا بے ہوش ہو جاتے تھے۔ عجیب فیض اس وقت وارد ہوتا تھا۔

مراقبہ حقیقت محمدی:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب امبٹھوی اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز بعد مغرب احقر مراقبہ میں شامل تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس قائم ہے حضور سائیں صاحب اندر ہیں اس نابکار کو دربان مجلس شریف کے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کو نہ روکو۔ اندر آنے دو۔ اس کے پاس توکل شاہ کا رقعہ ہے۔ میں نے مراقبہ سے فارغ ہو کر عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ فلاں واقعہ دیکھا ہوگا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا اس وقت حقیقت محمدی کا مراقبہ تھا۔ پھر مجھ کو اس مراقبہ کا طریقہ تعلیم کیا۔

خواب کا واقعہ:

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو دیگر انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی زیارت ہوئی ہے۔ چنانچہ صاحب ذکر خیر لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز وصال سے تقریباً ایک سال پہلے علی الصبح مجھے طلب کیا۔ میں فوراً حاضر خدمت ہوا فرمایا۔ آؤ مولوی صاحب بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو آپ نے یہ خواب سنایا۔ فرمایا ہم نے دیکھا کہ ہم یہاں سے چل کر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے فرمایا۔ آؤ آج رات یہیں رہو۔ چنانچہ ہم وہیں رہ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قلب ایسا ہے کہ جیسا کوئی بہت بڑا گنبد ہو اور جیسے بڑے زور سے نہر کا پانی پڑتا ہے اس طرح اور اس میں وارد ہو رہا ہے۔ اور اس پر نورانی تجلیات اس طرح وارد ہو رہی ہیں جیسے بڑے زور سے نہر کا موسلا دھار دہانہ پڑ رہا ہو۔ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں آپ کے قلب میں داخل ہو کر اندر سے اس کی سیر کرلوں۔ فرمایا۔ ہاں جاؤ خوب سیر کرو۔ چنانچہ اجازت ہوتے ہی میں اس کے اندر داخل ہوا۔ اور خوب ہی سیر کی۔ بہت ہی بڑا قلب تھا۔ پھر ہم نے بھی تمام ہی کی سیر کرلی۔ پھر ہم وہاں سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ ایک رات ہمارے ہاں مہمان رہو۔ چنانچہ ہم ان کے ہاں بھی مہمان رہے۔ کھانا کھایا اور ان سے اجازت لے کر ان کے لطیفہ روح کی سیر کی۔ پھر اسی طرح حضرت موسیٰ و

عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے یہاں ان کے حکم کے موافق ایک ایک رات مہمان رہے اور کھانا کھایا۔ اور ان دونوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سرّ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خفی کی خوب ہی سیر کی۔ پھر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آج رات یہیں رہو۔ چنانچہ ہم وہیں رہے۔ کھانا کھایا۔ اور پھر اجازت لے کر آپ کے لطیفہ اخفیٰ کی سیر کی۔ پھر آگے پتہ نہ لگا کہ اس کی انتہا کہاں تک ہے حقیقت محمدیہ تک تو پہنچے۔ پھر وہاں سے رخصت ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بڑی بڑی بشارتیں دیں۔ پھر ہماری آنکھ کھل گئی۔ یہ کیا بات تھی۔ وہاں تو ہم اتنی راتیں گزار کر آئے تھے۔ پر یہاں ایک رات بھی پوری نہ گزری۔

ذکر خیر میں ہے کہ ایک روز یہود و نصاریٰ کے کفر و ایمان کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ عالم رویا میں ہم نے دیکھا بھی ہے کہ ایک مرتبہ ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دربار میں پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ ایک بہت عمدہ مکان ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اور لوگوں کے گروہ کے گروہ دروازے کی طرف آ آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں ملتے ہیں۔ آپ ان سے بہت ہی خوشی کے ساتھ ملاقات کر رہے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لوگ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مجھے اپنے پاس بلا کر بہت ہی محبت سے بٹھایا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں اور مجھ سے ملتے ہیں کیونکہ میری ملت پر ہیں۔ میں ان سے بہت خوش ہوں۔ پھر میں نے دوسرے گروہ کی بابت دریافت کیا جو دروازے سے نہیں آتا تھا۔ بلکہ جس طرح حجرے کا دروازہ تھا۔ پشت کی طرف سے آنا چاہتا تھا۔ اور دیوار کے حائل ہونے کی وجہ سے نہیں آسکتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ اب میں ان سے بیزار ہوں۔ کیونکہ یہ جو نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ اس واسطے یہ میرے طریقہ پر نہیں رہے۔ اور میری ملت سے نکل گئے۔ پھر فرمایا ایک مرتبہ جب کہ ولایت ابراہیمی ہم پر کھلی تھی۔ ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ آپ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا تو حق پر ہے۔ کیونکہ تو ہمارے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ہے۔ انتہی

صحابہ کرام واولیائے عظام:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز تصرف ارواح
ذکر پر فرمانے لگے۔ مولوی! وہ شخص نادان ہے جو تصرف ارواح کا منکر ہے۔ فقیر ایک روز
قیلولہ کے وقت مراقبہ میں مشغول تھا۔ اس قدر سکر غالب ہوا کہ کچھ خبر نہ رہی۔ نماز میں بھی
ہونے لگی۔ اسی وقت حضرت مالک ذوالفقار حضور امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
تشریف فرما ہو کر میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر زور سے ہلائے اور فرمانے لگے۔ ہوش میں آ
ظہر کا وقت قضا ہو جائے گا۔ میں ہوش میں آ گیا۔ اور میرے مونڈھے دیر تک دُکھتے رہے۔

صاحب تذکرہ تو کلیہ لکھتے ہیں کہ فرمایا۔ ایک دفعہ ہم نے دیکھا کہ روضہ پر نور امام
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہیں۔ گویا وہاں کے مختار یا داروغہ ہیں۔ گندمی رنگ۔ پوریاں بھی
انگلیاں نازک ہیں۔

کشف قبور کی کیفیت:

جناب مولوی سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کو
کشف قبور ایسا تھا۔ کہ مزار پر کھڑے ہوتے ہی اہل مزار کی نسبت نقشبندیہ ہو یا چشتیہ۔ قادریہ ہو یا
سہروردیہ۔ فوراً معلوم کر لیتے تھے۔ فرمایا کہ جیسے تم لوگ کھٹاس اور مٹھاس کو چکھ کر بتا دیتے ہو
اسی طرح ہم نسبت کے ذائقہ اور رنگ و بو کو پہچانتے ہیں۔ چنانچہ نسب آدمی ونوحی وابراہیمی
موسوی وعیسوی ومحمد کا باہمی فرق الگ الگ بندے کو بتایا جو قابل اظہار وتحریر نہیں۔ فرمایا کرتے کہ
شہید کے مزار پر سرخ رنگ کا نور ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا مظہر جانجاناں شہید دہلوی کے مزار پر سرخی
نما فیض شہادت کا ہے۔ فرمایا کہ ٹھسکہ میرانجی جو ہم گئے۔ تو میاں بہادر علی شاہ کے مزار پر خوشبو
دار فیض پایا اور محمد شاہ مست کا فیض کھٹا بودار پایا۔ اگر سڑک پر کوئی مزار مخفی ہوتا تو آپ اس کی
نسبت بتا دیتے اور فرماتے کہ یہاں سے خوشبو آتی ہے۔ انتہے۔

قبر پر مراقبہ:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب ناقل ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ

نے ارشاد فرمایا کہ ہم حضرت لکھی شاہ صاحب کی قبر پر مراقب تھے۔ دیکھا کہ خون کا ہاران
گلا میں پڑا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ شہید ہیں۔ سائیں لکھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
ہم یہاں کے شاہ ولایت ہیں۔ ہم نے کہا۔ بے شک ہم آپ کے شاہ ولایت ہونے کو مانتے
ہیں۔ پھر سائیں لکھی شاہ صاحب نے ہم سے پوچھا کہ آپ کس سلسلہ میں مرید ہیں۔ میں نے کہا
کہ مجددی طریق میں۔ لکھی شاہ صاحب نے فرمایا۔ یہ سلسلہ ہمارے بعد کا ہے۔ اور ہم حضرت
بہاء الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۶۶ھ) کے وقت میں ملتان سے یہاں آئے تھے۔
تصوف میں انہیں کے سلسلہ (سہروردیہ) میں سے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت مجدد
صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے گزرے ہیں۔ پھر ہم نے ان قبر والوں سے جو لکھی شاہ صاحب
کے پاس شرقاً غرباً مدفون ہیں پوچھا کہ آپ کس زمانہ میں گزرے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم داؤد
علیہ السلام کے زمانے میں ان کی امت میں سے تھے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ
میں یہاں آئے ہیں۔ کافروں سے یہاں بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
تھے کہ اسی وجہ سے ان کے منہ بیت القدس کی طرف ہیں۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں قبلہ اسی طرف
تھا۔ اور ان کے قد اتنے لمبے ہیں کہ ان کے پاؤں اس شرقی دیوار سے باہر نکلے ہوئے ہیں جس
میں دروازہ اور چوکھٹ لگی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمیں مکاشفہ سے بھی معلوم ہوا ہے کہ سائیں
لکھی شاہ صاحب کے علاوہ یہاں اور بہت سے شہداء کی قبریں ہیں۔ جن کا کچھ نشان ظاہر میں
نہیں۔ اور یہ منڈی کا تمام میدان شہیدوں سے پُر ہے۔ اسی وجہ سے میں نے بارہا دیکھا ہے کہ
حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ احاطہ کے شرقی دروازے سے داخل ہو کر شمال کی طرف کو لکھی
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر تشریف لے جاتے تھے اور جنوب کی طرف کو نہیں جاتے تھے۔
کیونکہ اس طرف ان دونوں قبروں والوں کے پاؤں راستہ میں حائل ہوتے ہیں۔ انتہیٰ

لنگر کی تقسیم:

جناب مولوی سراج الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک روز میں نے میاں صاحب قبلہ
سے دریافت کیا کہ نقد روپیہ پیسہ کا لنگر آپ کا کب سے جاری ہے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے
دیکھا کہ لکھی شاہ صاحب کی روح اپنی مسجد میں کچھ نقدی فقیروں کو عالم مثال میں تقسیم کر رہی ہے

پھر کچھ درہم وفلوس ہمارے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ تم ہی تقسیم کیا کرو۔ اس دن سے
فتوحات نقد زیادہ ہونے لگیں۔ فرمایا کہ ہم نے مراقبہ میں شاہ عبدالرسول صاحب شاہ
انبالہ کو دیکھا کہ نقاب پوش ہیں جیسا کہ عالم حیات میں تھے۔ اور فرمایا کہ ایک مرتبہ دہلی میں
لطیف حسین کے مکان پر دیکھا کہ شاہ صاحب فرمار ہے ہیں کہ توکل شاہ! ہم تیرے پاس
سے آئے ہیں۔ تو انبالہ جلدی چلا آ۔ انتہی

فضائل درود شریف:

جناب مولوی سراج الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ شاہ صاحب نے فرمایا
حدیث شریف میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود
ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود ورحمت نازل فرماتا ہے اس کی صورت ہم نے یہ دیکھی کہ ایک
بار ہم حجرہ میں ذکر میں مشغول تھے۔ ہم نے ایک بار درود شریف پڑھا۔ دیکھا کہ نور کا ایک بادل
آیا اور وہ ہم پر دس بار برسا۔ نیز فرمایا کہ درود شریف پڑھنے میں ہم نے آسمان سے سفید پھول
برستے دیکھتے۔ سفید پھول سے مراد نور رحمت ہے۔ انتہی

پھولوں کا ہار:

صاحب تذکرہ توکلیہ بروایت مولوی خلیل الرحمن صاحب مدرس لکھتے ہیں کہ میاں
صاحب قبلہ **اللهم صلی علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد بعدد کل
معلوم لک وبعدد کل ذرة مائة الف الف مرة وبارک وسلم**۔ کثرت سے پڑھا
کرتے تھے۔ ایک روز شام کے وقت بعد مغرب میں میاں صاحب کے ساتھ مراقبہ کے لیے
کوٹھے پر چڑھا۔ آپ نے مجھے حضور میں طلب فرمایا اور فرمایا کہ ابتداء میں جب میں نے
پڑھنا شروع کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لا کر میرے گلے میں پھولوں
کا ہار ڈالا۔ انتہی۔ جناب مولوی محبوب عالم صاحب اس صیغہ کی نسبت یوں لکھتے ہیں۔ کہ میاں
صاحب قبلہ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ہم نے جو یہ صیغہ پڑھا تو دیکھا کہ ایک باغ ہے اور ایک اونچا
چبوترہ پر حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہیں۔ میں جا کر نہایت ادب سے ملا۔
آپ سینہ سے لگا کر ملے۔ اور پھولوں کا ہار میرے گلے میں ڈال دیا۔ انتہی۔ مگر جناب مولوی

الدین صاحب یوں بیان کرتے ہیں کہ میاں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم صلی
وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ جب تم یہ صیغہ درود شریف کا پڑھتے ہو۔ تو
پھولوں کا ہار تمہارے گلے میں ڈالتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ وہ صیغہ کونسا
آپ نے فرمایا کہ وہ صیغہ یہ ہے **صلی اللہ علی النبی الامی والہ وسلم**۔ انتہی۔
مولوی سید ظہور الدین صاحب نے رسالہ ''توسل بالنبی والولی'' میں یوں لکھا ہے۔ زبدة
المتاخرین مرشدی سائیں توکل شاہ صاحب نے مجھ سے براہ راست فرمایا ہے کہ مولوی
صاحب! جس وقت میں یہ درود شریف پڑھتا ہوں۔ تو میں دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
کی روح مبارک مجسم ہو کر میرے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالتی ہے۔ سائیں صاحب رحمۃ
نے میری خواہش پر مجھے بھی اس درود شریف کی اجازت عطا فرمائی۔ درود شریف یہ ہے
اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد بعدد کل معلوم لک۔ انتہی۔ راقم الحروف
عرض کرتا ہے کہ ان ہر سہ روایات میں تطبیق آسانی ہو سکتی ہے۔ **کما لا یخفی**

کشف قلوب:

خطرات سے آگاہی مقام ارشاد کے لوازم سے ہے۔ حضور علیہ الرحمۃ کو اشراف خواطر
کمال درجہ کا تھا۔ جناب مولوی سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور کے روبرو
کچھ بات کہتے ہوئے رک گیا۔ آپ نے فرمایا۔ سراج الدین! تو کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ میں
نے عرض کیا کہ حضور نے کس طرح جانا۔ فرمایا کہ ایک روشنی اندر سے باہر آ کر واپس چلی گئی۔
جناب مولوی محبوب عالم صاحب لکھتے ہیں:

قلبی خیال سے آگاہی:

ایک روز اس جگہ جہاں اب حضور کا روضہ مبارک ہے۔ ایک کنجری سیاہ فام آئی۔ اس
نے عرض کیا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیں۔ ایک درویش حضور کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے
دل میں خیال کیا کہ اگر اس کنجری کا نکاح میرے ساتھ ہو جائے تو بہتر ہے۔ حضور نے اس کے
خطرہ پر آگاہ ہو کر پیچھے کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اوہوں! یہ تیرے لائق نہیں۔ اور اس کے واسطے

دعا فرمائی۔ دوسرے ہی روز وہ کسی کے ساتھ نکاح کر کے چلی گئی اور پیشہ قطعی چھوڑ دیا۔ دو...
صاحب نسبت تھا اس نے فرمایا کہ تیرا نکاح کہیں اور اچھی جگہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ...
میں آیا۔

درویش کے دل کی بات:

ایک درویش انبالہ آئے ہوئے تھے۔ انبالہ میں ان کے کچھ مرید بھی تھے۔ ...
بعد حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت سے واپس جا رہا تھا۔ جب میں اس چھوٹے ...
کے پاس پہنچا۔ جو حضرت صاحب کے روضہ کے پاس غرب کی طرف واقع ہے۔ تو وہ درویش ...
سامنے سے آملے۔ اور مجھے خطاب کر کے کہا۔ مولوی صاحب! آپ عالم و فاضل ہیں ...
بزرگ ہیں۔ آپ کے پیر عصر کی نماز دیر کر کے پڑھتے ہیں۔ آپ انہیں نصیحت کریں۔ قرآن
شریف میں آیا ہے حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔ اور وسطی سے مراد عصر کی
نماز ہے۔ اس کی حفاظت ضرور کرنی چاہئے میں نے جواب دیا کہ اس حفاظت سے مراد فوت
ہونے دینا ہے۔ یعنی نماز عصر کو فوت نہیں ہونے دینا چاہئے۔ باقی آپ وہاں جاتے ہی اس
تقدیم وتاخیر کے بارے میں خود حضور میں ہی عرض کر دینا۔ وہ تو آگے نکل گئے۔ اور میں ...
واپس حضرت صاحب کی خدمت میں گیا۔ لیکن دانستہ تھوڑی دیر اس واسطے کی کہ مبادا حضرت
صاحب کے دل میں میری طرف سے کوئی خیال گزرے۔ وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ ما...
ہیبت کے ان درویش کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ سوال کر سکیں اور بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی
دیر گزری تھی کہ آپ نے خود ہی فرمایا۔ یہ لوگ اچھے ہیں۔ اور ان کو آسانی ہے۔ فقط قلبی ذکر
فقیری سمجھ بیٹھے ہیں اور آگے قدم نہیں اٹھایا۔ صرف اسی پر قناعت کر کے بیٹھ رہے۔ جب ...
حالت اس فقیر پر وارد ہوئی جو غوث بہاء الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ پر وارد ہوئی تھی اور انہوں نے ...
برس تک تہہ بند نہیں باندھا تھا اور بے ہوش جنگلوں میں پڑے رہتے تھے اور کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کو
تہہ بند ہی بندھوا دیتا نماز کا تو کیا ذکر تھا۔ اس فقیر نے اس حالت میں بھی کبھی نماز قضا نہیں ہونے
دی۔ اس فقیر کی پرورش روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی
مہربانی رہی ہے کہ باوجود ان حالات کے ابتداء سے آج تک کبھی نماز قضا نہیں ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ

... افضل اور روح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش ہی کی برکت ہے کہ کبھی نماز نہیں قضا
... اور ان مقامات میں حضرت غوث بہاء الحق ملتان رحمۃ اللہ علیہ جیسوں کی نماز بوجہ سکرت او...
... حال کے رہ گئی۔

...الف:

ایک روز حضرت صاحب علیہ الرحمۃ مع ایک درویش کے مکان سے باہر نکل کر سڑک پر
...ے ہو گئے۔ ایک شخص آیا۔ سلام علیک کی۔ اور مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ ابھی شاہ
... رسول صاحب کے باغ کے گوشہ کے قریب ہی پہنچا تھا کہ پھر لوٹا اور آ کر سلام کیا اور رخصت
کر چلا گیا۔ اسی طرح تین دفعہ اس نے کیا۔ تیسری بار آپ ایک مخلص سے فرمانے لگے۔ تم نے
کہا۔ یہ شخص کیا کر رہا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ حضور یہ شخص کچھ بے سمجھ سا ہے۔ فرمایا۔ بے سمجھ تو
نہیں ہے۔ اس کے پاس ہماری ایک شے ہے۔ وہ اسے جانے نہیں دیتی اور کھینچ کر پھر لاتی ہے
اور یہ دیتا نہیں۔ چوتھی بار پھر آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور مجھے ایک شخص نے دس روپے حضور کو
دینے کے لیے دیئے تھے۔ مجھے ضرورت تھی۔ میں چاہتا تھا کہ اپنا کام کرلوں۔ حضور کو پھر دے
دوں گا۔ مگر جب حضور کے پاس سے جاتا ہوں۔ تو میرا دل پکڑا جاتا ہے۔ جب حضور کی طرف
رجوع کرتا ہوں تو چھوٹ جاتا ہے۔ سو لیجئے یہ حضور کا مال ہے۔ حضور نے اس درویش سے فرمایا
کہ لے لو۔ یہ حلال طیب مال ہے۔ اس نے لے لیا۔ پھر اس شخص سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے
بھیجے ہوئے میں سے تو نہیں رکھ سکتا۔ کسی کی امانت میں خیانت منع ہے۔ ہاں اگر تجھے ضرورت
ہے تو اب لے لے۔ اس نے نہ لیے اور کہا کہ حضور دعا کر دیں میرا کام ہو جائے۔ حضور نے دعا
فرمائی اور وہ چلا گیا۔ انتہی

دلی خیال جان لیا:

جناب مولوی نور احمد صاحب مولف تذکرہ توکلیہ لکھتے ہیں کہ ایک دن نامہ نگار حاضر
خدمت ہوا۔ دل میں یہ خیال تھا کہ میں ایک لکچر دوں کہ سب لوگ واہ واہ کریں۔ اور یوں ہوں اور
اس طرح بیان کروں۔ جب مجھے پاس بیٹھے ہوئے اپنے دل میں ایسے ایسے منصوبے گھڑتے کچھ
دیر ہو گئی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی یوں طالب کمال نہیں ہونا چاہئے کہ جس سے غرور پیدا ہوا

۔انتہی۔

روح کی تسلی:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب امبٹوی گورنمنٹ سکول انبالہ شہر میں ملا
یہاں سے ان کی تبدیلی حصار سکول میں ترقی پر ہوگئی۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
روانگی سے پہلے خلیفہ مظفر علی خاں صاحب کو بذریعہ ڈاک اطلاع دے دی۔ غرض یہ حصار
کر خلیفہ صاحب موصوف سے ملے اور پھر چند روز کے بعد بوجہ تعطیل انبالہ میں حاضر
ہوئے۔ اس ملاقات وزیارت کی تفصیل جناب مولوی صاحب خود یوں فرماتے ہیں۔

جب احقر خان صاحب سے مسجد میں ملا۔ میں نے خاں صاحب سے کہا کہ
مکان میرے لیے تلاش کر کے رکھا؟ آپ نے فرمایا کہ مکان نہیں ملا۔ مجھے یہ خیال آیا کہ
محبت کا دعویٰ۔ پھر شاہ صاحب نے پہلے سے اطلاع بھی دے دی۔ مگر خاں صاحب نے
نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ خاں صاحب تو خود ہی ایک غیر شخص کے مکان
عارضی طور پر رہتے ہیں۔ یہ مجبور ہیں۔ واقعی مکانات کی کمی ہے۔ چند ہی روز کے بعد سکول کی
تعطیل ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ گو ادھر سے وطن جانے کے لیے چکر اور خرچ بھی زیادہ
شاہ صاحب کی زیارت پر جان و مال قربان ہے۔ احقر انبالہ حاضر ہوا۔ بارہ بجے تھے۔ آپ
شروع کرنے والے تھے۔ میں نے رحیم بخش خادم سے کہا کہ بھائی! میرے پاس سہارنپور کا
ہے۔ تو شاہ صاحب کی خدمت میں خبر کر دے۔ اگر بلا لیا تو زہے قسمت ورنہ وہیں سے
کے رخصت ہو جاؤں گا۔ رحیم بخش کے خبر کرنے پر۔ قربان جائیں، اس عنایت پر
صاحب فرمانے لگے کہ سید کی زیارت اور درود شریف پڑھنا ایک ہی بات ہے۔ مولوی کو
۔ میں خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام کہا۔ جواب اور مصافحہ کے بعد فرمانے لگے کہ حصار سے
روح آئی تھی۔ مظفر خان صاحب کی شکایت کرتی تھی۔ ہم نے تیری روح کی تسلی کر دی تھی کہ
بیچارہ خود مجبور ہے۔ یہ میرے اس خیال کا اظہار تھا جو خاں صاحب سے ملاقات کے وقت میرے
دل میں آیا تھا۔ اور اس کا دفعیہ بھی ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ اللہ اکبر! یہ کشف کہ گویا تمام قلوب کے
حالات سامنے ہیں۔ انتہی۔

فرمایا کہ فقیر کو دو تین مرتبہ شب قدر دکھائی دی۔ ایک مرتبہ تجلی صاف اور تیز تھی۔ باردگر
رنگ۔ فرمایا کہ ماہ رمضان میں ستائیسویں رات کو ایک دفعہ مغرب سے آثار خیر و برکت
تھے۔ ہم دو بجے تک جاگتے رہے۔ ایک بڈھے کے ہاں ہماری سحری کی دعوت تھی۔ وہ
اوروں کے محلہ میں لے گیا۔ دو اور تین بجے کے مابین وہ بڈھا ہمارے ہاتھ دھلا رہا تھا۔
رہا تھا۔ کچھ ترشح بھی تھا کہ یکایک تجلی پھیل گئی۔ بڈھا تو تاب نہ لایا اور گر پڑا۔ ہماری نظر
ہو گئی۔ ہم پر رقت اور قشعریرہ طاری ہوا جو مصافحہ جبرئیل علیہ السلام کی علامت ہے۔ ہم
جلد کی دعائیں مانگیں۔ جن کا ظہور صبح سے شروع ہوا۔ اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں کی
احوال دواردات کھلنے لگے۔ (روایت مولوی سراج الدین صاحب)

نوری تختی کا ٹکڑا:

ایک مرتبہ بعد مغرب عوام زائرین میں سے دو شخص توجہ میں آ بیٹھے۔ آپ نے ان میں
ایک سے فرمایا کہ تو درود شریف بہت پڑھا کر۔ وہ شخص فسق و فجور میں بہت مبتلا تھا۔ جب وہ
دونوں چلے گئے۔ تو ایک درویش نے عرض کیا۔ حضور! یہ درود شریف کیا پڑھے گا۔ اس کی حالت تو
خراب ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس کا اخیر اچھا ہے۔ ایک شخص نے پھر عرض کیا کہ حضور! آپ نے یہ
کیسے معلوم کر لیا کہ اس کا خیر اچھا ہے۔ فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر شخص کی روح کے گلے میں
ایک نوری تختی کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا۔ جس پر لفظ سعید یا شقی لکھا ہوا ہوتا ہے۔ میں نے جوان کی روحوں
کی طرف نظر کی۔ تو دیکھا کہ نوری تختیوں کے ٹکڑے جو ان کی روحوں کے گلے میں پڑے
ہوئے ہیں ان پر لکھا ہوا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ
اللّٰهِ۔ اس دوسرے شخص کا کلمہ شریف تو چمک رہا تھا اور اس کا ذرا گدلا سا تھا۔ مگر لفظ سعید اس
کی تختی پر بھی لکھا ہوا تھا۔ اس سے ہم نے سمجھ لیا کہ اس کا اخیر اچھا ہے۔ اور درود شریف ہم
نے اس لیے بتایا کہ اس کی تختی کا گدلا پن دور ہو جائے۔ حضرت میاں صاحب قبلہ کے
ارشاد سے پایا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی آیہ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ
وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا میں طائر سے مراد وہی نوری تختی کا ٹکڑا ہے

جوسب لوگوں کی روحوں کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔

(روایت مولوی محبوب عالم صاحب)

حلال وحرام کی شناخت:

جب نقدی یا طعام خدمت میں پیش کیا جاتا۔ تو اسے بنظر کشفی دیکھتے۔ اگر طعام حرام پاتے۔ فوراً انکار کردیتے یا لے کر کسی دوسرے کو دے دیتے۔ اور جو حلال ہوتا تو اسے لنگر میں بھیج دیتے۔ جناب مولوی سراج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ چھاؤنی انبالہ میں ایک رسالدار کچھ روپے بطور نذر لے کر آیا۔ حضرت علیہ الرحمۃ اس کی نذر لے لیا کرتے تھے۔ مگر اس دفعہ آپ نے انکار کردیا۔ جب میں نے دریافت کیا تو فرمایا رشوت کا تھا جس وقت اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور ہم نے اسے مس کیا تو آگ کی حرارت محسوس ہوئی۔ ایک دفعہ کسی ڈپٹی نے ایام عرس میں سات روپے آپ کی نذر کیے آپ گھبرا گئے اور ان کو باہر تقسیم کرادیا۔ انتہی۔

نذر قبول کرنے میں احتیاط:

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب اپنا چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ میرے سامنے بہرام خان صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر نے حضرت صاحب کی خدمت میں نذر پیش کی۔ حضرت نے قبول نہ فرمائی۔ پوچھا کہ تیرے پاس کوئی اور روپیہ ہے۔ منشی صاحب نے عرض کیا ہاں موجود ہے۔ چنانچہ دوسرا روپیہ پیش کیا وہ بھی قبول نہ فرمایا۔ غرض تیسری دفعہ تیسرا روپیہ قبول فرمایا۔

رشوت کا مال قبول نہ کیا:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز تھانہ دار شاہ آباد حاضر خدمت ہوا اور اس نے بائیں جانب کی جیب سے دو یا تین روپے نکال کر بطور نذر پیش کیے حضور نے اشارہ سے فرمایا۔ ہوں ہوں! دوسری جیب سے۔ اس پر تھانہ دار نے دوسری جیب سے کچھ روپے نکالے اور پہلے جو ہاتھ میں تھے ان کے ساتھ ملا کر پیش کیے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اب ہم یہ دونوں نہیں لے سکتے۔ وہ بھی خراب ہو گئے لے جاؤ۔ جب تھانہ دار باہر نکلا تو میں نے

اس سے پوچھا کیا بات تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے تنخواہ لی تھی اور ارادہ تھا کہ اس میں سے حضرت شاہ صاحب کو نذر دوں گا۔ راستے میں ایک شخص نے کچھ روپے رشوت کے مجھے دیئے۔ وہ میں نے دوسری جیب میں ڈال لیے۔ مگر پیش کرتے وقت غلطی سے رشوت کے روپے پیش ہو گئے جو منظور نہ ہوئے۔ دوسری جیب سے جو نکال کر دینے لگا تو وہ روپے بھی ان ہی میں مل گئے۔ اس واسطے آپ وہ سارے ہی خراب ہو گئے۔ انتہی۔

دعوت کھانی ترک کردی:

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشتبہ طعام کا حال بعد میں معلوم ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جناب مولوی سراج الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ چھاؤنی انبالہ میں اکرم پٹواری نے جس کی دو زوجہ تھیں آپ کی دعوت کی۔ رات کو کباب اور گاجر کا حلوا کھلایا۔ اس وقت کچھ معلوم نہ ہوا۔ مگر صبح کو مراقبہ سے اٹھ کر فرمانے لگے کہ رات کے کھانے میں کچھ تھا۔ میں نے عرض کیا۔ کیا زہر تھا؟ فرمایا۔ زہر فقیروں کو کون دے گا۔ وہ رشوت کا مال تھا۔ ہم نے اس وقت دیکھا کہ میری اور تیری انگلیاں گندگی میں آلودہ ہیں۔ اس پر آپ نے خود یہ قصہ بیان کیا کہ کریم بخش تھانہ دار نے ہماری دعوت کی۔ ہم نے دیکھا کہ کھانے میں سر کے بال اور خون ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ طعام رشوت کے مال کا تھا۔ ہم نے اسے بلا کر توبہ کرائی۔ اس نے پھر دعوت کی۔ ہم نے دیکھا کہ کھانے میں بھڑوں کے بچے ہیں۔ پھر توبہ کرائی اور آئندہ اس کی دعوت کھانی ترک کردی۔

توجہ کی کیفیت:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جن ایام میں لیکھرام آریہ مارا گیا ایک روز بعد مغرب میں حضور سے رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ کی طرف چلا۔ جب باہر نکلا تو ایک شخص نے نفیس شیرینی مجھ کو دے کر کہا کہ یہ حضرت صاحب نے آپ کو دی ہے۔ میں نے وہ لے لی اور چل دیا۔ اتنے میں حضور نے نور باطن سے معلوم کر کے ایک آدمی کو دوڑایا۔ کہ مولوی صاحب کو کہو کہ راستے میں اگر کوئی شخص مٹھائی دے۔ تو مت کھانا۔ وہ آدمی مجھ کو آوازیں دیتا تھا۔ لیکن مجھے کچھ سنائی نہ دیا۔ اس اثناء میں راستے میں کیچڑ آیا۔ میں نے کھانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کیچڑ کو جو پھلانگنے لگا تو وہ شیرینی اس میں گرگئی اور میں بھی ورلے کنارے گر گیا۔

اتنے میں وہ آدمی آپہنچا۔ کہنے لگا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ مٹھائی نہ کھانا۔ میں نے
ہی تمام کیچڑ میں گرگئی۔

حق پر ہونا:

شیخنا العلامہ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری کا بیان
زمانہ میں غیر مقلدین انبالہ نے بحث مباحثہ اہل سنت مقلدین سے شروع کر رکھا تھا۔
زیادہ ہوگئی تھی۔ حضرت سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان دنوں کا قصہ مجھ سے اس طرح
۔کہ مجھے یہ خیال آیا کہ غیر مقلدین جب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے
تو ان کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے اور فکر میں تھا کہ اس کے متعلق مجھے جو حق ہو معلوم ہو جائے
آخر الامر ایک شب یہ خواب دیکھا۔ کہ ایک احاطہ میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق
افروز ہیں۔ اس احاطہ کا صرف ایک دروازہ ہے۔ گرداگرد دیوار ہے۔ دیوار کے باہر نصاریٰ
کھڑے ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نصاریٰ کی پشت ہے۔ اور غیر مقلد
دیوار احاطہ کے باہر ہیں۔ ان کا چہرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ مگر اندر جانے کا
دروازہ انہیں نہیں ملتا۔ دیوار احاطہ کے باہر کھڑے ہیں۔ اور اہل السنت والجماعت مقلد
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بے تکلف دروازہ سے اندر جاتے ہیں اور حضور رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خواب دیکھ کر
اطمینان ہوگیا کہ مقلدین امام اعظم و دیگر مقلدین ائمہ حق پر ہیں اور غیر مقلدین غلطی پر ہیں۔
ہے عاجز مشتاق احمد کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصہ خواب کے ذکر کرنے کے
بعد انبالہ ہی میں اس عاجز نے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ مدرس اول دیوبند کو خواب
میں دیکھا کہ عاجز سے فرماتے ہیں۔ توکل شاہ نے جو خواب تمہارے سے بیان کیا۔ وہ صحیح ہے
میں بھی وہاں حاضر تھا۔ انتہی

علم کے مومن:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسعت علم کا
حال حضور علیہ الرحمۃ سے یوں نقل کرتے ہیں۔ کہ فرمایا کہ ایک دفعہ ہم مراقبہ میں تھے۔ ہم نے

ایک بہت بڑا حوض ہے۔ جس کا پانی سبز رنگ کا ہے اور بہت ہی گہرا ہے۔ ہم نے بہت
لگائے اور بہت ہی زور مارا۔ مگر اس کی تہہ کا پتہ بالکل نہ لگا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اس
سے کچھ نہریں نکلی ہوئی ہیں۔ اور حوض کے کناروں پر بہت سی چرخیاں بھی لگی ہوئی ہیں
کے ذریعہ سے بھی نکل رہا ہے اور چرخیوں کے ذریعہ سے بھی کھینچتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ
بازار خلقت پانی کھینچ رہی ہے۔ مگر پانی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ ہم نے پوچھا۔ یہ کس کا
کہا گیا کہ یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا حوض ہے۔ تمام عمر اسی طرح کھینچتا
بھی یہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ باقی حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام
اللہ علیہم کے علم کے حوض بھی ہم نے دیکھے ہیں۔ وہ پاس ہی تھے۔ گو وہ اپنی مقدار کے
بہت بڑے ہیں مگر اس حوض کے مقابلہ میں بہت چھوٹے نظر آتے ہیں۔ اس روز سے ہم
حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ سے اس قدر محبت ہوگئی ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ نہروں کی بابت جو
پوچھا تو جواب ملا کہ یہ امام محمد کی نہر ہے۔ یہ امام ابو یوسف کی ہے۔ یہ امام زفر کی ہے وغیرہ
۔ چونکہ حوض کا پانی سبز رنگ کا تھا اس سے ہم نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
شریعت کا نور ادھر ہی آگیا ہے۔ انتہی۔

بارگاہ الٰہی میں قبولیت و منظوری:

ایک روز تقلید شخصی کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کا
اور آپ کی عبادت اور زہد و تقویٰ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منظور و مقبول ہو چکا ہے۔ مسائل
نفس ذاتہا تو خوبصورت تھے ہی۔ اب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلوص کی وجہ سے
عنایت اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ پر فرمائی کہ جو کوئی آپ کے استنباط پر عمل کرے
اس کے کسب و عمل میں بھی یہ طاقت آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منظوری و قبولیت کے
قابل ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص کی ذاتی تحقیق میں یہ طاقت نہیں ہو سکتی کہ بارگاہ خداوندی میں منظور و
مقبول ہو سکے۔ اس لیے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استنباط اور طریقہ پر عمل کرنا ضروری

سلسلہ کی فضیلت:

ذکر خیر میں سلاسل اربعہ صوفیہ کرام کی حقیقت اور سلسلہ نقشبندیہ کی فضیلت کے ا... میں حضرت شاہ صاحب قبلہ سے یوں منقول ہے۔ کہ فرمایا۔ ایک فضیلت تو نقشبندی سلسلہ کی ... رویا میں یہ دیکھی تھی کہ ایک دفعہ زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی۔ دیکھا کہ میں آپ کے حضور میں بیٹھا ہوں۔ اور آپ کے سینہ مبارک سے چار نہریں نکلی ہیں اور تمام عالم میں جاری ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نہر ... بڑی ہے کہ وہ اکیلی ہی ان تینوں کے برابر ہے۔ اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... بڑی نہر میں بیعت فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس نہر کا کیا نام ہے۔ آپ نے ... نقشبندی نہر یہی ہے۔ جس وقت بیعت کی قبولیت کے واسطے فرمایا۔ تو میں نے عرض کیا کہ ... اپنے میاں صاحب (پیر) کے اس طریقہ کی بیعت کو قبول کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ یہی نہریں ہیں جو قیامت تک میری امت کے اولیاء میں جاری ... مجھ تک پہنچاتی رہیں گی۔

ایصال ثواب اور کھانا:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب کا بیان ہے۔ کہ ایک روز میں نے عرض کیا۔ کہ ... ایک شخص نے آج مجھ سے سوال کیا تھا کہ یہ جو ایصال ثواب ہے کہ کھانا وغیرہ پکا کر اللہ تعالیٰ کے واسطے کھلاتے ہیں۔ یہ کھانا پانی وغیرہ تو کھانے والوں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ پھر میت کو کیا چیز پہنچتی ہے۔ اور اگر پہنچتی ہے تو کس طریقہ سے۔ فرمایا ہم کچھ پڑھے ہوئے تو ہیں نہیں۔ مگر اس کے بارے میں جو بات ہم کو معلوم ہوئی وہ اس طرح ہے۔ کہ ایک دفعہ ہم نے اپنے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ختم دلایا۔ اور رکابیوں میں کھانا ڈال کر اور سب کے آگے چن کر ان پر فاتحہ کہلا... بحالت مکاشفہ یہ کیفیت دیکھی کہ ان رکابیوں کی نوری شکل بن گئی ہے طعام سے بھری ہوئی ... وہ نوری شکل کی رکابیاں طعام کی بھری ہوئی آسمان پر چڑھ رہی ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ... کہ آسمان سے وہی نوری شکل کی رکابیاں اتر کر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں جا رہی ہیں اور آپ ان میں سے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ جس طرح اس ...

... دنیاوی چیزیں ہیں اور بدن ان کو کھا کر مضبوط ہوتا ہے اسی طرح روح کی غذا نور ہے۔
... کھا کر تقویت حاصل کرتی ہے۔ مرنے کے بعد بدن کو تو غذا کی ضرورت نہیں رہتی۔
... ہو جاتا ہے۔ البتہ روح کو غذا کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ چونکہ یہ دنیاوی کھانے روح ... نہیں بن سکتے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ان کھانوں کو نور سے بدلا جائے تا کہ روح کھا سکے ... بدلنے کا یہ طریقہ ہے کہ یہ طعام اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کے بندوں کو کھلا دیا جائے۔
... تعالیٰ منظور فرما کر کھلانے والوں کو اس کے بدلے نوری کھانا جیسا کہ جنت میں جنتیوں کو ملتا ... طعام کی مثل دے دیتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے اللہ کے واسطے دودھ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ... دودھ ہی دیتا ہے مگر نور کا۔ ایسے ہی کسی نے روٹی دی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دیتا تو ... ہے مگر ہوتی ہے وہ روٹی نور کی۔ جیسا کہ جنتیوں کو جنت میں کھانے تو ملتے ہیں لیکن وہ ... کھانے ہوتے ہیں۔ اور یہ نوری کھانا کھلانے والے کا ملک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو جاتا ... اس نوری بدلے کا نام اجر و ثواب ہے۔ اب اس کھلانے والے کو اختیار ہے کہ اس نوری ... اپنی ہی ملک میں رہنے دے یا کسی میت کو بخش دے۔ اگر اپنی ہی ملک میں رکھے گا تو ... کے دن خود اس کے کام آئے گا۔ اور اگر کسی میت کو بخشنا ہو تو لامحالہ ایک ایسی ذات کی ... ہے جو یہاں بھی ہو اور وہاں بھی۔ اور ایسی ذات فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو ہر جگہ ہر ... میں یکساں موجود ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کے واسطے کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ... طعام جو لوگوں نے کھایا ہے یہ تو ان کے پیٹ میں چلا گیا۔ اس کا اجر و ثواب جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ... منظور ہو چکنے کے بعد ہماری ملک ہوتا ہے ہم اس اجر و ثواب کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ... کہ خداوندا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے اس چیز کا ثواب جس طریقہ سے تو ... کرتا ہے فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے۔ تو اس صورت میں بلاشبہ ثواب پہنچ جاتا ہے لیکن ... بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ طعام کھلانے میں خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ... مدنظر ہو۔ اور اس میں کسی قسم کی ریا۔ شرک۔ نام آوری اور فخر و بڑائی کا دخل نہ ہو۔ اور حرمت ... سے بھی بری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک ہی لوگوں کی نیکیاں قبول فرماتا ... چنانچہ قرآن شریف میں ہم نے ایک آیت سنی تھی کہ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ہی صدقے اور قربانیاں قبول کرتا ہے۔ انتہیٰ۔

مرزا قادیانی کا خط:

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز بندہ اور شیخ محمد
صاحب گھڑی ساز حاضر حضور تھے کہ اتفاقیہ دوسرا خط مرزا قادیانی صاحب کا حضرت صاحب
خدمت میں اس مضمون کا آیا کہ آپ کے ایک لاکھ کے قریب مرید ہیں۔ آپ مجھ کو
مہدی موعود جان کو میری تقلید کریں۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ یہ سن کر ہمارے حضرت کو جوش آگیا
کہ آج سے اس کا کوئی خط مت لو۔ اگر آئے تو واپس کر دو۔ اتنا فرما کر ارشاد فرمایا کہ دل میں
یوں آتا ہے۔ کہ جس طرح سے حضرت صابر علیہ الرحمۃ نے کلیر میں ذائقہ چکھایا تھا اسی طرح
یہیں بیٹھا ہوا مرزا کو تماشا دکھادوں۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے کہ پچاس سال انبالہ میں
لباس میں گزرے۔ اب انبالہ والے دل میں یوں کہنے لگیں گے کہ توکل شاہ نے تمام عمر
وتوکل میں بسر کی۔ اب فقیری جتانے لگا ہے۔ انتہی۔

چور مسافر:

ایک مرتبہ ایک مسافر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اسے روٹی کھلائی اور فرمایا کہ اسے
جلدی رخصت کرو۔ اس نے عرض کیا۔ حضور میرے پاس سفر خرچ نہیں۔ آپ نے سفر خرچ ادا
کروا دیا۔ اور فرمایا کہ جلدی رخصت کردو۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔ بعد میں ایک درویش نے عرض کیا
حضور! یہ تو مسافر تھا۔ اسے اتنی جلدی کیوں رخصت کر دیا۔ فرمایا ہم نے دیکھا کہ اس کی روح کا
دہنا ہاتھ کہنی پر سے کٹا ہوا تھا۔ معلوم ہوا وہ شخص کہیں سے چوری کر کے آیا ہے۔ اس کا رخصت کر
دینا ہی ٹھیک تھا۔ آخر کار وہ شخص انبالہ سے بمبئی پہنچا۔ دو تین دن کے بعد لوگ اس کی تلاش کرتے
ہوئے آئے کہ حضرت یہاں ایک شخص چوری کر کے آیا تھا۔ پھر وہ بمبئی سے گرفتار ہو کر آیا۔

زری دار دستار:

فرمایا۔ ایک بار ہم نے دیکھا کہ ایک نہایت عمدہ زری دار دستار جس کے پلے بٹے
ہوئے تھے آسمان سے اتر کر ہمارے پاس آئی ہے۔ ہم سمجھ گئے کہ اب اللہ تعالیٰ کہیں سے بھیجے گا
ہم نے میانجی رحیم داد خاں کو اس کا تمام نقشہ اور اس کی طرز و وضع بتا کر کہہ دیا کہ میاں جی صاحب

فرمایا کہ۔ دیکھو اب اللہ تعالیٰ وہ دستار کہیں سے ہمارے پاس بھیجے گا۔ صبح کو جب ہم مراقبہ سے
فارغ ہو کر باہر آئے۔ تو ایک شخص بعینہٖ وہی زری دار بٹے ہوئے پلوں کی دستار لیے ہوئے
ہمارے پاس آیا۔ ہم نے لے کر میاں جی رحیم داد خاں کو دکھا دی۔ انہوں نے دیکھ کر مطابقت
کی۔ تو بعینہٖ وہی نکلی۔

مستقبل کی خبر:

پیر جی سید عنایت حسین صاحب لودھیانوی کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت شاہ
صاحب علیہ الرحمۃ لودھیانہ میں تھے شہر سے جنوب کی طرف دور تک میدان پڑا تھا۔ ایک دن
حضور علیہ الرحمۃ حالت سکر میں اس طرف چلے۔ ہم کئی شخص ساتھ تھے۔ جب شہر سے باہر نکلے۔ تو
حضور ادھر ادھر کو قدم بدلتے رہے اور فرماتے رہے کہ یہاں مکانات ہیں۔ ادھر کو راستہ ہے۔ پھر
ایک جگہ پیشاب کا ارادہ کیا۔ تو فوراً جگہ چھوڑ دی اور فرمایا کہ یہاں مسجد ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ کہ
حضور! یہاں تو صاف میدان پڑا ہے۔ نہ مسجد ہے نہ مکانات ہیں۔ کبھی پہلے ہوں گے۔ تو خبر نہیں
یا آئندہ ہو جائیں گے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ہم کو کوٹھوں مسجدوں اور گلیوں کی روحیں نظر آتی ہیں۔
پھر آگے چل کر ایک کھیت میں جا کر لیٹ گئے اور ہم سے فرمایا کہ درختوں کے سایہ میں جا کر آرام
کرو۔ کیونکہ گرما کا موسم اور دھوپ کی شدت تھی۔ بڑی دیر کے بعد حضور اٹھے۔ بدن مبارک سرد
تھا۔ ہم نے عرض کیا۔ کہ حضور لیٹے تو رہے دھوپ میں۔ مگر بدن مبارک سرد ہے۔ فرمایا کہ جو تجلی
رحمت کی بہشت پر وارد ہے اس کا فیضان لے کر ہم نے اپنے اوپر لپیٹ لیا تھا۔ اور کچھ نیچے بچھائی
تھی۔ اس واسطے ہم آرام سے سوئے رہے۔ دھوپ اور گرمی کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ تم چونکہ وہ
فیضان نہیں لے سکتے۔ اس واسطے ہم نے تم کو درخت کے سایہ میں بھیج دیا تھا۔ اس واقعہ کے ایک
سال کے بعد اس میدان میں وہی صورت وقوع میں آئی۔ یعنی حضور علیہ الرحمۃ نے جس جگہ مسجد
فرمائی تھی وہاں مسجد اور جس جگہ مکان و آبادی وغیرہ فرمائی تھی وہاں وہی حالت ہوگئی۔ اور وہ تمام
زمین شہر کی آبادی میں آگئی۔ انتہی

تذکرہ توکلیہ میں ہے:

لڑکا اور آدمی:

سائیں مغلی شاہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دن بارہ بجے رات کو حکم دیا۔ کہ دیکھو
میں ایک لڑکا اور ایک آدمی بھوکے سوتے ہیں۔ ایک درویش کو بھیجا۔ تو معلوم ہوا کہ بے شک
دونوں بھوکے تھے۔ ان کو روٹی بھجوائی۔

مراقبہ کی کیفیت:

ایک بار آپ نے صبح کے وقت مراقبہ کیا۔ اور بعد اس کے فرمایا کہ آج ہمیں حکم ہوا ہے
تمہارے پاس ایک غریب آئے گا۔ اس کے پاس جوتا نہیں۔ تم اس کو جوتا پہنانا۔ آپ کی طبیعت
کو بڑا انتشار ہوا کہ یہ حکم کس واسطے ہے۔ آخر دن بھر اسی انتظار میں گزرا۔ جب عصر کی نماز سے
فارغ ہوئے۔ اور دن تھوڑا سا باقی رہا۔ تو ایک طالب علم پا برہنہ آیا۔ اور اس نے آکر جوتے کا
سوال کیا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ یہی وہ شخص ہے۔ اسے بازار لے جا کر جوتا پہناؤ۔ چنانچہ اسی
وقت خادم لوگ اس کو بازار لے گئے اور نیا جوتا پہنایا۔ انتہی۔

جوگی کا لڑکا:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب آپ جذب کی حالت
میں تھے ایک جوگی کا لڑکا آپ کو گانا سنا کر خوش وقت کیا کرتا تھا۔ فرماتے تھے کہ مولوی ہم نے
دیکھا کہ ہمارے اور اس جوگی کے درمیان آگ روشن ہے۔ ہم نے اس کو جواب دے دیا کہ اب
مت آیا کرو۔ وہ لڑکا بہت روتا تھا اور چاہتا تھا کہ الگ نہ ہو۔ مگر ہم نے اس سے کہا کہ اب حکم
نہیں ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ پھر وہ نالاں و گریاں چلا گیا۔ انتہی۔

مستوں کی کثرت:

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب لکھتے ہیں کہ بروایت ثقہ معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ
حضرت صاحب کھانا تناول فرما رہے تھے کہ یکا یک مراقب ہو کر فرمانے لگے۔ آہا! لاہور کے تو ہر
کوچہ بازار میں آج مست پھردے (پھرتے) دکھائی دیتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک شخص لاہور
سے آپ کی زیارت کے لیے آنکلا۔ اس نے آپ کے اس قول کی تصدیق کی اور کہا واقعی لاہور

مستوں کی کثرت ہے۔ انتہی۔

جناب سید رفیق احمد صاحب بی اے۔ حال سینئر جج لودھیانہ خلف الصدق جناب سید
[illegible] صاحب پنشنر انسپکٹر بنک ہائے زراعتی انبالہ شہر نے بتاریخ ۲۶ صفر ۱۳۵۷ھ اپنی کوٹھی پر
[illegible] ذیل مجھ سے ذکر کیے:

[illegible] ہو گئی:

میرے والد مسٹر یلمن صاحب ڈپٹی کمشنر انبالہ کے دفتر میں پچیس روپے ماہوار کلرک
[illegible] کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ترقی (پچیس سے تیس) کا موقع آیا۔ تو امیدواروں کی کثرت تھی۔
[illegible] حضرت قبلہ سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ حجرہ کا دروازہ بند تھا۔
آپ ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ میں چپکے سے دروازے کے باہر بیٹھ گیا۔ آپ نے نور باطن سے
معلوم کر لیا۔ اور آواز دی۔ ''ڈاڈھے سید! اندر آجاؤ'' میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ نے دنیا کی
بے ثباتی پر تقریر فرمائی۔ پھر میرے قلب کو اپنے قلب سے لگا کر دریافت کیا۔ کیا اب کوئی دنیوی
خواہش باقی ہے۔ میں نے دو دفعہ نفی میں جواب دیا۔ آپ نے تیسری بار بتاکید تمام فرمایا۔ کہ جن
[illegible] ہے۔ مانگو جو چاہو۔ میں نے ترقی کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا ہی ہو جائے گا۔
دوسرے روز صاحب بہادر نے امیدواروں کو طلب کیا۔ میں قصداً حاضر نہ ہوا اور اپنے کام میں
مشغول رہا۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ زیادہ مستحق تو حاضر ہی نہیں۔ پھر مجھے طلب کر کے پوچھا
کہ تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے اظہار مطلب کیا۔ صاحب بہادر نے فوراً میرے ہی حق میں فیصلہ کر
دیا۔

دل کی تمنا:

میرے والد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے دل میں اپنی سیادت کی تصدیق کی تمنا پیدا
ہوئی۔ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے عمامہ اتار کر رکھا
ہوا تھا اور وضو فرما رہے تھے۔ جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو میں نے بپاس ادب عمامہ اٹھا کر
دیا۔ آپ بہت خفا ہوئے فرمانے لگے کہ میں اس وقت حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

دیکھ رہا ہوں۔ مجھ سے جواب طلب فرما رہے ہیں کہ تم اب سادات سے بھی خدمت لینے لگے۔ پھر شاہ صاحب نے مجھ سے معافی مانگی اور عہد لیا کہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرو گے۔

صاحبِ خدمت:

میری دادی صاحبہ حاملہ تھیں۔ ان کو مرض اسہال کی کبدی عارض ہوا۔ مایوسی کے عالم میں میرے جد بزرگوار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صاحب خدمت کا کام ہے۔ جدّ بزرگوار نے عرض کیا۔ کہ ہم اس راہ سے بالکل نابلد ہیں۔ آپ صاحب خدمت کا نام ونشان بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں دروازے میں ایک بڑھیا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے بیٹھی ہے۔ وہی صاحب خدمت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ فقیروں کی خدمت میں خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے۔ یہ سن کر جدّ بزرگوار سیب لے کر اس بڑھیا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بے نقط گالیاں سنانے لگی۔ پھر بڑبڑانے لگی کہ یہ راز افشاء کرتا ہے۔ جدّ بزرگوار نے نہایت تحمّل سے کام لیا اور سیب پیش کیے۔ اس نے لے کر راہ میں پھینک دیئے۔ پھر ایک رکھ لیا۔ اور دوسرا میرے جدّ بزرگوار کو دے دیا۔ وہ اسے لے کر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں آئے۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں دو بشارتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ تمہاری اہلیہ زندہ رہے گی۔ دوسری یہ کہ لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ساتواں باب

کرامات وتصرّفات

جھوٹے مقدمے سے خلاصی:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب کا بیان ہے کہ میرے مکرم میر امتیاز علی صاحب منصف شہر انبالہ کے خلاف ایک فوجداری کا مقدمہ دائر ہوا۔ آپ نہایت پریشان ہو کر مجھ سے کہنے لگے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کراؤ کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور بلا دور کرے۔ میں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ شام کو مراقبہ سے فارغ ہو کر فرمانے لگے

کو معلوم ہوا ہے کہ کچھ کاغذات شکایات کے واپس ہو گئے ہیں۔ کئی روز کے بعد منصف صاحب فرمانے لگے کہ جس قدر شکایات افسروں نے دشمنوں کے کہنے سے کی تھیں سب کی سب اول اور لغو سمجھ کر داخل دفتر ہو گئیں۔ جب آخر تاریخ مقررہ آئی۔ تو منصف صاحب اعداء کے حالات سن کر بہت پریشان تھے۔ اسی حال میں میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے بعد مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد دعا کے لیے عرض کیا۔ آپ نے کچھ تامل کے بعد فرمایا۔ کہ کل انشاءاللہ اول دشمن منصف صاحب کے پاؤں میں گرے گا۔ تسلی رکھو۔ منصف صاحب یہ سن کر بہت متعجب ہوئے۔ ان کو اس ارشاد کا یقین نہ آیا۔ کیونکہ یہ معاملہ زبردست وکلاء نے منصف صاحب کے خلاف ایک سکھ سے اٹھوایا تھا۔ خدا کی قدرت دوسرے روز دن کے دو بجے منصف صاحب عدالت میں میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے ہاتھ چومنے لگے کیونکہ میں نے یقین دلایا تھا کہ انشاءاللہ اس میں سرِ مو فرق نہ ہوگا۔ اور بڑی حیرانی سے کہا کہ میاں سب وکلاء نے اس کو چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر وہی دشمن پیشی سے پہلے میرے قدموں میں آگرا۔ میں نے کچہری درخواست معافی لے کر معاف کر دیا۔ اور خدا کا شکر بجا لایا۔ میں نے شاہ صاحب کی خدمت میں یہ قصہ سنایا۔ آپ خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ منصف نیک آدمی ہے۔ خدا نے دشمنوں کو ذلیل کیا۔

باعزت رہائی:

ڈپٹی حمید علی صاحب مرحوم سہارنپوری شہر انبالہ میں تحصیل دار تھے۔ اور شاہ صاحب کے نہایت معتقد تھے۔ اکثر کھانے کے وقت آتے۔ تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ ان پر بغاوت کی تہمت لگی۔ اور وہ زمانہ اس قدر خطرناک تھا کہ باغی کے لیے پھانسی کے سوا دوسرا حکم ہی نہ تھا۔ تاریخ سے ایک دن پہلے ڈپٹی صاحب مرحوم شاہ صاحب کی خدمت میں آئے اور بدستور کھانے میں شریک ہوئے۔ کھانا کھاتے ہوئے عرض کرنے لگے کہ حضور! کل میں شاید زندہ بھی نہ رہوں۔ اب حضور میرے واسطے دعائے مغفرت فرمائیں۔ حضور شاہ صاحب فرمانے لگے۔ کیوں؟ ڈپٹی صاحب نے اپنا قصہ سنایا۔ شاہ صاحب قدس سرہ تامل کے بعد فرمانے لگے کہ مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ تم انشاءاللہ بری ہو کر پھر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ گے

۔ دوسرے دن ڈپٹی صاحب عدالت میں جاتے ہی عزت کے ساتھ بغاوت کی تہمت سے بری
ہوئے۔ اور اپنی بریت کا قصہ سنایا۔ شاہ صاحب بھی خوش ہوئے اور آئندہ کے لیے دعا
خیریت فرمائی۔

مسجد کا تنازعہ:

ضلع انبالہ کے ایک گاؤں میں مسلم و غیر مسلم آبادی میں ایک مسجد کے بارے میں
تنازع ہوا۔ عدالت ماتحت نے انہدام مسجد کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے کمشنری میں اپیل دائر کی۔
میانجیو عبدالرحیم صاحب نے اس بارے میں حضرت شاہ صاحب کے بن دیکھے معتقد لالہ گاؤ...
سرشتہ دار صاحب کمشنر بہادر کے نام حضرت شاہ صاحب سے ایک پرچہ لکھوا کر سرشتہ دار صاحب
کی خدمت میں شملہ جا کر پیش کیا۔ سرشتہ دار صاحب میانجیو صاحب سے کہنے لگے کہ اس شکل کا
آدمی مجھ سے آکر فرما گئے ہیں کہ ہمارا رقعہ بے فائدہ نہ جائے۔ حضور کی وہی شکل تھی۔ سرشتہ دار
صاحب نے وہ کام کر دیا۔ اور شہر انبالہ آ کر حضور کے قدموں میں گر پڑے اور خفیہ تعلیم حاصل کی
اور خاص معتقدین کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اسی طرح بہت سے اہل ہنود آپ سے تعلیم پاتے
تھے اور نماز بھی ادا کرتے تھے۔ حضور فرمادیا کرتے تھے کہ جب تک اسلام ظاہری طور پر اختیار نہ
کرو گے اصل فائدہ نہ ہوگا۔

کنویں کا پانی:

بوڑیہ کے جنگل میں ایک درویش صبح کے وقت نماز فجر کے لیے پانی تلاش کرتے تھے
نہ ملا۔ ایک اندھے مٹی سے اٹے ہوئے کوئیں سے خطاب کر کے فرمایا کہ تو ہی وضو کے لیے پانی
دے دے۔ وہ کنواں اُبل پڑا۔ درویش نے وضو کر کے نماز فجر ادا کی اور چل دیئے۔ اس کنویں کا
پانی امراض کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا تھا۔ حاجت مند اپنی اپنی ضروریات کے لیے جانے لگے۔
راوی یعنی مولوی سید ظہور الدین صاحب کا بیان ہے کہ میں نے حضور سائیں صاحب کی خدمت
میں یہ قصہ عرض کر کے التجا کی کہ اگر معلوم ہو جائے کہ درویش صاحب کون تھے تو بہتر ہے کہ
اکثر صاحب کی خواہش ہے۔ علی الصباح حضرت سائیں صاحب نے فرمایا کہ وہ درویش
صاحب میرے پاس آئے ہوئے تھے۔ سوال پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم ابدال ہیں۔ بطور

بھی آگئے تھے۔ نماز صبح کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ اس لیے خدا کے فضل کی امید پر یہ معاملہ ہوا
ہے۔

بزرگوں کی بے ادبی پر سزا:

قصبہ انبہٹہ ضلع سہارنپور میں حضرت سائیں صاحب کے ایک صاحب کشف خلیفہ
شاہ ابوالمعالی قدس سرہ کے سجادہ نشینوں کے خلاف دعائیں کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے
کہا کہ سائیں صاحب کی خدمت میں سلام کے بعد یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہم بھی کسی کامل کے
ساتھ لگے ہوئے ہیں اور بے قصور ہیں۔ جناب کے خادم ہمارے لیے بددعائیں کرتے ہیں
جب انبالہ آیا۔ تو وہ پیغام حضرت شاہ صاحب کو پہنچا دیا۔ آپ نے فوراً یہ فرمایا کہ مولوی! وہ
بگڑ پڑا۔ اس نے شاہ ابوالمعالی قدس سرہ کی اولاد کے خلاف سعی کی۔ تیسرے دن وہ خلیفہ
صاحب پریشان ہو کر میرے پاس آئے کہ میں ڈوب گیا۔ جو نعمت مجھے ملی تھی وہ مجھ سے لے لی گئی
اور میں اپنے تئیں کیچڑ میں دھنسا ہوا دیکھتا ہوں۔ خدا کے واسطے میرے لیے حضور سے سفارش
کرو۔ کئی مرتبہ حضور سے معافی کے لیے عرض کیا گیا۔ آخر دو ماہ کے بعد وہ اپنے اصلی مرتبہ پر
بحال ہو گئے۔ حضور فرماتے تھے کہ بزرگوں کی اولاد سے حتی الوسع محبت اور ادب سے پیش آنا
چاہیے۔

جن بھاگ گیا:

انبالہ شہر میں ایک غریب بڑھیا کی بیٹی پر جن کا اثر غالب ہوا۔ اس نے ادھر ادھر تعویذ
گنڈے کرنے کے بعد پیر جیو عنایت اللہ صاحب کو حضرت سائیں صاحب کی خدمت میں بھیجا
کہ اس آفت میں مجھ غریب کی امداد فرمائیے۔ پیر جیو صاحب نے بڑھیا کا سلام و پیغام حضرت
صاحب کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جن سے ہمارا سلام کہو۔ اور یہ کہہ دو کہ غریب
بڑھیا کی بیٹی کو تکلیف نہ دو۔ پیر جیو صاحب نے جس وقت سائیں صاحب کا سلام کہا۔ جن یہ کہہ
کر چلا گیا کہ حضرت کو کیوں تکلیف دی۔ مگر دوسرے دن پھر آ گیا۔ بڑھیا نے پھر پیر جیو صاحب کو
حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ جن تو پھر آ گیا۔ شاہ صاحب نے دوبارہ سلام کہلا بھیجا۔ جن سلام
سنتے ہی چلا گیا۔ مگر پھر آ گیا۔ پھر جیو صاحب نے یہ ماجرا عرض خدمت کیا۔ اس وقت اتفاقاً خلیفہ

امیر اللہ شاہ صاحب حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت نے جوش میں آکر خلیفہ صاحب
سے فرمایا۔ امیر اللہ! جاؤ۔ اس کو ڈنڈے مار کر نکال دو۔ خلیفہ صاحب نے تعمیل کی اور
مارنے شروع کیے۔ جن صاحب مار کھا کر چلے گئے اور پھر کبھی واپس نہیں آئے۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس وقت سے خلیفہ صاحب میں وہ وصف پیدا ہو گیا۔ کہ
کوئی آسیب زدہ ہوتا۔ آپ جوش میں آکر اس کو ڈنڈوں سے مارنا شروع کر دیتے۔ اور
ڈنڈے کھا کر رخصت ہو جاتا اور پھر نہ آتا۔ خلیفہ صاحب کا یہ وصف مشہور ہو گیا۔ آسیب زدہ
در جوق خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اس طرح خلیفہ صاحب کے معمولات
میں بھی حرج ہونے لگا۔ مجبور ہو کر خلیفہ صاحب حضرت سائیں صاحب کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ آسیب زدگان کی کثرت سے میرے معمولات میں حرج ہو رہا ہے۔ خدا
واسطے میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھ میں یہ وصف نہ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو اس وصف
سے تکلیف ہے۔ جانے دو۔ نہ سہی۔ اسی وقت سے یہ وصف خلیفہ صاحب میں نہ رہا۔

ترقی ہوگئی:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ جناب مولوی
خلیفہ عماد الدین صاحب لاہوری نے انسپکٹر صاحب سے کچھ کہہ کر مجھ کو بمشاہرہ تیس روپے ترقی پر
جگادھری بھیج دیا۔ مگر وہاں کے مدرس صاحب سید مظہر حسن صاحب سہارنپوری نے ترقی پر جانے
سے انکار کر دیا۔ جب شاہ صاحب سے اس کا ذکر آیا۔ تو فرمانے لگے۔ مولوی! بادل چڑھا ہوا ہے
برسنے کی دیر ہے۔ تیری ترقی تو انشاء اللہ قریب ہی ہونے والی ہے۔ ایک ہفتہ یا کچھ کم و بیش
عرصہ کے بعد ہاروے صاحب نے مجھ کو تیس روپے ماہوار پر مدرس فارسی کر کے حصار سکول میں
بھیج دیا۔

حکم منسوخ ہوگیا:

جناب سید صاحب انبہٹوی کا بیان ہے کہ احقر کی تبدیلی ہائی سکول ریواڑی میں مولوی
مقرب علی صاحب کی جگہ ترقی پر عارضی طور پر ہو گئی۔ احکام جاری ہو گئے۔ میری روانگی کے لیے

حضرت شاہ صاحب کی جدائی کی وجہ سے میں ریواڑی جانا پسند نہ کرتا تھا۔ حضرت کی یہ
عادت تھی کہ اگر یہ خادم مراقبہ میں شامل نہ ہوتا۔ تو حضرت مجھے زیارت کرا کر مکان
پر لے جایا کرتے تھے۔ میں مسجد میں حضور کے کمرے میں رہتا تھا۔ حسب عادت قدیمہ
کمرہ میں تشریف فرما ہوئے اور فرمانے لگے۔ کیا سبب ہے جو مراقبہ میں شامل نہیں ہوئے۔
لکھی شاہ صاحب کے مزار پر بھی حاضر ہوئے یا نہ؟ میں نے گستاخانہ طور پر عرض کیا۔ کہ میں لکھی
شاہ صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر کیا کروں گا جب مجھ کو انہوں نے یہاں سے روانہ ہی کر دیا۔ سائیں صاحب
فرمانے لگے۔ لکھی شاہ صاحب تم سے بہت خوش ہیں۔ شکستہ دل نہ ہو۔ تم کو تو ہم نے خدائے تعالیٰ
سے عرض کر کے انبالہ ہی رکھ لیا ہے مولوی نور احمد صاحب مدرس اول میرے پاس بیٹھے ہوئے
تھے۔ میں نے جوش محبت وعقیدت میں انشاء اللہ کہہ کر قسم کھائی کہ اب میں ریواڑی نہیں جاؤں گا
مولوی نور احمد صاحب میری ایسی عقیدت کے خلاف تھے۔ کہنے لگے کہ حکم آچکا۔ اب تم کیسے
رک سکتے ہو۔ تمہارے زنانے عقیدے فضول ہیں۔ تم کو ضرور جانا ہوگا۔ میں نے پھر زور سے
انبالہ میں رکنے کا اظہار کیا۔ مولوی نور احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر تم جائز طور پر رک گئے۔ تو میں
بھی لکھی شاہ صاحب کا مرید ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا یہ تم کو اختیار ہے۔ مگر انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا
جیسا حضرت سائیں صاحب فرماتے ہیں۔ صبح کو جب سکول کی حاضری ہوئی۔ تو ہیڈ
ماسٹر صاحب کے پاس تار آگیا کہ سید ظہور الدین کو ریواڑی روانہ نہ کرنا۔ پہلا حکم منسوخ سمجھو
کیونکہ مولوی مقرب علی نے ترقی پر جانے سے انکار کر دیا۔ مولوی نور احمد صاحب حیران ہوئے۔
اور انعام کو شیرینی ہمراہ لے کر بعد عصر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور داخل سلسلہ ہو گئے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ وہی مولوی نور احمد صاحب ہیں۔ جنہوں نے بعد میں
[illegible] کلیہ تالیف کیا۔ اس میں اپنا حال یوں بیان کرتے ہیں۔

میں نے حضرت صاحب قبلہ کو بڑھاپے میں دیکھا ہے۔ جب کہ سر کے بال سیاہ و سفید
تھے۔ میں ایک ایسا شخص تھا کہ جس کی نظر میں کوئی فقیر جچتا نہ تھا۔ اور ہمیشہ نکتہ چینی کی سوجھا کرتی
تھی۔ لیکن شاہ صاحب کو دیکھتا تھا کہ بس شاہ جی کے ہو گئے۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں　　دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

چہرے کی تبدیلی:

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کا چہرہ گدھے کی مانند ہے۔ ایک اور بھی نافرمانی کی بات فرمائی۔ ہمارے دل میں خوف الٰہی اور بار بار دربار الٰہی میں توبہ کی۔ پھر بحکم خدا ہم نے اس کو درود شریف پڑھنے کی تعلیم کی۔ فضل سے وہ نفس جاتا رہا۔ اور وہ مولوی صاحب اپنے اصلی بابرکت چہرہ کے ساتھ دکھائی لگے۔

یک زمانہ صحبت با اولیا　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شہید کو جنگ کرتے دکھا دیا:

ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب بمقام دورالہ مسجد میں اپنے مریدوں کو توجہ دے رہے تھے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت جی! یہ جو خانقاہ سامنے ہے حضرت شاہ ملک شہید کی ہے۔ کسی نے ان کو بے سر خونچکاں دیکھا تھا۔ اور بھی بہت سے سواران کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر تم کو بھی دیکھنا منظور ہو تو آؤ۔ دوزانو ہو کر بیٹھ جاؤ اور آنکھیں بند کر لو۔ جب انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تو کیا دیکھا کہ حضرت ملک شہید برچھا ہاتھ میں لیے ہوئے جنگ میں مصروف ہیں۔ اور بدن سے خون جاری ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آنکھیں کھول دو۔ اور تاکید کی کہ کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرنا۔

میاں جی عبدالقادر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں سے تین آدمی اس وقت کو یہ کتاب (تذکرہ توکلیہ) لکھی جا رہی ہے اور ۱۳۱۸ ہجری ہے قمر خاں وغیرہ زندہ ہیں۔ اعتبار نہ ہو۔ ان سے پوچھ لے۔

جن بھاگ گیا:

جب منشی محمد حمزہ صاحب قانون گو کھرڑ سے انبالہ تبدیل ہو کر آئے تو ان کی لڑکی کو آسیب کا خلل ہو گیا۔ وہ اس کو حضرت صاحب کی خدمت میں لایا کرتے۔ جب وہ حضرت کے مکان کے قریب آیا کرتی۔ تو آرام ہو جایا کرتا۔ مگر جب اپنے مکان میں جاتی۔ پھر تکلیف

ہو جاتی۔ ایک دن قانون گو صاحب نے تنگ آ کر عرض کیا۔ حضرت جی! مجھے اس جن نے تنگ کر دیا۔ خدا کے واسطے اس کا علاج کر دیجئے۔ یہ سن کر آپ مراقب ہوئے۔ چند منٹ کے بعد سر مبارک اٹھا کر فرمایا۔ کہ میاں! میں تو تمام انبالہ شہر میں لاٹھی لے کر پھر آیا۔ اس جن کا کہیں پتہ نہیں۔ اب وہ چلا گیا ہے۔ امید ہے کہ نہیں آئے گا۔ چنانچہ اسی دن سے لڑکی کو آرام رہا۔

مراقبہ سے چونکنا:

ایک دفعہ چھاؤنی انبالہ میں میر یوسف علی صاحب نے اپنی صاحبزادی کو نماز عشاء کے بعد زور سے آواز دی۔ انبالہ شہر میں میاں صاحب قبلہ مراقبہ سے چونک اٹھے اور کریم بخش سے کہا کہ دیکھو سید کس طرح زور سے لڑکی کو پکار رہا ہے۔

نوکری مل گئی:

مولوی اکرم حسین صاحب کرنالی بیان کرتے ہیں کہ دس بجے دن کا وقت تھا۔ میں حاضر خدمت تھا۔ میر یوسف علی صاحب بھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت صاحب! میں نے چھاؤنی انبالہ کی نوکری چھوڑ دی ہے۔ اب مجھ کو نوکری دلوائیے۔ مگر سو روپے سے کم کی نہ ہو۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ جاؤ ہو جائے گی۔ چنانچہ اگلے ہی دن ایک سو دس روپے ماہوار کی ریاست پٹیالہ میں مل گئی۔

لڑکا مر گیا:

ایک دن آپ نے اپنے خادم کریم بخش سے خفگی میں فرمایا کہ تیرا چراغ گل ہو گیا۔ چنانچہ چند روز میں ان کا جوان لڑکا مر گیا۔

لٹھ کی خبر:

ایک دن خادم کریم بخش سے فرمایا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ تیرے سر میں لٹھ لگا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی اہلیہ کو لے کر مظفر نگر کو گئے تو ڈاکہ پڑا اور ان کے لٹھ لگا۔

سلسلہ اولاد جاری ہوگیا:

حضرت صاحب قبلہ دہلی اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور خواجہ باقی باللہ میں
ہوا کرتا تھا۔ ۱۸۶۲ء میں ایک دن حکیم لطیف حسین خاں صاحب نے دعوت کی۔ آپ
لے گئے تو حکیم جی صاحب سے فرمایا۔ کہ تمہارے مکان سے ایا نے (بچہ) کے رونے کی آواز
ہے۔ حکیم جی نے عرض کیا۔ کہ حضرت جی! یہاں تو کوئی بچہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا
چنانچہ اسی سال حکیم جی صاحب کی بڑی لڑکی پیدا ہوئی۔ سلسلہ اولاد خدا کے فضل سے جاری
ورنہ مایوسی ہوگئی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت:

حافظ خیر الدین پنجابی کا بیان ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت تھا۔ مولوی
الدین صاحب دہلوی شاہ حسن رسول نما (جن کا مزار دہلی میں ہے) کا ذکر خیر حضرت صاحب
قبلہ سے کرنے لگے کہ وہ ہر کس و ناکس کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت
دیتے تھے۔ میں نے یہ حکایت سن کر اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر میں ان کے وقت میں
ان کا مرید ہو کر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال باکمال سے مشرف
نے یہ خیال دل میں کیا ہی تھا کہ اسی وقت حلقہ مجلس میں بیٹھا ہوا بے ہوش ہوگیا۔ اور حضرت
صاحب مجھ کو اپنے تصرف خاص سے مدینہ لے گئے اور زیارت باکرامت سے مشرف کرایا
جب میں ہوش میں آیا تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ کیوں حافظ کہاں گیا تھا؟ میں نے عرض کیا
کہ جہاں حضور والا لے گئے تھے۔

ابدال کی زیارت:

مست الٰہی بخش نامی حضور کے پرانے مرید تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز میں
موضع کوڑوہ سے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ
کرتا تھا کہ ابدال کیسے ہوتے ہیں۔ آج موقع ہے۔ اگر تو دیکھنا چاہتا ہے۔ تو دیکھ آ۔ ایک
دوست مولوی مست علی نامی ابدال دہرہ دون کے پہاڑ میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس جا۔

طرف سے لے جا۔ اور دے کر شام کو واپس انبالہ آ کر ہم کو اطلاع دے۔ میں نے عرض
کیا کہ حضور والا! وہاں ریل گاڑی نہیں جاتی۔ اور کسی قسم کی سواری لے جانے کی مجھ میں گنجائش
نہیں۔ پیدل اس قدر جلدی آنا جانا غیر ممکن ہے۔ اگر حضور انور اپنے تصرف خاص سے جلدی پہنچا
دیں اور شام کو بلا لیں۔ تو مجھ کو کچھ عذر نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جا چلا جا۔ کسی سواری کی
ضرورت نہیں۔ خاصان خدا کی زیارت کو جاتا ہے۔ پھر اندیشہ کیوں کرتا ہے۔ اللہ پاک مالک ہے
الغرض میں نے دہرہ دون کی راہ لی۔ اب میں راستے کی کیفیت کیا بیان کروں۔ واللہ باللہ میں اس
طرح سے راستہ کو طے کرتا جاتا تھا۔ جیسا کہ ہوا جایا کرتی ہے۔ مجھ کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ میں کہاں
جا رہا ہوں۔ اور مجھ کو کون لیے جا رہا ہے۔ القصہ جب میں دہرہ دون کے جنگل میں پہنچا۔ تو مجھ کو
جنگلی جانوروں نے آگھیرا۔ میں گھبرایا۔ اور خائف ہو کر حضرت صاحب کی صورت کا خیال کیا
حضرت صاحب میرے سامنے آگئے۔ آپ نے با آواز بلند فرمایا۔ کیوں گھبراتا ہے۔ یہ آپ کا
فرمانا تھا کہ وہ فوراً چلے گئے۔ اور میں مولانا شاہ مست علی صاحب ابدال کے صومعہ کے قریب جا
پہنچا۔ مولانا ممدوح نے دور ہی سے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کیا الٰہی بخش تجھ کو جنگل کے گیدڑوں نے گھیر
لیا تھا۔ میں ان کو بلاؤں۔ اتنا فرما کر مولانا صاحب نے ایک آواز دی کہ آؤ رے جنگل کے گیدڑو!
آپ کے پکارنے کے ساتھ سینکڑوں شیر دم ہلاتے مولانا کے سامنے سلام کر کے بیٹھ گئے۔ میں یہ
حالت دیکھ کر حیران تھا۔ کہ اے پروردگار! سچ ہے جو تیرا ہو جاتا ہے۔ تو اس کا ہو کر دنیا کی کل
چیزیں اس کے تابع بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے فرمایا۔ کہ جاؤ رے گیدڑو!
ہمارے مہمان کو نہ ستانا۔ القصہ وہ چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد آپ نے مجھ سے کہا۔ الٰہی
بخش تو دودھ پیے گا؟ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہاں اس پہاڑ میں بھلا دودھ کہاں۔
آپ نے میرے خطرہ پر آگاہ ہو کر فرمایا۔ آ تجھ کو دودھ پلا ہی دوں۔ حسب الارشاد میں مولانا
صاحب کے صومعہ میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک برتن میں دودھ گرم ہو رہا ہے۔ میں ششدر رہ
گیا۔ مولانا نے مجھ کو خوب دودھ پلایا۔ پھر فرمایا۔ جا شاہ صاحب نے تجھ کو یہ بھی فرمایا تھا کہ شام کو
آ کر اطلاع دینا۔ الحاصل جس طرح راستہ طے کر کے گیا تھا اسی طرح شام کو حاضر ہو کر حضرت
صاحب کو اطلاع دی۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ گھبراتا کیوں تھا۔ اللہ والوں
کی اللہ تو د حفاظت کرتا ہے۔

لڑکے کی ولادت کی خبر:

خلیفہ مظفر علی خاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز یہ غلام سرسہ میں اپنی اہل
بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں حضرت صاحب کا کرامت نامہ صادر ہوا۔ کہ ہم کو مشاہدہ ہوا
تمہارے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ اہلیہ یہ خبر سن کر خاموش ہوگئی۔ جب میں نے دریافت کیا تو
مجھ کو کچھ شبہ ہے کہ ایک دو ماہ کا حمل ہے۔ چنانچہ حسب بشارت میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

جنتی ہونے کی بشارت:

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز بندہ مع چند
طریقت کے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور آپ مرض موت میں مبتلا تھے۔
اثناء میں دو شخص بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے اسی حالت میں ان کو
جس وقت شیرینی پر دم کر کے کھلانے لگے۔ تو بخلاف تمام عمر کے حاضرین مجلس سے خطاب
کے فرمایا۔ کہ جو شخص ان الائچی دانوں کو کھائے گا وہ قطعی جنتی ہوگا۔

کوتوال بنادیا:

جناب قاری صاحب موصوف ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز یہ خاکسار حاضر
تھا حضرت صاحب نے بر سبیل تذکرہ فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم لودیانہ میں تھے۔ بہرام خاں کو
میں اللہ اللہ کرنے کا اور ہمارے ساتھ رہنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ اتفاقاً میرا گزر بہرام
خاں وغیرہ جو کوتوالی لودیانہ کے سامنے کو ہوا۔ تو یکایک میری زبان سے نکلا۔ کہ بہرام خاں
کوتوال کردیں؟ بہرام خاں نے کہا۔ حضور! یہ خدا کے واسطے مجھ کو کوتوال نہ بنائیں۔ اور
خدمت میں رہنے دیں۔ آپ نے فرمایا۔ بس اب تو کوتوال ہو چکا۔ ہم کیا کریں۔ چنانچہ
ہوا۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اللہ اللہ:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک فقیر پاؤں میں

ہوئے آیا۔ حضرت صاحب نے حسب عادت فرمایا کہ کہو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا۔
سونا بنانا سکھادو۔ آپ جوش میں گردن پکڑ کر اس کو حجرے کے اندر لے گئے۔ اور بڑی
کہ ظہر کا وقت بھی آخر ہو گیا باہر تشریف لائے۔ میں اس فقیر کو مسجد میں لے گیا۔ اس
سرخ تھیں اور اس پر سکرت طاری تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بتا کیا کیفیت
کہنے لگا کہ مجھے حجرے کے اندر لے گئے۔ اور مصلاً کے نیچے میرا سر دے دیا۔ میں
کہ سونے چاندی اور جواہرات کی نہریں جاری ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے پوچھا
میں نے عرض کیا کہ یہ حال ہے۔ فرمایا آگے چل کر دیکھ کہ یہ نہریں کہاں سے آتی
ایک دھکا اور دے دیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ ایک نوری تختہ پر لفظ اللہ لکھا ہوا
کے ایک ایک حرف سے ایک ایک نہر جاری ہے۔ فرمایا۔ دیکھ لے۔ اس سے کیمیا
بعد ازاں میرے قلب میں اللہ لکھ کر مجھے توجہ دی۔ اب میرے بدن کے جوڑ جوڑ سے
جاری ہے۔ وہ اسی حالت میں جنگل کو چلا گیا۔ کیمیا کی خواہش اس کے دل سے بالکل جاتی
کا نام اس کو چٹ گیا۔

صاحب ذکر خیر کا بیان ہے۔ کہ ایک روز دن کے ایک بجے آپ وضو فرمانے لگے۔
تھا کہ آپ کے واسطے دو لوٹے ہوا کرتے تھے۔ ایک میں بھائی مغلی شاہ پانی لینے گئے
اور دوسرا لوٹا آپ سے کوئی ڈیڑھ گز کے فاصلے پر رکھا تھا۔ آپ نے پانی لینے کا اشارہ
اس وقت حجرے میں میرے سوا کوئی اور نہ تھا۔ اور آپ کو میرا موجود ہونا معلوم نہ تھا۔ میں
کے واسطے اٹھنے ہی لگا تھا کہ آپ نے ہاتھ سے لوٹے کی طرف اشارہ فرمایا جیسے کسی کو
ہیں۔ لوٹا فوراً آپ کے پاس آگیا۔ ادھر میں باہر نکل آیا۔ تو انگلی کے اشارے سے
ہوں۔ یعنی کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔

نقل ہے کہ ایک روز ایک ہندو عورت اپنے چھوٹے لڑکے کو لئے ہوئے حاضر خدمت
کا اندھا تھا۔ عرض کیا۔ حضور! یہ لڑکا نابینا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اس کی آنکھیں اچھی

ہو جائیں۔ فرمایا او ہو۔ ہم کو تو طب بھی نہیں آتی۔ نہ ہم حکیم ہیں۔ تو اس کا علاج کسی حکیم
اس نے عرض کیا۔ کہ حضور! میں بہت علاج کرا چکی ہوں۔ کچھ آرام نہیں ہوتا۔
کریں۔ فرمایا۔ اچھا۔ جا دعا کر دی ہے۔ اللہ آرام کرے۔ وہ لڑکے کو لے کر باہر چلی گئی
حضرت شاہ عبدالرسول کے باغ کی دیوار کے شرقی کونے کے پاس پہنچی۔ تو لڑکے
گر پڑا۔ اور اس کی پیشانی میں کسی رگ پر نوکدار ٹھیکری ایسی چبھی کہ بہت سا خون نکلا
آنکھیں کھل گئیں۔ وہ بچے کو لئے ہوئے پھر حاضر ہوئی۔ اور تمام ماجرا عرض کر کے
آپ کی دعا سے اس کی آنکھوں میں روشنی ہوگئی۔ آپ نے فرمایا۔ آہ دوا بھی اللہ
کر دی۔ تجھے دوا کرنے کی بھی تکلیف نہ ہوئی۔

گائے نے دودھ دینا شروع کر دیا:

نقل صحیح ہے کہ ایک روز گیارہ بجے دن کے کچھ سوداگر کابلی ایک گائے
آپ کے یہاں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ حضور! ہم نے یہ گائے بہت قیمت میں لی تھی
دودھ نہیں دیتی۔ بلکہ اس کے بچے کا بھی گزارہ نہیں ہوتا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم
گھاس وغیرہ میں تو کمی نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! دیکھ لیں یہ کیسی موٹی
ہم اسے گھاس وغیرہ خوب دیتے ہیں۔ آپ نے اس کے سینگوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔
کی! انہوں نے تیرا حق ادا کر دیا۔ تیرے بچے کا حق ادا کر دیا۔ اگر تو ان کا حق ادا نہیں کرے گی
قیامت کے دن تیری ہی پکڑ ہونی ہے۔ بمجرد آپ کے اس ارشاد کے اس کے چاروں
دودھ بہنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ او خدا کے بندو! تم اس کی شکایت یونہی کرتے ہو۔
دودھ دیتی ہے۔ وہ گائے کو لے گئے۔ رات کو دس بجے گائے کو ساتھ لے کر پھر آئے۔
کہ حضور! اس کا دودھ بند ہی نہیں ہوتا۔ آپ گائے کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔
تجھے یہ کہا تھا کہ ان کا حق دے دیا کر۔ جا اس طرح نہ کیا کر بچے کا حق رہنے دیا کر
معمول کے وقت پر دودھ دیا کر۔ آپ کے اس ارشاد کے ساتھ ہی گائے کا دودھ بند ہو گیا
سوداگر گائے کو واپس لے گئے۔

درخت کا چل کر آنا:

صاحب ذکر خیر لکھتے ہیں کہ ایک روز میں حدیث شریف پڑھا رہا تھا۔ شاید ترمذی یا
کسی اور کتاب حدیث شریف میں ذکر تھا کہ بہشت میں ایک ایک محل پانسو برس کی راہ کی مسافت
کے برابر اونچا ہوگا۔ اور ایک ایک درخت بھی اتنا اونچا ہوگا کہ جس کی مسافت پانسو برس کے
کے برابر ہوگی۔ ایک درویش نے یہ ¹ حدیث جو سنی۔ تو مسکرا کر عرض کیا کہ حضور!
…کو تو بڑی مصیبت ہوگی۔ فرمایا وہ کیسی؟ عرض کیا کہ حضور پانسو برس تو چڑھنے میں لگ
…کے۔ پھر میوے کس طرح کھائیں گے۔ فرمایا جب بہشت والے ارادہ کریں گے۔ وہ
…خود بخود ان کے سامنے آ کر جھک جایا کریں گے وہاں توت کا ایک پھل دار درخت حضور
کے دروازے سے شمال کی طرف تھا۔ حضور نے اس توت کے درخت کی طرف اشارہ کر کے
…مثلاً جس طرح یہ درخت کھڑا ہے۔ اگر اسے کہیں۔ آ جا۔ تو فوراً سامنے آ کر جھک جائے
…درخت کی طرف بیٹھا ہوا تھا۔ بمجرد آپ کے اس فرمان کے وہ درخت میرے اوپر کو ہوتا ہوا
حضور کے سامنے زمین سے آ لگا۔ آپ نے فرمایا۔ او ہم نے تجھے تو نہیں کہا تھا۔ بلکہ ہم نے صرف
…کا ایک مسئلہ بیان کیا تھا۔ تو سمجھا کہ مجھ کو ہی کہا ہے۔ جا تو اپنی جگہ جا کھڑا ہو چنانچہ فوراً وہ
…جگہ جا کھڑا ہوا۔ اس وقت سائل نے پوچھا۔ کہ حضور! کس کلام کے پڑھنے یہ چیزیں تابع
ہو جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ وہ تجلی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی تھی۔ اور جس
کی وجہ سے تمام حجر شجر آپ کے سامنے جھک پڑے تھے۔ یہ حقیقت محمدیہ کے فیضان کا اثر ہے
(صلی اللہ علیہ وسلم) جو شخص کثرت سے درود شریف پڑھے۔ خوشنودی اور پرورش روح رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح ہو جاتی ہے۔ اور حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے یہ باتیں
حاصل ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے واسطے بہشت کی نشانیاں یہیں شروع ہو جاتی ہیں۔

پھانسی سے بچالیا:

نقل معتبر ہے کہ ایک لڑکا کانپور کی طرف کا آیا۔ وہ اور اس کا باپ دونوں حضرت شاہ

---

¹ جناب مولوی محبوب عالم صاحب جو اس قصہ کے راوی ہیں اس حدیث کی صحت نقل کے ذمہ دار ہیں۔
حضرت شاہ صاحب قبلہ نے جو فرمایا اس کی صحت میں کلام نہیں۔

صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔اور اس کا باپ ڈپٹی تھا۔اس لڑکے نے عرض کیا کہ حضور
مدد قیامت کے دن فرمانے والے ہیں وہ ابھی کردیں۔حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے اس کو
اور تنبیہ کی۔اس نے کہا کہ حضرت! میرے والد کو پھانسی کا حکم ہوا ہے۔اب میرا کیا رہ گیا
دس روز میعاد میں ہیں۔میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا جب تک اس امر کا فیصلہ نہ کرلوں۔
دروازہ پر پڑا رہا۔آپ نے شام کو اس لڑکے سے فرمایا کہ پچھلی رات جب ہم باہر نکلیں
ہمارے پیچھے چلے آنا۔چنانچہ اسی رات کو حضور تالاب غربی شہر انبالہ پر تشریف لے گئے
درویشوں کے ساتھ وہ لڑکا بھی پیچھے چلا گیا۔حضور نے تالاب میں غوطہ لگا کر حبس دم کی
درویشوں کو فکر ہوا کہ خدانخواستہ کہیں ڈوب نہ گئے ہوں۔کیونکہ اس میں پانی بے انتہا تھا اور حضور
دیر ہوگئی تھی۔اچانک دیکھا کہ حضور کنارہ پر کھڑے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ جا چھوٹ گیا۔لڑکے
کو ایسی تسلی ہوئی کہ وہیں سے رخصت ہوکر سیدھا ریل پر چلا گیا۔چند روز کے بعد وہ لڑکا اور اس کا
باپ دونوں مع نذرانہ اشرفیوں سے شیرینی کے آئے۔آپ نے پوچھا کہ یہ لڑکا تو کہتا تھا کہ
پھانسی کا حکم ہوگیا ہے اور تم ہمارے پاس سالم آئے ہو۔وہ شخص عرض کرنے لگا کہ حضور واقعی [illegible]
ہے۔جس روز لڑکا یہاں سے گیا ہے۔اسی روز رات کو سیشن جج کو خیال آیا کہ کہیں روئداد میں غلطی
نہ ہوئی ہو۔مسل پر مکرر غور کرکے فیصلہ لکھوں۔مسل جو دیکھی۔تو میری نسبت ذرہ بھر بھی ثبوت جرم
نہ ملا۔بلکہ جس جگہ یہ لکھا تھا کہ اس پر جرم ثابت ہے۔وہاں بجائے اس کے یہ لکھا ہوا ملا کہ یہ
جرم سے بری ہے۔چونکہ وہ حکم دے چکا تھا۔مجھے بلا کر کہا کہ اگر تم معافی نامہ لکھ دو۔تو تم کو رہا
کردوں کہ میں نے ناحق تم کو قید کیا۔میں نے معافی نامہ لکھ دیا۔اس نے مجھے رہا کردیا۔

جذب و مستی کا عالم:

ایک دفعہ حضور ڈیرہ بسی سے پرے رائے پور کے قریب کسی گاؤں میں جذبہ و مستی کے
عالم میں تھے۔یہ حضور کا عام حکم تھا کہ کھانے پینے کی کوئی شے ہمارے پاس کھلی نہ لایا کرو۔ایک
شخص کھلا پانی لے کر چلا آیا۔حضور کی زبان مبارک سے نکلا کہ تو اندھا ہے۔جانتا نہیں کہ ہم
کھلا نہیں لایا کرتے۔وہ اسی وقت اندھا ہوگیا۔اس کے بعد حضور کو ہمیشہ اس کا خیال رہا۔اگر کسی
سے خلاف طبع حضور کوئی کام ہوجاتا۔تو فرماتے کہ بے خبر ہیں۔بات نہیں سمجھتے۔اور کوئی کلمہ زبان

[illegible] لئے۔

کنوئیں میں گرنے پر چوٹ نہ لگی:

حاجی کریم بخش جو آپ کے درویشوں میں تھے ایک بار آپ کو وضو کرا رہے تھے۔
حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کسی بات پر ان سے گھبرا گئے۔غصہ میں فرمایا۔او کریم بخش! جا
کنوئیں میں گر پڑ۔تھوڑی دیر کے بعد حاجی صاحب مشک لے کر بارو کے کنوئیں پر پانی لینے گئے
اور ڈول جو لٹکایا۔تو سچ مچ کنوئیں میں گر پڑے۔مگر چوٹ بالکل نہ لگی۔اُدھر شاہ صاحب علیہ
الرحمۃ نے فرمایا۔اوہو کریم بخش تو کنوئیں میں گر گیا مگر خیر۔لوگوں نے جلدی حاجی صاحب کو باہر
نکالا۔وہ مشک بھر کر بڑی دیر کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔فرمایا۔او کریم بخش! اتنی دیر کہاں
لگائی۔عرض کیا حضور! میں کنوئیں میں گر پڑا تھا۔فرمایا چوٹ تو نہیں آئی؟ اس نے کہا۔آپ نے
[illegible] تھام لیا تھا۔پھر چوٹ کیسے لگتی۔

[illegible]ت کا فیضان:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب مرحوم ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب
[illegible] مسلم والی مسجد میں جمعہ پڑھنے تشریف لائے۔بعد نماز آپ پر حالت استغراق طاری
ہوئی۔اس حالت میں اکثر آپ کے پاؤں زمین پر ٹھہرا نہ کرتے تھے۔درویش دونوں طرف سے
آپ کو مونڈھے پکڑ کر چلایا کرتے تھے۔اور کوئی عجیب مستی کی حالت ہوتی تھی۔میں نے حسب
معمول آپ کا مونڈھا پکڑ لیا۔جب وہاں سے آپ سڑک پر پہنچے اور پلی سے نیچے اترنے لگے تو
سامنے سے پچاس ساٹھ آدمیوں کا گروہ آرہا تھا۔وہ سب کے سب آپ کی صورت دیکھ کر آپ
کے پاؤں میں سجدے میں جا پڑے۔میں نے ان کو سخت سست کہا۔اور بڑے غصہ سے کہا کہ تم
مشرک ہوگئے۔پھر بعد میں میری نظر بھی آپ کی صورت پر جا پڑی۔فوراً میں بھی بے اختیار
سجدے میں گر گیا۔تقریباً پانچ ہی منٹ کے بعد آپ کو ہوش آگیا۔اور ہوش آتے ہی سب کے
سب سجدے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔میں نے عرض کیا۔کہ حضور! آج تو ہم سب سے بڑا گناہ
ہوا ہے۔فرمایا۔کیا۔میں نے عرض کیا۔کہ ہم سب نے آپ کو سجدہ کیا حالانکہ یہ شرک ہے۔اور
آپ سجدہ سے سخت ناراض ہوا کرتے تھے۔فرمایا تمہیں مجبوری تھی۔اس کی وجہ اور ہی تھی۔وہ جو

حقیقت کعبہ کی جاہ وجلال والی تجلی کعبہ شریف پر وارد ہوتی ہے۔ آج ہم اس حقیقت کا فیضان لے رہے تھے۔ وہ فیضان عشق پکتے پکتے حقیقت کعبہ ساری ہی ہم پر وارد ہوگئی تھی وہی تجلی یہاں تھی یہ اس تجلی کی کشش اور جبر کا اثر تھا کہ زبردستی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ کر سجدہ کرالیا۔ اس وقت جو کوئی سامنے آتا۔ بے اختیار سجدہ کرتا۔ اب اس حقیقت کے بجائے دوسری حقیقت کا فیضان دل گیا۔ اس واسطے یہ سب لوگ سجدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

حقیقت عیسوی کا فیضان:

ایک روز آپ حقیقت عیسوی کا فیضان لے رہے تھے۔ اس حالت میں ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور حضور سے کچھ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ درود شریف پڑھا کر۔ اس نے درود شریف جو پڑھا تو اس پر استغراق کی حالت طاری ہوگئی۔ تین دن تک اس کا یہ حال رہا کہ جس وہ دم کرتا فوراً آرام ہو جاتا۔ بعد ازاں وہ حالت جاتی رہی مولوی محبوب عالم صاحب نے دریافت کیا۔ کہ حضور! یہ کیا بات تھی۔ آپ نے فرمایا۔ جس وقت وہ ہمارے پاس آیا تھا۔ اس وقت ہم حقیقت عیسوی کا فیضان لے رہے تھے۔ اس پر بھی وہی فیضان وارد ہو گیا تھا۔ اب وہ فیضان ہٹ گیا۔ تو وہ حالت بھی جاتی رہی۔

گواہی:

حضور علیہ الرحمۃ کے پڑوس میں ایک شخص نے پرنالہ کا مقدمہ دائر کیا کہ میرا پرنالہ اس جگہ تھا۔ دوسرا فریق وہاں سے مانع تھا۔ عدالت میں مقدمہ گیا۔ تو ایک فریق نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ آپ نے میرے پرنالہ کو دیکھا ہوا ہے۔ آپ میرے حق میں شہادت دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگلی بات تو ہمیں یاد نہیں۔ جس جگہ پرنالہ تھا وہاں لگا دو۔ ہم دیکھ لیں گے اور دیکھ کر پھر گواہی دے دیں گے کہ یہاں لگا ہوا دیکھا ہے۔ خیر اس نے عدالت میں حضور کی گواہی لکھوا دی۔ ڈپٹی صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب کی گواہی ہم وہیں جا کر لیں گے۔ جس وقت ڈپٹی صاحب گواہی لینے کے واسطے موقع پر آئے۔ حضور علیہ الرحمۃ شاہ عبدالرسول صاحب کی مسجد میں مراقب تھے۔ وہ ڈپٹی وہیں پہنچا۔ ایک درویش نے دروازے کے پاس دور ہی سے ڈپٹی کو دیکھ کر عرض کیا کہ حضور! وہ ڈپٹی گواہی کے واسطے آیا۔ حضور نے دروازے کی طرف دیکھ کر

فرمایا۔ کہاں ہے۔ جونہی حضور کی نظر اس پر پڑی۔ وہ فوراً الٹا گر گیا۔ اور چلایا اور وہیں سے واپس بھاگا۔ آپ نے فرمایا۔ جاتا کیوں ہے گواہی تو لیتا جا۔ اس نے کہا کہ توبہ ہے میری۔ مجھ سے خطا ہوئی معاف فرمائیں۔ آپ نے معاف فرما دیا اور وہ چلا گیا۔

سائیں کی بھینس:

میاں جی عمر الدین ساکن موضع بوتھ گڈھ تحصیل وضلع لودھیانہ نے بتاریخ 3 ذی الحجۃ الحرام 1336ھ راقم الحروف سے ذکر کیا۔ کہ ایک دفعہ ایک گوالا نمازی ہمارے گاؤں کی مسجد میں دس پندرہ روز رہا۔ وہ بیان کرتا تھا۔ کہ ہم اپنی بھینس چرانے کے لیے شہر انبالہ میں جا رہے۔ پہلے دن خیال آیا کہ کچھ دودھ ڈوھ کر کسی درویش کو دے آئیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شہر میں حضرت سائیں صاحب مشہور درویش ہیں۔ ہم دودھ لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ مستی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے پوچھا۔ کیا آپ توکل شاہ ہیں؟ فرمایا کونسے توکل شاہ؟ آگے جاؤ۔ ہم نے نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ توکل شاہ تو آپ ہی ہیں۔ ہم یہ دودھ آپ کے لئے لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا دودھ نعمت الٰہی ہے۔ اسے رد نہیں کرنا چاہیے۔ مگر کیا تم ہر روز لایا کرو گے؟ ہم نے عرض کیا۔ کہ ہمارے پاس پچاس ساٹھ بھینسیں ہیں۔ آپ ان میں سے ایک پر اپنا دست مبارک رکھ آئیں۔ ہم اُسی کا دودھ آپ کی خدمت میں پہنچا دیا کریں گے۔ چنانچہ آپ ہمارے ساتھ بھینسوں میں آئے۔ وہ چر رہی تھیں۔ آپ ان میں پھرتے رہے۔ پھر ایک نہایت کمزور لاغر بھینس پر اپنا دست مبارک رکھا اسے تھاپی دی۔ اور ہم سے کہا کہ اس کا دودھ ہم کو دیا کرو۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ تو دوسرے تیسرے روز تھوڑا سا دودھ دیتی ہے۔ اس کا بچہ بھی مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسی کا دودھ لایا کرو۔ دوسرے روز اس بھینس نے برتن بھر دیا۔ ہم وہاں دو تین ماہ رہے۔ وہ بھینس بدستور دودھ دیتی رہی۔ ہم اسے سائیں کی بھینس کہا کرتے تھے۔

مست بچہ:

محمد شفیع لودھیانوی نے راقم الحروف سے بیان کیا۔ کہ میری خالہ زاد ہمشیرہ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اس کے شوہر خاں صاحب مظفر خاں انسپکٹر پولیس نے اپنے مرشد حضرت توکل شاہ

صاحب سے عرض کیا۔ حضور دعا فرمائیں کہ میرے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو۔ آپ نے
کچھ عرصہ کے بعد لڑکا پیدا ہوا جس کو اس کی والدہ چھٹی کے بعد انبالہ شریف میں
میں لے گئی۔ بچہ اپنی ماں کی گود ہی میں تھا کہ۔ آپ نے فرمایا۔ مست کو کہاں لائی ہو؟
بچہ کو حضور کے سامنے کر دیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن مبارک بچہ کے منہ میں ڈال کر فرمایا۔
مست ہے۔ چنانچہ وہ مست ہی رہا۔ یہاں تک کہ پچیس سال کی عمر میں مستی ہی کے عالم میں
انتقال کر گیا۔ اس کا نام غضنفر خاں تھا۔

دشمن کا تبادلہ:

سید رفیق احمد صاحب حال سینئر سب جج لودہیانہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ میر
ماجد فرماتے تھے۔ کہ منشی حکیم الدین صاحب ای۔ اے۔ سی انبالہ شہر اور مجھ میں باہم
کرتی۔ منشی مذکور میرے آزار کے درپے رہتا۔ میں نے تنگ آ کر حضرت شاہ صاحب سے عرض
کیا کہ وہ اب مجھے ضرور نقصان پہنچائے گا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ یہاں نہ رہے گا۔
تیسرے دن اسے بذریعہ تار تبادلہ کا حکم آ گیا۔ میں جو حاضر خدمت ہوا۔ تو شاہ صاحب نے
کہ سنا گیا ہے کہ وہ تبدیل ہو گیا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ تبدیل تو ہو گیا۔ مگر یہ کہہ گیا ہے۔ کہ
پھر آ جاؤں گا۔ آپ نے جوش میں آ کر فرمایا کہ وہ یہاں ہرگز نہیں آ سکے گا۔ چنانچہ باوجود
کے وہ پھر انبالہ میں نہ آ سکا۔

حضور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات تو اور بھی سینکڑوں ہیں۔ جن کے
کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ نظر بر اختصار ہم نے پینتیس ہی پر اکتفاء کیا ہے۔ ان میں سے
جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب انبہٹوی کے قلمی نسخہ سے منقول ہیں۔ نمبر دس سے
تذکرہ توکلیہ سے۔ سترہ سے اکیس تک کمالات توکلی سے اور بائیس سے بتیس تک ذکر
ماخوذ ہیں۔ باقی تین راقم الحروف کا اضافہ ہیں۔

سواں باب

وفات شریف وحلیہ مبارک

ری کا زور:

آخر عمر میں حضور علیہ الرحمۃ کو طرح طرح کی بیماریاں لاحق تھیں۔ بواسیر نے وہ زور
کہ سیروں خون جاتا۔ پیشاب زیادہ آتا۔ کبھی کبھی بخار بھی ہو جایا کرتا۔ حسب بیان مولوی
الدین صاحب جب حضور کی عمر اٹھاون سال کی ہوئی۔ تو قرب وصال کی باتیں کرنے
۔ چنانچہ **1313**ھ میں فرمایا کہ اب ساڈا (ہمارا) وقت نیڑے (نزدیک) آ گیا ہے۔ ہم
دیکھا کہ ہماری روح سبز کاہی عمامہ باندھے بدن سے جدا تیار بیٹھی ہے۔ پھر **1314**ھ میں
کہ ہم نے اپنی مسجد کے امام میاں جی رحیم خان صاحب کو معاملہ میں دیکھا۔ کہ ہم سے چھپی پا کر
) ملے اور کہا کہ شاہ جی! تمہارا انتظار اوپر ہو رہا ہے۔ اور اس عالم کے لوگ تمہارے منتظر و
ہیں۔ شعبان **1314**ھ سے ماہ صفر **1315**ھ تک مرض کی شدت رہی۔ اس اثناء میں
کہ اب اس عالم ناسوت میں ہمارا رہنا ہوگا۔ ہم نے رات کو ایک بلائے عظیم دیکھی۔ جس
مراد موت تھی۔ بعد ازاں وصال سے دو تین ماہ قبل آپ نے دیکھا کہ بزرگوں کی روحیں
سے اُتر کر آپ سے مصافحہ کر رہی ہیں۔

عا کی برکت:

آخر بیماری میں بھی حضرت بڑے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ وصال سے ایک ماہ
دیگر امراض کے علاوہ آپ کو اسہال کبدی بھی شروع ہو گئے۔ حالت صحت میں آپ اکثر دعا
کرتے تھے کہ خدایا مجھے شہادت کی موت عطا فرما۔ یہ اس دعا کی برکت تھی کہ اسہال جاری
۔ کیونکہ شریعت میں موت اسہال شہادت کے حکم میں ہے۔ اسہال کی وجہ سے حضور کو دن
میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ مرتبہ بیت الخلاء میں جانا پڑتا تھا۔ مگر اس تکلیف میں بھی آپ
کی یہ حالت تھی کہ نماز پنجگانہ جماعت سے ادا فرماتے۔ اور تمام اذکار واشغال ومراقبات بدستور

پورا کرتے۔

توکل کی کیفیت:

حسب بیان جناب قاری اکرام حسین صاحب کرنالی اسی عرصہ میں حضرت مولانا
عبدالخالق صاحب جہانخیلی بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے حضور کا یہ حال دیکھ کر عرض کیا کہ
اب آپ اپنی موجودگی میں کسی کو اپنا قائم مقام یعنی سجادہ نشین کر دیجئے۔ اس کے جواب میں آپ
نے کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا تو یہ کہ میرا نام توکل شاہ ہے۔ میرے توکلی بوٹے ہیں۔ خدا پورا
کرنے والا ہے۔ کوئی ضرورت سجادہ کی نہیں۔ جب صاحبزادہ صاحب ممدوح نے زیادہ مصر ہو کر
بایں الفاظ حضرت سے عرض کی۔ کہ کیا آپ میرے والد ماجد خواجہ قادر بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا فیضان بند کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے جوش میں آ کر فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! مجھ کو آپ کا
فرمانا مانند حضرت صاحب کے تھا۔ مگر کیا کروں۔ نہ تو بڑے حضرت نے اپنی موجودگی میں کسی
سجادہ نشین بنایا۔ اور نہ حضرت خواجہ شمس العرفاں نے کسی کو سجادہ نشین مقرر کیا۔ اب میں اپنے
پیروں کے خلاف کس طرح کسی ایک کو سجادہ نشین بنا دوں۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ
میں نے تمام عمر اپنے توکل کو نبھایا ہے۔ یہ کام توکل اور استقامت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ میں
ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ مجھے معاف فرمائیں۔ اگر بالفرض والتقدیر میں اپنے دوستوں سے کسی ایک کو
سجادہ نشین بنا بھی دوں۔ تو کیا میرے بہت سے لائق دوست نہیں ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں ملول
ہوں گے۔ اس لیے میں اس کام کو توکل پر چھوڑتا ہوں۔ جس کو مولیٰ چاہے گا۔ سجادہ نشین ہو جائے
گا۔ اور سجادگی میں رکھا ہی کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ کو اجرائے سلسلہ کا فکر ہے۔ اس
واسطے میرے متعدد خلیفے موجود ہیں جن کو میں اپنی موجودگی میں تلقین و بیعت کی اجازت دے چکا
ہوں۔ وہ میرے بعد بیعت کریں۔ علاوہ ان کے اور بہت لائق لائق نام لینے والے میرے
درویش موجود ہیں۔ میرے بعد ان سے بہت سلاسل جاری ہوں گے۔ اور آپ دیکھیں گے۔

جاروب کشی کی خدمت:

صاحب تذکرہ توکلیہ لکھتے ہیں کہ مرض موت میں صاحبزادہ عبدالخالق صاحب
حضرت صاحب سے عرض کیا کہ آپ کسی شخص کے واسطے اجازت دیں۔ جو مزار پر بیٹھ کر مزار

ف کی خدمت کرے۔ حضرت صاحب نے کچھ جواب نہیں دیا۔ صاحبزادہ صاحب آخر
مرتبہ کے آدمی تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آخر جاروب کشی کے لیے ضرور کوئی شخص ہونا
چاہیے۔ تب حضرت صاحب نے فرمایا کہ مغلی شاہ ہماری قبر پر جاروب کشی کیا کرے گا۔ اور کسی
شخص کے لیے کسی طرح کا جناب نے حیات میں اشارہ نہیں کیا۔

بیہوشی کی کیفیت:

حضور علیہ الرحمۃ کا علاج معالجہ ہوتا رہا۔ آپ دوا پیتے وقت اکثر فرماتے تھے۔ کہ ہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر دوا کھاتے پیتے ہیں۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ
کے حکم کے دوا کچھ نہیں کر سکتی۔ ایک روز وصال سے دو ہفتہ پہلے بعد نماز ظہر آپ پر غشی سی طاری
ہوئی مگر جلدی ہوش میں آ گئے۔ اور اندر زنانہ دالان میں تشریف لے گئے۔ اور مکان کے اندر
پلنگ پر جس کا سرہانہ جانب شمال اور پیٹھ جانب جنوب تھی جا لیٹے۔ اور لیٹتے ہی بیہوش
ہو گئے۔ صاحبزادہ عبدالخالق۔ سائیں مغلی شاہ۔ خلیفہ مظفر علی خاں۔ مولوی محبوب عالم۔ مولوی
عبدالرحیم مسکین۔ حاجی کریم بخش۔ میر یوسف علی شاہ۔ حاجی غلام محمد وغیرہ حاضر خدمت تھے۔
آپ کے سب رونے اور کف افسوس ملنے لگے۔ تھوڑی دیر میں حضور کو ہوش آیا۔ تو فرمانے
لگے۔ روتے کیوں ہو۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ ہماری صحت کے واسطے دعا کرو۔ اس ارشاد سے
سب کو گونہ تسلی سی ہو گئی۔ ماہ صفر 1315ھ کے آخری چار شنبہ سے پہلے آپ کو قدرے افاقہ
ہوا۔ با اعتقاد مریدوں نے شکرانہ کا کھانا محتاجوں کو کھلایا۔ آخری چار شنبہ کو دو بجے کے بعد مرض
نے عود کیا۔ آپ کی صحت کے واسطے بکرے ذبح کر کے ان کا گوشت راہ خدا میں تقسیم کیا گیا۔
اطراف و اکناف سے زائرین آپ کی عیادت و زیارت کے لیے ہجوم کر آئے۔ حکیم لطیف حسین
دہلوی۔ حکیم معزالدین خاں دہلوی اور دیگر بہت سے اطباء جمع ہو گئے۔ انہوں نے ہر چند تد
بیریں کیں مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر آپ بیٹھ کر نماز با جماعت پڑھنے لگے اور اپنے معمولات ذکر کے
بجا لانے لگے۔ اس حالت میں بھی جو شخص آپ کی زیارت کے لیے آتا۔ اس سے بڑے
اخلاق کے ساتھ ملاقات کرتے۔ راقم الحروف ان ایام میں بورڈ کالج امرتسر میں ملازم تھا۔
عرس حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے فارغ ہوتے ہی در دولت پر حاضر ہوا۔ اور اجازت

حاصل کر کے اندر حاضر خدمت ہوا۔ دیکھا کہ آپ غربی دالان میں بے بستر چارپائی پر
ہوئے ہیں۔ سرہانہ جانب شمال اور پینتی جانب جنوب تھی۔ اسہال جاری تھے۔ زبان مبارک
اور حلق میں آبلے تھے۔ بول نہ سکتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے اشارہ سے جواب
اور حال پوچھا۔ میں نے کچھ نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے لنگر کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس حالت میں
آپ کی استقامت کا یہ حال تھا کہ اپنے معمولات انگلیوں کے پوروں سے بجالارہے تھے۔

انتقال کی خبر ہونا:

جناب مولوی سراج الدین صاحب بروایت سائیں مغلی شاہ صاحب بیان کرتے ہیں
کہ جب غلبہ مرض میں یاس ہوگئی۔ تو چھوٹی مائی صاحبہ یعنی حضور کی چھوٹی بیگم صاحبہ گریہ وزاری
کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ بیگم! غم نہ کر۔ رومت تجھے انشاء اللہ تعالیٰ جلدی بلالیں گے۔ اس
سے پایا جاتا ہے کہ حضور کو اپنے وصال اور بیگم صاحبہ کے انتقال کا حال منکشف ہوگیا تھا۔ چنانچہ
آپ کے وصال کے پانچ مہینے دس دن بعد عین شب برات کی رات کو چھوٹی مائی صاحبہ رحمۃ اللہ
علیہا نے انتقال فرمایا۔

نور ہی نور:

وصال سے تین چار روز پہلے حسب بیان جناب مولوی محبوب عالم صاحب
صاحب نے ایک دن فرمایا کہ آج ہم نے دیکھا کہ ایک بیحد نور ہے۔ جس کی نہ کہیں ابتدا
انتہا۔ ہم وہاں گئے۔ وہاں ایک دیوار ہے۔ دیوار سے پرلی طرف ہمیں بلایا گیا۔ مگر ہم
جواب دیا کہ ابھی ہم نہیں آتے۔ ان ایام میں زائرین دور دور سے زیارت کو آتے تھے۔
دستہ دستہ کر کے صرف زیارت کرائی جاتی تھی۔ بات چیت کا موقع نہ ملتا تھا۔ پھر آپ نے
طرح فرمانا شروع کیا کہ اب ہماری روح اس بیحد نور کی طرف چڑھتی چلی جاتی ہے۔
رہنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہاں بڑے بڑے جھگڑے فساد ہیں۔ اب یہاں سے دل اٹھ گیا۔

وصال مُبارک:

3 ربیع الاول کو بائیں ہاتھ پر تشنج پڑا۔ آپ نے میر یوسف علی شاہ سے فرمایا کہ

کرتے رہو۔ چنانچہ وہ دم کرتے رہے۔ آخر یوم وصال آپہنچا 4 ربیع الاول 1315ھ یوم چہار
شنبہ کو آپ نے فجر کی نماز اول وقت چارپائی پر لیٹے ہوئے اشارے سے باجماعت ادا کی۔ حافظ
صاحب امام تھے۔ بائیں جانب سائیں مغلی شاہ اور دائیں جانب میر یوسف علی شاہ
تھے۔ اللہ اللہ جماعت کا شوق ایسا تھا۔ یہ حضور علیہ الرحمۃ کی آخری نماز ہے۔ اب آپ
کے لیے کسی نماز فرض کا وقت نہ آئے گا۔ اس کے بعد حضرت صاحب کی چارپائی دالان کے صحن
میں لائی گئی۔ آپ کبھی اٹھتے اور کبھی لیٹ جاتے تھے۔ دو خادم لٹاتے بٹھاتے تھے۔ چونکہ صحن خانہ
میں گرمی ہوتی جاتی تھی۔ اس لیے چارپائی دالان میں لے گئے۔ وہاں بھی حضور نے اسی طرح
دیکھنا شروع کیا۔ جب آپ مغلی شاہ کا انگوٹھا دباتے۔ تو وہ اُٹھالیتا تھا۔ جب چھوڑ دیتے۔ تو
تھا۔ اتنے میں آپ نے اشارہ فرمایا کہ پردہ اُٹھادو۔ چنانچہ وہ چقیں جو دروازہ پر پڑی ہوئی
تھیں سب اٹھادی گئیں۔ اس اثناء میں حضرت صاحب نے دونوں ہاتھ زمین کی طرف
۔ چنانچہ آپ کو فرش زمین پر اس طرح لٹا دیا گیا کہ آپ کا نصف دھڑ بوریا پر اور نصف
پر رہا۔ پھر آپ نے مغلی شاہ سے شہد کا شربت تیار کرایا۔ اور خود گڈوی ہاتھ میں لے کر
نوش فرمایا۔ اس حالت میں شہد کا نوش فرمانا عین اتباع سنت تھا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شخص کے لیے مرض اسہال میں استعمال شہد ہی ارشاد فرمایا تھا۔ اسی حالت میں
زادہ خانقدا د صاحب سرہانے کی طرف پاس آکر شجرہ سنانے لگے۔ آپ نے اشارہ سے
۔ ہوں ہوں! یعنی مت پڑھو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی اور کیفیت طاری تھی۔ پھر آپ
آسمان کی طرف دیکھ کر تبدیل لباس کرایا۔ اور تیمم کے لیے مٹی طلب کی اور تیمم کیا۔ پھر پوچھا۔
کیا وقت نماز ہے؟ عرض کیا گیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ وقت مراقبہ تو ہے۔ عرض کیا گیا کہ ہاں۔ یہ سن
کر آپ دوزانو ہو بیٹھے۔ اور دس بجے دن کا وقت تھا کہ سلطان الاذکار شروع کیا۔ دو دفعہ حبس دم
کر کے سانس لیا۔ تیسری دفعہ حبس دم کیا تھا کہ روح پاک محبوب حقیقی سے جاواصل ہوئی۔ انا للہ
وانا الیہ راجعون۔ سائیں مغلی شاہ کا بیان ہے کہ ایک ہاتھ میرا حضرت صاحب کی گردن
مبارک کے پیچھے تھا اور ایک سامنے۔ جب مجھے معلوم ہوتا کہ سانس نہیں آتا۔ تو میں نے کہا کہ
حضرت صاحب تو تشریف لے گئے۔ حاضرین اہل کشف کا بیان ہے کہ نزع کے وقت آپ پر
سینیہ وارد تھی۔ غرض جس شغل میں جوانی سے ساری عمر گزاری تھی۔ اسی میں جان حق کو

سونپ دی۔

عقیدت مندوں کی حالت:

انبالہ میں ایک شور قیامت وسانحہ برپا ہوا۔ مخلوق اوپر تلے گرتی تھی۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو
آنسوؤں سے تر نہ ہو۔ اور کوئی دل نہ تھا جو تیر غم سے نڈھال نہ ہو۔ ہزار ہا ہندو مسلمان جمع
تھے۔ ہزاروں پردہ نشین عورتیں ڈولیوں میں بیٹھ بیٹھ کر زیارت کو آئیں۔ باوجود منع کرنے کے
وزاری کی آواز گنبد گردوں تک پہنچتی تھی۔ ایک کہرام مچ رہا تھا۔ کیوں نہ ہو۔ وہ شہسوار عرصہ
توکل۔ اتباع سنت میں متوغل۔ بظاہر امی مگر عالم علم لدنی قطب زمانہ۔ شہباز بلند آشیانہ۔
دریائے معرفت۔ کوہِ استقامت وآفتاب ہدایت۔ یتیموں کا ملجا۔ بیوگان کا ماوا۔ ہمسایوں کا
۔ بیماروں کا تیماردار بے تعداد فرزندان معنوی کا باپ۔ اعلیٰ درجہ کا صوفی آج ہمیشہ کے لیے
نظروں سے غائب ہوگیا۔

نماز جنازہ کی کیفیت:

دہلی ولاہور وملتان وکرنال وغیرہ میں آپ کے مریدین واحباب کوتار دیا گیا۔
سے لوگ حاضر ہوئے۔ آخر بعد وقت عصر کے وقت آپ کو غسل دیا گیا۔ قلت وقت کی وجہ
نماز جنازہ بعد مغرب پر ملتوی کر دی گئی۔ لوگ گروہ ہا گروہ آخری دیدار کے منتظر ومشتاق تھے
صاحبزادہ عبدالخالق صاحب نے منہ کھول کر سب کو زیارت کرائی۔ مغرب کے بعد احاطہ میں
خلقت کا ہجوم بہت زیادہ ہوگیا۔ اس لیے نماز جنازہ شہر سے باہر میدان میں پڑھی گئی۔ خلیفہ
علی خاں صاحب امام تھے۔ صفیں درست کی گئیں۔ تو پہلی بار کی نمازیں اٹھارہ ہوئیں۔ جن میں
سے ہر ایک میں بقول میر یوسف علی شاہ صاحب پانچ چھ سو آدمی سے کم نہ تھے۔ اور بقول مولوی
محبوب عالم صاحب ہر ایک صف میں ایک ہزار آدمی تھے۔ دوسری بار کی نماز میں شمار نہیں کیا گیا
کہ کس قدر آدمی شامل تھے۔ کیونکہ رات ہوگئی تھی۔ بعد ازاں جنازہ مبارکہ احاطہ میں لایا گیا۔
تقریباً دس بجے شب کے حضور علیہ الرحمۃ کو عین مطابق شریعت اس جگہ سپرد خاک کر دیا گیا جہاں
آپ نے حیات ہی میں اشارہ فرما دیا تھا۔

جائے دفن:

واضح رہے کہ زمین احاطہ جہاں اب مزار مبارک ہے وصال سے دو ماہ پہلے چھوٹی مائی
نے اپنے روپے سے خریدی تھی۔ جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جس
جگہ حضور کا مزار شریف ہے۔ یہاں صاف ویرانہ میدان تھا۔ گمان بھی آباد ہونے کا نہ تھا۔ البتہ
چند دنوں پہلے سے آپ کے سامنے ہی اس میدان میں خیمے نصب ہو کر حضور حاجی محمود صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کا ختم ہونے لگا تھا۔ حضور اکثر باہر جنگل میں جاتے ہوئے اس میدان کو پاؤں سے
ٹھکرا کر فرمایا کرتے تھے۔ ''مولوی! اس جگہ سے کچھ محبت کی بو آتی ہے۔'' یہ کس کو خبر تھی کہ یہی جگہ
حضور کا آرام گاہ ہو کر رشک جناں ہوگی۔ انتہیٰ۔

بعد از وصال مُبارک:

ذکر خیر میں ہے کہ وصال سے تیسرے دن ایک بزرگ قبر مبارک پر جا کر مراقب
ہوئے کہ دیکھیں تو منکر نکیر کا برتاؤ کیسا رہا۔ حضرت علیہ الرحمۃ سے روحانی ملاقات ہوئی۔ پوچھا
کہ حضور کے ساتھ حساب قبر کیسا رہا۔ فرمایا۔ حساب کتاب کیسا؟ انہوں نے کہا۔ حضورؒ! کتابوں
میں لکھا ہے کہ قبر میں دو فرشتے آ کر سوال کیا کرتے ہیں۔ ایک منکر ہے دوسرا نکیر۔ حضور نے ہاتھ
سے ایک خاص طرح کا اشارہ کر کے فرمایا۔ ہمارے سامنے تو کسی نے اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔

وصال مبارک سے چھ ماہ یا کچھ کم وبیش بعد جب قبر مبارک کو پختہ کرنے کے ارادہ سے
لوگوں کے اوپر کڑا پختہ باندھا گیا۔ تو اس وقت ایک طرف سے ایک مخلص نے چوری سے غلبہ عشق کی
وجہ سے تھوڑا سا سوراخ جس سے کہ تمام بدن مبارک دیکھ سکے کھول کر دیکھا۔ تمام بدن مبارک
اور کفن مبارک تر و تازہ اور سالم تھا۔ خوشبو نے اندر سے اس قدر غلبہ پایا کہ دماغ برداشت نہ
کر سکے۔ مگر وہ فوراً بند کر دیا گیا اور اس کی خوشبو کا اثر کئی روز تک دماغوں میں رہا۔ انتہیٰ

راقم الحروف کو جب حضور علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر امرت سر میں پہنچی۔ تو ایک گوشہ
کے عالم میں اپنی عمر گزشتہ پر غور کر کے بہت رویا کہ ایسے شیخ کامل اب کہاں ملیں گے۔

میں پیا کی خاطر کو میں ڈھونڈ رہی مورے ہاتھ نہ آئیو   اور سکھی اپنا پی سووت کھویو میں اپنا پی جاگ گنوائیو

رات کو دیکھا۔ کہ حضور علیہ الرحمۃ جنگل کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور آپ کے پیچھے ہیں۔ میں بھی زیارت کے لیے روانہ ہوا جنگل میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک جھونپڑی میں پلنگ بچھا ہوا ہے۔ حضور علیہ الرحمۃ پلنگ سے نیچے کسی درخت کی سبز شاخیں میں لئے ایک بیمار پر ہلا رہے ہیں۔ وہ بیمار فوراً چنگا ہو گیا۔ حضور نے میری طرف نظر اٹھا کر تم نے دیکھا۔ ہمارے ہاں بیمار اس طرح اچھے ہو جاتے ہیں۔ تمہیں اگر کوئی مشکل ہمارے پاس آ جایا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ حل ہو جایا کرے گی۔ اس خواب سے مجھے کمال اطمینان حاصل ہوا۔ چنانچہ جب کبھی مزار مبارک پر حاضر ہوتا ہوں۔ تو عجیب عنایت محسوس ہے۔

تاریخ وصال:

حضور علیہ الرحمۃ کی تاریخ وصال بہت لوگوں نے لکھی ہے۔ نظر بر اختصار یہاں دو درج کی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک بلحاظ مادہ تاریخ اور دوسری بلحاظ مضمون سب سے معلوم ہوتی ہے۔

از نتائج طبع جناب پیر غلام دستگیر صاحب نامی لاہوری

رفت از دنیا چوں آں قطب زماں   پیرِ کامل خواجہ
مقتدائے عارفانِ نقشبند   پیشوا و رہبرِ ہر
صوفی روشن ضمیر و پاکباز   آفتابِ فیضِ انوار
سالِ وصلش نامی مسکین گفت   شہ توکل بود متوکل ولی ۱۳۱۵ھ

از نتائج طبع جناب مولوی محمد سعید صاحب سعیدؔ پروفیسر دہلوی مرحوم

اگر ہم چھوڑ دیں خوئے تغافل   تو جائے چشمِ عبرت ہیں ابھی
ہے اوراقِ شبا روزی سے ظاہر   زمانے کا تغیّر اور
بہارِ گلستاں ہے چند روزہ   گلوں پر تو عبث نازاں ہے
خزاں بھی متصل لاگی کھڑی ہے   بھروسہ کیا ترا اے موسم

پھول اِتنا حبابِ ساحلِ بحر   کہ یہ ہستی تری دم بھر کی گُل
بھرتی ہے یوں در پے ہمارے   کہ جیسے صید کے پیچھے قراول
عصفورِ مسکیں کو کہاں ہو   گرے جب اُس پہ کُندے جوڑ طغرل
ہادم اللذّات بھی ہے   کچھ اے دلداہٗ عیش و تغافل
ہے مقتضائے عمرِ کوتاہ   کہ ہو انساں اسیرِ زلف و کاکل
اتنی بڑی درپیش منزل   تہیّے میں سفر کے یہ تغافُل
چشم بصیرت دے تو سُوجھے   کہ دنیا ہے سراسر جال اور جُل
دولت نام ہے جس چیز کا وہ   نہیں از روے معنی جز تداوُل
اس کو نہیں اِک لحظہ اِک دم   فلک کے پاؤں میں سمجھو کہ ہے جُل
لحظہ بیک ساعت بیک دم   پذیرد حالتِ انساں تبدُّل
تھی ہیں توکل شاہ بیمار   سُنا پھر یک بیک اُن کا ترحُّل
وہ روحِ پاک اُن کی نکل یوں   کہ جیسے بوے نسرین و قرنفُل
عشقِ خدا تھا تیر گویا   کہ سینے میں ترازو سا گیا تُل
وہ خلش دل سے نہ نکلی   گئی آخر اُسی میں جان گھُل گھُل
کل شاہ کیا دنیا سے اُٹھے   جہاں سے اُٹھ گیا گویا توکّل
تھا بجاے خود اِک اقلیم   توکل شاہ تھے شاہِ توکّل
فی المثل تھا ایک گلشن   توکّل شاہ تھے شاہِ توکّل
تھا فقر کی دولت سے گھر بار   توکّل اُن کا تھا سارا تموُّل
اس کا اُنہیں کے دم تلک تھا   اب اسمِ بے مسمّٰی ہے توکّل
شادی سے اُنہیں کچھ شادمانی   ملامت سے نہ کچھ اُن کو تملُّل
عمر و وزید سے اُن کو تعلق   نہ سیم و زر کی جانب کچھ تمایُل
اُن کو فقط تھا اِک خدا سے   سمجھتے عزّتِ دنیا کو تھے ذُل

نہ تھی دنیا ومافیہا کی کچھ سُدھ | خیالِ دین میں تھا وہ
دیا دنیا کے دروازے کو جب بھیڑ | گیا باب فتوحِ غیب خود
کھلا لیتے نہ مہمانوں کو جب تک | نہ کرتے آپ وہ کھانا
سفر پیش نظر عقبےٰ کا رکھا | نہ تھا اس کے سوا کوئی
کبھی مڑ کر بھی تو پیچھے نہ دیکھا | عبور اس طرح دنیا کا کیا
بڑھا قربِ خدا جتنا گھٹا تن | ترقی کا مگر گُر تھا
نہ چھوڑے دامنِ شرع و طریقت | مبارک تھے وہ دونوں اُن کے
رہے تازیست و پابندِ سنّت | انہیں کافی یہی ہے بس
تعلق میں وہاں تھا لطفِ تجرید | نہ تھا کچھ درمیاں حاجب
خموشی میں وہاں لطفِ سخن تھا | تکلم میں تھا اِک لطفِ
نہ دیکھا شاہ میں اہلِ نظر نے | جو پایا شاہ صاحب میں
تصوّف کی بنا تھی اُن سے قائم | نہیں آیا کبھی اُس میں
ملیں گے اب کہاں ایسے مشائخ | زمانے کا ہے رُخ سوے
بھرے گا کون اب آ کے جامِ یاراں | نہ وہ ساقی رہا باقی نہ وہ
کہاں وہ دلکش آوازوں کا ہنگام | کہاں وہ بانگِ قلقل اب
نہ چھوڑا یادگار اپنا کسی کو | مگر اپنا تصوّر اور
توکل شاہ کی سُن سُن کر آمد | مچایا حوریانِ عدن نے
یہاں ہے شور بزمِ صوفیاں میں | ہوئی شمعِ طریقت کیسی یہ گل ۱۳۱۵ھ
سعید ان کا یہی ہے سالِ رحلت | کیا میں نے جو سُن کر
جوار رحمتِ حق ہو میسّر | کہ تھے ہر طرح شایان
فسہّل یا الٰہی کلّ صَعب | بحقِ احمدِ مختار

حلیہ مبارک:

قد مبارک میانہ موزوں۔ فربہ اندام۔ سینہ چوڑا۔ ہاتھ پاؤں مضبوط۔ قوی ہیکل۔ بارعب وادب۔ سر کے بال سیدھے نرمہ گوش تک دراز۔ ڈاڑھی گنجان۔ ابرو باریک خمدار ہلال۔ پیشانی کشادہ نورانی۔ ناک موزوں۔ رخسارے پُر گوشت۔ آنکھیں بڑی بڑی بادۂ ... سے مخمور۔ رنگ سرخ وسپید۔

حضور علیہ الرحمۃ اکثر کرتہ بہت نیچا اور کوٹ ہندوستانی قطع کا پہنتے تھے۔ تہبند باندھتے تھے۔ سر مبارک پر کبھی سپاہیانہ وضع کا اور کبھی عالمانہ انداز کا عمامہ ہوتا تھا۔ موسم سرما میں اکثر کنٹوپ پہنتے۔ آپ کو سفید لباس مرغوب تھا۔ رنگین یا گیروا لباس آپ کے بدن پر کبھی نہیں دیکھا گیا۔

میاں عبدالغفور قیس بوڑیوی نے اس حلیہ شریف کو بحر مثنوی شریف میں یوں منظوم فرمایا ہے:

ہے توکل ہادی راہِ خدا | ہے توکل تابعِ خیر الوریٰ
جبہ سائی کرتے ہیں ہر روز آ | اس کے در پر سینکڑوں شاہ وگدا
ہوگیا فانی وہ جس دم خاک میں | بھید اُس پہ کھل گیا لاہوت کا
دیکھ کر اس قدرِ موزوں کی پھبن | سر لیا شمشاد نے نیچے جھکا
سینہ چوڑا جسم فربہ اور قوی | نیز تھے مضبوط اُن کے دست و پا
ابروے خمدار تھی شکل ہلال | اور آنکھیں تھیں رسیلی با حیا
پُر لحم رخسار تھے وہ گلعذار | بینی خود بینی سے تھی پاک و صفا
موے سر تھے آپ کے تا نرمہ گوش | ریش تھی گنجان آں مردِ خدا
آپ تہ بند باندھتے تھے بس مدام | کوٹ کرتہ زیب تن کرتے سدا
تھے دوپٹہ عالمانہ باندھتے | اور سپاہیانہ کبھی عربی نما
جب سے انبالہ میں آئے تھے حضور | آپ نے کرتہ نہ پہنا گیروا
ہاں پہنتے تھے مگر ابیض لباس | کیونکہ ہے یہ سنتِ شمس الضحیٰ

نواں باب

ارشاداتِ عالیہ

حضرت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ سلوک سے مقصود یہ ہے کہ [illegible] معرفت اجمالی تفصیلی ہو جائے۔ اس قول کی تشریح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام علوم کو وحی سے اخذ فرماتے تھے۔ اولیاء کرام ان علوم کو بطریق الہام حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ اور علمائے کرام نے ان علوم کو شرائع [illegible] کر کے بطریق اجمال بیان کیا ہے۔ وہ علوم جیسا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تفصیلاً کشفاً حاصل تھے اولیاء اللہ کو بھی اسی طریق سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہاں اصالت و تبعیت کا فرق ضرور ہے۔ مگر اولیاء اللہ میں سے ہر ایک کو یہ کمال حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض کو ازمنہ دراز کے بعد اس کمال کے لیے انتخاب کرتے ہیں۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب۔ ۳) یہ معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ امی تھے۔ آپ کے مکاشفات قدسیہ راقم الحروف کے خیال میں ایک حد تک حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریح مذکور کی توضیح کے لیے کافی دوافی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

علم قرآن:

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (سورۂ حجر۔ اخیر آیت) سے کیا مراد ہے۔ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین نہ تھا۔ فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حق الیقین کا مرتبہ حاصل تھا۔ اس آیت میں یقین سے مراد موت [illegible]

آیت کا مفہوم:

کسی نے آپ سے آیہ شریفہ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (سورۂ [illegible] رکوع اول) کے معنی دریافت کیے۔ فرمایا کہ اول نور خدا اور آخر نور اس کا۔ وہ ظاہر ہے حق [illegible] صفات سے اور باطن ہے عین ذات کے لحاظ سے۔ ذات پردے میں ہے اور صفات کا [illegible]

قدیر و محیط میں فرق:

ایک روز آپ نے مولوی سراج الدین صاحب سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ کہا گیا ہے کہ اللہ ہر شے پر قدیر ہے۔ اور دوسری جگہ یوں ہے کہ اللہ ہر شے پر محیط ہے۔ قدیر و محیط میں کیا فرق ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور! مجھے کیا خبر۔ آپ نے فرمایا کہ تم بھی [illegible] ہو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اس سوال کا تعلق تصوف سے ہے نہ کہ علم ظاہر سے۔ آپ ہی ارشاد فرمایئے۔ فرمایا کہ قدیر ہے ذات سے اور محیط ہے صفات سے۔ فرمایا کہ مراقبہ قدیر [illegible] درجہ کا ہے مراقبہ محیط سے۔

تو محیطی برہمہ اندر صفات	وزہمہ پاکی و مستغنی بذات

روح امر ربی ہے:

جناب مولوی سراج الدین صاحب نے آپ سے سوال کیا کہ حضور! روح امر ربی ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (بنی اسرائیل۔ ع ۱۰) اور یہ مومن و کافروں دونوں میں ہے۔ جب کافر کی روح دوزخ میں گئی۔ تو گویا امر ربی گیا۔ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جنت و دوزخ کیا ہیں؟ یہ دونوں اسماء و صفات کے ظہور ہیں۔ دوزخ صفت قہاری کا ظہور ہے کافر کی روح جو قہر سے پیدا ہوئی۔ قہر یعنی دوزخ کی طرف گئی۔ قُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ (ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے) مولانا روم فرماتے ہیں۔

نوریاں مر نوریاں راجاذبند	ناریاں مر ناریاں راجاذبند

پھر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کُن کے فرمانے سے ارواحِ خلق پیدا ہوئیں۔ چونکہ روحیں دو قسم کی ہیں۔ قہری اور رحمت کی۔ تو گویا کُن دوبارہ فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ نہیں کن ایک ہی دفعہ کہا۔ مگر صفات رحم و قہر ہر دو کا ظہور ہو گیا جیسا کہ ہم ایک آنکھ سے کسی کو قہر سے اور کسی کو رحم سے دیکھتے ہیں۔

خوف اور غم:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب کا بیان ہے۔ کہ ایک روز صبح کے وقت میں حا[illegible]
خدمت ہوا۔ فرمایا۔ مولوی صاحب! یہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ کیا کلام [illegible]
میں نے عرض کیا۔ حضور یہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اور تمام آیت یوں ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ
اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورہ یونس۔ ع) فرمایا۔ اچھا۔ اس سے پہلے اولیاء
اللہ کا لفظ بھی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں حضور ہے۔ پھر فرمایا۔ اس کے معنے کیا ہوئے۔ میں [illegible]
عرض کیا۔ حضور! اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اولیاء اللہ ہیں ان پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم ہے۔ فرمایا
اس خوف و غم کے نہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! اس کا مطلب یہ ہے کہ [illegible]
لوگ اولیاء اللہ ہیں انہیں عذاب قبر۔ حشر۔ قیامت۔ میزان۔ پل صراط دوزخ وغیرہ کا [illegible]
خوف اور غم نہیں ہے۔ فرمایا۔ یہ سارا تو لَا خَوْفٌ میں آچکا۔ کیونکہ انہیں کوئی خوف جو نہ ہوا۔ [illegible]
کا ہے کا باقی وہ گیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور اس کا مطلب آپ جانتے ہوں گے۔ فرمایا اس [illegible]
مطلب یہ ہے کہ جب عذاب قبر۔ قیامت۔ میزان۔ حساب و کتاب۔ پل صراط وغیرہ کا [illegible]
خوف نہ رہا اور وہ بلا حساب بخشے گئے۔ تو خوف ہر طرح کا جاتا رہا۔ مگر غم اس بات کا رہا کہ [illegible]
اجر و ثواب اور جنت میں مراتب بھی پورے ملتے ہیں یا کسی قدر کمی بیشی ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہیں ان مراتب اور اجر و ثواب کے بارے میں بھی کسی طرح کا غم نہ ہوگا۔ [illegible]
فرمایا۔ ہمیں تین دفعہ یہ آواز آئی کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ یعنی تجھے اس گروہ
میں داخل کر دیا۔ جن کے بارے میں یہ آیت ہے۔ تجھے نہ خوف ہوگا اور نہ کسی طرح کا غم ہوگا۔
ہم نے تجھے بے حساب بخش دیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ بشارت خاص حضور ہی کے واسطے
ہے یا آپ کے ملنے والوں کے واسطے بھی۔ فرمایا۔ یہ بشارت ہمارے ملنے والوں کے واسطے بھی
ہے اور جو ان کے ملنے والے ہوں گے ان کے واسطے بھی۔ اور جو کوئی ہمارے سلسلہ میں قیامت
تک ہماری نسبت حاصل کرے گا اور ہمارے طریقہ کا پابند رہے گا ان سب کے واسطے یہ بشارت
ہے۔ اس بات کا حکم بھی اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گیا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی روح مبارک سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی۔ اور پھر مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی

[illegible] دفتر میں ہمیں ان سب کے نام لکھے ہوئے دکھائے جو قیامت تک ہمارے سلسلہ میں داخل
ہو کر ہماری نسبت حاصل کریں گے۔ اور ہمارے طریقہ کے پابند رہیں گے۔ اور اس بشارت میں
داخل ہیں۔

جنت کا واجب ہونا:

ایک روز کسی شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا۔ اس کے لیے بہشت واجب ہو گئی۔ پھر ابو جہل و ابو لہب وغیرہ نے بھی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا تھا وہ کیوں بہشتی نہ ہوئے۔ فرمایا ابو جہل ابو لہب وغیرہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھتیجا سمجھ کر دیکھا تھا۔ اور بھتیجا اور چھوٹا سمجھنا ہی
کفر تھا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول سمجھ کر دیکھتے۔ تو یہی ایمان تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۔ اور بہشت میں جانا ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ انتہے

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ
بالکل درست ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے اسی قسم کا اعتراض شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہ پر کیا تھا۔
حضرت شیخ نے یہی جواب دیا تھا اور ثبوت میں آیہ وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا
يُبْصِرُوْنَ (اعراف۔ اخیر رکوع) پیش کی تھی جیسا کہ ترجمہ حضرت ابو الحسن خرقانی میں بیان ہوا۔

برائے دیدن روے تو چشمے دیگرم باید
کہ ایں چشمے کہ من دارم جمالت را نمے شاید

حزب البحر:

ایک روز ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ حضور! مجھے حزب البحر پڑھنے کی
اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو حزب البحر پڑھتے نہیں۔ جو پڑھتا ہو۔ اس سے
اجازت لے لو۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو کام تم خود نہیں کرتے۔ اوروں سے کیوں کہتے ہو کہ کرو
جب ہم حزب البحر نہیں پڑھتے۔ تو اس کی اجازت کس طرح دے دیں۔ اس طرح منع ہے
قرآن شریف میں صریح حکم ہے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضور علیہ الرحمۃ کا اشارہ آیہ يٰٓاَ
يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کی طرف ہے۔ یعنی اے ایمان والو! تم وہ بات

کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

رزق کا وعدہ:

ایک روز ان آیتوں کا تذکرہ تھا۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۞
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ ۔ ترجمہ۔ اور آسمان میں ہے تمہارا رزق
اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ سو آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم کہ یہ بات تحقیق
کہ تم بولتے ہو۔ ایک زمیندار حاضر خدمت تھا۔ اس نے حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف
عرض کیا۔ کہ حضور! ہم زمین میں ہل چلاتے اور بوتے بیجتے ہیں۔ تو ہم کو زمین سے رزق
ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رزق آسمانوں میں ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ فرمایا۔ در حقیقت
آسمانوں ہی میں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں۔
مری ہوئی زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اور وہی آسمان سے پانی برسا کر بندوں کے واسطے رزق
کرتا ہے۔ وہ آیتیں تو ہمیں یاد نہیں۔ پھر فرمایا۔ بات یہ ہے کہ رزق آسمان ہی سے آتا ہے۔
اللہ تعالیٰ تاثیر اور پانی آسمان سے زمین پر وارد کرتا ہے۔ اور زمین کو حکم دیتا ہے۔ تب زمین
پانی اور تاثیر سے رزق اگاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم مانتی ہے۔ پس در اصل رزق آسمان
آتا ہے۔ کیونکہ زمین سے کچھ پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ آسمان سے تاثیر پانی اور خدا تعالیٰ کا حکم
زمین پر وارد نہ ہو۔

علم حدیث:

ایک روز جالندھر کے ایک فاضل مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے اور آپ
مسئلے دریافت کئے۔ فاضل موصوف حضور علیہ الرحمۃ کے جوابات سن کر بہت خوش ہوئے اور
لگے کہ ان کو امی کون کہتا ہے۔ یہ تو علم کے دریا ہیں۔ جب وہ رخصت ہونے لگے۔ تو حضرت
صاحب نے فرمایا کہ ہمارا بھی ایک مسئلہ بتاتے جاؤ۔ اور وہ یہ کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات
پاک کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس وقت خدا تعالیٰ کہاں رہتا تھا۔ یہ سن کر فاضل موصوف نے عرض کیا
مجھے معلوم نہیں۔ آپ ہی ارشاد فرمائیے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس وقت اپنی صفات
کے بادل میں تھا۔ یعنی ذات خدا صفات کے پردہ میں تھی۔ فاضل جالندھری نے تسلیم کیا اور

کی (یہ مولوی محبوب عالم صاحب کی روایت ہے۔ مگر مولوی سراج الدین صاحب کی روایت
اس یوں ہے کہ خود حضرت صاحب نے اس حدیث کے معنی فاضل موصوف سے دریافت کئے۔
جب اسے نہ آئے۔ تو خود ارشاد فرمائے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہے فرمایا۔
کان فی عماء۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم حدیث شریف تو پڑھے ہوئے نہیں۔ مگر معلوم
اس طرح ہوتا ہے۔ اور پھر ان ہی صفتوں کا ظہور ہوا۔ جن سے زمین و آسمان چاند سورج وغیرہ
سب چیزیں بن گئیں۔ انتہے۔

(راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ فاضل موصوف نے جس حدیث کا حوالہ دیا وہ یوں ہے

عن ابی رزین قال قلت یارسول اللہ این کان ربنا قبل ان
یخلق خلقه قال کان فی عماء ماتحته هواء وما فوقه هواء
وخلق عرشه علی الماء رواه الترمذی وقال قال یزید بن
هارون العماء ای لیس معه شئی (مشکوٰۃ شریف۔ باب بدء الخلق)

ابو رزین صحابی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ پیدائش خلق سے پہلے ہمارا رب
کہاں تھا۔ فرمایا۔ عماء میں تھا۔ کہ نہ اس کے نیچے ہوا تھی اور نہ اس کے اوپر ہوا تھی۔ اور اس
نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور کہا کہ حافظ حدیث
یزید بن ہارون (متوفی 217ھ) نے کہا کہ عماء کنایہ ہے اس سے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز
نہ تھی۔

عماء کے معنی بادل کے ہیں۔ اس کی تشریح میں شراح حدیث حیران ہیں۔ ابو عبید کا
قول ہے کہ اس عماء کی کیفیت کسی عالم کو معلوم نہیں۔ کوئی اس سے حجاب جلال مراد لیتا ہے۔ کوئی
غیب ہویت ذات بلا ظہور مظاہر صفات بتاتا ہے۔ بعضے اسے متشابہات میں شمار کرتے ہیں۔
مولانا جامی نے اس حدیث کی شرح میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اندریں صورت حضور علیہ
الرحمۃ کا ارشاد خاص اہمیت رکھتا ہے اور ہمارے نزدیک اقرب الی الصواب ہے۔ بلکہ صواب یہی
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث کا مفہوم:

جناب مولوی سراج الدین صاحب کا بیان ہے۔ کہ ایک روز حضور علیہ الرحمۃ سے اس حدیث (انکم سترون ربکم کماترون هذاالقمر) کے معنے پوچھے۔ اور اگر چاند جیسا ہوگا۔ تو نور محدود ہوگا۔ حالانکہ ذات خدا محدود نہیں۔ میں نے عذر کیا کہ آپ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ جمالیت کا ظہور ہوگا۔ چاند جیسا چمکا ہوا نور ہوگا۔ نہ یہ کہ اسی قدر جو محدود ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حدیث زیر بحث یہ ہے:

عن جرير بن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكم سترون ربكم عيانًا وفى رواية قال كنا جلوسًا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فنظر الى القمر ليلة فقال انكم سترون ربكم كما ترون هذاالقمر لاتضامون فى رؤيته (مشکوۃ شریف۔ باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک تم اپنے پروردگار کو ظاہراً آنکھ سے دیکھو گے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آنحضرتؐ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ تحقیق تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسا کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیدار میں ضرر یا ظلم نہ کیے جاؤ گے'

شارحین لکھتے ہیں کہ یہاں رویت کی تشبیہ رویت سے ہے انکشاف تام میں۔ کہ تمہارا حق تعالیٰ کو دیکھنا ایسا ہوگا جیسا اس چاند کو دیکھنا کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اور مرئی کی تشبیہ مرئی سے مراد نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ جیسا کہ یہ چاند تمہارے مقابلہ میں اور جہت میں ہے اور محدود ہے ذات حق تعالیٰ بھی اسی طرح محدود ہوگی۔ رہا لا تضامون۔ سو اس کی تشریح کئی طرح سے کی گئی ہے۔ اگر تضامون کو بضم تا و تخفیف میم مضمومہ پڑھا جائے۔ تو وہ ضیم

جس کے معنی ضرور ظلم کے ہیں۔ یعنی تم پر دیدار حق میں ضرور ظلم نہ ہوگا کہ بعضے دیکھیں اور بعض نہ دیکھیں۔ بلکہ سب دیکھیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم ایک دوسرے پر تکذیب و انکار سے ظلم نہ کرو گے۔ بلکہ سب تصدیق کریں گے کہ واقعی یہ رویۃ حق تعالیٰ ہے۔ اگر بشد میم مضمومہ اور بفتح تا کے ساتھ باب مفاعلہ (مضامتہ بمعنی مزاحمۃ) اور باب تفاعل (تضام بمعنی تزاحم) پڑھا جائے۔ تو یہ معنی ہوں گے کہ تم بوقت رویت باری تعالیٰ بوجہ کمال ظہور و وضوح کے مزاحمت و ازدحام نہ کرو گے۔ جیسا کہ ماہ نو کی رؤیت کے وقت بوجہ خفا و اشتباہ کیا کرتے ہو۔ بلکہ ہر ایک اس حق تعالیٰ کو بآسانی دیکھ لے گا۔ یہ ہے ماحصل شراح کی تگ و دو کا۔ مگر حضور علیہ الرحمۃ نے جو اصل بیان فرمائے ہیں۔ وہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہوئی۔ فقیر راقم کے نزدیک یہی معنی اقرب الی الصواب بلکہ صواب ہیں۔ کیونکہ حدیث زیر بحث میں رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جو قیامت کے دن مومنوں کو نصیب ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ رؤیت رؤیت جمالیہ ہوگی۔ اسی واسطے اس رویت بدر سے تشبیہ دی۔ موقف میں کفار کو بھی رؤیت حق ہوگی۔ مگر وہ رؤیت قہر جلال ہوگی۔ اس کے بعد وہ محجوب ہو جائیں گے تا کہ ان کو حسرت و عذاب زیادہ ہو۔ حدیث شریف کے الفاظ لا تضامون فى رويته اسی معنے کی تائید کر رہے ہیں۔ مصباح منیر میں ہے۔ ضامه ضيما مثل ضاره ضير اوزنا و معنى۔ اور ضاره ضيرا من باب باع اضرّبه۔ پس لا تضامون فى رويته کے معنے یہ ہوئے کہ رویت باری تعالیٰ میں تم کو تکلیف و ضرر نہ ہوگا کیونکہ وہ رویت جمال ہوگی۔

دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے:

ایک شخص نے سوال کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ یعنے دنیا مومن کے لیے قید و خانہ اور کافر کے لیے بہشت ہے۔ مگر اس کے برعکس دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے مومن مالدار اور کئی کافر نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مسلمان یہاں کتنا ہی عیش و ارام میں ہو۔ بمقابلہ النعماء بہشت قید خانہ ہی میں ہے۔ اور کافر و دنیا میں خواہ کتنی تکلیفیں اٹھائے۔ عذاب دوزخ کے مقابلہ میں یہ تکالیف بہشت معلوم ہوں گی۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف (کتاب الرقاق۔ فصل اول)
میں مذکور ہے۔اس کا مطلب جو حضور علیہ الرحمۃ نے فرمایا بالکل درست ہے۔ چنانچہ علامہ
بن محمد طیبی (متوفی ۷۴۳ھ) نے شرح مشکوٰۃ میں اس کے معنی یوں لکھے ہیں۔

الدنیا سجن المؤمن وذافی جنب ماَاعدّ له من المشوبة وجنة الكافر فی جنب مااعدّله من العقوبة وقيل المومن يسجن نفسه عَن الملاذ ويا خذها بالشدائد و كافر عكسه

(مجمع بحار الانوار)

دنیا مومن کے لیے مثل قید خانہ کے ہے۔بمقابلہ اس ثواب کے جو اس کے لیے تیار کیا گیا
ہے۔اور کافر کے لیے مثل جنت کے ہے۔بمقابلہ اس عذاب کے جو اس کے لیے تیار ہے۔
اور کہا گیا کہ مومن اپنے نفس کو لذات و شہوات سے روکتا ہے اور اسے سختیوں میں ڈالتا ہے۔
اور کافر اس کے برعکس لذات و شہوات میں مشغول رہتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں شرح تفسیر سورہ ہود میں ہے۔کہ دنیا کا قید خانہ ہونا بمقابلہ
آخرت کے ہے جو مومن کے لیے تیار کی گئی ہے اور یہ فی الجملہ راحت کا منافی نہیں۔
حکایت ہے کہ اہل بغداد میں سے ایک قاضی اپنے خدم و حشم کے ساتھ ایک گلخانی کے کوچہ
گذرا۔وہ گلخانی بدشکل جہنمی کی صورت میں یوں نمودار ہوا کہ گویا چیڑ کا تیل اس کے جواب
گرر ہا ہے۔اس نے قاضی صاحب کی خچر کی لگام تھام کر کہا۔تمہارے پیغام کے اس قول (الدنیا
سجن المؤمن وجنة الكافر) کے کیا معنی ہیں۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ دنیا تمہارے
جنت ہے حالانکہ تم مومن محمدی ہو۔اور میرے واسطے قید خانہ ہے حالانکہ میں کافر
ہوں۔قاضی نے جواب دیا۔کہ دنیا اور اس کی زینت و حشمت مومنوں کے لیے قید خانہ
بمقابلہ جنت اور درجات جنت کے جوان کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔اور کافروں کے لیے
ہے بمقابلہ جہنم اور درکات جہنم کے جوان کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔یہودی سمجھ گیا اور ایمان
لایا۔انتہیٰ۔

اخلاص کا مفہوم:

حضور علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا گیا کہ نماز میں اخلاص کیا چیز ہے۔ارشاد ہوا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔کہ اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ نماز میں خیال رکھو کہ ہم اللہ
تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔اگر یہ نہ ہو۔تو اتنا خیال ضرور رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جس حدیث شریف کی طرف اشارہ
فرمایا ہے وہ حدیث جبرئیل ہے۔جس میں اسلام و ایمان کی نسبت استفسار کے بعد حضرت جبرئیلؑ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں۔**فاخبرنی عن الاحسان**۔یعنے مجھے بتایئے
کہ احسان و اخلاص کیا چیز ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جواب میں فرماتے ہیں۔**ان تعبد الله
كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك** (مشکوٰۃ شریف۔کتاب الایمان) یعنے احسان
سے مراد یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اُس کو دیکھ رہا ہے۔پس اگر تیرا
یہ حال نہیں کہ گویا تو اُس کو دیکھ رہا ہے۔تو عبادت کر بدیں صفت کہ تو جانے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔
انتہیٰ۔

اللہ تعالیٰ کی ندا

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ
ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر شب سب سے نیچے کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے جس وقت کہ
رات کا اخیر کا تیسرا حصہ باقی ہوتا ہے۔اور یوں پکارتا ہے:

من يدعونى فاستجيب له من يسألنى فاعطيه من يستغفرنى فاغفر له. (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

کون ہے کہ مجھ سے دعا کرے تاکہ میں اس کی دعا قبول کرلوں۔کون ہے کہ مجھ سے مانگے
تاکہ میں اسے عطا کروں۔کون ہے کہ مجھ سے معافی مانگے تاکہ میں اسے معاف کردوں۔

حضور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی
نے اس ندا کو چند بار سنا ہے۔اور اس فقیر نے بھی دو تین بار سنا ہے۔اس ندا کا وقت اکثر تین چار

بجے کے مابین ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم اس وقت وظیفہ کر رہے تھے۔ کہ آسمان
سیٹی کی سی آواز ہوئی۔ پھر اس میں سے یہ الفاظ پیدا ہوئے۔ اے ہمارے بندے توکل
کرنے والے!

توکل کی کیفیت:

فرمایا۔ ہمارا توکل ایسا ہے جیسا کہ بچہ باپ کی گود میں ہوتا ہے۔ بچہ کو کسی طرح فکر
نہیں ہوتا اور باپ کو اس کے سارے فکر ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اصل اصول توکل میں
حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی۔ یعنے میں اپنے
ساتھ اُس کے گمان کے موافق برتاؤ کرتا ہوں۔ جیسا گمان وہ میری نسبت رکھتا ہے۔ میں اس کے
ساتھ اسی طرح پیش آتا ہوں۔

حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے۔

کس ندانست کہ منزلگہِ مقصود کجاست — ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

حضور علیہ الرحمۃ نے اس شعر کے حل میں فرمایا کہ مقصود سے مراد خدا تعالیٰ
کی جگہ معلوم نہیں کیونکہ وہ لامکانی ہے۔ اور بانگِ جرس (گھنٹی کی آواز) سے مراد وحی
کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ وہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ
حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ پر وحی
کس طرح آتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

احیاناً یاتینی مثل صلصلہ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ماقال

گاہ گاہے مجھ پر وحی گھنٹی کی آواز کی شکل آتی ہے۔ اور وحی کی یہ نوع مجھ پر زیادہ سخت ہے۔ اس
وہ مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے حالانکہ میں اُس وحی سے یاد رکھتا ہوں اس چیز کو جو فرشتہ نے کہی

فرمایا علم ظاہری کے بغیر فقیری میں قدم رکھنا گمراہی ہے۔ کیونکہ نماز روزہ اور دیگر
ارکان اسلام کا ادا کرنا اور ان کے حقائق وارد ہو کر ان میں سیر کرتے ہوئے دیدار الٰہی میں مستغرق
ہونا اس کا نام تو فقر ہے۔ رہا علم لدنی۔ سو وہ خدا تعالیٰ کا انعام و فضل ہے۔ اور فضل و انعام اس پر
ہوتا ہے جس پر خدا راضی ہو۔ مگر وہ نافرمان پر راضی نہیں ہوتا۔ پس جس نے ان ارکان کو ترک
کیا۔ اس پر وہ راضی نہیں۔ تو اسے علم لدنی جو فضل و انعام ہے کیونکر حاصل ہو۔ پس پہلے ارکان
اسلام کے مسائل مثل حلت و حرمت۔ جائز و ناجائز۔ سنت۔ مکروہ۔ مستحب۔ واجب و فرض سے
پوری واقفیت حاصل کرے۔ پھر فقیری میں قدم رکھے۔

دست غیب کی روزی:

دست غیب کی روزی کی نسبت فرمایا۔ کہ دست غیب کے سب عمل حرام نہیں۔ بلکہ عمل
تمام کے ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص عمل کے طریقہ پر کوئی اسم الٰہی پڑھتا ہے۔ تو دو طرح کے
تمام اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ ایک ملائکہ میں سے دوسرے جنات میں سے۔ جنات روزی
لانے میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتے۔ اس واسطے جس طریقہ عمل سے جنات تابع ہوتے ہیں
اس طریقہ سے عمل پڑھنا منع ہے۔ اور اس طریقہ کی روزی حرام ہوتی ہے۔ مگر فرشتے ہمیشہ حلال و
طیب روزی تلاش کرتے ہیں۔ اور کسی ایسے خزانہ سے جو کسی کی ملکیت نہ ہو لاتے ہیں۔ ایسا عمل
جائز ہے۔

حلال اور حرام:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب انبہٹوی لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ قوالی کی
حرمت کا ذکر آیا۔ حضور علیہ الرحمۃ فرمانے لگے۔ اس کا حلال یا حرام ہونا تو مولوی جانیں۔ لیکن
ایک مرتبہ حسب عادت میں نے مظفر علی خاں صاحب کے پاس قوالی میں قیام کر دیا۔ شب کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس قائم تھی۔ مجھ کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ توکل شاہ قوالی میں ٹھہرا ہوا ہے اسے اندر نہ آنے دو۔ میں فوراً مظفر علی خاں سے یہ

ماجرا بیان کر کے اپنا بستر اُٹھا جنگل کو ہولیا۔ خدا جانے اس میں کیا حکمت تھی۔

درود شریف کی فضیلت:

ایک روز فرمایا۔ کہ اور تمام عبادتیں بسبب کسی قصور کے رد ہو سکتی ہیں۔ مگر درود شریف […] ایسی شے ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی رد نہیں ہو سکتا۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہی قول […] سے منقول ہے۔ جس کی توضیح و تشریح ہم نے سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں کی […]

علم تصوف:

فرمایا۔ مرید پر پیر کا حق یہ ہے۔ کہ گھر بار دھن دولت غرض جو چیز مرید کی ملک […] ہے سب پیشوا کی ملک ہو جاتی ہے۔ اور اس میں اصل با قاعدہ یہ ہے کہ مرید پیشوا کے سامنے […] آپ کو ایسا سمجھے جیسا مردہ بدست غسال۔ ایک فانی جان دینے سے وہ باقی جان آ جاتی […] کبھی فنا نہ ہو۔

پیر کا مرید پر حق:

پیر پر مرید کا حق یہ ہے کہ اول مرید کے واسطے جانکنی کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے […] اور خود مدد کرے کہ اُس کے دل میں نام الٰہی جاری ہو جائے۔ اگر مرید پر بیہوشی ہے۔ تو نور […] وارد کرے تا کہ اُس کو علم توحید ہو جائے۔ اور شیطان کے دھوکہ سے بچائے کہ وہ ایمان سلب […] سکے۔ دوسری منکر نکیر کے سوال کے وقت اللہ تعالیٰ سے جواب میں آسانی یا معافی کراوے۔ […] سوال کے وقت پیر کی روح مرید کے پاس ہوتا کہ وہ گھبرا نہ جائے۔ تیسری پل صراط پر […] پھر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں داخل کرے اور جنت میں […] یہ ان مریدوں کا حق ہے جو پیشوا سے محبت رکھنے والے اور ان کے وظائف کے پابند اور ان […] ارشادات پر عمل کرنے والے ہوں۔ باقی وہ مرید جو پیشوا کی ذات میں فانی ہو چکے ہیں ان […] حقوق کہنے سننے سے باہر ہیں۔ انتہا یہ کہ اللہ تعالیٰ سے واصل کر دے۔

پیر کا مرتبہ:

ایک روز مجمع میں کسی شخص نے پوچھا۔ کہ حضور! مرید پیر سے بڑھ بھی جاتا ہے؟ […]

[…] ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی سیر اتنی دور ہوتی ہے کہ پیر کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کہاں تک ہے […] سقطی علیہ الرحمۃ سے کسی نے یہی سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جنید مجھ سے بھی […] ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اب بھی ایسے ہیں۔ مگر مرید گو پیر سے بڑھ جائے۔ لیکن پیر پیر ہی رہتا […] کا وہی ادب و تعظیم اور مرتبہ باقی رہتا ہے۔

[…] کی توجہ:

کسی نے عرض کیا۔ کہ حضور! اکثر مرشد مریدوں کو خواب میں آ کر ہدایت کرتے ہیں یا […] دیتے ہیں۔ اس کا علم مرشد کو بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ فرمایا۔ کبھی مرشد کو علم ہوتا ہے اور کبھی […] ہوتا۔ اگر خود مرشد کا ارادہ ہوتا ہے۔ تو اسے علم ہوتا ہے ورنہ مرشد کا لطیفہ خود مرشد کی […] اختیار کر کے مرید کے لطائف وغیرہ کو توجہ یا ہدایت کئے جاتا ہے اور مرشد کو علم بھی نہیں […]

[…] سے افاضہ:

ایک روز ارشاد فرمانے لگے کہ ارواح سے افاضہ اور استفاضہ یقیناً جاری ہے۔ فقیر […] مراقبہ میں مشغول تھا۔ ایک شخص کی روح جو کئی سو کوس کے فاصلہ پر تھی فقیر سے اس قدر […] رہی تھی کہ فقیر تقریباً خالی ہو ہو جاتا تھا۔ مگر فیض الٰہی نا متناہی ہے۔ اس سے خدا کا بندہ […] ہو سکتا۔ فکر سے معلوم ہوا کہ مستفیض فقیر کا مرید ہے۔

[…] جاری رہنا:

ایک مرتبہ فرمانے لگے۔ سالک جس شغل یا ذکر کی کثرت زندگی میں کرتا ہے۔ انتقال […] بھی وہ جاری رہتا ہے۔ چنانچہ ہم پانی پت میں تھے۔ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس […] مزار پر حاضر ہو کر مراقب ہوئے۔ تو صاحب مزار پکار پکار کر اللہ اللہ کہہ رہے تھے۔ ہم نے […] شاہ کو بھی یہ ذکر سنوا کر کہا کہ یہ زندگی کا شغل اب تک جاری ہے۔

[…] سلب ہونا:

ذکر خیر میں ہے کہ ایک روز آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا فقیر ایک دوسرے کا فیض

سلب کرلیتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ کرلیتے ہیں۔ مگر وہی جو کم ہمت ہوں۔ کامل کسی کا فیض
کرتے۔ بلکہ دوسرے کو ترقی بخشتے ہیں۔ اس کے بعد آپ سے فیض مسلوب کے واپس
طریقہ دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا کہ اپنے پیشوا کے قلب کے نیچے اپنا قلب کرکے رسول اللہ صلی
علیہ وسلم کے قلب کا فیض بتوسط مرشد لے اور درود شریف پڑھے۔ فیض واپس آجائے
ہوجائے گی۔ اگر وہی فیض واپس لینا ہو۔ تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ سلب کرنے والے
قلب کے پیچھے اپنے پیشوا کا قلب اور اس کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب
درود شریف پڑھے اور کشش کرے۔ تو وہی فیض بعینہ واپس آجائے گا۔ اور فرمایا کہ
حالت اس طرح ہے۔ کہ جو بزرگ فیض دیتے ہوئے فوت ہوا وہ فیض دیتا ہی رہتا ہے
لیتے ہوئے مرگیا۔ اس کی قبر پر جو شخص جائے گا وہ اسی سے فیض لینا شروع کردے گا۔
کامل کے فرمودہ وظائف کو پورے طور پڑھتا رہے۔ تو بھی سلب شدہ فیض واپس آجاتا
ترقی ہوجاتی ہے پھر فرمایا کہ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کی نسبت کوئی سلب
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے اس کی ہر وقت پرورش ہوتی رہتی ہے۔

کرامت کا مفہوم:

ایک روز کسی نے عرض کیا۔ کہ حضور! کرامت کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا۔ کرامت
اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بندہ بیچ میں صرف واسطہ ہے۔ اولیاء اللہ سے جو کرامت ظہور میں آتی
تعالیٰ کی مشیت وارادہ سے ظہور میں آتی ہے۔ اولیاء اللہ جب تک ارادہ الٰہی معلوم نہیں کر
تب تک اُس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اولیاء اللہ خدا کے پیارے ہوتے ہیں۔ ظہور کرامت
وہ اپنے پیاروں کی قدر کرواتا ہے۔ لوگوں کو ان سے محبت ہوجاتی ہے۔ اور ان سے
سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ولی کی کرامت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
معجزات کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ کیونکہ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ جب ولی سے جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے طفیلی اور تابع ہیں اس قسم کی کرامت ظہور میں آتی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تو بڑی شان ہے۔

...ت کی خبر:

ایک روز جناب مولوی محبوب عالم صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور! کیا قطب کو اپنی
... کی خبر بھی ہوجاتی ہے۔ فرمایا کہ عقلمند پڑھا ہوا شخص جب قطب ہوتا ہے۔ تو اس کو لباس پہنا
... ہے اور عمامہ بندھوایا جاتا ہے۔ بعضوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے اور
... کا ہاتف غیب سے آوازہ ہوجاتا ہے کہ یہ قطب ہوگیا۔ اور جوان پڑھ مگر صالح و پرہیزگار
... چھوٹے گاؤں کا قطب ہو ان میں سے بعضوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ مگر غوث کو تمام خبر ہوتی ہے
... فریاد رسی اس کا کام ہوتا ہے۔ احکام الٰہی پہلے اس پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر جہان میں نفاذ
... ہیں۔ قطب پر حروف مقطعات کھل جاتے ہیں۔ قطب مدار تمام دنیا میں ایک ہوتا ہے اور
... وہ جنگل میں رہتا ہے۔

...ومت باطنی کی تلوار:

نقل ہے کہ حضور کی عادت مبارک تھی۔ کہ بعض اوقات تمام ران پر ہاتھ نہ رکھا کرتے
... کہنیوں کو اُٹھائے رکھتے جب دو زانو بیٹھتے اور ہاتھ دھوتے۔ تو زانو پر ہاتھ ٹکا لیتے اور کہنیاں
... رکھتے یعنی ران پر نہ لگنے دیتے۔ ایک روز پیر جی عنایت حسین لودھیانوی نے حضور سے
اس کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا۔ جب کوئی ولی قطب ہوجاتا ہے۔ تو اس کو نوری شکل میں حکومت
... کی تلوار خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت برہنہ رانوں پر رکھی رہتی ہے بعض
... ایک تلوار ہوتی ہے۔ لیکن اکثر دو تلواریں پڑی رہتی ہیں۔ اس واسطے ہم کو اپنے بازو اس سے
... رکھنے پڑتے ہیں۔

...والامست:

ایک روز کسی نے عرض کیا۔ کہ حضور! اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام اولیاء اللہ کو ایک لقب
... ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کا بھی تو کوئی لقب ہوگا۔ فرمایا۔ ہم مسکین جیسے آدمی
... ہمارا لقب کیا پوچھتے ہو۔ پھر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تو ہمیں انبالہ
... والامست کہتے ہیں۔ اور عرش کے اوپر ہمارا لقب حبیب الرحمٰن پکارا گیا ہے۔

منہ میں مٹھاس:

حضور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وظیفہ پڑھتے ہوئے مزے لے لے کر لبوں کو
ہلایا کرتے تھے۔ جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب نے آپ سے سوال کیا کہ کیا یہ کوئی خاص
بات ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ جب ہم درود شریف یا کوئی ذات صفات کا اسم
ہیں۔ تو منہ میں گویا مٹھائی بھر جاتی ہے۔ اول سے آخر تک اس قدر کہ لب چسکے لئے جاتے ہیں

دو قسم کے طالب:

فرمایا۔ طالب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرید دوسرے مراد۔ مراد وہ ہوتا ہے۔ جس
کے دل میں ابتدا ہی سے جذب اور محبت اللہ تعالیٰ کی ہو۔ ایسے شخص کے لیے کسی کامل کے ہاتھ
بیعت ہونا ضروری ہے۔ اور وہ بہت جلد واصل ہو کر اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور مرید وہ
شخص ہوتا ہے۔ جس کے دل میں پہلے سے جذب اور محبت اللہ تعالیٰ کی نہ ہو۔ لیکن وہ کسی کامل
کے ہاتھ پر بیعت ہو کر ذکر و شغل اور ریاضت و مجاہدہ کرتا ہوا بتدریج سلوک میں ترقی کرے۔ ایسا
شخص بھی متقدمین اولیاء اللہ کے سے ریاضات و مجاہدات کرتا ہوا آخر میں واصل ہو کر محبوب بن
جاتا ہے۔

سماع سے نفع:

ایک روز سماع کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا۔ جو لوگ صاحب حال ہوتے ہیں اور ان کی
میں فنا ہو جاتی ہے ان کو سماع نفع دیتا ہے۔ اور جو صاحب حال نہیں ہوتے۔ ان کو وجد سماع
نہیں دیتا۔

قبر اطہر کی مٹی:

جناب مولوی محبوب عالم صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز علماء کا مجمع تھا۔ اور اس میں
ذکر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں جو مٹی جسم اطہر سے لگی ہوئی ہے اس کا مرتبہ
عرش معلےٰ سے زیادہ ہے۔ اور خود ذات اقدس کا مرتبہ تو عقل بشر سے آگے ہے۔ اس پر ایک
مولوی صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جن وانس کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اگر عبادت کے یہی
معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تعریف کی جائے۔ تو اس میں تو اللہ تعالیٰ کی کل مخلوقات شامل ہے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں میری جس قدر مخلوق ہے وہ سب میری تسبیح
کرتی ہے۔ سو اس میں جن وانس بھی آ گئے۔ ان معنی کے لحاظ سے جن وانس کی کوئی خصوصیت نہ
ہونی چاہیے تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ فرماتا ہے کہ نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس
کو مگر واسطے عبادت کے۔ پس معلوم ہوا کہ اس جگہ عبادت کے معنی تسبیح و تہلیل نہیں۔ بلکہ اس کے
معنی یہ ہیں کہ نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر واسطے معرفت کے۔ یعنی عبادت سے مراد
معرفت والی عبادت ہے۔ اور مراتب قرب کا مدار معرفت پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت جن و
انس ہی کو عطا فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں عقل و معرفت ایسے
درجہ کمال پر تھی کہ نہ پہلے کسی میں ہوئی اور نہ آئندہ کسی میں ہوگی۔ اور مزید بریں یہ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی ہیں۔ اور عرش معلیٰ کو معرفت نہیں۔ تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا مرتبہ عرش کیا تمام ملکوت السموات والارض سے بہت زیادہ ہے اور اس قدر ہے کہ کسی مخلوق کی
وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کی وجہ سے
اس خاک پاک میں بھی حیات و معرفت آ گئی۔ کیونکہ جو حیات و معرفت والے کے ساتھ اتصال
رکھے وہ بھی حیات و معرفت والا ہو جاتا ہے۔ اسی حیات و معرفت کے باعث اس خاک پاک کا
مرتبہ عرش سے زیادہ ہو گیا۔ کیونکہ عرش میں معرفت نہیں۔ اور اس خاک میں بوجہ صحبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم معرفت والی حیات آ گئی جیسا کہ ستون حنانہ میں آ گئی تھی۔ اور وہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر آپ کے فراق میں رویا تھا۔ اور جیسا کہ ابو جہل کے ہاتھ میں کنکروں میں
وہی معرفت والی حیات آ گئی تھی۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر آپ کی
رسالت کی شہادت دی تھی۔ اسی طرح اس خاک پاک میں معرفت آ گئی۔ اور مرتبہ کا مدار معرفت
پر ہے۔ پس معرفت والے کا مرتبہ بے معرفت والے سے اعلیٰ کیوں نہ ہو۔ یہ سن کر تمام علماء
حیران رہ گئے۔ اور بالاتفاق کہنے لگے کہ یہ علم لدنی کی نہریں ہیں۔

مسجد حرام کا قبلہ ہونا:

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا

بقعہ شریف عرش معلےٰ سے بدرجہا افضل واعلیٰ ہے۔ تو مسجود الیہ آپ کا مرقد مبارک کیوں
مسجود الیہ افضل واولےٰ ہوتا ہے۔ اور شرط اولویت وافضلیت آپ کے بدن مطہر میں بدرجہ اتم
آپ نے تھوڑی دیر درود شریف پڑھ کر فرمایا۔ کہ کعبہ شریف کی دیواریں مسجود الیہا نہیں۔
فضا کی جگہ تجلیات ذاتی کا مورد ہے۔ اس کے احاطہ کو سمت استقبال ہے۔ اور تجلیات اس
ہیں۔ جس پر حقیقت محمدیہ عاشق ہے۔ ذات مسجود اور تجلی مسجود الیہ ہے۔ اور اس تجلی کا مورد
شریف کی جگہ ہے۔ اور حقائق میں حقیقت محمدیہ حقیقت کعبہ پر عاشق ہے۔ یہی وجہ ہے
المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اول ہی محبت اس قبلہ کی طرف تھی۔ چنانچہ کئی دفعہ آپ کو مسجد اقصیٰ کی
طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ مگر مسجد حرام ہی کی طرف آپ کی محبت رہی۔ آخر الامر حضور
المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے موافق یہی قبلہ آپ کا بنا۔

مومن کی پختگی:

ایک روز فرمایا۔ کہ مومن اس وقت پختہ ہوتا ہے۔ جب اپنے عیوب کو خود دیکھے اور
ان پر سزا مقرر کرے۔ اور ان کے نکالنے کے درپے رہے۔ جوں جوں وہ ان عیوب کو نکالتا
گا۔ امن بڑھتا جائے گا۔ اسی اثناء میں ایک عورت چھاج کے ساتھ اناج پچھوڑنے لگی۔
اسے دیکھ کر فرمانے لگے۔ کہ چھلنی کی نسبت یہ بڑی اچھی چیز ہے۔ یہ اپنے میں سے خراب اور
چیز کو نکالتا اور اچھی اور عمدہ کو رکھتا ہے۔ اور چھلنی اچھی اور نفیس چیز کو اپنے میں سے نکال دیتی اور
بری کو اپنے اندر رکھتی ہے۔ فقیر کو ایسا ہونا چاہیے جیسا کہ یہ چھاج ہے۔ چنانچہ کسی فقیر کا مقولہ
ہے۔

دوہرہ

چھانن کی مت چھوڑ دے چھاجن کی مت لے   سادھو کی مت چھٹا ہے جو چن چن گن کو لے

فکر کی اہمیت:

آپ فکر کو ذکر پر ترجیح دیتے اور فکر سے مراد مراقبہ لیا کرتے۔ فرماتے تھے کہ
مقامات میں ذکر رہ جاتا ہے لسانی ہو یا قلبی۔ مگر فکر ساتھ ہی رہتا ہے۔ پھر فرماتے کہ فکر کو فکر

عالی ہوتی ہے۔ ذکر کرنے کے بعد فکر کرے۔ پھر فرماتے

مالا سب رہے انحد بھی رہ جائے   سُرت سہاگن نا مرے جو تن میں رہے سمائے

وضو کے بعد خوشبو:

جناب مولوی سراج الدین صاحب نے عرض کیا۔ کہ وضو کے بعد مجھے خوشبو مثل برنج
آتی ہے۔ فرمایا کہ جیسے باسمتی کے چاول۔ پھر فرمایا۔ کہ جس طرح کلی (غنچہ) کی خوشبو اندر
ہوتی ہے۔ جب وہ گل ہو کر کھلتا ہے۔ تو خوشبو آتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندر نور و خوشبو سب
کچھ ہے۔ تمہارا دل کثرت توجہ اور درود خوانی سے کھل گیا ہے۔ اس واسطے خوشبو آتی ہے۔

بابرکت غریبی:

بڑی بابرکت اور مبارک وہ غریبی ہے۔ جس کے ساتھ خدا کی یاد ہو۔ جس غریبی وتنگی
کے ساتھ فسق وفجور یا کفر مل جائے۔ وہ خدا کے غضب کی نشانی ہے۔ کیونکہ دنیا تو گئی ہی تھی۔ دین
بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔

قبولیت کی نشانی:

جب بندہ کوئی کلام پڑھتا یا دعا مانگتا ہے۔ تو جن لوگوں پر انکشاف نہیں۔ ان کے
واسطے قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ اسکے پڑھنے یا دعا مانگنے میں لذت آوے اور خوب دل لگے۔ جب
یہ بات حاصل ہو۔ تو سمجھ لے کہ میری دعا قبول ہوگئی۔ یا قبول ہونے لگی ہے۔ اور جن لوگوں پر
انکشاف ہوتا ہے۔ ان پر قبولیت کی تجلی جو لذت وسرور والی ہے وارد ہو جاتی ہے اور وہ یہ دیکھ کر سمجھ
لیتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہوگئی۔

ولایت عیسوی وموسوی کا مفہوم:

ایک دن مولوی فضل الدین صاحب گجراتی مصنف کتاب انوار نعمانیہ حاضر خدمت
تھے۔ انہوں نے سوال کیا۔ کہ ولایت عیسوی وموسوی کے کیا معنے ہیں۔ حالانکہ تمام اولیاء اللہ
امت محمدیہ میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ ولایت محمدی سب ولایتوں

کی جامع ہے۔ کیونکہ جتنے کمالات اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو فرداً فرداً عطا کئے ہیں۔ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں جمع ہیں۔ پس اگر کسی ولی کو ولایت موسوی یا عیسوی حاصل ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض ہے۔ یہ مت سمجھو کہ ان اولیائے کرام پر نسبت محمدی کے سوا کوئی اور نسبت غالب ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نہیں یا اور شریعت پر ہیں۔

توجہ کی کیفیت:

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ملفوظات توکلی میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن میں نے عرض کیا۔ کہ اکثر اولیاء اللہ استغراق وبیخودی میں رہتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام شامل مخلوقات رہتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے۔ ارشاد ہوا۔ کہ اللہ جل جلالہ انبیاء علیہم السلام کو ایسی قدرت دیتا ہے کہ وہ باوجود اس کے کہ متوجہ الی الخلق رہیں اس وقت بھی کامل طور سے واصل جناب الٰہی رہیں۔ جس طرح ان کی توجہ مخلوق کی طرف کامل ہوتی ہے اسی طرح وہ حالت تعلیم امت میں خدا کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ مخلوق کی طرف متوجہ ہونا ان کو توجہ الی اللہ سے نہیں روکتا۔ برخلاف اولیاء اللہ کے کہ وہ جب جناب باری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس طرف سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں۔

توکل کا مفہوم:

ایک روز کسی نے آپ سے توکل کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ توکل کے یہ معنی ہیں کہ مخلوق سے غنا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو۔ جب یہ بات پک جاتی ہے۔ تو توکل پختہ ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اسباب بھی مہیا کرے۔ تو توکل کا ثواب مل جاتا ہے۔ اور توکل کے خلاف نہیں ہوتا خواہ کتنے ہی اسباب مہیا کرے۔ مگر فقیروں کا توکل اور ہی ہے۔ ان کا توکل اسباب کو توڑتا رہتا ہے۔ جہاں کوئی سبب پیدا ہوا۔ انہوں نے فوراً اس کو توڑا۔ تب ان کو توکل پختہ ہوتا ہے۔ ما سوا سے امیدیں منقطع ہو کر ذات پر لگ جاتی ہیں۔

معصوم اور محفوظ:

ایک روز فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ محفوظ۔ معصوم

کے یہ معنی ہیں کہ گناہ کی طاقت ان کے اندر رکھی ہی نہیں جاتی۔ اور محفوظ کے یہ معنی ہیں۔ کہ گناہ کی طاقت ان کے اندر ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیتا ہے اور حفاظت الٰہی ان کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ پھر ان سے ارادتاً کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوتا۔

ابدالوں کا اڑنا:

ایک روز ابدالوں کا ذکر آیا۔ لوگوں نے کہا۔ کہتے ہیں کہ ابدال اڑا کرتے ہیں۔ جب ان کے پر نہیں۔ تو وہ اڑتے کیسے ہیں۔ بغیر پر کے تو کوئی اڑ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم نے بھی دیکھا ہے۔ ایک دفعہ دہرہ دون کے پہاڑ سے ابدال ہمارے پاس آیا۔ وہ ہوا میں ہاتھوں کو ہلاتا ہوا اڑا چلا آتا تھا۔ جس طرح لوگ دریا میں تیرا کرتے ہیں۔ ابدالوں کا اڑنا سچ ہے۔ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ اور وہ مدت تک ہمارے پاس آتا رہا۔

وحدت الوجود و شہود:

جناب مولوی سراج الدین صاحب لکھتے ہیں کہ کسی نے مرشد برحق سے سوال کیا۔ کہ وحدت وجود و شہود میں کونسی حق ہے۔ فرمایا کہ دونوں حق پر ہیں۔ اکثر اولیاء اللہ مثل خواجہ بزرگ اجمیری اور خواجہ نقشبند بخاری اور مولانا جامی وغیر رحمہم اللہ تعالیٰ وجودی گزرے ہیں۔ اور شیخ ابوالحسن خرقانی اور علاء الدولہ سمنانی اور مجدد الف ثانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ شہودی ہیں۔ اگرچہ فقیر پر بھی حالت وحدت وجود طاری رہی ہے۔ مگر ساڈا (ہمارا) مشرب شہودی ہے۔ یہ دونوں حال ہیں نہ محض قال۔ اس کی مثال یہ فرمائی کہ اگر کوئی شخص سبز یا شربتی عینک آنکھوں پر لگائے۔ تو اسے تمام چیزیں سبز یا شربتی نظر آئیں گی حلانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ جب وہ عینک آنکھوں پر سے اتار دی جائے۔ تو وہی معاملہ ہے۔ اسی طرح اولیاء کو غلبہ حال میں کثرت (موجودات خارجیہ) نظر نہیں آتی۔ وحدت ہی نظر آتی ہے۔ دیگر مثال یہ بیان فرمائی کہ دن کے وقت آفتاب کی شعاع کے سامنے ستارے نظر نہیں آتے حالانکہ موجود ہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ کو آفتاب الٰہی کے نور کے سامنے کثرت نظر نہیں آتی۔ کامل نظر لوگ وہ ہیں۔ جو کثرت میں وحدت کو دیکھیں جیسا کہ کوئی شخص دن میں آفتاب کو بھی دیکھے اور ستاروں کو بھی۔ فرمایا کہ بعض اولیاء عکس کو عین سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عکس عین نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

عکس روئے تو در آئینہ جام افتاد   عارف از پر توئے در طمع خام

فرمایا کہ حافظ شیرازی بھی شہودی تھے۔ کیونکہ وہ اس شعر میں فرماتے ہیں۔

نور کا عکس جب عارف کے دل کے پیالہ میں چمکا۔ تو اس نے جانا کہ میں نے اصل کا
حالانکہ وہ عکس ہے۔

فرمایا کہ وحدت وجود والے اس دید میں معذور ہیں۔ مجنون عامری کو د
سانولی لیلے کے عشق میں ایسا مستغرق ہوا کہ ہر شخص کو حتے کہ اپنے والد کو بھی لیلے ہی گمان
۔ غرض اولیاء وجودی عکس کو عین سمجھتے ہیں۔ مگر وہ معذور ہیں۔ اور اولیاء شہودی عکس کو عکس
ہیں۔ اور یہی حق ہے۔ اور یہی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا مشرب رہا ہے۔

شعر کا مفہوم:

ایک بار قصبہ شاہ آباد میں جناب مولوی سراج الدین صاحب نے حضور
سے پوچھا کہ خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کا کیا مطلب

من دُرے بودم نہاں در قعرِ بحرِ لم یزل   عشق غواصانہ ام آورد بیراں زاں

فرمایا۔ در سے مراد روح ہے۔ اور بحرِ لم یزل سے مراد دریائے تجلی صفات ہے۔
وہاں سے لانا اشارہ ہے طرف حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیا فاجبت اعرف
الخلق لاعرف ۔ مراد خواجہ بزرگ کی یہ ہے کہ میری روح (ملکہ سب روحیں) تجلی
دریا میں مخفی تھی۔ خدا کو جو محبت ظہور ہوئی۔ تو وہ حب ہم کو وہاں سے نکال لائی۔

(29) جناب مولوی سراج الدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں
صاحب قبلہ کے ہمراہ چھاؤنی انبالہ میں تھا۔ ایک طالب علم نے امتحاناً آپ
دریافت کیا۔ کہ اس شعر مولانا کے کیا معنی ہیں؟

جملہ معشوق است عاشق پردۂ   زندہ معشوق است عاشق

فرمایا کہ مولوی سے پوچھ۔ میں نے عذر کیا۔ تو آپ کو جوش آ گیا۔ فرمایا کہ
کل والا (خدا تعالیٰ) معشوق ہے اور کثرت جو عاشق ہے حجاب ہے وہ معشوق زندہ

الحی القیوم اُس کی صفت ہے اور عاشق یعنی کثرت فانی ہے۔

(30) جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے۔ کہ ایک دن ارشاد ہوا۔ کہ اپنے کمال
پر نظر مت کرو۔ بلکہ یہ سمجھو کہ جو کچھ کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پھر یہ حکایت بیان
فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگ کو حکم دیا۔ کہ جو چیز سب میں بری ہو۔ وہ ہمارے
پاس لاؤ۔ یہ اس تلاش میں چلے۔ اور ان کو آدمی کا پاخانہ سب سے برا معلوم ہوا۔
چنانچہ گندگی اٹھا کر لے چلے اور چاہا کہ جناب باری میں پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس
گندگی کو زبان عطا فرمائی۔ گندگی بولی۔ صاحب میں وہ چیز ہوں کہ جس کو آپ بازار
سے گراں قیمت پر خرید کر کپڑے میں باندھ سر پر رکھ کر لائے۔ پھر اسے پیسا پکایا۔
نہایت رغبت سے مزے لے لے کر کھایا۔ لیکن آپ کے پیٹ میں رہنے سے میرا یہ
حال ہو گیا کہ اب آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ حضرت! یہ تو آپ کی صحبت کا اثر
ہے۔ ورنہ میں تو وہی ہوں۔ یہ سن کر وہ بزرگ نہایت شرمندہ ہوئے اور جناب باری
عزاسمہ میں عرض کیا۔ کہ یا اللہ! مجھ سے زیادہ بری چیز دنیا میں کوئی نہیں۔ حضور کا یہ
بیان کچھ ایسا تھا۔ کہ حاضرین جلسہ زار زار روتے تھے۔ ہر شخص پر رقت طاری تھی۔

جلالی اور جمالی:

جناب مولوی سراج الدین صاحب نے عرض کیا۔ کہ اللّٰہ الصّمد کے ورد کے وقت
نور مثل قرصِ خورشید نظر آتا ہے اور بوقت درود خوانی مثل قمر۔ فرمایا کہ اللّٰہ الصّمد جلالی ہے
اور شمس بھی جلالی۔ اور درود شریف جمالی اور نور قمر بھی جمالی ہے۔ لہٰذا مناسب نور نظر آتا ہے۔

شعر کے معنی:

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام   ہفتصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

بقول جناب مولوی سراج الدین صاحب حضور نے اس شعر کے حل میں فرمایا۔ کہ اس
شعر کے ظاہر معنے سے جو لوگ تناسخ نکالتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ بندہ مقام فنا میں

آفتاب الٰہی کے سامنے گیا اور محو ہوگیا جیسا کہ سایہ آفتاب کے سامنے ہوا تو گم ہوا۔ اور
آفتاب سے ذرا اوٹ میں ہوا۔ تو وجود پکڑا۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا وجود
میں اکثر بار معدوم ہوا اور پھر موجود ہوا مقصد سے مراد کثرت ہے کہ نہ کہ عدد معین۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ
ارشاد الطالبین میں ایسا لکھا ہے۔ کہ ولایت صغریٰ میں سالک کی سیر ظلال صفات میں ہوتی
اس سیر میں صوفی جس ظل پر پہنچتا ہے۔ اپنے تئیں اس میں فانی و مستہلک اور اس کے ساتھ
باقی پاتا ہے۔ بقول حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ مولانا روم کے شعر زیر بحث کے یہی معنی
ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شعر کی تحقیق:

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب انبہوی لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز فرمانے لگے۔ کہ
مولوی! حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرف اس شعر کو منسوب کرتے ہیں۔

پنجہ در پنجہ خدا داریم — ماچہ پروائے مصطفٰے داریم

ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ یہ شعر حضرت مجدد قدس سرہ کا ہے۔ بالفرض اگر ہو۔ تو
اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ہم خدا کے ساتھ خاص تقرب رکھتے ہیں۔ مگر ہماری کیا طاقت
ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت اور امداد کی ہر وقت ضرورت ہے۔ ماچہ کے معنے ہیں ہم
اور ناچیز ہیں۔ پروائے مصطفٰے داریم۔ یعنی حضور ہی کا صدقہ ہے۔ جو کچھ قرب الٰہی ہمیں حاصل
ہے وہ حضور ہی کے طفیل سے ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! مطلب صاف ہوگیا۔ آپ خوش
ہوئے۔

حیرت کی کیفیت:

ایک دفعہ جناب مولوی سراج الدین صاحب نے سوال کیا۔ کہ مولانا نیاز احمد صاحب
بریلوی کے اس شعر کے کیا معنی ہیں؟

واہ گرو نے خوب سمجھائی — سرسوں پھولی آنکھوں میں

فرمایا کہ اس کے دو معنے ہیں۔ ایک ابتدائی اور وہ یہ کہ مرشد نے ایسا ذکر و شغل بتایا۔
کہ لطیفہ قلب کا نور زرد نظر آنے لگا۔ دوسرے انتہائی معنی یہ ہیں کہ اس سے حیرت مراد ہے
کہ انتہائی مقام میں ایسا نور بے رنگ محیط نظر آیا کہ حیرت ہوگئی جیسا کہ سرسوں کے پھول
دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے۔

دونوں میں تطبیق:

آپ سے دریافت کیا گیا کہ ان دونوں میں تطبیق کس طرح ہے۔

(۱) مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كُلَّ لِسَانُهٗ

جس نے اللہ کو پہچانا۔ اس کی زبان گونگی ہوگئی۔

(۲) مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ طَالَ لِسَانُهٗ

جس نے اللہ کو پہچانا۔ اس کی زبان دراز ہوگی۔

فرمایا کہ درازی زبان یعنی بہت بولنا اور اسرار کا ظاہر کرنا تو تجلی (ظلال) صفات میں
ہے۔ جب تک سالک کو ذات تک وصول نہ ہوگا۔ بہت بولے گا۔ اور افشائے راز کرے گا۔ گنگی
زبان اور کم بولنا اور اسرار کا نہ کھولنا تجلی ذات میں ہے۔ یعنی جس کو ذات کی خبر ہوئی وہ مقام جہل
الجہل میں ہوتا ہے۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ پس درازی
لسان در ظلال بود و گنگی زبان فوق مراتب ظلال است فعل بود یا صفت اسم بود یا
ذات (مکتوبات شریف۔ دفتر دوم۔ مکتوب 58)۔ مولانا نظامی فرماتے ہیں۔

ستانی زباں از رقیبان راز — کہ رازت برمردم نگویند باز

افضل اور عمدہ طریقہ:

ایک روز کسی شخص نے ذکر کیا۔ کہ جن لوگوں کا کھانا پینا چھوٹ گیا ہو۔ وہ بہت ہی اعلیٰ
درجہ والے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جب وہ تجلی جو ملائکہ پر وارد ہوتی ہے کثرت عبادت کی
وجہ سے فقیر پر نازل ہوجاتی ہے۔ تو اس کی غذا وہی نور ہوجاتا ہے جو ملائکہ کی غذا ہے اور اسے کھانا

کھانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ صفات ملکوت اُس میں آ جاتی ہیں۔ اس سے پہلے کوئی ...
کونہیں چھوڑ سکتا۔ مگر افضل اور عمدہ طریقہ یہی ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...
کرام اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نہ چھوڑے۔ کیونکہ ان سب نے کھانا بھی ...
عبادت بھی کی ہے۔

شعر کا مفہوم:

جناب قاری سید اکرام حسین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ کمترین ...
صاحب سے حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ پانی پتی کے اس شعر کا مطلب دریافت کیا۔

انبیا و اولیا یک جان و تن ذاتِ شاں باشد خدا بشنو ...

یہ سن کر اول تو یہ فرمایا۔ کہ میاں! قلندر کے کلام کو میں کیا سمجھ سکتا ہوں۔ قلندر ...
تو کوئی قلندر ہی سمجھے۔ اس کے بعد دو منٹ سرنگوں ہو کر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ...
سمجھ میں تو اس کا مطلب یہ آتا ہے۔ کہ اگرچہ بظاہر انبیاء و اولیا ایک جان نہیں ہو سکتے مگر ...
حقیقت اصلی کے عالم حقیقت میں انبیا و اولیاء ایک ہی جان و تن تھے۔ ہاں البتہ خدا کے علم ...
میں بلحاظ مراتب ضرور فرق تھا۔ کہ میں ان کو انبیاء بناؤں گا اور ان کو اولیا کروں گا۔ اس ...
جب اللہ تعالیٰ نے لفظ کن فرمایا۔ تو بتدریج ظہور میں آتا رہا۔ جو کچھ قیامت تک ظہور میں ...
رہے گا۔ وہ سب کچھ اسی ایک کلی کے افراد ہوں گے۔ رہا دوسرے مصرع میں جو قلندر صاحب ...
انبیاء و اولیا کی ذات کی بوجہ مغلوب الحال ہونے کے خدا فرمایا ہے۔ اس کو ہم بلحاظ ...
نہیں کہہ سکتے۔ مگر ہاں سکرت کا کلام ہے۔ جس کی تاویل ہو سکتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ...
جمع میں بحالت سکرات انہوں نے عکس کو عین کہہ دیا ہے۔ ورنہ خدا اس سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی:

ایک روز ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ...
میں خدا تعالیٰ تک پہنچ گیا۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طناب تک نہ پہنچ سکا ...
ایک عالم نے سوال کیا۔ کہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ ...

... ہیں۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کی صفت علمی نے ظہور فرمایا۔ تو نور کا بے تھاہ دریا موجیں
... گا۔ پھر اسی صفت علمی کی تجلی کے نور سے تمام انبیاء علیہم السلام کی پاک روحیں پیدا کی
... اس نور کے بے تھام دریا کا نام حقیقت محمدیہ[1] ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ
... کی مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ سے یہی حقیقت محمدیہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے
... میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بھی یہی حقیقت محمدیہ ہے۔ جس کا نام تعین اول ہے۔
... ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ولی یا امتی کا تو کیا ذکر انبیائے مرسلین کا بھی
... نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں سب سے اعلیٰ مقام یہی ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا پانا اور
... ذات کا وصل ہونا۔ سو اس کی حقیقت یوں ہے۔ کہ عرش کے اوپر عالم امر میں اللہ تعالیٰ کے
... میں ہر انسان کی ایک حقیقت موجود ہے۔ اور ہر شخص کو اپنے اپنے درجہ اور استعداد کے
... اسی حقیقت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا
... وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔ یعنے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو۔ پس ہر ولی
... اسی حقیقت اور معیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے واصل ہوتا ہے۔ مگر حقیقت محمدیہ و احمدیہ جو
... قرب میں سب سے اعلیٰ مقام اور بہت ہی دور ہے اس مقام کو حاصل کر کے واصل ہونا
... محال ہے۔ اس مقام میں انبیاء علیہم السلام کا ہی جب گذر نہیں۔ تو پھر اولیاء اللہ اور دیگر امتی
... کا کیا ذکر ہے کہ وہاں پہنچ سکیں۔

... کی کیفیت:

جناب مولوی سراج الدین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز میں نے حضرت صاحب کو
... سنائی۔ نماز کے بعد میں نے یوں دعا مانگی۔ اَللّٰھُمَّ حَدِّقْ قَلْبِیْ بِنَارِ عِشْقِکَ۔ آپ
... فرمایا۔ مولوی! آج تو نے چنگی (اچھی) دعا مانگی۔ میں نے عرض کیا۔ کہ آپ نے کیونکر جانا۔
... فرمایا۔ کہ تم نے یہی کہا تھا۔ کہ اے میرا دل عشق کی آگ میں ساڑ دے (جلا دے)۔ اکثر فرمایا
... کرتے تھے۔ العلم نکتۃ۔

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پہلے ظاہر ہوا وہ حقیقت محمدی صفت العلم ہے۔ پھر ظاہر ہوا کہ شان العلم ہے۔ پھر شان جامعہ۔ بعد ازاں ظاہر ہوا کہ تعین اول تعین وجودی ہے۔ سب سے آخر منکشف ہوا کہ تعین اول تعین حبی ہے۔ جس پر حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیاً شاہد ہے۔

صاحب کمال:

(40) ایک روز کسی نے عرض کیا۔ حضور! فنائی الشیخ کس قدر فائدہ دیتا ہے۔ فرمایا۔

دوہرہ

پیر نگر کو جائیے نبی نگر نوں جا نبی نگر میں بیٹھ کے درشن یار ...

اور ارشاد فرمایا۔ کہ جلدی فائدہ تو یہی دیتا ہے۔ اور یہ بہت آسان اور جلدی واصل ہونے کا طریقہ ہے۔ کیونکہ جب پیشوا کا تصور پختہ ہو جاتا ہے۔ تو کمالات اور تجلیات ... بالا صادقہ وارد ہیں۔ وہ بوجہ اس کی محبت کے بالتبع اس پر بھی وارد ہونے لگتی ہیں۔ اور ... ساتھ ساتھ اس کی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ تصور کو یہاں تک پکانا چاہیے۔ کہ تمام حرکات نشست و برخاست غرض ہر فعل میں پیشوا کی ادائیں آجائیں اور آخر کار پیشوا کی صورت مشابہ ہو جائے۔ اسی سے پھر آگے کا رستہ کھل جاتا ہے۔

صاحب کمال:

ایک دفعہ ایک صاحبزادہ صاحب (شاہ ابوالخیر دہلوی ؟) حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے چھاؤنی انبالہ تشریف لائے۔ اور حضور علیہ الرحمۃ کو بلایا۔ آپ بپاس ادب ... پیدل ان کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے آپ سے پوچھا۔ کہ ... صاحب! یہ جو ایک نور کا دریا ہوتا ہے جس میں تمام زمین اور جہان کی تمام اشیاء ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ کیا اس تک آپ کی رسائی ہو چکی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ میاں صاحبزادہ ... عنصری تجلی عالم خلق کی ہے۔ جو اس فقیر پر اول ہی اول کھل چکی تھی۔ پوچھنا ہو۔ تو عرش ... عالم امر کی کوئی بات دریافت فرمائیے۔ پھر آپ نے مقامات بیان کرنے شروع کئے۔ صاحبزادہ صاحب نے سن کر دو نفل شکریہ کے ادا کئے اور کہا کہ شکر ہے اس مالک کا کہ ہمارے باپ دادا کے سلسلہ میں ایسے صاحب کمال موجود ہیں۔

ایمان اور تندرستی:

فرمایا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ سب سے ...

... اور تندرستی ہے۔ جس کی قدر انسان کو معلوم نہیں۔ اور مفت اپنی عمر عزیز کو کھوتا ہے۔

... توحید کی برکت:

ایک دن ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم کلمہ توحید پڑھتے ہیں۔ تو شیطان بھاگتا معلوم ہوتا ...

... کی یاد:

فرمایا۔ کہ ایک درویش قبرستان میں گئے۔ جس وقت دنیا داروں کی قبروں سے ... تو ان کو "ہائے ہائے دنیا" کی آواز آئی۔ جب فقراء اور شہداء کے مزاروں میں سے ... ہوا۔ تو وہاں بھی یہی صدا بلند تھی۔ تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے۔ خدا نے ان کو بذریعہ الہام ... کہ دنیا دار تو اس واسطے دنیا کو روتے ہیں۔ کہ اس مردار نے ان کو کسی کام کا نہ چھوڑا۔ اور فقراء ... کو اس واسطے یاد کرتے ہیں۔ کہ افسوس چندے اور دنیا میں رہتے تو کچھ اور کر لیتے۔

... کی نشانی:

خطرہ سے دل پلید ہوتا ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ اس کے زائل ہونے کی ترکیب یہ ... کہ اولیاء اللہ کی صحبت حاصل کرے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔ پیشوا کے تصور سے بھی زائل ... ہے اور دعا مانگنے سے بھی۔ خطرہ ایمان والے کو آتا ہے۔ بے ایمان کو کبھی نہیں آتا۔ اور ... کو برا جاننا بھی مومن کی نشانی ہے۔

... کے لیے لازم:

فقیر پر لازم ہے کہ جو کام کرے۔ استقامت کے ساتھ کرے۔ ایک استقامت سو کرامت سے بہتر ہے۔ جب خدا تعالیٰ کو یاد کرنے لگے۔ تو جب تک واصل باللہ نہ ہوئے۔ کسی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ فقیر پر صبر حرام ہے اور حرص فرض۔ صبر کے معنی ہیں۔ ٹھہرنا ایک تجلی پر ٹھہرنا ... ہے۔ یہاں حرص اور طمع ہی فرض ہے۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے دیدار اور وصل کی حرص بڑھاتا ... اور محبت الٰہی کا ہر وقت گرویدہ رہے۔

سن اے طالب مولے والے دل مولے دی ہوویں دم دم قدم اگیرے رکھیں ٹھیر نہ [illegible]

استغفار کا مفہوم:

ایک روز استغفار کے معنے کے بارے میں ذکر تھا۔ کسی نے عرض کیا۔ حضور اولیا [illegible]
جب گناہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ذکر و شغل کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان پر وارد ہو جا [illegible]
۔ پھر وہ جو استغفار کرتے ہیں۔ کون سے گناہ کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہر مقام میں فقیر کا استغفار [illegible]
ہوتا ہے۔ فقیر شروع شروع میں جب اللہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے۔ تو اس وقت تو وہ اپنے [illegible]
گناہوں سے استغفار کرتا ہے۔ پھر جو آگے ترقی کرتا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں [illegible]
واقع ہونے پر استغفار کرتا ہے۔ پھر اس سے بھی جب ترقی کرتا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی [illegible]
میں کمی واقع ہونے پر استغفار کرتا ہے۔ پھر اس سے بھی جب ترقی کرتا ہے۔ تو اپنے قصور [illegible]
استغفار پڑھتا ہے۔ آخر اسی طرح ہر مقام میں علیحدہ علیحدہ استغفار پڑھتا ہوا جب مقام [illegible]
میں پہنچتا ہے۔ اور اس کو اللہ جل شانہ کا دیدار اور وصل ذات الٰہی ہوتا ہے۔ اُس وقت اس [illegible]
استغفار پڑھتا ہے' کہ خداوند میرے اندر اتنی استعداد نہ تھی کہ میں اپنی ہمت اور کوشش [illegible]
دیدار اور تیری ذات کا وصل حاصل کرتا۔ اُس وقت استغفر اللّٰہ ربی من کلّ ذنب و اتوب
الیہ ۔ کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ خداوند میں تیرے دیدار اور تیری ذات کے وصل کے [illegible]
اپنی استعداد اور ہمت و کوشش کی طرف منسوب کرنے سے توبہ کرتا ہوں اور استغفار پڑھتا [illegible]
یہ جو کچھ ہوا۔ تیرے ہی فضل سے ہوا۔ اور واقعی بات بھی یہی ہے۔ کہ بندہ اپنی طرف سے [illegible]
کر سکتا۔ بلکہ پیر کامل ہو اور رحمت الٰہی شامل حال ہو۔ تو یہ مراتب اس کو ملتے ہیں۔ ورنہ [illegible]
اپنی استعداد اور ہمت و کوشش سے کچھ بھی نہیں بن سکتا۔ اور اس کو کسی حال اور کسی مقام [illegible]
استغفار سے چارہ نہیں۔

درود شریف کی برکت:

ایک روز فرمایا کہ اکثر بندہ جس وقت عبادت و یاد خدا میں مشغول ہوتا ہے۔ [illegible]
فتنے اور ابتلاء بکثرت وارد ہوتے ہیں۔ درود شریف کا بڑا عمدہ خاصہ یہ ہے کہ اس کے ورد
والے پر کوئی فتنہ اور ابتلاء نہیں آتا۔ اور حفاظت الٰہی شامل حال ہو جاتی ہے۔

[illegible]وب کی اقسام:

ایک روز مجذوبوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ حضور! مجذوب بھی بہت ہی
[illegible] ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیا سے کنارہ کر جاتے ہیں اور کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ
[illegible] بھی ان کے عالی مقام ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجذوب کئی طرح کے ہوتے ہیں۔
[illegible] وہ جو خلل دماغ کی وجہ سے بیہوش ہو جاتے ہیں اور دنیا و مافیہا کی انہیں کچھ خبر نہیں رہتی۔
[illegible] وہ جو صرف روٹی کے واسطے مجذوب بن جاتے ہیں۔ ان دونوں قسموں کا کوئی مرتبہ و
مقام نہیں ہوتا۔ البتہ تیسرا گروہ مجذوبوں کا ہے جو خدا تعالیٰ کی یاد یا ذکر میں مستغرق ہو کر بیہوش
ہو جاتے ہیں۔ وہ اصلی مجذوب ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے بھی بڑے سے بڑا مجذوب ولایت
[illegible] ہی میں رہتا ہے۔ خواہ کتنی ہی کوشش کرے ولایت کبرے تک نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ ایسے
[illegible] کی توجہ بڑی تیز ہوتی ہے۔ ایک ہی توجہ میں دوسرے کو اپنے مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس
[illegible] زیادہ نہیں کر سکتے۔

[illegible]یشی کا مفہوم:

درویشی تو اس کا نام ہے کہ ہر فعل اور قول اور حرکت اور سکون رضائے الٰہی میں ہو۔
اور دل میں یہ تصور ٹھہرائے کہ اس حیات میں میرا مقصود خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے جس طور پر مولا
راضی ہو۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات تو
اور بھی بکثرت ہیں۔ مگر نظر بر اختصار ان کا یہیں ختم کر دینا مناسب معلوم ہوا۔



دسواں باب

خلفاء توکلیہ کے حالات

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بہت سے خلیفے تھے۔ان میں سے بعض کے کچھ حالات مجھے معلوم ہوئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

1۔خلیفہ امیر اللہ شاہ صاحب

آپ اعظم واشہر واکبر خلفاء تھے۔ذات نداف۔صورت وسیرت میں اعید حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے مشابہ تھے۔چونکہ فنافی الشیخ کے مقام میں تھے۔اس لیے آپ کی صورت حضرت صاحب سے بہت ملتی تھی۔جو آپ کو دیکھتا تھا۔کہتا تھا۔کہ گویا میاں صاحب ہیں۔آپ بوڑیہ کے صاحب ولایت اور تہجد گزار تھے۔مراقبہ کی ایسی مشق تھی کہ صبح سے دس گیارہ بجے اٹھتے تھے۔سکرت اور استغراق مرشد پاک کے مشابہ تھے۔درود شریف اور اللہ الصمد کثرت سے پڑھتے تھے۔توجہ گرم تھی۔بتنی کنڈ میں حضرت میاں صاحب کے ساتھ مجاہدہ کیا۔میاں صاحب قبلہ فرماتے تھے۔کہ جب امیر اللہ شاہ بیعت ہوا۔تو ہم نے اس سے کہا کہ دنیا مطلوب ہے یا عقبےٰ۔تو اس نے کہا کہ مجھے آخرت منظور ہے۔سو اللہ تعالیٰ نے اسے درویشی دی۔

آپ سخی خلیق بے طمع تھے۔چنانچہ ایک مرتبہ بوڑیہ میں جو رئیس سکھ رہتا تھا اس کی لڑکی پر جن کا اثر تھا۔اس نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کے لیے پالکی اور سو روپے نقد بھیجوں۔آپ آ کر میری لڑکی پر دم کر جائیں۔آپ نے عذر کیا اور ہرگز نہ گئے۔اور کہلا بھیجا کہ پانی دم کرا کر لے جاؤ۔فرمایا کہ پیر کے حکم سے یہاں بیٹھا ہوں۔اگر تو ستائے گا۔تو کہیں چلا جاؤں گا۔

حقیقت قرآن کا فیض:

ذکر خیر میں بعنوان نقل صحیح لکھا ہے۔کہ خلیفہ امیر اللہ شاہ صاحب جو محض ان پڑھ تھے ایک مرتبہ رمضان شریف میں اپنے وطن قصبہ بوڑیہ میں ایک حافظ سے قرآن شریف سن رہے تھے۔حافظ نے بھول کر ایک آیت چھوڑ دی۔خلیفہ امیر اللہ شاہ نے وہ آیت اسے بتادی۔وہ صحیح کرکے آگے پڑھتا چلا گیا۔ایک مقام پر پھر اسے تشابہ لگا۔خلیفہ صاحب نے وہ بھی بتادیا۔جب نماز سے فارغ ہو چکے۔تو لوگوں نے پوچھا۔یا حضرت آپ تو پڑھے ہوئے نہیں۔پھر یہ آیتیں کیسے بتادیں۔انہوں نے سکوت کیا۔اور اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا۔کسی نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بھی عرض کردیا۔آپ نے خلیفہ صاحب کو بلایا۔اور دریافت فرمایا۔کہ امیر اللہ شاہ! وہ حافظ والی بات کیونکر تھی۔وہ ڈر گئے کہ مبادا حضور ناراض ہوں۔حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔نہیں ہم تم کو کچھ نہیں کہیں گے۔تم اطمینان کے ساتھ وہ بات سناؤ۔تب انہوں نے عرض کیا کہ حضور! میں حسب عادت نماز میں حقیقت قرآن کا فیض جو لوح محفوظ پر پڑ رہا تھا اپنے دل پر لینے لگا تھا۔آیتوں کے الگ الگ ٹکڑے میں دیکھ رہا تھا۔کہ حافظ پر اور مجھ پر وارد ہو رہے ہیں۔حافظ نے ایک آیت نہیں پڑھی تھی۔اس کا ٹکڑا میرے سامنے تو آیا اور اس حافظ کی طرف نہ گیا۔میں اس سے سمجھ گیا کہ حافظ یہ آیت بھول گیا ہے۔چنانچہ میں نے اس ٹکڑے کو دیکھ کر بتادیا۔آپ نے فرمایا۔کہ یہ بات ٹھیک ہے۔لیکن تم نے حقیقت قرآن کا مراقبہ کیا۔تب یہ بات نصیب ہوئی۔اور ہمارا ڈیرہ ہر وقت وہیں رہتا ہے۔پر ہم نے آج تک یہ بھید ظاہر ہونے نہیں دیا۔اور تو نے اتنی سی بات کا ہی شور مچادیا۔فقیر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔اس سے فقیر فتنہ خلق ہو جاتا ہے۔اعمال نیک کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں لگا رہے اور ایسی باتوں کو چھپائے رکھے۔خبر نہیں قیامت کے دن کیا معاملہ پیش آئے۔بندہ کو ہمیشہ خوف ورجا کے درمیان رہنا چاہیے۔نفس وشیطان ودشمن ساتھ ہیں۔اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھے۔اور مغفرت کی دعا کرتا رہے۔اندیشہ ہے کہ شیطان دشمن کا کہیں داؤ نہ چل جائے۔کیونکہ اگر ایسی باتوں پر فخر آجائے۔تو خطرہ ہو جاتا ہے۔انتہےٰ۔

مرشد کی خفگی:

آخر حیات میں حضرت میاں صاحب قبلہ خلیفہ صاحب سے ناراض ہو گئے۔ جس
قصہ جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب انبہٹوی نے یوں لکھا ہے۔ تجربہ سے یہ امر ثابت ہوا
ہے۔ کہ جس مرید یا مستفید سے کسی وجہ سے حضرت سائیں صاحب کے دل میں کشیدگی واقع
ہوتی تھی۔ اس کی تمام کیفیات سلب ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ اس احقر نے تین چار خلیفوں کی یہ
حالت دیکھی۔ خلیفہ امیر اللہ شاہ صاحب حضرت کے خلیفہ اول بلکہ بقول شاہ صاحب مرحوم میں
ایک ہی تھے۔ آپ کی حرکات وسکنات حضرت سائیں صاحب کے مشابہ ہو گئی تھیں۔ رنگت میں
ذرا فرق تھا۔ ورنہ پیچھے سے چال ڈھال سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ شاہ صاحب قدس سرہ جا رہے
ہیں یا بیٹھے ہیں۔ خلیفہ صاحب کو نکاح کی ضرورت ہوئی۔ حضرت سائیں صاحب کے گھر میں
ایک عورت رہتی تھی۔ حضرات معتقدین نے اس عورت سے نکاح کی تجویز کر دی۔ دونوں راضی
رضا مند ہو گئے۔ طلب اجازت پر سائیں صاحب کو جب علم ہوا۔ آپ نے خلیفہ صاحب کو منع
کیا۔ مگر مسجد میں میانجیو عبدالرحیم صاحب جو آپ کے چچا پیر اور امام مسجد تھے انہوں نے اس امر
کو مناسب سمجھ کر پڑھا دیا۔ نکاح خواں یہ احقر تھا۔ مجھ کو اس قصہ کی خبر ہی نہ تھی۔ میں نے معمولی
امر سمجھ کر نکاح پڑھا دیا۔ شاہ صاحب اس نکاح کو معلوم کر کے گھبرا گئے۔ اور ناراض ہو گئے۔ مجھ
خبر ہوئی۔ تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ خفا ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ نکاح تو
کیا میانجیو صاحب نے کرایا۔ اور میں نے پڑھا۔ کوئی ناجائز کام تو نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا
مولوی! تجھ کو خبر نہیں۔ میں نے امیر اللہ شاہ کو اس جگہ نکاح کرنے سے منع کیا تھا۔ اس نادان نے
یہ نہ سمجھا کہ ہم جو شرعی نکاح سے منع کرنے والے ہیں۔ آخر اس ممانعت میں کوئی راز ہوگا۔ اس
نے پیر کے کہنے کا خیال نہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ میں دعا کر رہا ہوں۔ کہ اس کی نعمت اور
فیض اس کے پاس رہے۔ مگر دریا کے دریا فیض کے اس کی طرف سے ہماری طرف آ رہے ہیں
خدا کی مرضی۔ مولوی! میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ یہ عورت اس کے گھر میں نہ رہے گی۔ ادھر خلیفہ
امیر اللہ صاحب بالکل کورے ہو کر مکھیاں مارنے لگے۔ روئیں بلبلائیں۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر
بہت ہی عرض کیا۔ اور خلاف سنت وخلاف شرع غصہ ہونا بیان کیا۔ حضور نے معاف کر دیا۔ مگر دو

ماہ بلکہ زیادہ عرصہ میں خلیفہ صاحب اصل حالت پر آئے۔ اور اس عورت سے دو دن بھی اتفاق نہ
ہوا۔ مجبوراً علیحدگی ہوئی۔ حضرت کا نافرمان کبھی حضور سے خطا معاف کرائے بغیر مراد کو نہ پہنچتا
تھا۔ انتہیٰ بلفظہ۔

وصال مبارک:

جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ خلیفہ امیر اللہ شاہ صاحب دعا فرمایا
کرتے تھے۔ کہ الٰہی میری موت ماہ رمضان میں اور انبالہ میں زیر اقدام حضرت صاحب ہو۔ سو
الحمد آنکہ مولانا گوید ؎ مے دہد یزداں مراد متقی۔ آپ بیمار ہو کر بوڑیہ سے انبالہ آئے۔ اور
1310ھ میں بعد عصر تسبیح درود شریف یا سبحان اللہ پڑھتے تھے کہ حالت نزع شروع ہوئی۔ اور
پیر رات کے آٹھ بجے انتقال فرمایا۔ حضرت صاحب وقت پر حاضر تھے۔ جس وقت ان کے طائر
روح نے قفس تن کو چھوڑا۔ تو صدائے اللہ اللہ بلند ہو گئی تھی۔ انتہیٰ۔

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب نے ایک پوسٹ کارڈ میں یوں لکھا ہے۔ حضور کی
زبان مبارک سے 1894ء تک یہ یاد ہے۔ کہ حضور نے ایک مرتبہ عالم رؤیا میں دیکھا کہ آپ
کے ہاتھ پر ایک آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ امیر اللہ شاہ صاحب مرحوم بیمار تھے۔ حضرت نے مجھ
سے فرمایا۔ کہ مولوی! امیر اللہ اس مرتبہ تندرست نہ ہوگا۔ بلکہ واصل بحق ہوگا۔ پھر یہ معاملہ بیان
کر کے فرمایا۔ کہ مولوی! دراصل میرا تو خلیفہ ایک امیر اللہ شاہ ہی ہے۔ انتہیٰ۔ آپ کا مرقد
مبارک انبالہ ہی میں ہے۔

بعد وصال کرامت:

حاجی غلام محمد صاحب سجادہ نشین نے راقم الحروف سے ذکر کیا۔ کہ خلیفہ امیر اللہ شاہ
رحمۃ اللہ کے مزار مبارک کے متصل قاسم علی نمبردار انبالہ کی زمین ہے۔ نمبردار موصوف کا بیان ہے
کہ ایک دفعہ میں نے کچھ فاصلہ پر مزار مبارک کی طرف منہ کر کے پیشاب کر دیا۔ میں اسی وقت
اندھا ہو گیا۔ مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آخر کار میں نے نہایت عاجزی سے توبہ کی۔ تو بصارت
بحال ہو گئی۔ نمبردار مذکور اس وقت زندہ ہے۔

2۔ خلیفہ ہاشم شاہ صاحب

آپ ذات کے پٹھان۔ گندم رنگ۔ قد مائل بدرازی۔ ذاکر شاغل صاحب [illegible]
تھے۔ ان سے بھی صدہا لوگوں نے اللہ کا نام پوچھا اور بیعت کی۔ مگر سکوت اور استغراق خلیفہ [illegible]
اللہ شاہ جیسا نہ تھا مزاج ذرا جلال والا تھا۔ ان کا انتقال بھی میاں صاحب قبلہ کے روبرو ہوا۔ انا
لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔

3۔ خلیفہ الٰہی بخش صاحب

آپ ذات کے نجار تھے اور پیشہ نجاری کیا کرتے تھے۔ پہلے آپ کو سحر سیکھنے کا [illegible]
شوق تھا۔ حضرت صاحب کی صحبت کی برکت سے وہ شوق جاتا رہا۔ آپ کا اصلی نام اللہ دیا تھا۔
جب حضرت صاحب سے بیعت ہوئے۔ تو حضور نے تبدیل کر کے الٰہی بخش رکھا۔ آپ ان پڑھ
تھے۔ مگر متقی وصالح تھے۔ ذکر وشغل میں بہت مشغول رہتے تھے۔ حتیٰ کہ درود شریف ہر روز [illegible]
ہزار بار پڑھتے۔ خلیفہ عبداللہ شاہ نے جو میاں صاحب قبلہ کے پیر بھائی تھے آپ کے لیے خلافت
کی سفارش کی۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ یہ ذاکر شاغل اور مرتاض ہے۔ مگر فیض [illegible]
ابھی خلافت کے لائق نہیں۔ تیرے کہنے سے خلافت دیتا ہوں۔ اجازت کی برکت سے اللہ تعالیٰ
نے آپ کو نسبت وفیضان میں ترقی دی۔ بوجہ فنافی الشیخ آپ کی ظاہری صورت حضرت صاحب
سے بہت مشابہ ہو گئی تھی۔

آپ اکثر سیاحت میں رہا کرتے۔ اور مزارات سے استفاضہ کیا کرتے تھے۔ اس
طرح گجرات پنجاب میں پہنچ کر حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے خوب فیض حاصل کیا۔

اور صاحب تصرف ہو گئے۔ گجرات میں آپ سے بہت فیض ہوا۔ اور بہت لوگ آپ سے بیعت
ہوئے۔ پھر وہاں سے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور سے اجازت
حاصل کر کے حج کو گئے۔ اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں
واپس تشریف لائے۔

وصال مُبارک:

شاہ صاحب قبلہ کے وصال کے تھوڑے دنوں بعد آپ نے ایک دفعہ فصد لگوائی اور
حجام سے کہا کہ اگر خون نکلنے سے آرام ہوتا ہے۔ تو خوب گہرا نشتر لگاؤ۔ حجام نے ایسا ہی کیا۔ آپ
کے بازو پر ورم ہو گیا اور اسی میں وصال فرمایا۔ انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حسب بیان صاحب ذکر خیر آپ کا ایک عجیب وغریب قصہ ہے۔ کہ جس روز ان کا
وصال ہوا ہے۔ ایک صاحب کو ان کے مدفون ہونے کے بعد یہ حالت نظر آئی۔ کہ جب اُن کے
پاس منکر نکیر آئے ہیں۔ تو ان کو دیکھ کر بہت ہی بیتاب ہو گئے۔ بلکہ بیہوش ہو کر گر گئے۔ اتنے میں
حضرت شاہ صاحب کی روحانیت تشریف لائی۔ تو آپ کو ہوش آ گیا۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور زبان
سے کچھ نہیں کہا۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ کر کے فقط اتنا کہا کہ میں آپ کا
مرید ہوں۔ اور حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہاں میرا مرید ہے۔ اتنا کلام سن کر منکر
نکیر واپس چلے گئے اور خلیفہ پر آثار مغفرت کے ظاہر ہو گئے۔ اور درود خوانی میں مشغول
ہو گئے۔

4۔ مولوی محمد سلیمان صاحب سرسہ رانی

آپ ذات کے رائیں زمیندار ہیں۔ آپ کا وطن سرسہ اور رانیاں کے مابین موضع
[illegible]ن پور ہے جہاں آپ کی زمین اور سکونت ہے۔ آپ فقہ وحدیث میں کامل۔ ذاکر شاغل اور
عالم باعمل ہیں۔ حضرت میاں صاحب قبلہ کی خدمت بابرکت میں چھ ماہ اور کچھ روز رہے۔ پھر
اجازت وخلافت لے کر گھر چلے گئے۔ وہاں جا کر خلوت ومجاہدہ اختیار کیا۔ مدت تک نقاب پوش

رہے۔ پھر نقاب اتار دیا۔ اب تک زندہ ہیں۔ اور طالبان خدا کو ان سے فیض پہنچ رہا۔

5۔ حافظ سید سرفراز علی صاحب کاظمی

آپ کا وطن سکندر پور ضلع مین پوری ہے۔ آپ کو میاں صاحب قبلہ سے خلافت و اجازت ہے۔ علاوہ اس کے مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نور اللہ مرقدہ سے بھی اجازت ہے۔ بوجہ سید ہونے کے میاں صاحب ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔

6۔ حافظ عبد الرحمٰن صاحب قاری پانی پتی

آپ کو بھی میاں صاحب قبلہ سے اجازت و خلافت ہے۔ ایک روز میاں صاحب اپنے حلقہ میں فرمانے لگے۔ سراج الدین! دیکھ حافظ کی طرف کیسا فیض جاری ہے۔ آپ کو پہلے مولوی سید غوث علی شاہ صاحب سے بھی فیض ہوا ہے۔ میاں صاحب قبلہ کے وصال کے بعد خلافت آپ کو ملی۔ مگر فقراء کی ناراضی سے یہ اس منصب پر قائم نہ رہے۔

7۔ مولوی محمد صدیق صاحب پنجابی

آپ مردوجیہ۔ ذاکر شاغل۔ عالم باعمل تھے۔ پنجاب میں آپ سے فیض جاری ہوا اور بہت سے لوگ آپ سے مرید ہوئے۔

8۔ خاں صاحب حاجی مظفر علی خاں صاحب مراد آبادی

حاجی احمد شاہ عرف مظفر علی خاں 1272ھ میں حضرت حافظ حاجی محمود جالندھری قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ اور 1299ھ میں ان سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ بقول جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب دہلوی خاں صاحب موصوف کو اجازت و خلافت حضرت فرزند میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی ہے۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ آپ کی تعظیم کو کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور کھانا اپنے ہمراہ کھلایا کرتے تھے۔ ضلع حصار میں آپ کے بہت سے مریدین ہیں۔ آپ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سجادہ نشین بھی رہے ہیں۔ آپ نے اکانوے برس کی عمر میں بتاریخ 24 جمادی الاولےٰ 1338ھ مطابق 1920ء وصال فرمایا۔ مزار مبارک حصار میں ہے۔ میاں عبد الصمد خاں صاحب سجادہ نشین ہیں جو حضور صاحب کے لقب سے مشہور ہیں۔

کرامت:

خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ انسپکٹر پولیس تھے۔ آپ کی یہ کرامت عوام میں مشہور ہے کہ آپ کا گھوڑا بیگار کی گھاس نہ کھاتا تھا۔ اس کی نسبت قاضی فضل حق صاحب حال سب انسپکٹر حصار نے جو کچھ اپنے والد بزرگوار جناب مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر لودھیانہ کو اپنے خط مورخہ 21 اکتوبر 1935ء میں تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے۔ کہ میاں عبد الصمد خان صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ پیر عبد اللطیف صاحب پانی پتی (جو بعد میں انسپکٹر پولیس ہوئے۔ انبالہ سے پنشن لی اور فوت ہوگئے) کپتان صاحب کی پیشی میں تھے۔ کسی گاؤں میں خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی دورہ میں کپتان صاحب کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ جیسا کہ عام قاعدہ ہے بیگار میں گھاس آئی ہوئی تھی۔ وہ آپ کے گھوڑے کے آگے ڈال دی گئی۔ تو اس نے نہ کھائی۔ پیر جی صاحب کو خیال ہوا کہ شاید گھوڑا بیمار ہے۔ انہوں نے حضرت صاحب سے رپورٹ کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں اور پوچھا کہ یہ گھاس کہاں سے لائی گئی ہے۔ معلوم

ہونے پر آپ نے فوراً اس بنئے کو طلب فرمایا اور گھاس کی قیمت ادا کی۔ پھر فرمایا کہ اب ال
چنانچہ گھوڑا وہ گھاس کھانے لگ گیا۔ میاں عبدالصمد خاں صاحب نے اس ضمن میں مزید
ایک مرتبہ میرے سامنے علاقہ حصار کے بہت سے ہندو مل کر آئے اور خاں رحمۃ اللہ علیہ کو
دیکھتے ہی کہنے لگے۔ "وہ تو وہی ہے جس کے گھوڑے نے مفت کی گھاس نہیں کھائی تھی"
صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ حضور نے خود تو کبھی کوئی ایسی بات نہیں فرمائی تھی
بھی جاتا تھا۔ تو فرمایا کرتے تھے کہ یہاں لوگ یونہی اڑا دیا کرتے تھے۔

9۔ مولوی محبوب عالم صاحب گجراتی

آپ کا وطن موضع سید التحصیل پھالیہ ضلع گجرات پنجاب تھا۔ علوم دینیہ کی تحصیل ک
لیے آپ ہندوستان گئے۔ اور فارغ التحصیل ہو کر مدرسہ اسلامیہ کرنال میں مدرس مقرر ہو
حضرت صاحب کے فقر کا آوازہ سن کر کرنال سے حاضر خدمت ہوئے۔ اور بیعت ہو کر واپس
چلے گئے۔ پھر تین مہینے کے بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر انبالہ چلے آئے۔ یہاں آپ کے آ
پر مدرسہ تو کلیہ جاری ہوا۔ اور آپ گیارہ برس حضرت صاحب کی خدمت میں رہے۔ آپ
نواحی گجرات میں بہت فیض ہوا اور بہت سے لوگ مرید ہوئے۔ آپ نے حضرت صاحب
اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں کتاب ذکر خیر لکھی ہے۔ رمضان 1917ء میں آپ کا وصال ہوا

10۔ حکیم معزالدین صاحب دہلوی

آپ نے بارہ برس کی عمر میں حاجی دوست محمد قندھاری خلیفہ جناب شاہ احمد
صاحب مجددی دہلوی سے بیعت کی تھی۔ حضرت حاجی محمود جالندھری قدس سرہ سے فیض ال
مگر زیادہ فیض حضرت میاں صاحب قبلہ سے ہوا۔ آپ میاں صاحب علیہ الرحمۃ پر جان
قربان کرنے والے۔ ذاکر شاغل۔ رقیق القلب تھے۔ مزاج پر جلال غالب تھا۔ میاں صاحب

آپ کے حق میں فرمایا تھا کہ تجھے دین و دنیا دونوں ملیں گے۔ چنانچہ ابتداء میں آپ پر کچھ
ت تنگی معاش رہی۔ مگر آخر میں خوب ترقی ہوئی۔ ان کا مرقد انبالہ ہی میں ہے۔

11۔ حافظ قاری سید اکرام حسین صاحب نقوی کرنالی

آپ قاری خوش الحان اور پابند اوراد ہیں۔ حضرت میاں صاحب قبلہ نے اپنے مرض
وت میں آپ کو اللہ کا نام بتانے کی اجازت دی جیسا کہ خود آپ نے ہی اپنی کتاب کمالات
ل (کمال 71) میں لکھا ہے۔ انبالہ میں لوگ آپ سے مرید ہیں اور فیض جاری ہے۔

12۔ مولوی سراج الدین احمد فاروقی دہلوی

آپ نے اپنا حال خود اپنے قلم سے یوں تحریر فرمایا ہے:
اس خاکسار کو اجازت بیعت وکالتاً ہے۔ چنانچہ دہلی اور ٹھسکہ میرانجی میں اکثر زن و
ں نے اس خاکسار کے ہاتھ پر وکالتاً بیعت کی۔ اور ذکر و شغل وغیرہ کی تلقین کی اجازت اصالتاً
ہے۔ اس عاجز کو حضور نے پہلے عالم رؤیا میں 1872ء میں دہلی میں اور 1873ء میں لاہور
میں بیعت کیا۔ پھر عالم ظاہر میں انبالہ میں بیعت کیا۔ یہ بندہ مثل یوسف علی صاحب اور حکیم جی
(معزالدین) کے حضور میاں صاحب کا منظور نظر تھا۔ حضور اکثر میری گستاخی کو بھی معاف
کر دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس کی باتیں مستانہ ہیں۔ میاں صاحب کی حالت جلال میں
ب اٹھ کر بھاگ جاتے تھے۔ مگر بندہ بیٹھا رہتا تھا۔ عرصہ 25 سال سفر میں و حضر میں حضور کے
ہمراہ رہا۔ اور 1893ء سے بہ سبب ملازمت مدرسی تین سال کامل حضور انور سے توجہ لی۔
لطائف خمسہ ولایت صغریٰ اور موسوی و محمدی ولایت کا فیض بھی فقیر پر القاء کیا ہے۔ کوئی سردار یا
کی بات بندہ سے مخفی نہ کرتے تھے۔ اور میرے خواب کی بابت فرماتے کہ جو بات اولیاء کو
مراقبہ میں کھلتی ہے وہ اسے خواب میں کھلتی ہے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ حکیم معزالدین اور سراج

الدین فیض کی خوب کشش کرتے ہیں۔

میری بابت چند امور بطور بشارت کے فرمائے تھے۔ ان میں کچھ وقوع میں آ...
بعض کا امید وار ہوں اول تو فرمایا کہ ہماری روح تجھ سے خواب و بیداری میں ملا کرے گی...
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوئم فرمایا۔ کہ درود شریف جہر سے پڑھا کر۔ تجھ پر جذب وارد ہوگا...
اثناء درود خوانی میں بندہ کو کبھی کبھی جذب درقت ہوتی ہے۔ 1311ھ میں فرمایا۔ کہ مولوی...
نے اس وقت دیکھا۔ کہ تیرے ہاں کڑی منڈا (لڑکی لڑکا) سوہنا پیدا ہوا ہے اور تو کھلا...
اور فارغبالی دنیا کی از حد دیکھی۔ اور تیرے سر پر نور برستا دیکھا سو 1314ھ میں بندہ...
لڑکی اور 1315ھ میں لڑکا پیدا ہوا مگر گزر گیا۔ باقی اور بشارات کا امید وار ہے۔ انتہیٰ...
آپ کا سنہ وفات مجھے معلوم نہیں۔

13- میر یوسف علی شاہ صاحب دہلوی

آپ حضرت صاحب کے شیدائیوں میں سے تھے۔ حضرت صاحب نے بار...
کہ یوسف شاہ! تو لوگوں کو اللہ کا نام بتایا کرو۔ اور کرتہ اور لونگی بھی مرحمت فرمائی۔ اور...
انبالہ کے لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم یوسف شاہ کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ مگر آپ...
کسی کو بیعت نہ کرتے تھے۔ آپ خانقاہ شریف کے متولی تھے۔ اور ہر سال حضرت صاحب...
شریف نہایت عمدگی سے کراتے تھے۔

14- سائیں مغلی شاہ

آپ نے پہلے فوج میں بھرتی ہونے کی بہت کوشش کی۔ چنانچہ اسی غرض سے...
۔ ہانسی۔ بھرت پور۔ کانپور گئے۔ مگر سب جگہ سے ناکام واپس آئے۔ آخر انبالہ میں...
صاحب سے بیعت ہوئے۔ حضرت صاحب نے آپ کا نام تبدیل کر کے عبدالکریم رکھا۔...

حضرت صاحب کی خدمت ایسی کی ہے کہ شاید کوئی کرتا۔ حضرت صاحب بیت الخلا میں تشریف رکھتے ہیں۔ مغلی شاہ لوٹا لئے کھڑے ہیں۔ گھنٹے گزر گئے۔ پاؤں سوج گئے۔ زخم پڑ گئے۔ اور دل میں یہ خواہش کہ جو کام ہو وہ میں ہی کروں اور میاں صاحب مجھ سے ہی لیں۔

جناب مولوی حاجی سید ظہور الدین صاحب انبہٹوی نے آپ کا حال یوں تحریر فرمایا ہے
میاں مغلی شاہ خاص خادم تھے۔ استنجاء اور وضو کے لیے پانی لانا ذرا بدن دبانا ان کی خدمت تھی۔
... بھر جاگتے تھے۔ آپ کو حضور سے اس قدر محبت تھی کہ مسواک دماغ میں زور زور وسختی سے مار کر
... نکال لیتے تھے تا کہ آنکھ نہ لگ جائے۔ اللہ اکبر! مغلی شاہ جب آئے۔ تو بڑے زبردست لحیم
شحیم قد آور شخص تھے ایک دو مٹکا پانی کا باہر سے کنویں کا لاتے تھے جو معمولی آدمی سے ہلتا تک نہ
... آخر میں نحیف جثہ ہو گئے۔ آپ گھر کے زمیندار تھے۔ بہت مرتبہ گھر سے رشتہ دار بلانے کے
لئے آتے تھے۔ آپ جواب دے دیا کرتے تھے۔ کہ میں تو اسی در کا ہو لیا۔ تم جانو تمہارا کام۔
... حضور شاہ صاحب سے اجازت تھی کہ جب چاہو اپنے گھر جاؤ۔ مگر محبوب کی جدائی کب
گوارا ہو سکتی ہے۔ آخر اسی درِ محبوب پر دم دے دیا حضور کے بعد مغلی شاہ جانشین ہوئے۔ حج کیا
اور درِ محبوب کی خوب جاروب کشی کی۔ مجھ احقر سے محبت کرتے تھے۔ جب مجھ کو ملتے تھے۔
میرے ہاتھ بلکہ پاؤں تک چومنا چاہتے تھے۔ میرے باز رکھنے پر فرمایا کرتے تھے۔ کہ تیرے ہاتھ
کس طرح نہ چوموں۔ تو میرے محبوب کا پیارا ہے۔ آخری وقت تک حضور کے دربار میں خدمت
کر کے حضور کے در کے سامنے لیٹ گئے۔ اندر ہی آپ کا مزار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی بارش
برسائے۔ آمین۔ انتہیٰ بلفظہ۔

خلفاء مذکور بالا کے علاوہ حضرت میاں صاحب قبلہ کے اور بھی خلفاء ہیں۔ مثلاً محمد علی شاہ صاحب لانگری۔ مولوی عبدالرحیم شاہ صاحب مسکین۔ جعفر شاہ صاحب کملی پوش۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب پنجابی۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوری وغیرہ۔ ان تمام خلفاء میں سے اول مولوی سراج الدین صاحب پہلے آٹھ کو اجازت تامہ ہے۔ یعنی بیعت کرنے اور تعلیم وتلقین اذکار کی اجازت اصالتاً ہے۔ باقی سب کو بیعت کرنے کی اجازت وکالتاً اور تلقین اذکار کی اصالتاً ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولف کتاب

راقم الحروف علی گڑھ کالج سے ایم۔اے (عربی) کی ڈگری حاصل کر کے 1310ء
مطابق 1893ء میں چھاؤنی انبالہ میں ہندو محمدن سکول کا ہیڈ ماسٹر عارضی طور پر مقرر ہوگیا۔ اس
موقع کو غنیمت سمجھ کر بتعمیل ارشاد والد بزرگوار جو آستانہ جہانخیلاں شریف کے ارادتمندوں میں
تھے میں بغرض بیعت حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے
سے پہلے ہی دریافت کیا کہ تمہارے والد کس کے مرید ہیں۔ میں نے عرض کر دیا تو فرمایا کہ یہ
اپنا ہی گھر ہے۔ اور مجھے فوراً بیعت کرلیا۔ میں چھاؤنی سے حاضر ہوتا رہا۔ چند ماہ کے بعد بورڈ سکول
دہلی میں چلا گیا۔ جب وطن کو آتا۔ تو حاضر خدمت ہوتا۔ پھر 1896ء میں بورڈ کالج امرتسر
میں تبدیل ہوگیا۔ میں وہیں تھا کہ حضرت صاحب کا وصال ہوگیا۔ جب میں ملازمت سرکاری
سبکدوش ہوگیا تو حضرت خواجہ عبدالخالق ” نے بتقریب عرس حضرت شمس العرفان خواجہ قادر بخش
مجمع کثیر میں میری دستار بندی کی اور فرمایا کہ میں حضرت خواجہ توکل شاہ کی طرف سے ان کو خلافت
دیتا ہوں۔ راقم الحروف نے واقعہ میں حضرت شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے
خلافت دے دی؟ فرمایا کہ ہاں۔ اس طرح شیخنا العلامہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب
چشتی صابری نے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یہ ان بزرگوں کی
نوازی تھی۔ ورنہ یہ ننگ خلائق جس کی تمام عمر معصیت اور ہوا و ہوس میں گزری اس عنایت کا
مستحق نہ تھا۔ برادر عزیز چودھری محمد سلیمان صاحب کے اصرار پر یہ چند کلمے لکھ دیے ہیں۔
اس لائق کہاں کہ اکابر مشائخ کے ذیل میں اپنا نام لوں۔ اللہ تعالیٰ ریاء و عجب و کبر سے بچائے
خاتمہ بالایمان نصیب کرے۔



گیارھواں باب

علم تصوف کا بیان

تصوف وہ علم ہے۔ جس سے تزکیہ نفوس اور تزکیہ اخلاق اور تعمیر ظاہر و باطن کے
معلوم ہوتے ہیں۔ اس علم کی غایت وصول الی اللہ اور سعادت ابدی کا حاصل کرنا ہے۔

اقوال وصوفی:

تصوف وصوفی کے معنی میں بہت سے اقوال ہیں۔ استاد[1] ابو منصور عبدالقاہر بغدادی
(متوفی 429ھ) نے ان دونوں لفظوں کے معنی میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس میں صوفیہ
کرام کے ایک ہزار اقوال بہ ترتیب حروف معجم جمع کیے ہیں۔ رسالہ قشیریہ میں بھی بعض اقوال
نقل ہیں۔ جن کے ایراد کی اس مختصر میں گنجائش وضرورت نہیں۔

امام ابوالقاسم قشیری (متوفی 465ھ) نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے بعد افاضل مسلمین کے لیے ان کے زمانہ میں سوائے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی کوئی علامت ونشان نہ تھا۔ کیونکہ اس صحبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہ تھی۔ پس ان کو صحابہ
کہا گیا۔ دوسرا زمانہ جو آیا۔ تو صحابہ کرام کی صحبت سے فیض یابوں کو تابعین کہا گیا۔ اور اسے وہ
اعلیٰ علامت سمجھتے تھے۔ پھر تابعین کے بعد جو ہوئے۔ انہیں اتباع تابعین کہا گیا۔ بعد ازاں
اختلاف ہوگئے۔ اور مراتب ایک دوسرے سے جدا جدا ہوگئے۔ پس خواص کو جنہیں امر دین کی
بہت توجہ تھی زہاد اور عباد کہا گیا۔ پھر بدعتوں کا ظہور ہوا اور فرقوں میں تداعی پیدا ہوئی۔ ہر
فریق مدعی تھا کہ زہاد ہم میں ہیں۔ پس خواص اہل سنت جو اللہ تعالیٰ کی معیت کو ملحوظ رکھتے اور
دلوں کو غفلت کے حوادث سے محفوظ رکھتے تھے تصوف کے نام کے ساتھ منفرد ہوئے۔ اور

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج السبکی۔ ترجمہ ابو منصور عبدالقاہر بغدادی۔

ان کے اکابر کے لیے یہ نام 200ھ سے پہلے مشہور ہوگیا۔ انتہٰے۔ ابو ہاشم صوفی پہلے
ہیں۔ جن کو صوفی کہا گیا۔ ان سے پہلے کسی بزرگ کو اس نام سے نہیں پکارا گیا جیسا کہ
میں مذکور ہے۔

اصل تصوف:

تصوف کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں
ہے فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ (سورہ زمر) یعنی عبادت اخلاص کے ساتھ کرو۔ اس
کو حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ حدیث صحیح بخاری و
بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے۔ اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ
جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سوال
اسلام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب باصواب دیا۔ پھر دریافت
ایمان کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی جواب باصواب دیا۔ پھر
کہ احسان کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ ان تعبد اللہ
تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنی احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح
کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا۔ تو یہ سمجھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

دین اور اس کے کمال کی بنیاد:

اس کے تحت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں
ہے:

"جان لے کہ دین اور اس کے کمال کی بنیاد فقہ اور کلام اور تصوف پر ہے۔ اس
نے ان تینوں مقاموں کا بیان کردیا۔ اسلام اشارہ فقہ کی طرف ہے جو اعمال
شرعیہ کے بیان کا متکفل ہے۔ اور ایمان اشارہ اعتقادات کی طرف ہے۔
اصول کے مسائل ہیں۔ اور احسان اشارہ اصل تصوف کی طرف ہے۔ جس
خدا کی طرف صدق توجہ ہے۔ تصوف کے تمام معانی جن کی طرف مشائخ

نے اشارہ کیا ہے اسی معنے کی طرف راجع ہیں۔ فقہ و تصوف و کلام باہم لازم و ملزوم
ہیں۔ کہ ایک دوسرے کے بغیر ان میں سے کوئی کامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقہ بغیر تصوف
کے اور تصوف بغیر فقہ کے صورت پذیر نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ حکم الٰہی بغیر فقہ کے پہچانا
نہیں جاتا۔ اور فقہ بغیر تصوف کا کامل نہیں۔ کیونکہ عمل بغیر صدق توجہ کے تمام و کامل
نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں بغیر ایمان کے صحیح نہیں ہوتے جس طرح کہ روح وجسم ایک
دوسرے کے بغیر وجود کمال اختیار نہیں کرتے۔ اسی واسطے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا۔ کہ جو شخص صوفی بنا اور فقیہ نہ ہوا۔ وہ زندیق ہوگیا۔ اور جو فقیہ بنا اور صوفی نہ
ہوا۔ وہ فاسق ہوگیا۔ اور جو دونوں کا جامع ہوا۔ وہ بے شک محقق بن گیا۔ کمال
جامعیت یہی ہے۔ باقی سب کجروی و گمراہی ہے۔ اور توفیق اللہ کریم متعال سے
ہے۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

حفظت عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعائین فاما
احدھما فبثتہ فیکم واما الاخر فلو بثتہ قطع ھذا البلعوم
یعنی مجری الطعام.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن (علم کے) لئے۔ ان میں سے ایک کو تو میں
نے تمہارے درمیان پھیلا دیا۔ رہا دوسرا سو اگر میں اس کو ظاہر کردوں تو میرا گلا کاٹا جائے۔

دو قسم کے علوم:

اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو قسم کے علم کی طرف اشارہ
فرمایا ہے۔ ایک علم احکام و اخلاق جو خواص و عوام میں مشترک ہے۔ دوسرا علم اسرار جو باریکی
و پوشیدگی کے سبب سے اغیار سے محفوظ اور خواص علماء یعنی اہل عرفان سے مخصوص ہے۔ دوسری قسم
کے علم کے اظہار و افشاء سے ممانعت اس واسطے نہیں کہ وہ علم شریعت کے خلاف ہے۔ بلکہ وجہ یہ کہ
علم باطن کی وقت و پوشیدگی کے سبب سے عوام اسے سمجھ نہ سکیں گے اور قائل کو منکرات سے منسوب
کریں گے۔

حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

العلم علمان فعلم فی القلب فذلک العلم النافع وعلم علی اللسان فذلک حجة اللّٰہ عزوجل علی ابن ادم. رواہ الدارمی.

علم دو ہیں۔ایک علم ہے دل میں۔یہ علم نفع دینے والا ہے۔دوسرا علم ہے زبان پر۔یہ علم خدا کی حجت ہے آدمیوں پر (دارمی)۔

تدوین تصوف:

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جو اشخاص مسلمان ہو جاتے تھے۔وہ اول صحبت میں بقدر استعداد باطن نور ہدایت وکمالات ولایت سے منور ومملو ہو جاتے جیسا کہ آئینہ آفتاب کے مقابلہ میں ہوجاتا ہے۔بعد ازاں وہ بقدر حوصلہ واستعداد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف سے استفادہ علوم ظاہری کرتے تھے۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ریاضات (ہجرت۔جہاد مع الکفار۔بذل جان ومال۔قیام شب وروزہ دائم) کے سبب سے بے حد ترقی کر جاتے تھے۔کانوا رھباناً باللیل وقیاماً بالنھار ان کی شان میں آیا ہے غرضیکہ صحابہ کرام سب کے سب کمالات ظاہر وباطن کے جامع تھے۔اور ایسے مرتبہ پر تھے کہ امت میں کوئی اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔صحابہ کرام کے بعد قرن ثانی نے ان سے کسب کمال ظاہر وباطن کیا۔اور اسی طرح ان کی مصاحبت ومکالمت ونفوس شریفہ سے استفادہ کیا۔اسی طرح قرن ثالث میں وقوع میں آیا۔مگر صحابہ کرام کی صحبت کی تاثیر ایسی نہ تھی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تھی اسی طرح تابعین کی صحبت کی تاثیر صحابہ کرام کی محبت کی تاثیر کو نہ پہنچ سکی۔بعد ازاں صحبت کی تاثیر اور بھی کمزور ہوگئی۔دوسری صدی ہجری میں اکابر دین کی ایک جماعت (ائمہ مجتہدین) علوم ظاہری کی متکفل ہوئی۔اور انہوں نے احکام شرعیہ کے استنباط کے لیے قرآن وحدیث سے قواعد واصول مرتب کر کے علوم عقائد وفقہ کی تدوین کی۔اس کے بعد تیسری صدی ہجری میں اکابر دین کی دوسری جماعت نے بنا بر ضرورت علوم ظاہر سے بقدر ضرور پر [illegible] تھا اکتفاء کیا۔اور فرض کفایہ کو دوسروں پر چھوڑ کر اور اس میں ان کی تقلید قبول کر کے حقائق [illegible]

وکمالات باطن کے افادہ واستفادہ کے لیے کمر ہمت باندھی۔اور اس کے قواعد واصول منضبط کر کے علم تصوف وطریقت کی تدوین کی۔وہ قواعد بھی (مثلاً کم کھانا۔کم سونا۔عوام سے میل جول کم رکھنا۔ارباب قلوب زکیہ ونفوس مرضیہ کی صحبت میں رہنا۔کثرت سے ذکر کرنا۔خلق سے ادر رہنا۔سنت کا اتباع کرنا۔بدعت کا ترک کرنا۔مشتبہات سے پرہیز کرنا۔لایعنی کا ترک کرنا وغیرہ) شرع سے مستنبط اور احادیث سے ثابت[1] تھے۔

صوفیہ کرام میں سے حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ (متوفی **245**ھ) پہلے صوفی ہیں۔جنہوں نے سب سے پہلے مصر میں ترتیب احوال ومقامات اہل ولایت میں کلام کیا۔اور حضرت ذوالنون قدس سرہ کے تلامذہ میں سے حضرت ابوسعید خراز بغدادی (متوفی **279**ھ) پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے فناء وبقاء میں تکلم کیا۔اور حضرت ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی قدس سرہ (متوفی **289**ھ) پہلے صوفی ہیں۔جنہوں نے بغداد میں مذاہب صوفیہ میں کلام کیا۔

شرف علم باطن وعلمائے باطن:

علم باطن کا شرف حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ سے ظاہر ہے۔جہاں آپ حضرت خضر علیہ السلام سے فرماتے ہیں۔[2] ھَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (سورہ کہف۔ع ۹) اس سے پایا جاتا ہے کہ علم شریعت کی طرح علم حقیقت کی طلب بھی واجب ہے۔ایجاد انسان سے مقصود معرفت الٰہی ہے۔ایمان حقیقی اسی معرفت سے وابستہ ہے۔یہ معرفت اہل باطن کی خدمت میں حاصل ہوسکتی ہے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ باوجود علم واجتہاد کے اس معرفت کے حاصل کرنے کے لیے حضرت بشر حافی قدس سرہ کے ہمرکاب چلا کرتے تھے۔لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔تو جواب دیا کہ ان کو خدا کی معرفت مجھ سے زیادہ ہے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ انسان کے بدن میں ایک پارۂ گوشت ہے۔اگر وہ درست ہو۔تو تمام بدن درست ہے۔اور اگر وہ فاسد ہو۔تو تمام بدن فاسد ہے۔یہ پارہ گوشت

---

1. التقط از مکتوبات حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔
2. کیا میں تیرے ساتھ رہوں بشرطیکہ تو سکھادے۔مجھ کو اس چیز سے جو تجھ کو سکھائی ہے بھلی راہ۔

قلب ہے۔ صلاح جسے صوفیہ کرام فناء قلب سے تعبیر کرتے ہیں علمائے باطن ہی کو حاصل ہے۔

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

’’عہد اسلام میں ہر زمانے میں اس گروہ کے شیوخ میں سے ایک شیخ صاحب علم توحید و امامت قوم گزارا ہے۔ جس کے آگے اس وقت کے ائمہ وعلماء نے سر تسلیم و تواضع خم کیا ہے اور اس سے برکت حاصل کی ہے۔ اگر ان میں کوئی فضیلت وخصوصیت نہ ہوتی۔ تو معاملہ برعکس ہوتا۔ ایک روز امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۲ ربیع الاول 241ھ) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی آخر رجب 204ھ) کے پاس تھے۔ حضرت شیبان راعی قدس سرہ تشریف لائے۔ امام احمد نے کہا۔ اے ابوعبید اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اس راعی کو اس کے علم کے نقصان پر آگاہ کروں۔ تاکہ یہ بعض علوم کی تحصیل میں مشغول ہو جائے۔ امام شافعیؒ نے کہا ایسا نہ کیجیے۔ مگر وہ باز نہ رہے۔ اور شیبان سے کہنے لگے۔ کہ آپ اس شخص کی نسبت کیا فرماتے ہیں جو دن رات کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز بھول جائے۔ اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کونسی نماز بھولا ہے۔ اے شیبان! اس پر کیا واجب ہے؟ شیبان نے کہا۔ اے احمد! ایسے شخص کا دل اللہ تعالیٰ سے غافل ہے۔ واجب یہ ہے کہ اس کو تادیب کی جائے تاکہ وہ پھر اپنے مولا سے غافل نہ ہو۔ یہ سن کر امام احمد بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو امام شافعیؒ نے ان سے کہا کیا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ ان کو نہ چھیڑیے حضرت شیبان اُمی تھے جب ان میں سے ایک امی ایسا ہے۔ تو ائمہ صوفیہ کا کیا حال ہوگا۔

منقول ہے کہ اکابر فقہاء میں سے ایک فقیہ ابوعمران نام کا حلقہ جامع منصور میں حضرت شبلی قدس سرہ (متوفی 334ھ) کے حلقہ کے پہلو میں تھا۔ حضرت شبلی قدس سرہ کے کلام کے سبب سے ان کا حلقہ بیکار رہتا۔ ایک روز ابوعمران کے اصحاب نے حضرت شبلی قدس سرہ کو شرمندہ کرنے کے ارادے سے ان سے حیض کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت شبلیؒ نے اس مسئلہ میں لوگوں کے اقوال اور اختلاف بیان کیے۔ جب ابوعمران نے آپ کی تقریر سنی۔ تو اُٹھ کر آپ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا۔ اے ابوبکر! آپ نے اس مسئلہ میں دس اقوال بتائے ہیں۔ جو میں نے نہ سنے تھے۔ تمام اقوال جو آپ نے بیان کیے ہیں ان میں سے تین قول مجھے معلوم تھے۔ کہا گیا ہے کہ

فقیہ ابوالعباس بن عمر بن سریج (متوفی 306ھ) حضرت جنید بغدادی قدس سرہ (متوفی شوال 289ھ) کی مجلس سے گذرا اور ان کا کلام سنا۔ فقیہ موصوف سے پوچھا گیا۔ کہ آپ اس کلام کی نسبت کیا رائے۔ کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ان کا کلام میں نہیں سمجھتا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس کلام میں وہ رعب وہیبت ہے جو کاذب ومتکبر کے کلام میں نہیں ہوتی۔‘‘

امام عبدالوہاب شعرانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں۔ کہ امام احمد بن حنبل کی مجلس میں جب کبھی کلام صوفیہ کا ذکر آتا۔ تو آپ حضرت ابوحمزہ بغدادی قدس سرہ (متوفی ۲۸۹ھ) سے فرماتے۔ ما تقول فی ھذا یا صوفی۔ اے صوفی! آپ اس میں کیا فرماتے ہیں۔ امام موصوف اپنے صاحبزادے سے فرمایا کرتے تھے۔ بیٹا! صوفیہ وقت کی صحبت میں رہا کرو۔ کیونکہ وہ اخلاص میں ایسے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں تمہاری رسائی نہیں۔‘

شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا انصاری (متوفی ذی الحجہ 926ھ) فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس فقیہ کو صوفیہ کرام کے احوال واصطلاحات کا علم نہ ہو۔ وہ خشک روٹی کی طرح ہے جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام (متوفی 10 جمادی الاولیٰ 660ھ) طریق صوفیہ کے منکر تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ کیا کتاب وسنت کے سوا کوئی اور طریق موصل الی اللہ ہے؟ جب آپ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ تو طریقہ صوفیہ کرام کو تسلیم کیا اور فرمایا۔ گروہ صوفیہ دین کی بڑی بنیاد پر قائم ہیں۔ اس کی ایک بڑی دلیل وہ کرامات وخوارق ہیں جو ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اس قسم کی کوئی شے بھی کسی فقیہ کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوئی بجز اس صورت کے کہ ان کے طریق کا اتباع کرے۔ انتہیٰ۔

شیخ الاسلام تاج سبکی (متوفی 771ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب ابوالعباس مرسی قدس سرہ (متوفی 686ھ) اسکندریہ سے قاہرہ میں آئے۔ تو ایک روز شیخ عزالدین کی مجلس میں حاضر ہوئے جہاں رسالہ قشیریہ پڑھا جاتا تھا۔ شیخ عزالدین نے ابوالعباس سے کہا کہ اس فصل پر کلام کیجیے۔ پس ابوالعباس کلام کرنے لگے۔ شیخ عزالدین حلقہ میں پھر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ کہ اس کلام کو سنو جو ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا ہے۔

ضرورت شیخ کامل مکمل:

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ۔ ع ۶)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

صاحب تفسیر روح البیان اس آیت کے تحت میں عربی میں یہ مضمون تحریر فرماتے ہیں

"جان لے کہ اس آیہ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے کے حکم کی صراحت ہے۔ وسیلہ کا ہونا بے شک ضروری ہے۔ کیونکہ وصول الی اللہ وسیلہ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ وسیلہ علماء حقیقت ومشائخ طریقت ہیں۔ حافظ فرماتے ہیں۔

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن ظلمات است بترس از خطر گمراہی

نفس کے موافق عمل کرنا نفس کے وجود کو زیادہ کردیتا ہے۔ مگر مرشد کے اشارہ اور انبیاء واولیاء کی دلالت کے موافق عمل کرنا نفس کو وجود سے چھڑاتا ہے اور حجاب اٹھادیتا ہے اور طالب کو رب الارباب تک پہنچادیتا ہے۔"

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ قول جمیل میں فرمایا۔ کہ ہم نے اپنے جد امجد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ہمعصر ایک عالم سے بیعت کے سنت یا بدعت ہونے میں گفتگو کی۔ جد امجد نے بیعت کی مشروعیت کے واسطے اس آیت سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیجئے۔ اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور عمل صالح [illegible] نہیں ہوسکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے۔ کیونکہ تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے۔ اور اس واسطے کہ عطف کا قاعدہ مغایرت بین المعطوف علیہ کا مقتضی ہے۔ اسی طرح [illegible] بھی مراد نہیں ہوسکتا بدلیل مذکور یعنی تقویٰ میں داخل ہے۔ پس متعین ہوگیا کہ وسیلہ ارادت و بیعت مرشد کی ہے۔ پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے ذکر اور فکر میں۔ تاکہ اللہ

حاصل ہو کہ عبارت ہے وصول ذات پاک سے واللہ اعلم۔ (القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص ۴۸)

صادقین:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (سورہ توبہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے تحت میں ہے۔

"صادقین وہ لوگ ہیں۔ جو وصول الی اللہ کے طریق کے رہنما ہیں۔ جب سالک ان کے دوستوں میں شامل ہوجاتا ہے۔ اور ان کے آستانوں کے خادموں کے زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ تو ان کی محبت وتربیت وقوت ولایت سے سیر الی اللہ اور ترک ماسوا کے مراتب تک پہنچ جاتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو اپنے افعال کو کسی دوسرے کی مراد کے موافق نہ کرے گا۔ تو ہوا وخواہش نفسانی سے تو رہائی نہ پائے گا اگرچہ تمام عمر اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا رہے۔ جب تجھے ایسا بزرگ مل جائے جس کی تعظیم وحرمت تو اپنے نفس میں پائے۔ تو اس کا خادم بن جا اور ایسا ہوجا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے تجھ میں تصرف کرے۔ تجھے اپنی ذات میں اس کے سامنے کوئی تدبیر واختیار نہ ہو۔ تو اس سعادت کی زندگی بسر کر اور اس کے اوامر ونواہی کی تعمیل کے لیے تیار رہ اگر وہ تجھے کسی کسب کا حکم دے۔ تو اس کے حکم سے کسب کر نہ کہ اپنی نفسانی خواہش سے۔ کیونکہ وہ تیری مصلحتوں کو تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ پس اے فرزند! پیر کی تلاش میں کوشش کر جو تیرا رہنما بنے اور تیرے خواطر کی نگہبانی کرے۔ تاکہ تیری ذات وجود الٰہی سے کامل ہوجائے۔ اور اس وقت تو وجود کشفی اعتصامی سے اپنے نفس کی تدبیر کرے۔ شیخ اکبر یعنی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 638ھ) نے اپنی کتاب مواقع النجوم ومطالع اہل الاسرار والعلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔"

علوم باطنی کی تحصیل:

علم عقائد وفقہ کی تحصیل کے لیے علمائے ظاہر کی ضرورت ہے۔ اسی طرح علم [illegible]
تحصیل کے لیے علمائے باطن کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص اپنے امراض باطن کا علاج [illegible]
شیخ کے بغیر نہیں کر سکتا خواہ اسے اخلاق و وعظ کی ہزاروں کتابیں یاد ہوں۔ ایسا عالم اگر مرشد
کے بغیر اس راستہ میں قدم رکھے۔ تو اس کا حال ایسا ہے کہ کسی نے طب کی کتابیں یاد کر [illegible]
مطلب میں بیٹھ کر تجربہ نہ کیا۔ اس کو اگر کوئی تدریس کرتے سنے گا۔ تو سمجھے گا کہ بڑا طبیب [illegible]
جب کسی مریض کو اس کے سامنے لا کر تشخیص مرض اور اس کا علاج دریافت کرے گا۔ [illegible]
بڑا جاہل ہے۔ عارف رومی یوں فرماتے ہیں۔

نفس را نکشد بغیر از ظل پیر ــــ دامنِ آں نفس کش محکم بگیر

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کا کوئی استاد نہ ہو [illegible]
اس کا امام ہے۔ استاد ابو علی دقاق قدس سرہ کا ارشاد ہے۔ کہ جس درخت کو کوئی نہ لگائے [illegible]
بخود اگ آئے۔ اس کے پتے تو نکل آتے ہیں۔ مگر وہ پھل نہیں دیتا۔ اسی طرح مرید کا [illegible]
استاد نہ ہو جس سے وہ دمبدم طریقہ اخذ کرے۔ تو وہ اپنی آرزو کا عابد ہوتا ہے جو پوری [illegible]
(رسالہ قشیریہ)۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ کہ وصول الی اللہ کے لیے مرشد کامل کا ہونا ضروری ہے۔ مولانا روم
فرماتے ہیں۔

ہیچکس از نزد خود چیزے نشد ــــ ہیچ آہن خنجرے تیزے نشد
ہیچ حلوائی نشد استادِ کار ــــ تا کہ شاگرد شکر ریزے نشد
مولوی ہرگز نشد مولائے روم ــــ تا غلامِ شمس تبریزے نشد

ان ابیات کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہے کو [illegible]
خواہ کتنا ہی اعلیٰ قسم کا ہو۔ مگر لوہار کی محنت کے بغیر تلوار نہیں بن سکتا۔ مٹھائی کو لیجیے۔ وہ بھی [illegible]

[آ]دمی کے بغیر نہیں بنا سکتے۔ اگر چہ اس کے اجزاء معلوم ہوں۔ جب دنیا کے ایسے ایسے کاموں
[میں] استاد کی ضرورت ہے۔ تو اس خاکی پتلے کو اوج کمال پر پہنچانے کے لیے بطریق اولیٰ مرشد
[کی] ضرورت ہونی چاہیے۔ مولوی جلال الدین رومی کو دیکھیے۔ جب وہ شمس تبریز کے غلام و مرید
[بن] گئے تو مولائے روم کہلانے کے مستحق ہو گئے۔

[پیر] کامل کی نشانی:

واضح رہے کہ پیر پکڑنے میں بڑی احتیاط درکار ہے۔ پیر کامل مکمل کی شناخت آسان
[نہیں]۔ مولانا روم (متوفی 670ھ) فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ــــ پس بہر دستے نباید داد دست

پیر ایسا متقی سنت کا متبع اور بدعت سے بچنے والا ہو کہ اس کی صحبت میں اور اس کے
دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ اور ماسوا سے دل سرد ہو جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔[1] خیار
عباد اللہ الذین اذا رأوا ذکر اللہ۔ یعنی خدا کے سب سے نیک بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر
خدا یاد آتا ہے۔

میرے پیر دستگیر روحی وقلبی فداہ سے کسی نے کامل کی نشانی دریافت کی۔ آپ نے فرمایا
کہ کامل کی نشانی یہ ہے۔ کہ کوئی شخص محبت سے دو تین روز اس کی صحبت میں بیٹھے۔ تو دنیا کی طرف
سے اس کا دل ہٹ جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور نام خدا
کی لذت سے آنے لگے۔ اور وہ کامل ظاہر شریعت کا پابند بھی ہو۔ انتہیٰ۔ اگر ایسا شیخ مل جائے۔ تو
موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ اور اپنے تئیں اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔ کیونکہ بیعت کرنا سنت
ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک
پر بیعت کی تھی۔ صوفیہ کرام نے اسی سنت کو جاری رکھا ہے۔

امام[2] عبدالکریم رازی (متوفی 523ھ) فرماتے ہیں۔ کہ فقہاء وصوفیہ کی علیحدہ
علیحدہ شرط ہے۔ فقیہ کے لیے جائز ہے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے اور یوں کہے کہ یہ امر کس

---

1. مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الآداب۔ باب حفظ اللسان الغیبة والشتم۔
2. طبقات الشافعیة الکبریٰ للتاج السبکی۔ ترجمہ امام عبدالکریم رازی۔

واسطے ہے۔ مگر صوفی کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ پر کبھی اعتراض نہ کرے۔ اور ایسا ہو جائے
کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ایسے مولانا روم فرماتے ہیں۔

چوں گرفتی پیر ہم تسلیم شو ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

پیر و مرید کے آداب اس کتاب میں پہلے آچکے ہیں۔ ان کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں

***

دواں باب

اس باب میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل

طریقہ نقشبندیہ کے القاب وفضیلت کا بیان

یہ طریقہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیخ بایزید بسطامی تک اسے صدیقیہ کہتے ہیں۔ اور بایزید بسطامی سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی تک طیفوریہ اور خواجہ عبدالخالق سے خواجہ بہاءالدین نقشبند سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اور حضرت مجدد الف ثانی تک نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اور حضرت مجددؒ کے زمانہ سے نقشبندیہ مجددیہ کہلاتا ہے۔

طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت:

انسان پر لازم ہے کہ اپنے مولا کریم جل جلالہ وعم نوالہ کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اخلاص کا حکم دیا ہے۔ جسے حدیث جبرئیلؑ میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ دوام عبودیت یا دوام آگاہی فناء ومحبت ذاتیہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے صوفیہ کرام نے فناء ومحبت ذاتیہ کی تحصیل کے لیے مختلف طریقے بیان کیے ہیں۔ جن میں طریقہ نقشبندیہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طریقہ عالیہ کا مدار متابعت سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب پر ہے۔ اور اوراد و اذکار بھی اگر ہیں تو وہی جو ماثورہ ہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بھی اکمل الاکملین ہیں۔ ظاہر و باطن اور صفات جبلی و کسبی میں اور علم

اعتقاد و عمل اور عبادات و عادات و معاملات میں جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے
زیادہ مشابہت پیدا کرے گا۔ اسے اسی قدر کامل جاننا چاہیے اور جو شخص مشابہت میں ان
میں سے کسی چیز میں قاصر ہے۔ اس کو اسی قدر ناقص سمجھنا چاہیے۔ کمال اتباع سنت جو
نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے۔ اس کے سبب سے وہ دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں۔
متابعت کی وجہ سے یہی کمال مشابہت ان کی افضلیت کی دلیل ہے۔ وہ عمل بر
المقدور ہاتھ سے نہیں دیتے اور رخصت پر عمل تجویز نہیں کرتے۔ وہ احوال و مواجید کو
کے تابع رکھتے ہیں۔ اور اذواق و معارف کو علوم دینیہ کے خادم سمجھ کر جواہر نفیسہ شرعیہ کے
وجد و حال کے جوز و مویز کو نہیں لیتے۔ اور صوفیہ کے ترہات پر مغرور نہیں ہوتے۔ اسی
وقت و حال دوام و استمرار پر ہے۔ نقش ماسوا ان کے دل اس طرح محو ہو جاتا ہے کہ اگر
ماسوا کے حاضر کرنے میں تکلف کریں تو حاضر نہ ہو سکے۔ وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے
برق کے ہے ان بزرگوں کے لیے دائمی ہے۔ وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان کے
اعتبار سے ساقط ہے۔ [1] رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ان کی

خواجہ نقشبند کی دُعا:

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی
ایسا طریقہ عطا فرمایا جائے۔ جو اقرب طرق اور البتہ موصل ہو۔ اللہ جل شانہ نے
دعا قبول فرمائی۔ اور ان کو سلوک پر جذبہ کی تقدیم کا الہام ہوا۔ دوسرے طریقوں میں
جذبہ پر مقدم کرتے ہیں۔ یعنی پیر کامل اپنے مرید کو پہلے ریاضات (اربعین و بیداری
وغیرہ) کا حکم دیتا ہے۔ اور ان ریاضتوں سے مرید کے عناصر و نفس کو مصفا کرتا ہے۔
اپنے نفس و عناصر کی طہارت اپنے سے باہر عالم مثال میں دیکھتا ہے۔ مثلاً ستارہ یا ہلال
یا بدر کامل یا آفتاب۔ تو اس وقت شیخ اس مرید کو فناء و تصفیہ نفس و عناصر کی بشارت
سلوک کہتے ہیں۔ اور اس سیر کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ کیونکہ طالب اپنے سے خارج عالم
میں جو منجملہ آفاق ہے اپنے احوال و انوار دیکھتا ہے۔ اس کے بعد شیخ محض اپنی توجہ

[1] وہ مرد کہ غافل نہیں کرتی ان کو سوداگری اور نہ خرید و فروخت خدا کی یاد سے (سورہ نور۔ ع ۵)

عالم امر کے تزکیہ میں مشغول ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ فناء بقا حاصل کرتے ہیں۔ اسے
کہتے ہیں۔ اور اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس سیر میں طالب جو کچھ (استتارت و
وصول باصل وفناء) دیکھتا ہے اپنے اندر دیکھتا ہے۔ بنابر توجیہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس
سیر انفسی اسی واسطے کہتے ہیں۔ کہ نفس اسماء و صفات باری تعالیٰ کے ظلال و عکوس کے آئینے
ہیں نہ یہ کہ سالک کی سیر نفس میں ہوتی ہے۔ یہاں حقیقت میں ظلال اسماء کی سیر ہے
کے آئینوں میں۔ طریقہ نقشبندیہ میں جذبہ کو سلوک پر مقدم کرتے ہیں۔ اور ابتداء لطائف
سے کرتے ہیں۔ سلوک جذبہ کے ضمن میں اور سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طے
ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی توضیح و تشریح یوں فرماتے ہیں۔ کہ سیر و سلوک
تصفیہ سے مقصود نفس کا اخلاق رویہ اور اوصاف رذیلہ سے پاک کرنا ہے۔ انفس کی گرفتاری
نفس کا حصول سب سے بڑی برائی ہے۔ آفاق کی گرفتاری نفس کی گرفتاری کے سبب
ہے۔ کیونکہ جس چیز کو کوئی شخص دوست رکھتا ہے اپنی دوستی کے سبب سے دوست رکھتا ہے۔
اگر فرزند و مال کو دوست رکھتا ہے۔ تو اپنے فائدے کے لیے دوست رکھتا ہے۔ چونکہ سیر انفسی
[illegible] خدا تعالیٰ کے غلبہ کے سبب سے اپنی دوستی زائل ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس کے ضمن میں
[illegible] و مال کی دوستی بھی زائل ہو جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اپنی ذات کی گرفتاری کے دور
[illegible] سے دوسروں کی گرفتاری بھی دور ہو جاتی ہے۔ اس طرح سیر انفسی کے ضمن میں سیر آفاقی
[illegible] ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں سیر انفسی و سیر آفاقی کے معنی بھی بلا تکلف درست رہتے
کیونکہ حقیقت میں سیر انفس میں بھی ہے اور آفاق میں بھی۔ انفس کے تعلقات کا قطع بتدریج
[illegible] میں سیر ہے۔ اور آفاق کے تعلقات کا قطع جو سیر انفسی کے ضمن میں ہوتا ہے آفاق میں سیر
[illegible] مشائخ نے جو ان دونوں کے معنی بیان کیے ہیں ان میں تکلف ہے۔ پس طریقہ نقشبندیہ
[illegible] اقرب ہوا۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں کی ہدایت میں
[illegible] ہے۔

[illegible] کے رُکن:

واضح رہے کہ سیر انفسی و سیر آفاقی دونوں ولایت کے رکن ہیں۔ شہود انفسی کو کمال

بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے سے باہر شہود ویافت نہیں۔ مگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلوب جو بیچون وبچگون ہے آفاق وانفس سے باہر ہے۔ آفاق وانفس کے آئینوں میں اس کی ذات اور اسماء وصفات کی گنجائش نہیں۔ ان میں جو ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ظلال اسماء وصفات ہیں بلکہ اسماء وصفات کی ظلیت بھی ان دونوں سے باہر ہے۔ چونکہ آفاق وانفس سلوک وجذب سے باہر ولایت اولیاء کا گزرگاہ نہیں۔ اس لیے اکابر نقشبندیہ نے بھی آفاق وانفس اور سلوک وجذب سے باہر کی خبر نہیں دی ہے اور کمالات ولایت کے مطابق فرمادیا ہے کہ اہل اللہ فناء وبقاء کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے میں دیکھتے ہیں۔ اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ مگر الحمدللہ کہ ان بزرگوں نے اگرچہ انفس سے باہر کی خبر نہیں دی۔ مگر وہ گرفتار انفس بھی نہیں۔ وہ انفس کو بھی آفاق کی طرح لا کے تحت میں لا کر اس کی نفی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کا ارشاد ہے۔ کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے۔ حقیقت کلمہ لاؔ سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔

نقش بند ندولے بند بہر نقش نیند   ہردم از بو العجبی نقش دگر پیش آرند
نقشبندانے ولیک از نقش پاک   نقش ماہم گرچہ پاک از لوح خاک

وسیلہ کا قوی ہونا:

طریقہ نقشبندیہ کے اقرب طرق ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ طریقہ نقشبندیہ کا وسیلہ حضور سرور انبیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی جناب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ وسیلہ جس قدر زیادہ قوی ہوگا۔ راہ وصول اقرب ہوگی اور قطع منازل بہت جلدی ہو جائے گا۔ وہ جو اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی عبارت میں واقع ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بلند وبالا ہے بالکل درست ہے۔ کیونکہ ان کی نسبت (یعنی حضور یا دوام آگاہی) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت جو پیغمبروں کے بعد افضل البشر ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آگاہی یقیناً سب آگاہیوں سے اعلیٰ ہے۔

یہ طریق البتہ موصول ہے۔ عدم وصول کا احتمال یہاں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اس [illegible]

[illegible] قدم جذبہ ہے جو وصول کی دہلیز ہے۔ سالک کے وصول کا مانع یا جذب محض ہے جس میں سلوک نہ ہو یا سلوک محض بغیر جذبہ کے۔ یہ دونوں مانع نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ اس طریق میں سلوک خالص ہے۔ نہ جذب محض۔ بلکہ جذبہ ہے متضمن سلوک۔ لہٰذا اس طریقہ عالیہ میں وصول کا سد راہ سوائے طالب کی سستی کے اور کوئی چیز نہیں۔ طالب صادق اگر پیر کامل کی صحبت میں رہے اور شرائط طلب جو اکابر سلسلہ نے قرار دی ہیں بجالائے۔ تو امید ہے کہ البتہ واصل ہوگا۔ اگر پیر ناقص سے کسی کا پالا پڑ جائے۔ تو چونکہ وہ خود واصل نہیں۔ دوسرے کو کیسے واصل بنا سکتا ہے۔ اس صورت میں طریق کا کیا قصور ہے۔

حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سلسلہ عالیہ کی تاریخ میں ایک نیا دور پیدا کر دیا ہے۔ ولایت کبریٰ کے اوپر کے تمام مقامات آپ ہی پر منکشف ہوئے ہیں اور آپ کے علوم ومعارف جدیدہ پر شریعت کی مہر تصدیق ہے۔ چنانچہ آپ مکتوب **260** جلد اول میں اپنا طریق بیان کر کے یوں لکھتے ہیں:

"یہ ہے بیان اس طریق کا ہدایت سے نہایت تک۔ جس کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز فرمایا ہے۔ اس طریق کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جو متضمن اندراج نہایت در بدایت ہے۔ اس بنیاد پر عمارتیں اور محل بنائے گئے۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی۔ تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔ بخارا اور سمرقند سے بیج زمین ہند میں جس کا مایہ خاک یثرب وبطحاء سے ہے بویا گیا۔ اور اس کو سالوں آب فضل سے سیراب رکھا گیا۔ اور تربیت سے پرورش کیا گیا۔ جب وہ کھیتی کمال کو پہنچی۔ تو یہ علوم ومعارف پھل لائی۔"

اور ایک مکتوب (مکتوب **281**۔ دفتر اول) میں آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اس طریق میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں کے سات قدم سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو بطریق تبعیت ووراثت کمالات نبوت کی طرف کھلتا ہے اس طریق عالی سے مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی نہایت کمالات ولایت کی نہایت تک ہے۔ وہاں سے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ کھلا نہیں۔"

مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نے کیا خوب فرمایا ہے:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند　　برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

از دلِ سالکِ رہ جاذبہ صحبت شاں　　ے بردو سوسہ خلوت وفکر چلہ را

قاصرے گر کند ایں طائفہ راطعن قصور　　حاش للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند　　روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

دوسری فصل

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا بیان

سادات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وصول الی اللہ کے طریقے چار ہیں۔ ان کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(1) شیخ کامل مکمل کی صحبت

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اول صحبت میں وہ کمال حاصل کیا۔ جو اولیائے امت میں سے کسی کو انتہاء میں بھی حاصل نہیں ہوا۔ آفتاب رسالت بابی ہو وامی کے ایک ہی پرتو سے ان کے لطائف سے کدورتوں کے پردے دور ہو کر وصل بیچوں حاصل ہو گیا۔ اسی طریق انعکاس کو حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ ان کا طریق عین طریق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ اس میں افادہ و استفادہ انصباغی وانعکاسی ہے۔ یعنی سالکین کے دل صحبت کی برکت سے واصلین کے دلوں کے معارف کے انوار سے رنگے جاتے ہیں۔ اور واصلین کے دلوں کے آئینوں سے انوار الٰہیہ طالبوں کے دلوں کے آئینوں کی طرف منعکس ہوتی ہیں۔ پس شیخ کامل مکمل کی صحبت وتوجہ انعکاس و انصباغ کے لیے کافی ہے۔ مگر اس کے ساتھ آداب صحبت کی رعایت ضروری ہے۔ مثلاً تمام حرکات

سکنات اور عبادات وعادات ومعاملات میں سنت سنیہ کا کمال اتباع کرنا۔ پیر سے نہایت محبت رکھنا۔ ظاہر وباطن میں اس کی فرمانبرداری کرنا۔ اس کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔ اور اپنے تئیں اس طرح اس کے حوالہ کرنا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ میرے پیر دستگیر قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ وصول الی اللہ کے لئے چلوں کی نسبت توجہ کا راستہ بہت ہی قریب ہے۔

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دیں　　سخرہ کند بر دہہ طعنہ زند بر چلہ

واصلین کی صحبت کی تاثیر محتاج بیان نہیں۔ عارف رومی فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیا　　بہتر از صد سال بودن باتقا

گر تو صخرہ سنگ یا مرمر شوی　　چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ اس طرح فرماتے ہیں۔

نماز را بحقیقت قضا بود لیکن　　نماز صحبت ما را قضا نخواہد بود

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تو اس بزرگ کی صحبت میں رہو جو اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہتا ہے۔ کیوں کہ اس کی صحبت کی برکت تم کو اللہ تعالیٰ کی صحبت تک پہنچا دے گی۔ حضرت مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا　　گو نشیند در حضور اولیا

اس زمانہ پر آشوب میں پیر کامل مکمل کا ملنا بہت دشوار ہے۔ اگر یہی حال رہا۔ تو شاید وہ وقت دور نہیں کہ نام کی پیری مریدی رہ جائے گی۔

(۲) رابطہ

رابطہ سے مراد شیخ کی صورت کا اپنے سامنے یا دل کے اندر نگاہ رکھنا یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کر لینا ہے خواہ شیخ کے سامنے نہ ہو۔ جب رابطہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو مرید اپنے تئیں عین شیخ دیکھتا ہے اور اس کے لباس وصف سے موصوف پاتا ہے۔ اور جدھر دیکھتا ہے شیخ ہی کی صورت دیکھتا ہے۔ اسے فناء فی الشیخ کہتے ہیں جو فناء فی اللہ کا مقدمہ ہے۔

درو دیوار چو آئینہ شد از کثرت شوق   ہر کجا مے نگرم روے ترا مے بینم

رابطہ صحبت کی طرح مستقل طریق وصول الی اللہ کا ہے۔ اور انصباغ واندکاس کے لئے کافی ہے۔ کیوں کہ رابطہ سے شیخ کے ساتھ نہایت مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے اُس کے باطن سے اخذ فیوض کرتا ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرماتے ہیں۔

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق

سایہ رہبر سے مراد طریقہ رابطہ ہے۔ یعنی طالب مبتدی کے لئے طریقہ رابطہ سے زیادہ مفید ہے۔ کیوں کہ طالب کے لئے اس وقت مذکور جل وعلا کے ساتھ مناسبت کامل نہیں ہوتی۔ کہ ذکر سے نفع تام حاصل کر سکے۔

زاں روے کہ چشم تست احول   معبودِ تو پیر تست اول

اس سلسلہ میں طریق اویسیت غالب ہے۔ اپنی شیخ کی صورت مثالی اپنے سامنے تصور کر کے اُس سے فیض لے سکتے ہیں۔ اسی طرح اولیاے کرام کے مزارات سے بھی فیض لے سکتے ہیں مگر مبتدی ایسا نہیں کر سکتا۔

(۳) اوراد و وظائف

اذکار و اوراد مستقل طریق وصول نہیں۔ بلکہ ممدات ومعاونات سے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انسان جو عالم صغیر کہلاتا ہے۔ دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ جن میں سے پانچ عالم خلق کے اور پانچ عالم امر کے ہیں۔ آیہ الا لہ الخلق والامر (اعراف) میں ان ہی دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو چیز بغیر واسطہ بجز قول کن کے پیدا ہوئی وہ امر ہے۔ اور جو بالواسطہ مادہ سے پیدا ہوئی وہ خلق ہے۔ لطائف عالم امر یہ ہیں۔ قلب۔ روح۔ سِرّ۔ خفی۔ اخفی۔ اور لطائف عالم خلق نفس ناطقہ اور عناصر اربعہ ہیں۔ مجموعہ کائنات کو گویا امر عالم کبیر کہتے ہیں۔ جس طرح لطائف خلق کے اصول عالم کبیر میں عرش کے نیچے ہیں۔ اُسی طرح لطائف عالم امر کے اصول عالم کبیر میں عرش کے اوپر موجود ہیں۔ لطائف علویہ

لطائف سفلیہ سے مناسب ہے۔ چنانچہ اخفی کو خاک سے خفی کو آگ سے سِرّ کو پانی سے روح کو ہوا سے اور قلب کو نفس سے مناسبت ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے ہیکل انسانی کو پیدا کیا تو اپنی قدرت کاملہ سے لطائف عالم امر کو بدن انسان کی چند جگہوں سے تعلق وتعشق بخشا تاکہ انسان جامع خلق وامر اور مستحق اسم عالم صغیر ہو۔ چنانچہ لطیفہ قلب کا محل بائیں پستان سے دو انگل نیچے ایک پارہ گوشت ہے۔ جسے قلب صنوبری بولتے ہیں۔ صنوبری اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ صنوبر کے پھل کی شکل ہے جو الٹا ہوا ہو۔ اور لطیفہ روح کا محل دائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے۔ اور لطیفہ سِرّ کا محل بائیں پستان سے دو انگلی اوپر مائل بہ سینہ اور خفی کا محل دائیں پستان سے دو انگل اوپر مائل بہ سینہ ہے۔ اور لطیفہ اخفی کا محل سِرّ وخفی کے درمیان وسط سینہ ہے۔ چونکہ لطائف علویہ جو اوپر کے رہنے والے تھے اس پیکر جسمانی طلسمانی میں آکر اپنے آپ کو اور اپنی اصل کو بھول گئے اور کدورت کے سبب سے باوجود اقربیت کے اپنے مولاعزاسمہ سے بعید ہو گئے۔ اس لئے مشائخ نقشبندیہ توجہ ان لطائف پر ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی اذکار کی تلقین کرتے ہیں۔ تاکہ یہ لطائف اپنے اصل کو یاد کر کے اُن کی طرف عروج کریں اور ہر ایک لطیفہ فنا وبقا حاصل کرے۔

ذکر اسم ذات

طالب کو توجہ کے بعد داخل سلسلہ کر کے سب سے پہلے لطیفہ قلب کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اول لطیفہ قلب۔ نور زرد۔ زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام۔ ذکر اسم ذات اللہ اللہ۔ اس کے بعد شیخ اپنے طالب کو توجہ لینے کا طریقہ یوں بتاتا ہے کہ تم آنکھیں بند کر کے اپنے قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس خیال میں محو ہو جاؤ کہ میرے دل میں فیض یعنی انوار آ رہا ہے میرے پیر کے دل سے اور پیر کے دل میں فیض آ رہا ہے مبدا فیاض (خدا تعالیٰ) سے۔ شیخ یہ ارشاد فرما کر جناب الٰہی سے دعا اور پیران عظام سے استمداد کر کے اور اپنے تئیں بہ رنگ مقام طالب کر کے یوں القاء ذکر کرتا ہے کہ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے مقابل رکھ کر تصور کرتا ہے کہ ذکر کے انوار جو پیران کبار کی جناب سے میرے قلب میں پہنچے ہیں وہ طالب کے قلب میں آ رہے ہیں۔ میرے پیر دستگیر روحی وقلبی فداہ القاء ذکر کے وقت اپنی انگشت شہادت طالب کے قلب پر رکھا کرتے تھے۔ اُس نوری انگلی کے ساتھ ہی قلب میں حرکت محسوس ہونے لگتی

تھی۔ آپ کے ہاں روزانہ ذکر کا طریقہ یوں بتایا جاتا تھا۔ کہ طالب باوضو قبلہ رو بیٹھے۔ پہلے ایک
بار سورہ الحمد شریف اور تین بار سورہ اخلاص یعنی **قل ھو اللہ** اور ۲۶ بار **استغفر اللہ** اور
ستائیسویں بار **استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ** پڑھ کر سب کا ثواب روح
پرفتوح حضرت خواجہ خواجگان شمس العرفان سیدنا قادر بخش جہانخیلی رحمۃ اللہ علیہ بخشے۔ پھر کپڑا
سے منہ ڈھانپ کر سانس کو ناف کے نیچے بند کر کے زبان کو تالو سے لگا کر اور دفع خطرات کے
لئے اپنے شیخ کی صورت دل کے مقابل جما کر قلب صنوبری سے جو قلب حقیقی کا آشیانہ ہے، اللہ
اللہ کرے۔ ذکر کرتے وقت قلب کی صورت کا خیال نہ کرے۔ اور لفظ مبارک اللہ سے الف
بیچوں و بیچگوں ملحوظ رکھے اور اس کے ساتھ کسی صفت کا لحاظ نہ کرے۔ جب تنگی محسوس ہو اور حضور
میں فتور پڑنے لگے۔ تو سانس کو ناک سے نکال کر زبان سے یوں کہے۔ **اللھم انت
مقصودی و رضاک مطلوبی** ۔ (یا اللہ تو میرا مقصود اور تیری رضا میرا مطلوب ہے)۔
اس طرح ہر روز چوبیس ہزار بار یا بارہ ہزار بار ذکر کرے۔ اگر کسی عذر کے سبب سے حبس دم نہ کر
سکے۔ تو فقط زبان کو تالو سے لگا کر بغیر حبس دم دل سے ذکر کرے۔ مگر حبس دم کے ساتھ مقصد جلدی
حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ ذکر بحالت خلو معدہ کرے اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے یہی خیال کرے کہ
میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔ چوبیس ہزار کی تعداد بقول حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس
واسطے ہے کہ انسان دن رات میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔ ارباب طریقت کے نزدیک
بموجب **اذکروا اللہ ذکرا کثیرا** کوئی سانس بغیر ذکر کے نہ ہونا چاہئے۔ اگر کوئی دم بغیر
ذکر چلا جائے۔ تو اُسے کفر میں شمار کرتے ہیں۔

ہر آں کو غافل از حق یک زمان است   در آں دم کافر است اما نہان است

مگر خواب و حوائج ضروریہ کے سبب سے اِس دوام ذکر میں خلل آ جاتا ہے۔ اس لئے
انہوں نے بطور تدارک یہ صورت تجویز کی ہے۔ کہ یہ تعداد معین از سر نو ایک وقت میں پوری کر لی
جائے۔ رسالہ حضرت عزیزاں قدس سرہ میں یوں لکھا ہے۔ کہ خبر میں ہے کہ ایک دن میں
ہزاروں سانس لئے جاتے ہیں۔ آدمی سے ہر سانس کی نسبت سوال ہوگا۔ کہ تو نے کس چیز پر نکالا
اور کس چیز پر اندر لے گیا۔ رباعی۔

زہر نفس بقیامت شمار خواہد بود   گناہ ممکن کہ گنہگار خواہد بود

بسا سوار کہ فردا پیادہ خواہد شد   بسا پیادہ کہ فردا سوار خواہد بود

پس بندہ کو چاہئے کہ گزشتہ سانسوں کو جو بے فائدہ لئے ہیں قضا کرے۔
طالب کو چاہئے کہ اس شغل کے ساتھ اپنے شیخ کی توجہ بھی لیتا رہے۔ توجہ میں یہ تصور
کرے کہ میرا دل شیخ کے دل کے نیچے ہے۔ اُس سے میرے دل میں یوں فیض آ رہا ہے جیسا کہ
پرنالہ سے پانی گرا کرتا ہے۔ اس شغل کو جاری رکھنا چاہئے یہاں تک کہ ذکر قلب کا ملکہ ہو جائے۔
بعد ازاں دیگر لطائف کی تلقین بالترتیب یکے بعد دیگرے یوں ہے۔
دوسرا۔ لطیفہ روح۔ نور سرخ سنہرا۔ زیر قدم حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام۔
ذکر اسم ذات اللہ اللہ۔
تیسرا لطیفہ سِر۔ نور سفید۔ زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ذکر اسم ذات اللہ اللہ۔
چوتھا لطیفہ خفی۔ نور سیاہ۔ زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ ذکر اسم ذات۔ اللہ اللہ۔
پانچواں لطیفہ اخفی۔ نور سبز۔ زیر قدم حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ذکر اسم
ذات اللہ اللہ۔
چھٹا لطیفہ نفس۔ محل پیشانی یا دماغ۔ نور بیرنگ۔ ذکر اسم ذات اللہ اللہ۔
ساتواں لطیفہ قالب۔ محل تمام بدن۔ نور بیرنگ۔ ذکر اسم ذات اللہ اللہ۔

سلطان الاذکار:

ان لطائف سے ذکر کرنے اور شیخ سے توجہ لینے اور القاء ذکر کا طریقہ وہی ہے جو لطیفہ
قلب کے بیان میں گزرا۔ مثلاً دوسرے لطیفہ میں طالب اپنے لطیفہ روح سے ذکر کرے۔ اور
اپنے لطیفہ روح کو شیخ کے لطیفہ روح کے نیچے تصور کر کے فیض لے۔ اور شیخ اپنے لطیفہ روح کو
طالب کے لطیفہ روح کے مقابل رکھ کر فیض دے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ایک لطیفہ کا ذکر جاری رہے
یہاں تک کہ ذکر اُس کا ملکہ ہو جائے۔ مگر تعداد بہ نسبت قلب کے نصف رکھے۔ یعنی بجائے

۱؎ لطائف کے انوار میں اختلاف ہے۔ ہر ایک نے اپنے کشف و دید کے موافق بیان کیا ہے۔ لطائف کے
محل میں بھی اختلاف ہے۔ جس طرح مجھے اپنے پیر دستگیر قدس سرہ سے پہنچا ہے لکھ دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم
بالصواب۔

چوبیس ہزار یا بارہ ہزار کے بارہ یا چھ ہزار بار کرے۔ جب ساتوں لطیفہ قالب جاری ہوتا ہے تو
بال بال سے ذکر اللہ اللہ جاری ہوتا ہے۔ اسے سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

ذکر نفی واثبات:

طریقہ نقشبندیہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اس لئے پہلے اسم ذات تلقین کرتے ہیں
پھر نفی واثبات **لا الہ الا اللہ** ۔ کیوں کہ اسم ذات کو جذبہ سے اور نفی واثبات کو سلوک سے زیادہ
مناسبت ہے۔ نفی واثبات کی ترکیب یوں ہے۔ کہ باوضو قبلہ رو دوزانو بیٹھے۔ اور دل کو خطرات و
وساوس سے پاک کرکے دم کو ناف کے نیچے بند کرے۔ اور کلمہ **لا** کو ناف سے کھینچ کر پیشانی
تک لے جائے۔ اور **الـــہ** کو پیشانی سے دائیں مونڈھے تک لے جائے۔ پھر **اِلاَّ اللہ** کی
ضرب قلب صنوبری پر اس طرح لگائے کہ اس کا اثر دیگر لطائف پر بھی پہنچے۔ اس مجموعہ عمل سے
صورت لامعکوس پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کلمہ کے معنی یہ تصور کرے۔ **لا** نہیں **اِلـــہ** کوئی مقصود
اِلاَّ اللہُ مگر اللہ۔ لفظی معنے اس کلمہ کے یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔ مگر یہاں
مقصودیت کی نفی تصور کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ معبودیت کی نفی سے ابلغ واکمل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ
ہر معبود مقصود ہوتا ہے۔ مگر ہر مقصود معبود نہیں ہوتا۔ پس جب مقصودیت کی نفی کر دی۔ تو معبود یت
کی نفی اس میں ضرور آ گئی۔ کیوں کہ اعم کی نفی اخص کی نفی کو مستلزم ہے۔ اس ذکر کو بقدر قوت نفس
کرے۔ اور سانس عدد طاق مثلاً تین یا پانچ یا سات وغیرہ پر چھوڑتے وقت محمد رسول اللہ ساتھ ملا
لے، اور یہ بھی زبان سے کہے۔ یا اللہ تو ہی میرا مقصود و مطلوب ہے۔ اپنی محبت اور معرفت مجھے عطا
فرما۔ اس کو بازگشت کہتے ہیں۔ اثنائے ذکر میں اعضا اور جوارح کو حرکت نہ دے۔ اس ذکر کو ہر
روز ایک ہزار یا پانچ سو بار کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس ذکر میں حبس
دم اور وقوف عددی لازم نہیں۔ مگر یہ ہر دو فائدے سے خالی نہیں۔ حبس دم کا فائدہ انشراح صدر و
اطمینان قلب وحصول لذت روحانی اور نفی خواطر ہے۔ اور رعایت کا فائدہ تفرقہ سے دل کی
جمعیت ہے۔ جب ایک سانس میں اکیس بار کہہ سکے۔ تو عموماً نتیجہ یعنی نسیان ماسوا اور انوار الٰہیہ
میں استغراق حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر اس عدد پر نتیجہ ظاہر نہ ہو۔ تو سمجھے کہ آداب طریقہ میں کوتاہی
ہوئی ہے۔ از سر نو آداب کو ملحوظ رکھ کر شروع کرے۔ بعضے طالب ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو اکیس

سے زیادہ پر نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔
واضح رہے کہ سب سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس
سرہ سے فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگا کر یہ ذکر کرو۔ شاید پانی میں غوطہ لگانا اس واسطے فرمایا کہ دم
برقرار رہے اور جنبش نہ کرے۔ میرے پیر دستگیر حضرت خواجہ انبالوی قدس سرہ اس عمل کو پانی
میں کیا کرتے تھے۔ مگر اخیر عمر میں بغیر پانی کے کیا کرتے تھے۔

دیگر اذکار:

اسم ذات اور نفی واثبات کے علاوہ اذکار ذیل بھی سلسلہ توکلیہ میں معمول ہیں۔

آیت کریمہ کا ورد:

آیہ کریمہ **لَا اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ** ۔ ہر نماز کے بعد
ایک تسبیح یعنی سو بار۔ اوّل و آخر درود شریف ۵ یا ۱۱ بار۔ جب حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کو مچھلی نگل گئی تھی۔ تو انہوں نے تین تاریکیوں (شکم ماہی کی تاریکی۔ سمندر کی تاریکی۔
رات کی تاریکی) میں بارگاہ رب العزت میں یہ عرض کی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو نجات بخشی
تھی۔ اگر سالک جس کی روح تین تاریکیوں (تاریکی نفس۔ تاریکی قالب۔ تاریکی دنیا) میں مبتلا
ہے صدق دل سے بارگاہ الٰہی میں یہی عرض کرتا رہے۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ ان تاریکیوں سے
سلامتی حاصل کرے گا۔ ہر غم واندوہ اور مرض کے لئے اس آیت کا سوا لاکھ بار پڑھنا تریاق مجرب
ہے۔

اللہ الصمد:

اللہ الصّمد ۔ ہر روز کم سے کم گیارہ تسبیح۔ اول و آخر درود شریف۔ پڑھتے وقت یہ تصور
کرے کہ گویا سنہری حروف میں **اللہ الصّمد** میرے قلب پر لکھا ہوا ہے۔ ذکر خیر ملکھا ہے
کہ حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ **اللہ الصّمد** کو کبھی تین ہزار تین سو ساٹھ بار اور کبھی بارہ تسبیح
پڑھا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ اس سے باطن کی صفائی بہت ہوتی ہے۔ تنگی رزق کے ازالہ کرنے
کے لئے یہ بہت اچھا نسخہ ہے۔ ہمارے اکثر درویش اس کے پڑھنے سے کھلتے ہیں۔ ہر پانچ خلیفہ

امیر اللہ بھی اسی کے پڑھنے سے کھلا تھا۔ انتہی۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ ...
حسین حضور کا ایک درویش حج کے لئے کعبۃ اللہ شریف گیا۔ وہاں جا کر اُس کو خرچ کی ...
ہوئی۔ اُس نے حضور علیہ الرحمۃ کی خدمت میں خط لکھا۔ حضور نے سُن کر فرمایا۔ کہ شاید اس ...
اللہ الصمد پڑھنا چھوڑ دیا جو اُس کو تنگی ہوئی۔ اور پچاس روپے کا منی آرڈر اُس کے نام ...
دیا۔ انتہی۔

اسم اعظم:

جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب راوی ہیں، کہ حضور میاں صاحب علیہ ...
اس کی فضیلت میں فرماتے تھے کہ یہ اسم اعظم ہے اور تنویر دل اور تصفیہ قلب کے لئے ...
ہے۔ حضرت بابا فرید شکر گنج نے اس کے فضائل میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ مجھ کو یہ اسم حضرت ...
سلیمان تونسوی قدس سرہ کے ایک صاحب کشف خلیفہ سے جو وارد نالہ ہوئے تھے ...
انتہی۔

حضرت شیخ اسماعیل حقی بروسوی قدس سرہ تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں:-

و خاصية اسم الصمد حصول الخير والصلاح فمن قراه عند السحر مائة و خمسا و عشرين مرة ظهرت عليه الآثار الصدق والصديقة و فى اللمعة ذاكره لا يحس بالم الجوع ما دام مثلبسًا بذكره.

اسم صمد کی خاصیت خیر و صلاح ہے۔ پس جو شخص اس کو صبح کے وقت ایک سو پچیس بار
پڑھے۔ اُس پر آثار صدق وصدیقیت ظاہر ہوں گے۔ اور لمعہ میں ہے کہ اس اسم کا ذاکر
بھوک کے الم کو محسوس نہ کرے گا جب تک اس کا ذاکر رہے گا۔

(۳) **سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ**۔ پانچ تسبیح ہر روز اول و آخر درود شریف۔ ...
مریض حضور قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس آتا۔ تو آپ سات تار کا دھاگہ ...
سات سات مرتبہ یہی آیت پڑھ کر سات گرہیں دیتے۔ ہر مرض کو بحکم الٰہی ...
جاتی تھی۔ بعض دفعہ درویشوں ہی سے فرمایا کرتے کہ تم ہی پڑھ دو۔

(۴) **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ پانچ تسبیح ہر روز۔ اول و آخر درود شریف۔

(۵) **سبحان اللہ**۔ پانچ تسبیح ہر روز۔ اول و آخر درود شریف۔

(۶) کلمہ تمجید یعنی **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم**۔ پانچ تسبیح ہر روز۔ اول و آخر درود شریف۔

(۷) سورہ اخلاص یعنی **قل ھو اللہ** تمام۔ پانچ تسبیح یا کم سے کم دس بار ہر روز۔ اول و آخر درود شریف حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے۔ کہ جو شخص ہر نماز کے بعد **قل ھو اللہ** شریف دس بار پڑھے۔ اُس سے رزق کی تنگی دور ہو جاتی ہے۔ سکرات موت میں آسانی ہوتی ہے۔ اور شیطان دھوکہ نہیں دے سکتا۔

کلمہ شریف پڑھنے کی ترکیب:

سلطان الاذکار کلمہ شریف میں بدیں ترکیب کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دونوں
کانوں کو بند کرے۔ اور دونوں ہاتھوں کے انگشت شہادت وسطے سے دونوں آنکھیں اور دونوں
... سے نتھنے بند کرے اور ہر دو خنصر کو لبوں پر رکھ کر سانس بند کر کے **لا الہ** کو قلب سے لطیفہ
روح تک لے جائے۔ اور **الا اللہ** کی ضرب سے روح سے قلب پر لگائے۔ عدد طاق پر ...
... سے سانس چھوڑے اور زبان سے کہے۔ الٰہی مقصود میرا تو ہے۔ اپنی محبت اور معرفت عطا
کر۔ اس عمل کو ہر روز کم سے کم دس بار کرنا چاہیے۔ حضور قبلہ شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے کہ
یہ طریقہ تمام مقامات کو ترقی بخشنے والا ہے۔ اس سے فقیر پر منازل کھلتے ہیں۔ یعنی وحدت ...
... وحدت شہود تک پہنچتا ہے اور آخر کار وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے۔ مولانا روم اسی کی نسبت
یوں فرماتے ہیں۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند — گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

کسی ہندی شاعر نے یوں کہا ہے۔

آنکھ کان ناک میچ کے نام خدا کا لے — اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

تسبیح درود شریف:

(۹) درود شریف۔ کم سے کم گیارہ تسبیح بعد نماز عشاء یا جس وقت فرصت ملے۔ زیادہ کی
حد نہیں۔ حضور قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنے ارادت مندوں کو ابتداء ہی
شریف پڑھنے کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس ورد
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سے پرورش شروع ہو جاتی ہے۔ اور دیگر اوراد کے
آخر میں بھی درود شریف ارشاد فرماتے تا کہ قبولیت کا ذریعہ ہو۔ ذیل کے صیغے
تھے:۔

(ا) صلے اللہ علیہ وسلم.

(ب) صلی اللہ علی النبی الامی و الہ وسلّم.

(ج) صلے اللہ علیٰ حبیبہ محمد و الہ وسلّم.

(د) اللھم صلّ علیٰ سیّدنا محمد و علی ال سیّدنا محمد بعددِ کلّ معلوم لک.

(ہ) اللھم صلّ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ سیّدنا محمد بعدد کلّ معلوم لک و بعدد کل ذرّۃ مائۃ الف الف مرّۃ و بارک و سلّم.

کثرت درود شریف کی برکت:

امام عبد الوہاب قطب شعرانی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ کہ اخلاص اور شرط و آداب اور
معانی کے ساتھ ہر روز اس کثرت سے درود شریف بھیجنا چاہئے کہ رزائل سے پاک ہو کر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کا مقام حاصل ہو جائے۔ شیخ نور الدین شونی۔ شیخ احمد زواوی۔
محمد بن داؤد منزلاوی اور مشائخ یمن کی ایک جماعت کا یہی طریق ہے۔ شیخ احمد زواوی کا بیان
ہے کہ مجھے حالت بیداری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی یہاں تک کہ
میں نے پورے ایک سال تک شب و روز پچاس ہزار بار درود شریف کا ورد رکھا۔ شیخ نور الدین

...لی نے کئی سال روزانہ تیس ہزار بار درود شریف کا وظیفہ کیا۔ سیدی علی خواص کا قول ہے۔ کہ بندہ
مقام عرفاں میں کامل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جس وقت چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زیارت کرے۔ اور فرماتے تھے کہ سلف میں سے جن مشائخ کی نسبت ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ وہ
حالت بیداری میں بالمشافہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کیا کرتے تھے وہ یہ ہیں۔
شیخ ابو مدین شیخ الجماعہ۔ شیخ عبد الرحیم قناوی۔ شیخ موسےٰ زولی۔ شیخ ابو الحسن شاذلی۔ شیخ ابو العباس
مرسی۔ شیخ ابو السعود بن ابی العشائر۔ سیدی ابراہیم متبولی رحمہم اللہ تعالےٰ اجمعین شیخ جلال الدین
سیوطی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ستر سے کچھ اوپر بار حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کی ہے۔ سیدی ابراہیم متبولی کی ملاقات کا تو شمار ہی نہیں۔ کہ وہ اپنے تمام حالات میں
مشرف بہ زیارت ہوا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میرا
کوئی شیخ نہیں۔ شیخ ابو العباس مرسی فرماتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساعت مجھ
سے پوشیدہ رہیں۔ تو میں اپنے تئیں مومنوں میں شمار نہیں کرتا۔ (لواقح الانوار القدسیہ)۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ میرے پیر دستگیر روحی وقلبی فداہ کی یہ حالت تھی کہ درود
شریف پڑھتے پڑھتے آپ بعض دفعہ بالمشافہ زیارت سے مشرف ہو جایا کرتے تھے۔

(۱۰) پرہ بینی پر نظر کرکے شغل سلطان نصیرا۔ خالی یا مع درود شریف۔

شیخ عبد الرحمٰن بسطامی قدس سرہ نے ترویح القلوب بلطائف الغیوب میں لکھا ہے۔ کہ
اس کی شرط یہ ہے۔ کہ ذاکر اُسے اہل ذکر سے بطریق تلقین اخذ کرے جیسا کہ صحابہ کرام نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تلقین اخذ کیا۔ اور صحابہ کرام نے تابعین کو تلقین کیا۔ اور
تابعین نے مشائخ کو یکے بعد دیگرے ہمارے زمانہ تک اور قیام قیامت تک انتہےٰ۔ کذا فی تفسیر
روح البیان۔

(۴) مراقبات

لفظ مراقبہ ماخوذ ہے رقابت بمعنی محافظت سے یا رقوبت بمعنی انتظار سے۔ پس مراقبہ
سے مراد تمام حواس ظاہرہ و باطنہ کو جمع کر کے مطلوب کے انتظار میں بیٹھنا ہے۔ سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ میں اس کی ترکیب یوں ہے۔ کہ آنکھیں بند کر کے لطائف عشرہ میں سے کسی ایک کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور مبدأ فیض سے اُس لطیفہ پر فیض کے آنے کا انتظار کرے۔ اور اسی انتظار میں مستغرق رہے۔

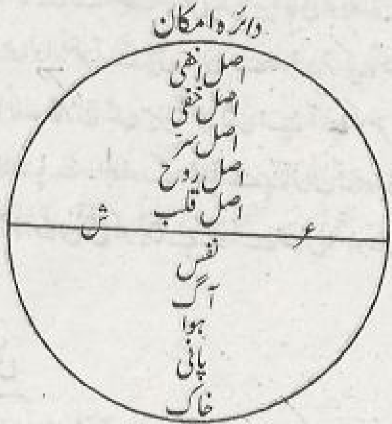
مراقبہ کا طریق:

حضرت سعد الدین کاشغری قدس سرہ کا قول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ مراقبہ کا طریق میں نے ایک بلی سے دیکھا ہے۔ ایک روز میں جا رہا تھا۔ کہ ایک بلی پر میری نظر پڑی جو چوہے کے بل کے آگے گھات لگائے بیٹھی تھی۔ اس کے استغراق کا یہ عالم تھا۔ کہ اُس کا بال تک نہ ہلتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا۔ ناگاہ میرے باطن میں آواز آئی۔ اے پست ہمت! میں تیرا مقصود چوہے سے کم نہیں۔ تو میری طلب میں اس بلی سے کم نہ ہو۔ میں نے اُس روز سے مراقبہ کا یہ طریق اختیار کیا۔ اور مجھے حاصل ہوا۔ انتہے۔ اسی واسطے مقامات میں سے ہر مقام میں ایک مراقبہ مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تین ولایات۔ تین کمالات تین حقائق الٰہی اور تین حقائق انبیاء علیہم السلام قرار دیے ہیں۔ بلکہ ان کے سوا اوروں کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں جدا جدا حالات وکیفیات اور علوم ومعارف واسرار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول رفیع الدرجات اور حدیث مبارک لا یزال العبد یتقرب الی میں انہی مقامات قرب الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مراتب قرب اگرچہ بے چون و بے چگون ہیں۔ مگر حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دائروں سے تعبیر کیا ہے۔ کیوں کہ صاحب کشف سالک کو یہ مراتب عالم مثال میں دائروں کے شکل میں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ تمام عالم امکان بصورت دائرہ نظر آتا ہے۔ اور عرش مجید اُس دائرے کا قطر دکھائی دیتا ہے۔ اس دائرے کے قوس تحتانی میں نفس وعناصر اربعہ (پانی۔ آگ۔ مٹی۔ ہوا) اور قوس فوقانی میں لطائف عالم امر ظاہر ہوتے ہیں۔

دائرہ:

اس کا نام دائرہ امکان ہے۔ اور یہ پہلا دائرہ ہے۔



جس طرح عالم کبیر میں عرش برزخ ہے درمیان عالم امر و عالم خلق کے اور جامع ہے ہر دو طرف خلق وامر کا۔ اِسی طرح۔ قلب جو عرش کے اوپر اور دیگر اصول کے نیچے ہے برزخ ہے درمیان عالم امر و عالم خلق کے اور جامع ہے ہر دو طرف خلق وامر کا۔ اسی واسطے قلب کو حقیقت جامعہ بولتے ہیں۔ اور بر سبیل تشبیہ عرش اللہ کہتے ہیں۔ اصول لطائف عالم امر چونکہ فوق العرش ہیں جو لامکانیت سے موصوف ہے۔ اس واسطے لطائف عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں۔ مگر معلوم رہے کہ ان کی لامکانیت عالم خلق کی نسبت ہے جو مکانیت وچندی وچونی میں منقسم ہے۔ بے چون سبحانہ کی نسبت وہ عین چون ہیں۔ اور ان کی لامکانیت عین مکانیت ہے۔ پس عالم امر گویا برزخ ہے درمیان مکانی والامکانی کے اور درمیانی چون و بے چون کے اور ہر دو طرف سے بہرہ ور ہے۔ باوجود اس رتبہ کے اللہ تعالیٰ نے عالم امر کو عالم خلق سے تعلق اور بدن عنصری سے خاص تعلق بخشا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

مراقبہ احدیت کی ترکیب:

اس دائرے میں شغل اسم ذات اور نفی واثبات کے ساتھ مراقبہ احدیت کیا جاتا ہے۔ اس کی ترکیب یوں ہے۔ کہ دل کی طرف متوجہ ہو کر یہ تصور کرے کہ میرے لطیفہ قلب پر فیض آ رہا

ہے اُس ذاتؐ سے جو جمیع صفات کمال کا مستجمع اور تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اور
اسم پاک اللہ کا۔ جب غیبت وسُکر اور حضور و جمعیت جو مبادی فناء ہیں حاصل ہو جائیں۔
لسانی بھی جائز ہے۔ اس دائرے کے نصف سافل میں سیر آفاقی اور نصف عالی میں سیر انفسی واقع
ہوتی ہے۔ سیر آفاقی میں جو انوار نظر آتے ہیں۔ ان سے صرف تزکیہ وتحلیہ کی استعداد و قابلیت
پائی جاتی ہے۔ تاوقتیکہ سالک خارج میں سیر انفسی میں اپنے آپ کو مزکیٰ ومطہر نہ دیکھے اور
وجدان سے اپنے تئیں مصفانہ پائے۔ انوار کے مشاہدے پر نازاں نہ ہو جائے۔

جب سالک دائرہ امکان قطع کر لیتا ہے۔ تو اُسے ظلال اسماوصفات کا دائرہ مشہود[1] ہو

ہے۔

دوسرا دائرہ ولایت صغریٰ:

یہ دائرہ ولایت صغرٰے ہے۔ جس سے مراد ولایت اولیاء ہے۔ یہ دوسرا دائرہ ہے۔



اس دائرے میں مراقبہ معیت کیا جاتا ہے۔ جس میں یہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ کہ میرے
لطیفہ قلب پر فیض آرہا ہے اُس ذات سے جو ہر لحظہ میرے ساتھ اور میرے لطائف کے ساتھ
اور میرے عناصر بلکہ ہر ذرہ ممکنات کے ساتھ ہے اور مفہوم ہے و ھو معکم اینما کنتم
کا۔

واضح رہے کہ یہ دائرہ ظلال مبادی تعینات جمیع ممکنات کا ہے سوائے انبیاء اور ملائکہ

1. صاحب کشف عیانی کو اپنی سیر کا علم ہوتا ہے۔ مگر اس زمانہ میں اکل حلال کے مفقود ہونے کے سبب
اکثر طلاب کو کشف وجدانی ہوتا ہے۔ کشف عیانی اور کشف وجدانی میں یہ فرق ہے کہ صاحب کشف عیانی
عالم مثال میں ظاہراً دیکھتا ہے کہ گویا وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی سیر کر رہا ہے۔ اور صاحب کشف
وجدانی اگرچہ ظاہر میں نہیں دیکھتا۔ مگر اپنے ادراک سے تبدل احوال وتغیر وارادات کو دریافت کرتا
ہے۔ جس طرح کہ ہوا نظر نہیں آتی۔ مگر احساس سے اُس کا ادراک ہو جاتا ہے۔)

الصلوٰۃ والسلام کے ان کے مبادی تعینات اسماء وصفات ہیں۔ افراد عالم کو ان ظلال کے
سے اسماء وصفات الٰہی سے ہر دم فیوض نامتناہی از قسم وجود وتوابع وجود پہنچتے رہتے ہیں۔ اللہ
کی شان تو یہ ہے۔ اِنَّ اللہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن۔ پس اگر اسماء وصفات اور ظلال نہ
۔ تو عالم کا وجود ہی نہ ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ان ظلال کو جواز قبیل
میں پیدا کیا جن کو اسماء وصفات سے مناسبت تام ہے۔ اسی مناسبت کے سبب سے افراد
میں سے ہر دو ان ظلال نامتناہیہ میں سے ایک ظل کے واسطہ سے ہر دم اسماء وصفات سے
کا مورد بنا رہتا ہے۔ اِس ظل کو اُس شخص کا مبدأ تعین یا اُس کی حقیقت یا اُس کا عین ثابتہ
ہیں۔

کا حصول:

لطائف عالم امر کو اِسی دائرہ ظلال میں فناء و بقاء حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب سالک
میں اُس ظل پر پہنچے گا جو اُس کا مبدأ تعین ہے۔ تو اُس کے قلب کو تجلی فعل حق[1] (یعنے
) کے ظہور سے فناء حاصل ہو جائے گی۔ پھر اسی تجلی سے بقاء حاصل ہو گی۔ قلب کو جو
حقیقت جامعہ ہے صفات اضافیہ حق (فعل وتکوین) سے جو وجوب وامکاں کے درمیان
برزخ کے ہیں مناسب تامہ ہے۔ اِسی واسطے جب قلب پر فعل حق کی تجلی کا ظہور ہو گا۔ تو
کو فنا حاصل ہو گی۔ اس فناء میں سالک کا فعل۔ منفی ہو گا۔ اور وہ اپنے تئیں مسلوب الفعل
گا۔ بعد ازاں فعل حق ہی سے باقی ہو گا۔ اور وہ اپنے فعل کو فعل حق پائے گا۔ فنائے قلب کی
یہ ہے کہ غیر حق سے تعلق علمی وحسی نہ رہے۔ یعنی قلب ماسوا کو ایسا فراموش کر دے۔ کہ اگر
تکلف غیر کو یاد کرے۔ تو نہ کر سکے اس وقت جب علم اشیاء اس سے زائل ہو جاتا ہے۔
اشیاء بطریق اولےٰ جاتی رہتی ہے۔ جب سالک فنائے قلب سے مشرف ہو جاتا ہے۔ تو
اولیاء میں داخل ہو جاتا ہے۔ ولایت کے تمام کمالات فنائے قلب پر متفرع ہیں۔

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا نیست رہ در بار گاہ کبریا

یہ لطیفہ زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ہے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اس لطیفہ کی راہ

فعل وتکوین حضرت آدم علیہ السلام کا مبدأ تعین ہے۔

سے اللہ تک پہنچے تھے۔ جو سالک اس لطیفہ کی راہ سے واصل مقصود ہوتا ہے۔ اُسے آدمی
کہتے ہیں۔ اور اُسے ولایت کے درجات پنجگانہ میں سے ایک درجہ کے حصول کی
ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے اکثر اولیاء ان ظلال کو صفات
رہے۔ اور صفات کو عین ذات سمجھ کر انا الحق کے قائل ہوئے۔ مگر وہ بوجہ سکر کسی طرح
ملامت نہیں۔

فنائے لطیفہ روح:

فنائے قلب کے بعد فنائے لطیفہ روح ہے۔ لطیفہ روح قلب کی نسبت
ہے۔ اس کی فناء حق سبحانہ کی صفات ثبوتیہ (جو فعل کی نسبت ایک قدم حضرت ذات
نزدیک تر ہیں) کی تجلی کے ظہور سے ہوتی ہے۔ پھر ان ہی صفات سے بقاء ہوتی ہے۔
پر سالک اپنی صفات کو اپنے آپ سے اور ساری مخلوقات کی صفات کو ان سے مسلوب
بلکہ جناب قدس سے منسوب جانے گا۔ یہ لطیفہ زیر قدم حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام
سالک بعد از قطع مراتب قلب اس لطیفہ کی راہ سے واصل مقصود ہوتا ہے اُسے ابراہیمی
کہتے ہیں۔ اور اسے ولایت کے مراتب پنجگانہ میں سے دو درجہ کے حصول کے استعداد
اِس کے بعد لطیفہ سرّ کی فناء ہے جو لطیفہ روح سے زیادہ لطیف ہے۔ اس کی فناء حق
شیونات[1] ذاتیہ (جو صفات ثبوتیہ کی نسبت ایک قدم حضرت ذات سبحانہ کے نزدیک
تجلی کے ظہور سے ہوتی ہے۔ پھر ان ہی شیونات سے بقا ہوتی ہے۔ اس مقام پر سالک
کو حق سبحانہ کی ذات میں مضمحل پاتا ہے۔ یہ لطیفہ زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔
بعد از قطع لطائف سابق اس لطیفہ کی راہ سے واصل مقصود ہوتا ہے اُسے موسوی المشرب
ہیں۔ اور اُسے ولایت کے مراتب پنجگانہ میں سے تین مرتبہ کے حصول کی استعداد ہوتی
کے بعد لطیفہ خفی کی فناء ہے۔ جو لطیفہ سر کی نسبت زیادہ لطیف ہے اس کی فناء حق سبحانہ کی

---

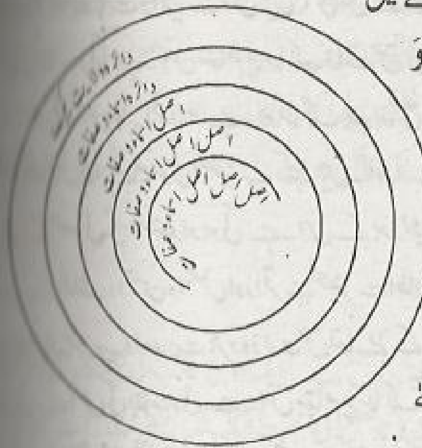
[1] ذات حق سبحانہ کو بدیں حیثیت کہ علم کا کام کرتی ہے شان العلم کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس شان
القدرۃ شان السمع۔ شان البصر۔ شان الارادہ وغیرہ۔ صفات گویا شیونات کی فرع و عکوس ہیں
ذات میں اعتبارات سمع و بصر وغیرہ کو شیونات کہتے ہیں۔ اور صفات زائدہ کو ان کے عکوس
ہیں۔

(جو شیونات ذاتیہ کے فوق ہیں) کی تجلی کے ظہور سے ہوتی ہے۔ پھر ان ہی صفات سے
... بقاء ہوتی ہے۔ اِس مقام پر سالک ذات حق کی تجرید تمام مظاہر سے پاتا ہے۔ یہ لطیفہ زیر
... حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو سالک بعد از قطع لطائف سابق اس لطیفہ کی راہ سے واصل
... ہوتا ہے اسے عیسوی المشرب کہتے ہیں۔ اور اُسے ولایت کے مراتب پنجگانہ میں سے چار
... کے حصول کی استعداد ہوتی ہے۔ اس کے بعد لطیفہ اخفیٰ کی فناء ہے جو لطائف عالم امر میں
... سے الطف و احسن و اجمل اور اقرب بحضرت اطلاق ہے۔ اس لطیفہ کا مُغنّی ایک مرتبہ مقدسہ
... مرتبہ تنزیہیہ واحدیت مجردہ ذات حق تعالےٰ کے درمیان مثل برزخ کے ہے۔ اور اسی مرتبہ
... سے اُس کی بقاء ہوتی ہے۔ اِس مقام پر سالک متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے۔ یہ لطیفہ زیر قدم
... و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو سالک بعد از قطع لطائف سابق اِس لطیفہ کی راہ
... واصل مقصود ہوتا ہے اُسے محمدی المشرب کہتے ہیں۔ اور اُسے ولایت کے پانچوں مراتب کی
... استعداد بالذات حاصل ہوتی ہے۔ یہاں دائرہ ولایت صغرٰے کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔
جاننا چاہئے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ طالبان خدا کو لطائف
... مذکورہ بالا کا سلوک اور تہذیب جدا جدا فرماتے تھے۔ لیکن آپ کے فرزندان گرامی اور آپ
... خلفاء مقدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نے نظر بحالت طلاب اِس راہ کو مختصر کر دیا۔ وہ لطیفہ قلب کے
... لطیفہ نفس کی تہذیب کراتے تھے۔ ان دونوں لطیفوں کے ضمن میں دوسرے چار لطیفوں کی
... بھی ہو جاتی تھی۔ اِس کے بعد بالعموم یہی دستور رہا ہے۔

...را دائرہ:

دائرہ ولایت صغرٰے کے قطع کرنے پر جب توجہ شش جہت کا احاطہ کرے اور فوق کی
... طرف ہو جائے۔ تو ولایت کبرٰے (جو ولایت انبیاء ہے) کی سیر شروع کی جاتی ہے۔ یہ
... دائرہ ہے۔ جس میں تین دائرے اور ایک قوس ہے۔ یہ ولایت بالاصالت انبیاء علیہم السلام
... ولایت ہے۔ دوسروں کو اس دولت تک رسائی اگر ہوتی ہے۔ تو بہ تبعیت ہوتی ہے۔
تین دائروں میں سے پہلے دائرے کا نصف سافل متضمن اسماء و صفات زائدہ ہے۔
اور نصف عالی متضمن شیونات ذاتیہ ہے۔ لطائف عالم امر کے عروج کی نہایت اس دائرہ اسماء و

شیونات کی نہایت تک ہے۔ اس دائرے میں مراقبہ اقربیت کیا جاتا ہے۔ جو مفہوم آیۂ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہے۔ اس مراقبہ میں یوں تصور کیا جاتا ہے کہ فیض اقربیت آ رہا ہے میرے لطیفہ نفس و لطائف عالم امر پر اُس ذات سے جو مجھ سے شاہ رگ کی نسبت قریب ہے اور جو منشاء ہے دائرہ اولے



ولایت کبرٰی کا۔ یہاں توحید شہودی منکشف ہوتی ہے یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء وجود ظلی رکھتی ہیں۔ ممکنات کے حقائق ۲عدام ہیں جو وجود الٰہی کا پرتو پڑنے سے موجود نما ہو گئے ہیں۔

علیا ور دم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

پس معلوم ہوا۔ کہ ذات حق ذات ممکن کی نسبت ممکن سے قریب تر ہے۔ اور اس پر آیت قرآنی شاہد ہے۔

دائرہ اسماء و شیونات سے اوپر دوسرا دائرہ ان کے اصول پر مشتمل ہے۔ اور تیسرا دائرہ ان اصول کے اصول پر اور قوس ان اصل اصل کے اصول پر مشتمل ہے۔ اسماء و صفات کے یہ اصول سہ گانہ حضرت ذات تعالٰی و تقدس میں مجرد اعتبارات ہیں۔ جو صفات و شیونات کے مبادی ہو گئے ہیں۔ ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حصول نفس مطمئنہ سے مخصوص ہے۔ دوسرے اور تیسرے دائرے اور قوس میں مراقبت محبت کیا جاتا ہے جو مفہوم آیہ کریمہ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ ہے۔ مورد فیض ان دائروں میں لطیفہ نفس ہے۔ جسے عربی میں لفظ اَنَا اور فارسی میں من اور اردو میں لفظ میں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ دوسرے دائرہ میں مراقبہ کی نیت یوں کی جاتی ہے۔ فیض محبت اول آ رہا ہے میرے لطیفہ نفس پر اُس ذات پاک سے جو مجھے دوست رکھتا ہے اور جسے میں دوست رکھتا ہوں اور جو منشاء ہے دائرہ ثانیہ ولایت کبرٰی کا۔ اسی طرح تیسرے دائرے میں یوں نیت کرتے ہیں۔ فیض محبت ثانیہ آ رہا ہے میرے لطیفہ نفس پر اُس ذات پاک سے جو مجھے

دوست رکھتا ہے اور جسے میں دوست رکھتا ہوں اور جو منشاء ہے دائرہ ثالثہ ولایت کبرٰی کا۔ اور مراقبہ قوس کی نیت یوں کرتے ہیں۔ فیض محبت ثالثہ آ رہا ہے میرے لطیفہ نفس پر اُس ذات پاک سے جو مجھے دوست رکھتا ہے اور جسے میں دوست رکھتا ہوں اور منشاء ہے قوس یعنی دائرہ اصل اصل اصل اسماء و صفات ولایت کبرٰی کا۔

ان اڑھائی دائروں میں تہلیل لسانی اور تلاوت قرآن مجید مفید ترقی ہے۔ سالک کو ان میں کمال استہلاک و اضمحلال حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مشہود میں نیست و نابود رہتا ہے۔ لوازم وجود کا کوئی اثر اُس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اوپر لفظ اَنَا کے اطلاق کو مشکل پاتا ہے۔ پہلے سلوک و ریاضات سے جو فنائے نفس حاصل ہوتی ہے وہ صورت فناء ہوتی ہے۔ حقیقت فنائے نفس یہاں حاصل ہوتی ہے۔ اور اِس فنا کا کمال اور عناصر کی فناء کمالات نبوت میں پائی جاتی ہے۔

دائرہ ولایت کبرٰی کے تمام ہونے کی علامت یہ ہے کہ فیض باطن کے معاملہ کا تعلق جو دماغ کے ساتھ تھا سینہ کے متعلق ہو جاتا ہے۔ پھر اُس وقت شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے۔ شرح صدر کی علامت بطریق وجدان یہ ہے کہ قضا و قدر کے احکام میں چون و چرا بالکل اُٹھ جاتا ہے۔ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور تخت صدر پر جلوس فرماتا ہے۔ اور مقام رضا کی طرف عروج کرتا ہے۔ سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے۔

دو اعتبار:

اسماء و صفات میں دو اعتبار ہیں۔ ایک ان کے وجود بذات خود کی جہت جسے ظہور کہتے ہیں۔ دوسرے ذات حق تعالے کے ساتھ ان کے قیام کی جہت جسے بطون کہتے ہیں۔ پس اسماء و صفات بحسب ظہور انبیاء کے مربی و معیادی تعینات ہیں۔ اس مقام تک وصول ولایت کبرٰی و ولایت انبیاء کہلاتا ہے جیسا کہ مرتبہ ظلال تک وصول ولایت صغرٰی کہلاتا ہے۔ اور یہی اسماء و صفات بحسب بطون ملائکہ کے مربی و مبادی تعینات ہیں۔ اس مقام تک وصول ولایت علیا و ولایت ملاء اعلٰی (ملائکہ) کہلاتا ہے۔ پس ملائکہ کی ولایت انبیاء کی ولایت سے اعلٰی و اقرب بخدا تعالے ہے۔ لیکن ملائکہ کو اپنے مقام سے ترقی نہیں۔ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ اور انبیاء

کو ترقیات میں بمقابلہ ملائکہ بھی اور اُس سے اوپر بھی جو کمالات نبوت ورسالت و
ہیں۔ اِسی جہت سے انبیاء ملائکہ سے افضل ہوگئے جیسا کہ عقیدہ اہل حق ہے۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ کہ ولایت کبرٰے کی سیر اسم الظاہر کی سیر ہے۔



بعضے اس مقام پر یوں مراقبہ کرتے ہیں۔ فیض مسمےٰ اسلم اظہار کا آرہا ہے میرے لطائف عالم امر اور لطیفہ نفس پر۔ اگر بفضل ایزدی اِس سے عروض واقع ہو۔ تو اسم الباطن کی سیر شروع ہوگی۔ جسے ولایت علیا و ولایت ملائکہ کہتے ہیں۔ یہ چوتھا دائرہ ہے۔ اس دائرے میں یوں مراقبہ کرتے ہیں۔ فیض مسمےٰ اسم الباطن کا آرہا ہے دائرہ ولایت علیا سے میرے عناصر یعنے پانی۔ آگ ہوا پر۔ اس مقام پر تہلیل لسانی اور کثرت نوافل مفید ترقی ہے۔ یہاں عمل اچھا نہیں۔ بلکہ عزیمت پر عمل چاہئے۔ کیوں کہ رخصت پر عمل آدمی کو بشریت کی طرف ہے۔ اور عزیمت پر عمل ملکیت کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے۔ پس جس قدر ملکیت کے مناسبت زیادہ ہوگی۔ اُسی قدر اِس ولایت میں ترقی جلد حاصل ہوگی۔ ارباب کشف اس مقام رویت ملک سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور اسرار قابل استتار ظاہر ہوتے ہیں۔

پرواز کے دو بازو:

حضرت مجدد الف ثانی اس ولایت کی نسبت اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق قدس سرہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:-

”میں نے جب سیر کو اس جگہ (منتہا ولایت کبرٰے) تک پہنچایا۔ تو یہ وہم ہوا کہ شاید کام کو تمام کرلیا ہوگا۔ یہ آواز آئی۔ کہ یہ تمام اسم ظاہر کی تفصیل تھی جو پرواز کا ایک بازو ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے (مکتوب ۲۶۰۔ دفتر اول) دلائل سے ثابت کیا ہے کہ عالم خلق کو عالم امر پر فوقیت ہے۔ نظر بر اختصار اُن دلائل کے ایراد کی یہاں گنجائش نہیں۔ بنا بریں طریقہ نقشبندیہ میں جو عالم امر سے ابتداء کرکے عالم خلق کی طرف آتے ہیں اس میں ترتیب طبعی یعنے ادنےٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے۔

اسم باطن ابھی در پیش ہے جو عالم قدس میں پرواز کے لئے دوسرا بازو ہے۔ جب تو اُس کو بالتفصیل انجام کو پہنچائے گا۔ تو پرواز کے لئے دو بازو تیار کرے گا۔ جب بعنایت الٰہی آں اسم باطن کی سیر بھی انجام کو پہنچی۔ تو پرواز کے لئے دو بازو تیار ہوگئے۔ **الحمد اللہ الذی ھدانا لھٰذا و ما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ لقد جاء ت رسل ربنا بالحق** ۔ اے فرزند! اسم باطن کی سیر کی نسبت کیا لکھوں کہ جس کے مناسب حال استتار و تبطن ہے۔ اس مقام کی نسبت اس قدر ظاہر کرتا ہوں کہ اسم ظاہر کی سیر صفات میں ہے بغیر اس کے کہ ان کے ضمن میں ذات تعالےٰ و تقدس ملحوظ ہو۔ اسم باطن کی سیر بھی اگرچہ اسماء میں ہے۔ لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہوتی ہے۔ اور وہ اسماء مثل ڈھالوں کے ہیں جو حضرت ذات تعالےٰ و تقدس کے روپوش ہوگئے ہیں۔ مثلاً صفت علم میں ذات تعالےٰ بالکل ملحوظ نہیں۔ اور اسم علیم میں ذات تعالےٰ در پس پردۂ صفت ملحوظ ہے۔ کیوں کہ علیم ذات ہے جو علم سے متصف ہو۔ پس علم میں سیر اسم ظاہر میں سیر ہے اور علیم میں سیر اسم باطن میں سیر ہے۔ اسی پر باقی اسماء وصفات کو قیام کر لیجئے۔ یہ اسماء جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں ملائکہ کرام کے مبادی تعینات ہیں علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتحیات۔ اِن اسماء میں سیر کا شروع کرنا ولایت علیا میں قدم رکھنا ہے جو ملأ اعلیٰ کی ولایت ہے۔ جو فرق کہ اسم ظاہر و اسم باطن کے بیان میں علم و علیم میں بتایا گیا تم اُس فرق کو تھوڑا خیال نہ کرنا اور یوں نہ کہنا کہ علم سے علیم تک تھوڑی راہ ہے۔ بلکہ جو فرق مرکز خاک اور محدب عرش کے درمیان ہے وہ اُس فرق سے وہی نسبت رکھتا ہے جو قطرہ کو دریائے محیط سے ہوتی ہے۔ کہنے میں نزدیک ہے اور حصول میں دور ہے“۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ عنہ اسی مکتوب میں آگے چل کر یوں فرماتے ہیں:-

”اسم ظاہر و اسم باطن کے دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بعد جب پرواز میسر ہوئی اور عروجات واقع ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ترقیات بالا صالت عنصر ناری اور عنصر ہوائی کے نصیب ہے۔ ملائکہ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات کو بھی ان تین عنصروں سے نصیب ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ بعضے فرشتے آگ اور برف سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کی تسبیح یہ ہے۔ **سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ** ۔

اسم باطن کی سیر کے بعد اگر فضل الٰہی شامل حال ہو۔ تو کمالات نبوت یعنی تجلی ذاتی دائمی بے پردہ اسماء وصفات میں سیر شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے خواجہ محمد صادق قدس سرہ کو اِن کمالات کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

"ان کمالات کا حاصل ہونا انبیاء علیہم الصلوات والتحیات سے مخصوص اور مقام نبوت سے ناشی ہے۔ انبیاء کے کامل تابعین کو بھی بطور تبعیت ان کمالات سے نصیب ہے۔ اور لطائف انسانی میں سے ان کمالات کا حصہ وافر بالاصالت عنصر خاک کو حاصل ہے۔ اور باقی اجزائے انسانی عالم امر سے ہوں یا عالم خلق سے اس مقام میں اُس عنصر پاک کے تابع ہیں اور اس کے طفیل سے اِس دولت سے مشرف ہیں۔ چونکہ یہ عنصر انسان سے مخصوص ہے۔ اِس لئے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہیں۔ کیوں کہ جو کچھ اس عنصر کو میسر ہوا ہے وہ کسی کو میسر نہیں ہوا۔ اور دنو کے بعد تدلّی کی حقیقت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا سِرّ یہاں منکشف ہوتا ہے۔ اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ ولایات ثلاثہ صغریٰ وکبریٰ وعلیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے اظلال ہیں۔ اور وہ کمالات اِن کمالات کی حقیقت کے شبح ومثال ہیں اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایک نقطہ جو اس سیر کے ضمن میں قطع ہوتا ہے مقام ولایت کے تمام کمالات سے زیادہ ہے۔ پس قیاس کرنا چاہئے کہ ان تمام کمالات کو تمام کمالات ولایت سے کیا نسبت ہوگی۔ دریائے محیط کو بھی ایک قطرہ سے کچھ نسبت ہوتی ہے۔ یہاں وہ نسبت بھی مفقود ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے ویسی ہی نسبت ہے جیسا کہ غیر متناہی کو متناہی سے ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! اِس سیر سے ناواقف کہتا ہے۔ کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور دوسرا اس معاملہ سے ناواقفیت کے سبب سے اِس کی توجیہ میں کہتا ہے کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ فقیر نے جب اللہ سبحانہ کی عنایت اور اُس کے حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے صدقہ سے اِس سیر کو انجام تک پہنچایا۔ تو مشہور ہوا کہ اگر بالفرض دوسرا قدم سیر میں رکھے۔ تو وہ عدم محض میں پڑے گا۔ کیوں کہ اُس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔ اے فرزند! اِس ماجرا سے تو وہم میں نہ پڑنا کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں آپڑا۔

عنقا شکار کس نشود دام بازچیں ‌‌ ‌ اینجا ہمیشہ باد بدست ہست دام را

حق سبحانہ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔

ہنوز ایوان استغنا بلند است ‌ ‌ ‌ مرا فکر رسیدن ناپسند است

حق سبحانہ کا وراء الوراء ہونا پردوں کے وجود کے اعتبار سے نہیں۔ کیوں کہ پردے سب دور ہو گئے ہیں۔ بلکہ عظمت وکبریائی کے ثبوت کے اعتبار سے ہے۔ جو مانع ادراک اور منافی وجدان ہے۔ پس حق سبحانہ وجود میں اقرب اور وجدان سے ابعد ہے۔ ہاں مردانِ کاملین سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے طفیل سے ان کو سراوقات عظمت وکبریائی کے اندر جگہ دیتے ہیں اور محرم بارگاہ بنا دیتے ہیں۔ پس ان کے ساتھ بھی انبیائے کرام کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اے فرزند! یہ معاملہ ہیئت[1] وحدانی انسانی سے مخصوص ہے جو مجموع عالم خلق وعالم امر سے پیدا ہوگئی ہے۔ باایں ہمہ اِس مقام میں بھی سب کا رئیس عنصر خاک ہے"۔ (مکتوب ۲۶۰۔ دفتر اول)۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مکتوب (مکتوب ۳۰۱۔ جلد اول) میں کمالات نبوت کی نسبت یوں لکھتے ہیں:-

"جاننا چاہئے کہ اِس عطیہ کا حاصل ہونا انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں بغیر توسط کے ہے۔ اصحاب انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کے حق میں جو تبعیت ووراثت سے اِس دولت سے مشرف ہوئے ہیں انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کے توسط سے ہے۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اور ان کے اصحاب کے بعد کوئی کم اس دولت سے مشرف ہوا ہے۔ اگرچہ جائز ہے کہ دوسروں کو بھی تبعیت ووراثت سے اِس دولت کی طرف رہبری کریں۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ‌ ‌ ‌ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

میں خیال کرتا ہوں کہ اِس دولت نے کبار تابعین میں بھی پرتو ڈالا ہے۔ اور اکابر تبع

---

[1] انسان عالم خلق وعالم امر کا جامع ہے۔ جو کچھ خلق وامر میں ہے وہ سب مع شے زائد انسان میں ہے۔ اور وہ شے زائد اُس کی ہیئت وحدانی ہے۔ جو خلق وامر کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ ہیئت وحدانی سوائے انسان کے کسی کو میسر نہیں ہوئی ہے۔ (مکتوبات احمدیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب ۳۰۷)۔

تابعین میں بھی سایہ ڈالا ہے۔ اس کے بعد یہ دولت پوشیدہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ آنحضور علی
وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی بعثت سے دوسرے ہزار سال پر نوبت پہنچی۔ اس وقت
میں بھی وہ دولت تبعیت ووراثت سے منصۂ ظہور پر آگئی اور آخر کو اول کے مشابہ بنادیا۔

اگر بادشہ بر درِ پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن"۔

تین مراتب:

واضح ہو کہ تجلی ذاتی دائمی کے تین مرتبے ہیں۔



پہلا مرتبہ کمالات نبوت کا۔ دوسرا کمالات رسالت کا۔ تیسرا کمالات اولوالعزم کا۔ یہ تینوں دائرے مثل ابرہ واستر کے اور مثل محیط ومرکز کے مشہور ہوتے ہیں۔

جب بفضل الٰہی دائرہ کمالات نبوت کے مرکز میں پہنچتے ہیں۔ تو وہ مرکز بصورت دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ دائرہ کمالات رسالت کا ہے۔ جب دوسرے دائرے کے مرکز میں پہنچتے ہیں۔ تو وہ مرکز بھی بصورت دائرہ ظاہر ہوتا ہے جو دائرہ کمالات اولوالعزم ہے۔

کمالات نبوت میں مراقبہ ذات بحت کا یوں کرتے ہیں۔ وہ ذات بحث جو منشاء کمالات نبوت ہے فیض اُس کا آرہا ہے میرے عنصر خاک پر۔ اِس مقام میں سالک کو حال باطن کی اجنبیت اور بیرنگی و بے کیفیتی حاصل ہوتی ہے۔ ایمانیات واعتقادیات پر یقین تو قوی ہو جاتا ہے۔ استدلالیات بدیہی ہو جاتے ہیں۔ وصل عریانی نقد وقت ہوتا ہے۔ اور دید قصور یہاں تک غالب آتی ہے کہ سالک اپنے تئیں کافر سے بدتر سمجھتا ہے۔

کمالات رسالت میں یوں مراقبہ کیا جاتا ہے۔ وہ ذات بحث جو منشاء کمالات رسالت ہے فیض اُس کا آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر۔ یہ موہبت بالاصالت انبیاء مرسل سے مخصوص ہے۔ دوسروں کو اگر میسر ہوتی ہے تو بطفیل وتبعیت نصیب ہوتی ہے۔

کمالات اولوالعزم میں یوں مراقبہ کرتے ہیں، وہ ذات بحت جو منشاء کمالات اولوالعزم ہے فیض اُس کا آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر۔ اِس مقام پر قرآن شریف کے مقطعات ومتشابہات کا راز منکشف ہو جاتا ہے۔ کمالات نبوت اور اُس کے اوپر کے مقامات میں تلاوت قرآن مجید اور کثرت نماز مفید ترقی ہے بشرطیکہ فضل الٰہی شامل حال ہو۔



کمالات ثلاثہ مذکورہ بالا کے بعد سلوک کے دو راستے ہیں۔ ایک بجانب حقائق الٰہیہ۔ دوسرا بجانب حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ مرشد جس طرف چاہے طالب کو چلائے۔

دائرہ حقیقت کعبہ:

حقائق الٰہیہ کے تین دائرے ہیں۔ اول دائرہ حقیقت کعبہ ربانی۔ حقیقت کعبہ سے مراد سراوقات عظمت وکبریا یا نور صرف ہے جو تمام کا مسجود اور تمام تعینات کا اصل ہے۔ سراوقات عظمت وکبریا میں اضافت بیانیہ ہے۔ یعنی عظمت وکبریا جو ذات پاک کے سر (اوقات (سراپردے) ہیں۔ حدیث قدسی میں وارد ہے۔ **الکبریاء[1] روائی والعظمة ازاری فمن ناز عنی فیهما احطه فی النادی۔** جس طرح تہ بند اور چادر انسان کے بدن کے چھپانے والے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت عظمت وکبریائی ظہور وورک ابصار سے مانع ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ** (آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کرتیں)۔ نور صرف کا حال نور آفتاب کے انتشار کا سا ہے۔ جو اُس کے قریب کا حاجب ہے اور عین قرص سے منتشر ہو کر اُس کا حجاب بن جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے **حجابه النور**۔ یہاں اِس طرح مراقبہ کرتے ہیں۔ وہ ذات پاک جو مسجود جمیع ممکنات اور منشاء حقیقت کعبہ ہے فیض اُس کا آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر۔ اس مقام پر سالک کو ذات پاک کی عظمت وکبریائی نظر آتی ہے اور دریائے ہیبت وجلال میں

[1] کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔ پس جو شخص ان دونوں میں میرے ساتھ منازعت کرے۔ میں اُسے اپنی آگ میں پھینک دوں گا۔

مستغرق ہو جاتا ہے۔ جب ہزاروں میں سے ایک عارف کو اِس مرتبہ میں فنا و بقا حاصل ہوتی ہے۔ تو وہ ممکنات کی توجہ اپنی طرف پاتا ہے۔

دائرہ حقیقت قرآن:

دائرہ حقیقت قرآن

دوسرا دائرہ حقیقت قرآن ہے۔ حقیقت قرآن سے مراد مبدأ وسعت بے چون حضرت ذات تعالیٰ و تقدس ہے۔ یہاں اس طرح مراقبہ کیا کرتے ہیں۔ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر دائرہ حقیقت قرآن سے جو عبارت ہے مبدأ وسعت بے چون حضرت ذات پاک سے۔ اس مقام میں بواطن کلام اللہ شریف ظاہر ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کا ہر ایک حرف ایک دریا نظر آتا ہے۔ جو کعبہ مقصود تک پہنچا لے جاتا ہے۔ تلاوت قرآن کے وقت پڑھنے والے کی زبان شجرہ موسوی کا حکم پیدا کر لیتی ہے۔ اکثر اوقات تمام قالب ہی زبان بن جاتا ہے۔

دائرہ حقیقت صلوٰۃ

دائرہ حقیقت صلوٰۃ

تیسرا دائرہ حقیقت صلوٰۃ ہے۔ حقیقت صلوٰۃ سے مراد کمال وسعت بے چون حضرت ذات پاک ہے۔ یہاں اِس طرح مراقبہ کیا جاتا ہے۔ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر دائرہ حقیقت صلوٰۃ سے جو عبارت ہے کمال وسعت بے چون ذات پاک ہے۔ یہ مقام جامع جمیع کمالات ہے۔

جو سالک اِس مقام سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ وہ نماز ادا کرتے وقت گویا اِس جہان سے نکل جاتا ہے اور دوسرے جہان میں جا پہنچتا ہے۔ مضمون حدیث **ان تعبد اللہ کانک تراہ** اس جگہ بوجہ کمال ظاہر ہوتا ہے۔ حضور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے اسی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ **الصلوٰہ معراج المؤمن**۔ اور نیز فرمایا۔ **اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ**۔

دائرہ معبودیت صرف:

دائرۂ معبودیّت صرفہ

دائرہ حقیقت صلوٰۃ کے بعد دائرہ معبودیت صرف ہے۔ یہاں اس طرح مراقبہ کرتے ہیں۔ وہ ذات پاک جو معبود صرف ہے فیض اُس کا آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر۔ اس مقام پر قدم کی گنجائش نہیں۔ سیر قدمی تو عابدیت کے مقام تک ہی تھی۔ یہاں فضل الٰہی سیر نظری حاصل ہو سکتی ہے۔ حقائق کلمہ طیبہ اسی جگہ پر متحقق ہوتے ہیں۔ ان مقامات کی نسبت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

"یہ مرتبہ مقدسہ جس کو ہم نے حقیقت قرآن مجید کہا ہے اس میں نور کا اطلاق بھی گنجائش نہیں رکھتا۔ اور باقی کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راستے میں رہ جاتا ہے۔ فقیر وہاں وسعت بے چون و امتیاز بیچگون کی سوا کسی چیز کی گنجائش نہیں دیکھتا۔ آیہ کریمہ **قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ** میں اگر (نور سے مراد قرآن ہو تو ممکن ہے کہ قرآن پر نور کا اطلاق باعتبار انزال و منزل کے ہو۔ چنانچہ کلمہ **قَدْ جَآءَ كُم** اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور اس مرتبہ مقدسہ کے اوپر ایک اور بہت بلند مرتبہ ہے جو حقیقت صلوٰۃ ہے۔ جس کی صورت عالم شہادت میں منتہی نمازیوں سے برپا ہے۔ اور وہ جو قصہ معراج میں آیا ہے۔ **قف**[1] **یا محمد فان اللہ یصلی** ممکن ہے کہ اسی صلوٰۃ کی طرف اشارہ ہو۔ ہاں وہ عبادت جو مرتبہ تجرد و تنزہ کے شایاں ہو وہ شاید مراتب وجوب سے صادر ہوتی ہے اور اطوار قِدم سے ظہور میں آتی ہے۔ پس عبادت جو کہ حق تعالیٰ کی جانب قدس کے لائق ہو وہی ہے جو مراتب وجوب سے صادر ہو۔ نہ کہ اس کے سوا کوئی اور۔ پس وہی عابد ہے وہی معبود۔ اس مرتبہ مقدسہ میں کمال وسعت و امتیاز بے چون ہے۔ کیوں کہ اگر حقیقت کعبہ ہے تو اسی کا جزو ہے۔ اگر حقیقت قرآن ہے۔ تو بھی اسی کا جزو ہے۔ اس لئے کہ صلوٰۃ مراتب عبادت کے تمام کمالات کی جامع ہے جو اصل کے لئے ہیں۔ کیوں کہ معبودیت صرف اُس اصل کے لئے ثابت ہے۔ اور حقیقت صلوۃ جو جمیع عبادات کی جامع ہے اس مرتبہ میں عبادت ہے اُس مرتبہ مقدسہ کے لئے جو اس سے فوق ہے۔ اور استحقاق معبودیت صرف اُس فوق

---

1 ٹھیر یا اے محمدؐ۔ کیوں کہ اللہ نماز پڑھتا ہے۔

کے لئے ثابت ہے جو اصل کل ہے اور سب کا جائے پناہ ہے۔ اس مقام میں وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے۔ اور امتیاز بھی خواہ بے چون وبچگوں ہو راستے میں رہ جاتا ہے انبیاء اور اکابر اولیاء علیہم الصلوات اولاً وآخراً میں سے کاملین کے قدموں کا منتہا مقام حقیقت صلوٰۃ کی نہایت تک ہوتا ہے جو عابدوں کی عبادت کے مرتبہ کی نہایت ہے۔ اور اُس سے اوپر مقام معبودیت صرف ہے۔ کسی کو اُس دولت میں کسی طرح سے شرکت نہیں تا کہ قدم اور اوپر رکھے۔ جہاں تک عبادت وعابدیت کی آمیزش ہے نظر کی طرح قدم کے لئے گنجائش ہے۔ جب معاملہ معبودیت صرف تک پہنچتا ہے۔ قدم کوتاہی کرتا ہے اور سیر ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن بحمد اللہ سبحانہ کہ نظر کو وہاں سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ اور اُس کی استعداد کے موافق گنجائش دی ہے۔ بلا بودے اگر ایں ہم بنودے۔ گنجائش ہے کہ کہ قف یا محمد میں قدم کی اس کوتاہی کی طرف اشارہ ہوا ہو۔ یعنی اے محمد! ٹھیرئے اور قدم آگے نہ رکھئے۔ کیوں کہ اس مرتبہ صلوٰۃ سے اوپر جو مرتبہ وجوب سے حضرت ذات تعالےٰ وتقدس کے مرتبہ تجرد وتنزیہ کے واسطے صادر ہے قدم کے لئے کوئی جولانگاہ وگنجائش نہیں۔ اور کلمہ لا الٰــــہ الا اللہ کی حقیقت اس مقام پر متحقق ہوتی ہے۔ اور الٰہہ غیر مستحقہ کی عبادت کی نفی اس جگہ متصور ہوتی ہے۔ اور معبود حقیقی کا اثبات کہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اور عابدیت ومعبودیت میں کمال امتیاز یہاں ظاہر ہوتا ہے۔ اور عابد معبود سے کمال جدا ہو جاتا ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے معنے ارباب نہایت کے حال کے مناسب لا مـــعـبـود الا اللہ ہیں جیسا کہ شریعت میں اس کلمہ کے معنے قرار پائے ہیں۔ لا موجود ولا وجود کے۔ کیوں کہ یہ دریچۂ لا معبود الا اللہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس مقام میں نظر میں ترقی اور بصر میں تیزی عبادت صلوٰۃ سے وابستہ ہے جو ارباب نہایت کا کام ہے۔ دوسری عبادتیں شاید تکمیل صلوٰۃ میں مدد کریں اور شاید اس نقص کی تلافی کریں۔ اسی وجہ سے ممکن ہے کہ صلوٰۃ کو ایمان کی طرح حسن لذاتہ کہا ہے اور دوسری عبادتوں کے لئے حُسن لذواتہا نہیں'' (مکتوب ۷۷۔ دفتر سوم)۔

حقائق انبیاء:

دوسرا راستہ حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ حقیقت محمدی جو تعین اول ہے

الحقائق ہے۔ دوسرے حقائق خواہ حقائق انبیائے کرام یا حقائق ملائکہ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات ہوں اس حقیقت کے ظلال کی مثل ہیں اور یہ حقیقت اصل حقائق ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اول مـا خـلـق اللہ نوری۔ اس لئے یہ حقیقت باقی حقائق اور حق جل وعلا کے درمیان واسطہ ہے۔ اس حقیقت کی وساطت کے بغیر کسی کو مطلب پر پہنچنا محال ہے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی الانبیاء والمرسلین اور رحمۃ للعلمین ہیں۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ بنا بر تحقیق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تعین اول باعتبار اول حقیقت حُب ہے۔ یعنی اول اعتبار جو ایجاد عالم کے لئے پیدا ہوا حب ہے۔ بعد ازاں اعتبار وجود جو مقدمہ ایجاد ہے۔ کیوں کہ حضرت ذات جل شانہ بغیر اعتبار اس حسب اور اس وجود کے عالم و ایجاد عالم سے مستغنی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن۔ حدیث قدسی میں ہے۔ کنت کـنـزا مـخـفـیـا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف۔ پس اول چیز جو اس گنجینہ مخفی سے منصۂ ظہور پر آئی حب تھی جو خلائق کی پیدائش کا سبب ہوئی۔ اگر حب نہ ہوتی۔ تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ ومستقر رہتا۔ حقیقت محمدی یہی تعین حُبی ہے۔ اس تعین حُبی میں جب بدقت نظر کی جاتی ہے۔ تو بفضل الٰہی معلوم ہوتا ہے کہ اس دائرے کا محیط خلت (محبیت ذات لصفاتہ) ہے جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدأ تعین ہے۔ اسے حقیقت وولایت ابراہیمی کہتے ہیں۔ اس دائرہ کا مرکز جو اُس کا اشرف واسبق اجزاء ہے حب ہے۔ جب بفضل خدا اِس مرکز پر پہنچتے ہیں۔ تو وہ مرکز بھی دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا محیط



محبیت صرف (محبیت ذات لذاتہ) ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدأ تعین ہے۔ اسے حقیقت وولایت موسوی کہتے ہیں۔ اس کا مرکز جو اشرف اجزاء ہے محبوبیت ہے۔ اب بفضل الٰہی اِس مرکز تک رسائی ہوتی ہے۔ تو وہ مرکز بھی دائرہ نظر آتا ہے۔ جس کا محیط محبوبیت ممتزجہ بمحبیت (یعنی محبوبیت الذات

للذات ممتزجہ بمحبیت الذات للذات) ہے۔ اِس کو حقیقت و ولایت محمدی کہتے ہیں۔ اور یہ با
عتبار نام پاک محمدؐ کے حضور سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا مربی اور مبدأ تعین جسدی ہے۔ اور ای
کا مرکز محبوبیت صرف (محبوبیت الذات للذات) ہے۔ جس کو حقیقت و ولایت احمدی کہ
ہیں۔ اور یہ باعتبار نام پاک احمدؐ کے حضور سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا مبدأ تعین وجو
ہے۔ سالک جو بطریق! جمال بغیر ملاحظہ خلت و محبیت و محبوبیت کے اس دائرہ حب کی طرف
متوجہ ہوتا ہے۔ اُس کی سیر تعین جبی میں ہوگی۔ اور اسی اثنا میں تعین وجودی میں بھی سیر واقع ہو
جائے گی۔

حقائق مذکور بالا میں مراقبات اِس طرح کرتے ہیں۔

مراقبہ ابراہیمی:

مراقبہ ابراہیمی۔ فیض آرہا ہے میرے ہیئت وحدانی پر اُس ذات پاک سے جو اپنی صفات
دوست رکھتی ہے اور جو منشاء حقیقت ابراہیمی ہے۔ اس مقام پر سالک کو حضرت حق سبحانہ سے ایک
اُنس خاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تمام خلق سے اِس قدر بے التفاتی ہو جاتی ہے کہ کسی کے تو
راضی نہیں ہوتا۔ گویا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتش نمرود میں جو
حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیا تھا (و اما الیک فلا حاجۃ لی) اُس کا مصداق
ہے۔ یہاں صلوٰۃ ابراہیمی یعنی درود شریف جو نماز میں قعدہ میں التحیات کے بعد پڑھتے ہیں اس
کا ورد رکھنا مفید ہے۔

مراقبہ موسوی:

مراقبہ موسوی۔ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اُس ذات پاک سے جو اپنے آپ
دوست رکھتی ہے اور جو منشاء حقیقت موسوی ہے۔ اس مقام میں باوجود محبت ذاتی کے ظہور
شان استغنائی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یہی راز ہے کہ بعض مواقع پر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے بظاہر خلاف ادب کلمات سرزد ہوئے ہیں جیسا کہ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ
مِنَّا اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۔ اور ایک قسم کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے جو منشاء رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ

الیک ہے۔ یہاں یہ درود شریف مفید ہے۔ اللھم صلّ و سلم علیٰ سیدنا محمد
و علیٰ اخوانہ من الانبیاء والمرسلین خصوصًا علیٰ کلیمک سیدنا
موسیٰ۔

مراقبہ محمدی:

مراقبہ محمدی۔ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اُس ذات پاک سے جو خود ہی محبوب اور خود
ہی محب ہے اور جو منشاء حقیقت محمدی ہے۔ اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص محبت
پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر امر میں حضور انور ہی کا اتباع اچھا معلوم ہوتا ہے۔ امام الطریقہ حضرت مجدد
رحمۃ اللہ علیہ کے قول (خدارا ازاں مے پرستم کہ رب محمد است) کے معنی اِس جگہ ظاہر ہوتے
ہیں۔ یہاں یہ درود شریف مفید ہے۔ اللھم صلّ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ ال
سیدنا محمد و اصحاب سیدنا محمد افضل صلوٰتک بعدد معلوماتک
و بارک و سلم کذٰلک۔

مراقبہ احمدی:

مراقبہ احمدی۔ فیض آرہا ہے میرے ہیئت وحدانی پر اُس ذات پاک سے جو اپنی محبوب آپ
ہے اور جو منشاء حقیقت احمدی ہے۔ یہاں وہی درود شریف مفید ہے جو مراقبہ محمدی میں مذکور ہوا۔

مراقبہ حب صرف:

مراقبہ حب صرف۔ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اُس ذات پاک سے جو منشاء حب
صرف ذاتی ہے۔ اس مقام پر نسبت میں کمال علو اور باطن کی بے رنگی ظاہر ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ
مرتبہ حضرت اطلاق ولاتعین کے بہت قریب ہے۔ یہ مقام ہمارے پیغمبر سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وسلم کے خاص مقامات سے ہے۔ دوسرے انبیاء کے حقائق کا یہاں نشان نہیں ملتا۔ کیوں کہ
یہاں تعین جبی حقیقت محمدی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

مقام لاتعین:

دائرہ لاتعین

مقام حقائق انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اوپر مقام لاتعین ہے۔ یہاں سیر قدمی کی گنجائش نہیں۔ اگر ہو تو سیر نظری ہوگی۔ یہاں مراقبہ اس طرح کرتے ہیں۔ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اُس ذات پاک سے جو تعینات سے مبرا ہے۔

یہ مقام بھی حضور سرور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے خصائص سے ہے۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میں اسی مقام کی طرف اشارہ بتاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے آپ کے بعض اُلش خواروں کو اس خوان احسان سے اُلش عطا ہوا ہے۔

اگر بادشہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اس سے حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی عظمت پائی جاتی ہے اور آپ کے اُلش خوار بھی اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں۔

مقامات مذکورہ بالا کے علاوہ تین دائرے اور بیان کئے جاتے ہیں۔

دائرہ سیف قاطع:

دائرہ سیف قاطع

دائرہ سیف قاطع جو ولایت کبریٰ کے پہلو میں بتایا جاتا ہے۔ بظاہر سیف قاطع اسماء وصفات کی ایک لہر از قبیل ولایت کبریٰ ہے۔ چونکہ نفس کو یہاں فنائے اتم حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اِس نام سے موسوم ہوا۔

دائرہ حقیقت صوم:

دائرہ حقیقت صوم

دوسرا دائرہ حقیقت صوم۔ جو عبادت صفات سلبیہ سے ہے۔ مثلاً صمد لا یا کل ولا یشرب ولا یلد ولا یولد و لم یکن

لہٗ کفواً احد۔ یہ دائرہ حقیقت قرآن کے پہلو میں بتاتے ہیں۔

دائرہ قیومیت:

دائرہ سیف قاطع

یہ دائرہ دائرہ کمالات اولوالعزم سے پیدا ہوا ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جواہر علویہ میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ تینوں ولایتیں اور یہ تینوں کمالات اور ساتوں حقائق اور دوسرے مقامات جن کا بہت تھوڑا سا حال گویا دریا میں سے قطرے کا ذکر ان اوراق میں کیا گیا ہے اس شریف خاندان کے تمام متوسلوں کو حاصل نہیں ہوتے۔ بعض تو ولایت قلبی بلکہ دائرہ امکان تک رہ جاتے ہیں۔ بعض کو ولایت کبریٰ حاصل ہوتی ہے۔ اور بہت کم کو کمالات ثلاثہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور خال خال حقائق سبعہ وغیرہ سے فائز ہوتے ہیں۔

***

خاتمہ در نظام اوقات صوفی نقشبندی مجددی

ہر امر میں اتباع سنت ملحوظ رہے اور عزیمت پر عمل اور بدعت سے پرہیز
فرائض وواجبات کے ادا کرنے اور محرمات ومکروہات ومشتبہات سے اجتناب کے بعد
لازم ہے کہ اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است پاکی دل ز ذکر رحمان است

طریقہ عبادت:

جب تہائی رات باقی ہو۔ تو جاگ اُٹھے۔ اور اُٹھتے ہی کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔ پھر نماز تہجد جو اس راہ کی ضروریات
رکعتیں دو دو کی نیت سے ادا کرے۔ اگر ممکن ہو تو ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد
پڑھے۔ ورنہ اِس سورت کو آٹھ رکعتوں میں ختم کرے۔ اِس کی اسی آیتیں ہیں۔
دس دس آیتیں پڑھ لے باقی چار رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار
اگر سورہ یٰسین شریف یاد نہ ہو۔ تو تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص
پڑھے۔ اگر وقت تنگ ہو۔ تو آٹھ۔ چھ۔ چار۔ یا دو رکعتیں پڑھے۔ اگر وتر نماز عشاء کے
پڑھے ہوں۔ تو پہلے تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھے۔ بعد ازاں تین وتر ادا کرے۔
قدس سرّہ نے فرمایا ہے کہ جب تین دل کسی مراد کے واسطے متفق ہو جائیں۔ تو وہ
مراد کے حصول کے لئے کافی ہیں۔ دل بندہ کا۔ دل رات کا۔ دل قرآن مجید کا۔
سورہ یٰسین شریف کو جو قلب قرآن ہے اخلاص دلی سے پڑھا۔ تو مراد حاصل ہو گئی۔

نماز تہجد کے بعد یہ استغفار سو بار پڑھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا
الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ بعد ازاں سبق باطن (بالخصوص وہ اشغال جن میں
درکار ہے) میں مشغول ہو جائے۔ فجر کی سنتیں گھر پر پڑھے۔ اور فرض مسجد میں جماعت
ادا کرے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھے اور کہے۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ
اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ جب مسجد سے نکلے تو بایاں پاؤں پہلے نکالے اور کہے۔ اَللّٰهُمَّ

اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔

نماز پنجگانہ کے بعد وظیفہ:

پانچوں نمازوں میں فرضوں کے بعد استغفار مذکور تین تین بار پڑھ کر دعا مانگے۔ اور ہر
نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور تسبیح فاطمہؓ یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳
بار۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ۳۴ بار پڑھے۔ اور نماز فجر ومغرب کے بعد علاوہ ازیں اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ
النَّارِ سات سات بار کہے۔ نماز فجر کے بعد مسجد ہی میں اپنی جگہ پر ذکر میں مشغول رہے۔ جب
آفتاب ایک یا دو نیزہ کے مقدار بلند ہو جائے۔ تو وہیں دو رکعت (یا چار رکعت دو دو کی نیت سے)
نماز اشراق ادا کرے۔ جس کی ہر رکعت میں بقول حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فاتحہ کے بعد سورہ
اخلاص پانچ بار پڑھے۔ ہاں اگر مسجد میں تفرقہ یا ریا کا ڈر ہو۔ تو نماز فجر کے بعد گھر چلا جائے۔ اور
گھر ہی پر نماز اشراق پڑھے۔

نماز اشراق کے بعد:

نماز اشراق کے بعد کہے۔ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ
خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ۔
سو بار پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ
هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور سو بار کہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ
الْعَظِیْمِ۔ اور ایک بار یہ سید الاستغفار پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ
وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ
شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ
الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ اس کے بعد دو رکعت دن رات کے استخارہ کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی
رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں سورت اخلاص
پڑھے۔ پھر یہ دعا مانگے۔ اَللّٰهُمَّ[1] اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ

---

[1] (ترجمہ:- خداوندا! میں تجھ سے تیرے علم کے وسیلہ سے طلب خیر کرتا ہوں۔ اور تجھ سے تیری قدرت کے
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ الْیَوْمَ وَاللَّیْلَۃَ مِنَ الْعَمَلِ اَیَّ عَمَلٍ کَانَ دِیْنًا اَوْ دُنْیَوِیًّا خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ الْیَوْمَ وَاللَّیْلَۃَ مِنَ الْعَمَلِ اَیَّ عَمَلٍ کَانَ دِیْنًا اَوْ دُنْیَوِیًّا شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَ اقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔ دعائے استخارہ کے بعد تلاوت قرآن مجید و دلائل الخیرات وغیرہ یا وظیفہ باطن میں مشغول ہو جائے۔ اگر طالب علم ہو۔ تو درس میں لگ جائے۔ طالب معاش ہو۔ تو معاش کے لئے کوئی جائز حیلہ کرے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

وسیلہ سے طلب قدرت کرتا ہوں۔ اور تجھ سے تیرے فضل عظیم میں سے کچھ مانگتا ہوں۔ کیوں کہ تو قادر ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا۔ اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ خداوندا! اگر تو جانتا ہے کہ میں جو کام دینی ہو یا دنیوی آج دن یا آج رات کرنے کا ارادہ کرتا ہوں وہ میرے واسطے میرے دین اور میری زندگانی اور میرے انجام کار میں یا اِس دنیا اور اُس جہان میں بہتر ہے۔ تو اُس کو میرے واسطے مہیا کر دے اور اُسے میرے واسطے آسان کر دے۔ پھر اُس میں مجھے برکت دے۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں جو کام دینی ہو یا دنیوی آج دن یا آج رات کرنے کا ارادہ کرتا ہوں وہ میرے واسطے میرے دین اور میری زندگانی اور میرے انجام کار میں یا اِس دنیا اور اُس جہان میں بُرا ہے تو اُس کو مجھ سے دور رکھ اور مجھ کو اُس سے دور رکھ۔ اور میرے واسطے نیکی مہیا کر دے جس جگہ کہ ہو۔ پھر مجھے اُس پر راضی کر دے وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔ انتہیٰ)۔

حاشیہ صفحہ ہذا

۱۔ اگر کسی خاص کام کے لئے استخارہ کیا جائے۔ تو اس دعا میں دونوں جگہ مَا اُرِیْدُ الْیَوْمَ وَاللَّیْلَۃَ مِنَ الْعَمَلِ اَیَّ عَمَلٍ کَانَ دِیْنًا اَوْ دُنْیَوِیًّا کی جگہ ھٰذَا الْاَمْر کہہ کر اُس کا تصور دل میں کر لے یا لے لے۔

نماز چاشت کی ادائیگی:

پھر دن چڑھے کے بعد نماز ضحیٰ یا چاشت دو دو کی نیت سے ادا کرے۔ نماز تہجد کی طرح اس کی بھی بارہ رکعتیں ہیں۔ آٹھ۔ چار۔ دو بھی جائز ہیں۔ اس نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ والشمس۔ دوسری میں واللیل۔ تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے۔ باقی رکعتوں میں اِن ہی سورتوں کا اعادہ کرے۔ اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں۔ تو ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص تین تین بار پڑھ لے۔ نماز چاشت کو ضحوہ کبرٰی سے پہلے پہلے پڑھ لینا چاہئے۔ دوپہر کو کھانا کھا کر قیلولہ کرنا سنت ہے۔ خوراک و پوشاک کا کسب حلال سے ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔

کھانے کے بعد کی دُعا:

کھانا کھا کر یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ۔ اور کپڑا پہنے تو یوں کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا الثَّوْبَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ وَلَا قُوَّۃٍ۔

نماز ظہر:

واضح رہے کہ دن کو عربی میں نہار بولتے ہیں۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک نہار شرعی اور طلوع آفتاب سے غروب تک نہار عرفی کہلاتا ہے۔ ضحوہ کبرٰی نہار شرعی کے نصف پر ہوتا ہے۔ نہار عرفی کے نصف کے بعد زوال شروع ہوتا ہے۔ ضحوہ کبرٰی سے زوال تک نماز مکروہ ہے۔ زوال کے شروع ہوتے ہی نماز فئ الزوال چار رکعت ایک سلام سے ادا کرے۔ بعد ازاں نماز ظہر مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھے۔ نماز ظہر سے فارغ ہو کر تدریس و تصنیف وغیرہ یا شغل باطن میں وقت گزارے۔ اور بصورت ضرورت معاش کے لئے حیلہ کرے۔

نماز عصر کا وقت:

جب ہر چیز کا سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے۔ تو نماز عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

نمازعصر سے پہلے چار رکعت سنت زائدہ پڑھے۔اور نمازعصر باجماعت [illegible]
(اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ) [illegible]
مقاصد دینی ودنیوی کے حصول کے لئے عصر کے بعد ختم حضرت مجدد الف ثانی [illegible]
پڑھتے ہیں۔اُس کی ترکیب یوں ہے۔اول درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی [illegible]
وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ سوبار۔پھر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ [illegible]
پانسوبار۔بعدازاں درود شریف سوبار پڑھ کرسب کا ثواب بروح پرفتوح حضرت مجدد [illegible]
الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بخشتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں۔باقی وقت ذکر ومراقبہ [illegible]

صلوٰۃ اوابین:

نمازمغرب کے بعد صلوٰۃ اوّابین چھ رکعت دو دو کی نیت سے پڑھے۔ [illegible]
کہے۔ اَللّٰهُمَّ مَا اَمْسٰی بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ [illegible]
شَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَالشُّکْرُ۔ پھر سید الاستغفار پڑھے [illegible]
دعائے حزب البحر پڑھے جو ظاہری و باطنی کشائش کے لئے مجرب ہے۔ [illegible]
حضرات خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم بھی پڑھتے ہیں۔جس کی ترکیب [illegible]
یہ دعا پڑھتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اَللّٰهُمَّ یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ [illegible]
الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ [illegible]
یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ پھر سورہ فاتحہ سات بار۔درود شریف سوبار۔ [illegible]
سورہ اخلاص ایک ہزار ایک بار۔سورہ فاتحہ سات بار۔درود شریف سوبار [illegible]
سورتوں کے شروع میں ہر مرتبہ بسم اللہ شریف بھی پڑھی جاتی ہے۔اگر بہت [illegible]
سورتوں کو جماعت پر تقسیم کردیتے ہیں۔اخیر میں سب کا ثواب حضرت خواجگان [illegible]
کو بخشا جاتا ہے۔اور ان کے وسیلہ سے فتوحات ظاہری و باطنی کے حصول کے لئے [illegible]
حاجت کے لئے درگاہ رب العزت میں دعا کی جاتی ہے۔

[illegible] کے بعد:

[illegible] نماز عشا باجماعت سے فارغ ہوکر بستر پر قبلہ رو بیٹھ کر پڑھے۔سورہ ملک۔سورہ فاتحہ
[illegible] الرسول بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ تا آخر سورہ بقرہ۔آیۃ الکرسی۔ لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ
[illegible] الْجَنَّةِ تا آخر سورہ حشر۔سورہ کافرون۔سورہ اخلاص۔سورہ فلق۔سورہ ناس۔تسبیح
[illegible] سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ تین بار۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ
[illegible] لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ پھر دائیں کروٹ لیٹے اور دایاں ہاتھ
[illegible] یوں کہے۔ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَ بِکَ اَرْفَعُهٗ ۔ اِنْ
[illegible] نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ
[illegible]

[illegible]:

[illegible] نفلی نمازوں میں ایک صلوٰۃ تسبیح بھی ہے۔جو آغاز زوال کے بعد پڑھی جاتی ہے۔اگر
[illegible] تو دن رات میں کسی وقت پڑھ لے۔اگر ہو سکے۔تو اسے ہر روز [illegible] ورنہ ہفتہ میں ایک
[illegible] اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔تو مہینہ میں ایک بار یا سال میں ایک بار ورنہ عمر میں ایک بار ضرور
[illegible] اس نماز کی چار رکعتیں ایک سلام سے ہیں۔ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھے
[illegible] سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پندرہ بار۔قراءت کے بعد رکوع
[illegible] دس بار۔رکوع میں بعد تسبیح رکوع کے دس بار۔رکوع سے کھڑے ہوکر دس بار۔ہر دو
[illegible] دس دس بار۔دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس بار۔اس طرح یہ چاروں کلمے ہر رکعت

[illegible] استغفار پڑھ چکے۔تو مفصلہ ذیل بغرض ایصال ثواب پڑھے۔کلمہ شہادت ۳بار۔سورہ اخلاص ۳
[illegible] فلق ۳بار۔سورہ ناس ۳بار۔ان چاروں کو پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر پھونک مارے اور اپنے اعضاء
[illegible] اور ان کا ثواب رسول اللہ علیہ وسلم کی امت اجابت کو جو اس وقت تک دنیا سے انتقال کرچکی ہے۔
[illegible] کذا فی رسالہ انفاس نفیسہ الخواجہ احرار قدس سرہ۔
[illegible] جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ
[illegible] دوسری میں سورہ عصر۔تیسری میں سورہ کافرون اور چوتھی میں سورہ اخلاص پڑھے۔کذا فی [illegible]
[illegible]

میں ۷۵ بار اور چاروں رکعتوں میں تین سو بار پڑھے جاتے ہیں۔

تحیہ مسجد:

اگر مسجد میں داخل ہو اور فرض وسنت کے ادا کرنے کا وقت نہ ہو۔ تو دو رکعت تحیہ مسجد پڑھے۔ اگر ادائے فرض وسنت کا وقت ہو۔ تو ادائے فرض وسنت سے تحیہ مسجد ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہو کہ جس میں نماز ممنوع ہے مثلاً استواء۔ طلوع و غروب آفتاب یا بقول حنفیہ کرام بعد فجر وعصر۔ تو تحیہ نہ پڑھے۔ بلکہ تھوڑی دیر رو بقبلہ ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر اپنے کام میں لگ جائے۔ تحیہ مسجد کی طرح تحیہ وضوء کی بھی دو رکعتیں ہیں جو وضو کرنے کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

نفلی روزے:

ماہ رمضان مبارک میں روزے احتیاط سے رکھے۔ اور لغویات یا گناہ وغیبت سے پرہیز کرے۔ نماز تراویح اور ختم قرآن اور عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کو لازم سمجھے اور شب قدر کا جویاں رہے۔ جس طرح نماز پنجگانہ کے علاوہ نفلی نمازیں ہیں۔ اسی طرح صیام رمضان کے علاوہ نفلی روزے بھی ہیں جو رکھنے چاہئے۔ مثلاً ماہ محرم الحرام کی نویں اور دسویں تاریخ (عاشورا) کا روزہ۔ ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کا روزہ۔ ماہ شوال کے چھ روزے۔ ماہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے نویں تاریخ تک نو روزے (بالخصوص عرفہ کا روزہ)۔ ایام بیض یعنی ہر مہینے کی تیرہویں چودھویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے۔ ہر ہفتہ میں دوشنبہ کا روزہ جو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف اور نیز آغاز وحی کا دن ہے۔

خلاصہ کلام:

ادائے حج وزکوۃ کے شرائط ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ تحقق شرائط پر یہ بھی ضروری ہیں۔ نیت کو اعمال میں بڑا دخل ہے۔ خواب سے یہ مطلوب ہو کہ رفع تکاسل وتکان کے بعد عبادت کے لئے تازہ دم اُٹھوں گا۔ طعام میں حظ نفس مطلوب نہ ہو۔ بلکہ یہ نیت ہو کہ اس عبادت پر قوت حاصل ہو جائے گی۔ لباس نمود خلق کے لئے نہ ہو۔ بلکہ عبادات وادائے نماز کے

لئے تزئین کی نیت ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ ایسی نیت سے خواب وخور ولباس عین عبادت ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ تصحیح عقائد کے بعد اعمال صالحہ کی بجا آوری میں نہایت کوشش کرے۔ وقت عزیز کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔ اور تمام افعال واقوال اور حرکات وسکنات میں اپنے مولا کریم جل سلطانہ کی رضا کو اپنا مطلوب سمجھے۔ واللہ الموفق والمعین۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔[1] وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

کارکن کار بگذر از گفتار   کاندریں راہ کار دار و کار

رسول[2] اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو تین چیزیں اُس کے پیچھے جاتی ہیں۔ جن میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ یعنی اہل ومال وعمل اُس کے پیچھے جاتے ہیں۔ اہل ومال لوٹ آتے ہیں۔ اور عمل اُس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔

سالک کو چاہئے کہ ذکر وفکر وفرائض وواجبات ونوافل کے بعد اولیاء اللہ اور صالحین کی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ کیوں کہ اُن کی صحبت ذکر وعبادت سے بھی زیادہ مفید ہے جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ اگر ایسی صحبت میسر نہ آئے۔ تو تنہا بیٹھنا یا سو رہنا اچھا ہے۔

دور شو از اختلاط یار بد   یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمے بر جاں زند   یار بد بر جان و بر ایماں زند

ہم نے متوسط درجہ کے صوفی کے نظام اوقات کا محض خاکہ پیش کیا ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اس خاکہ میں اپنے مرشد کے بتائے ہوئے اوراد کو شامل کرکے بمقتضائے حال ووقت مناسب تقدیم وتاخیر یا تغیر وتبدل کرلے۔

رباعی

با ایں ہمہ بیحاصل و ہیچ کسی   در ماندہ بہ نارسائی و ابوالہوسی
وادیم تراز گنج مقصود نشاں   گر ما نہ سیدیم تو شاید برسی

---

1. جن لوگوں نے محنت کی ہمارے واسطے۔ ہم دکھادیں گے اُن کو اپنی راہیں۔ اور بے شک اللہ البتہ احسان و نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورہ عنکبوت۔ اخیر آیت)۔
2. جامع ترمذی۔ ابواب الزہد۔

اربعین صوفیہ

اربعین صوفیہ کی طرف ہم اس کتاب میں پہلے اشارہ کر چکے ہیں ان کا فقط اردو [illegible]
ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

فضیلت و مرتبہ والا بندہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک [illegible]
میں سے کون سا بندہ زیادہ فضیلت والا اور زیادہ بلند مرتبہ والا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ مرد [illegible]
جو خدا کا زیادہ ذکر کرنے والے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! کیا خدا کا زیادہ ذکر کرنے [illegible]
راہ خدا میں جہاد کرنے والے سے زیادہ فضیلت والے اور زیادہ بلند مرتبے والے ہوں گے۔
آپ نے فرمایا کہ غازی اگر اپنی تلوار کافروں اور مشرکوں میں مارے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے
اور وہ خون آلود ہو جائے۔ خدا کا ذکر کرنے والا درجہ میں اُس سے بڑھ کر ہوگا۔ امام احمد و ترمذی۔

ذکر کے حلقے:

جب تم بہشت کی چراگاہوں میں گزرو۔ تو چرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ بہشت کی
چراگاہیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ ترمذی۔

ذکر الٰہی کا اجر:

اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو گلی کوچوں میں پھرتے ہیں اور اہل ذکر کو ڈھونڈتے ہیں۔
جب وہ کسی جماعت کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کو یوں پکارتے ہیں۔
''اپنے مقصود کی طرف آؤ''۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ فرشتے اہل ذکر کو اپنے بازوؤں سے پہلے
آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ ان فرشتوں کا پروردگار ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کا حال [illegible]

[illegible] ہے۔ کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ کہ
[illegible] بندے تجھے پاکی اور بزرگی اور ثنا اور عظمت سے یاد کرتے ہیں۔ پھر ان کا پروردگار پوچھتا
[illegible] کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ
[illegible] قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ پھر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے۔ تو ان کا
[illegible] کیسا ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے۔ تو وہ
[illegible] عبادت اور تیری تعظیم کرنے میں سخت تر ہوتے اور تیری تسبیح زیادہ کیا کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ
[illegible] ہے کہ وہ کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں۔ حضرت
[illegible] فرمایا کہ حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں
[illegible] ۔ اللہ کی قسم اے پروردگار انہوں نے بہشت کو نہیں دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اگر
[illegible] بہشت کو دیکھ لیتے۔ تو اُن کا حال کیسا ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر
[illegible] بہشت کو دیکھ لیتے۔ تو اس کی حرص اور اس کی طلب میں سخت تر ہوتے اور اُس کی رغبت زیادہ
[illegible] تے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ
[illegible] عرض کرتے ہیں کہ دوزخ کی آگ سے۔ پھر حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ
[illegible] آگ کو دیکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ کی قسم اے
[illegible] ردگار انہوں نے نہیں دیکھا۔ پھر حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اگر وہ اُسے دیکھ لیتے۔ تو ان کا حال
[illegible] ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ کی آگ کو دیکھ لیتے۔ تو
[illegible] سے بھاگنے اور ڈرنے میں سخت تر ہوتے۔ حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''میں
[illegible] گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا''۔ اِس پر ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا
[illegible] کہ ان میں سے فلاں شخص ذکر کرنے والوں میں سے نہیں۔ وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا۔ حق
[illegible] فرماتا ہے کہ یہ وہ جماعت ہے کہ ان کا ہم نشین محروم نہیں رہتا۔ امام بخاری۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں وہ جو میری نسبت
رکھتا ہے۔ اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے جی
میں یاد کرتا ہے۔ تو میں اُس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے آدمیوں کی
جماعت میں یاد کرتا ہے۔ تو میں اُسے اُس جماعت سے بہتر جماعت میں یاد کرتا

ہوں۔ بخاری و مسلم۔

(۵) قیامت برپا نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ مسلم

(۶) افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ اور افضل دعاء الحمد للہ ہے۔ ترمذی

(۷) جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ مسلم

(۸) جب تو نماز مغرب سے لوٹے (سلام پھیرے) تو کسی سے کلام کرنے سے پہلے بار کہہ لیا کر۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ (خدایا مجھے دوزخ کی آگ سے ... دے)۔ کیوں کہ اگر تو یہ کہہ لے اور پھر اُسی رات مرجائے۔ تو تیرے واسطے دوزخ سے گزر جانا لکھا جاتا ہے۔ اور جب تو نماز صبح ادا کرے۔ تو اِن ہی ... سات مرتبہ کہہ لیا کر اگر تو اُسی دن مرجائے۔ تو تیرے واسطے آتش دوزخ سے گزر ... لکھا جاتا ہے۔ ابوداؤد۔

(۹) دو کلمے ہیں جو زبان پر آسان اور میزان اعمال میں بھاری اور خدا کے نزدیک ... ہیں۔ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ بخاری و مسلم

(۱۰) یہ کہنا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ میرے ... محبوب تر ہے ہر چیز سے جن پر آفتاب نکلا ہے۔ امام مسلم۔

(۱۱) کسی نے کبھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی طعام نہیں کھایا۔ پیغمبر خدا داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ امام بخاری۔

صبح کی دُعا

جو شخص صبح کے وقت یوں کہے۔ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ۔[1] اس نے البتہ اس دن کا شکر ادا کر دیا۔ اور جو شخص مثل اس کے شام کے وقت کہے (اَللّٰھُمَّ

۱ یا اللہ! صبح کو میرے پاس یا تیری خلق میں سے کسی کے پاس جو نعمت ہے وہ تجھ تنہا کی طرف سے ہے۔ تیرے لئے حمد ہے اور تیرے لئے شکر ہے۔

اَمْسٰی بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ الخ) اُس نے رات کا شکر ادا کر دیا۔ ابوداؤد۔

سوتے وقت کی دُعا:

جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر لیٹنے لگے۔ تو اُسے چاہئے کہ اپنے بستر کو اپنے تہ بند کے اندرونی حاشیہ کے ساتھ جھاڑ لے۔ کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ اُس کے بعد کون سی چیز بستر پر پڑی ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَ بِکَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ[1]۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بستر کو جھاڑ کر اپنے دائیں پہلو کے بل لیٹ جائے۔ بعد ازاں پڑھے باسمک۔ الخ۔ بخاری و مسلم۔

(۱۲) جو شخص اپنے بستر پر لیٹتے وقت تین بار کہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ خداتعالےٰ اُس کے گناہ بخش دیتا ہے اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے مانند ہوں یا عالج کی ریت کے شمار ہوں یا درختوں کے پتوں کے شمار یا دنیا کے دنوں کے شمار ہوں۔ ترمذی۔

بہترین وظیفہ:

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو خبر لگی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت میں غلام آئے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تا کہ آپ سے اس مشقت کی شکایت کریں جو ان کے ہاتھ کو چکی چلانے سے ہوتی ہے۔ انہوں نے حضور کو گھر میں نہ پایا۔ اور اپنا حال حضرت عائشہؓ سے ذکر کر دیا۔ جب حضور تشریف لائے۔ تو حضرت عائشہ نے آپ سے وہ حال ذکر کر دیا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ کہ حضور نے ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمایا حالانکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ ہم

۱ اے میرے پروردگار! میں نے تیرے نام سے اپنا پہلو (بستر پر) رکھا ہے اور تیرے نام سے اُسے اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری روح کو قبض کر لے۔ تو اُس پر رحم کرنا۔ اور اگر تو اُس کو چھوڑ دے۔ تو اُسے نگاہ رکھنا جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں کو نگاہ رکھتا ہے۔

اُٹھنے لگے۔ تو حضور نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ آپ میرے اور فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں تم کو اُس سے بہتر نہ بتادوں جس کا تم نے سوال کیا۔ جب تم اپنے بستر پر لیٹو۔ تو ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے واسطے لونڈی سے بہتر ہے۔ بخاری و مسلم۔

افضل استغفار:

افضل استغفار یہ ہے کہ تو کہے[1]۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لاَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ اَنْتَ ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کو دن کے کسی حصہ میں کہے حالانکہ وہ ان کا یقین و اعتقاد رکھنے والا ہو۔ اور اُسی روز شام سے پہلے مر جائے۔ وہ اہل بہشت میں سے ہے۔ اور جو شخص ان کلمات کو رات کے کسی حصہ میں کہے حالانکہ اُن کا یقین و اعتقاد رکھنے والا ہو۔ اور وہ صبح سے پہلے مر جائے۔ وہ اہل بہشت میں سے ہے۔ امام بخاری۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

ہمارا پروردگار تبارک و تعالیٰ ہر رات جب رات کا اخیر تہائی حصہ باقی ہوتا ہے پہلے آسمان کی طرف اترتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ ''کون ہے کہ مجھے پکارے تا کہ میں اُس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے کہ مجھ سے سوال کرے تا کہ میں اُسے عطا کروں اور کون ہے کہ مجھ سے بخشش طلب کرے تا کہ میں اُسے بخش دوں''۔ بخاری و مسلم۔

---

[1] خداوندا! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جہاں تک کہ مجھ میں طاقت ہے۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بدی سے جو میں نے کی۔ میں اعتراف کرتا ہوں تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اور میں اعتراف کرتا ہوں اپنے گناہ کا۔ پس تو مجھے بخش دے۔ کیوں کہ گناہوں کو تیرے سوا نہیں بخش سکتا۔

(۱۸) خوشی ہو اُس شخص کے لیے جس نے اپنے نامہ اعمال میں استغفار بہت پائی۔ ابن ماجہ و نسائی در عمل یوم ولیلہ۔

کھانا کھانے کے بعد دُعا:

جس شخص نے کھانا کھانے کے بعد یوں کہا[1]۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلاَ قُوَّۃٍ۔ اُس کے گزشتہ (اور آئندہ؟) گناہ (صغیرہ) بخشے جاتے ہیں۔

کپڑا پہن کر دُعا

جس شخص نے کپڑا پہن کر کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا الثَّوْبَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلاَ قُوَّۃٍ۔ (سب ستائش اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور مجھے یہ کپڑا دیا میرے بغیر حیلہ و قوت کے) اُس کے گزشتہ و آئندہ گناہ (صغیرہ) بخشے جاتے ہیں۔ ابوداؤد۔

روزانہ سو مرتبہ پڑھنا:

جو شخص ہر روز سو بار پڑھے۔ لاَ اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اُس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور اُس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اُس کی سو برائیاں مٹائی جاتی ہیں۔ اور یہ اُس کے لئے اُس دن شیطان سے حرز ہے یہاں تک کہ شام ہو جائے۔ اور نہیں لایا کوئی شخص افضل اُس سے جو وہ لایا ہے مگر وہ جو اس سے زیادہ کرے۔ بخاری۔

(۲۱) آدم زاد کو اِن چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں حق نہیں (یعنی قیامت کے دن اِن چیزوں پر پرسش نہ ہوگی)۔ مکان رہنے کے لئے۔ کپڑا ستر عورت کے لئے۔ پارۂ

---

[1] سب ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے یہ کھانا دیا بغیر میرے حیلہ و قوت کے۔

نان اور پانی۔ترمذی۔

روز قیامت سوال:

ہر ایک آدمی کو قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں کھڑا رکھیں گے یہاں تک کہ اُس سے (پانچ) چیزوں کی بابت سوال کیا جائے۔ اُس کی عمر کی بابت کہ کس کام میں بسر کی۔ اس کی جوانی کی بابت کہ کس کام میں بوسیدہ کی۔ اس کے مال کی بابت کہ کہاں سے کمایا۔ اور کس چیز میں اُسے خرچ کیا۔ اور کیا عمل کیا اپنے علم پر۔ ترمذی۔

(۲۳) تو دنیا میں ایسا بن کہ گویا مسافر ہے یا رہرو۔ بخاری۔

(۲۴) خدا نے اُس مرد کا عذر زائل کر دیا جس کی عمر دراز کر دی یہاں تک کہ اُسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔ بخاری۔

(۲۵) ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اُس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ اُس مرد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے ایک گروہ کو دوست رکھا اور وہ اُن سے ملا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''انسان (قیامت کو) اُس کے ساتھ (ہوگا) جس کو اُس نے دوست رکھا ہے''۔ بخاری و مسلم۔

(۲۶) اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے بازو کے برابر قدر رکھتی۔ تو وہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۔ احمد و ترمذی و ابن ماجہ۔

حلال وحرام ظاہر ہے:

حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے مشتبہات سے پرہیز کیا۔ اُس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیا۔ اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا مثل چرواہے کے جو چراگاہ کے گرد چراتا ہے۔ نزدیک ہے کہ وہ چراگاہ کے اندر چرائے۔ آگاہ رہو کہ ہر ایک بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے۔ آگاہ ہو کہ اللہ کی چراگاہ اُس کے محارم ہیں۔ آگاہ رہو کہ جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے۔ تو تمام جسم درست ہو

جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جاتا ہے۔ تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔ بخاری و مسلم۔

(۲۸) مومن کی فراست سے ڈرو۔ کیوں کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے نور سے دیکھتا ہے۔ ترمذی۔

(۲۹) جب انسان مر جاتا ہے۔ تو اُس سے اُس کے عمل کا فائدہ منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا فائدہ منقطع نہیں ہوتا۔ صدقہ جاریہ۔ علم جس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ نیک فرزند جو اُس کے لئے دعا کرے۔ مسلم۔

(۳۰) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص نیک عمل کرتا ہے۔ اُس کے لئے دس گنا ثواب ہے۔ اور میں زیادہ بھی دیتا ہوں۔ اور جو شخص بدی کرتا ہے۔ اُس کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے۔ یا میں معاف کر دیتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت بھر نزدیکی ڈھونڈتا ہے۔ میں اُس سے ایک ہاتھ بھر نزدیکی ڈھونڈتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ بھر نزدیکی ڈھونڈتا ہے۔ میں اُس سے دو ہاتھ بھر نزدیکی ڈھونڈتا ہوں۔ اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے۔ میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔ اور جو شخص بمقدار زمین گناہ لے کر مجھ سے ملتا ہے۔ میں اُس کی مثل مغفرت کے ساتھ اُس سے ملتا ہوں۔ مسلم۔

(۳۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے۔ میں اُس کو لڑائی کی خبر دیتا ہوں۔ اور میرے بندے نے فرائض کی نسبت زیادہ محبوب چیز کے ساتھ میری نزدیکی نہیں ڈھونڈی۔ اور میرا بندہ نوافل کے ساتھ میری طرف نزدیکی ڈھونڈھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ تو میں اُس کی شنوائی بن جاتا ہوں۔ جس سے کہ وہ سنتا ہے۔ اور اُس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے۔ اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے۔ اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے۔ تو البتہ میں اُسے عطا کر دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے: تو البتہ

میں اُس کو پناہ دیتا ہوں۔اور میں کسی چیز میں جس کو میں کرنے والا ہوں
توقف نہیں کرتا جیسا کہ مومن کی جان کے قبض کرنے میں توقف
پسند کرتا ہے۔اور میں اُسے اندوہگین کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔بخاری۔

(۳۲) کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے۔ان میں
آسان غم ہے۔بیہقی در دعوت کبیر۔

(۳۳) جو شخص کسی کو بلا میں گرفتار دیکھے اور کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا
اِبْتَلَاکَ بِہٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا[1]
پہنچے گی خواہ کوئی بلا ہو۔ترمذی۔

(۳۴) میں نے بہشت میں جو بغور دیکھا۔تو اُس کے اہل میں سے اکثر فقیر
آتش دوزخ میں جو بغور دیکھا۔تو اُس کے اہل میں سے اکثر عورتیں
و مسلم۔

(۳۵) تم میری رضا ان ضعیفوں اور فقیروں کی رضا میں ڈھونڈو جو تم میں
صرف ان ضعیفوں کی برکت سے رزق یا مدد ملتی ہے۔ابوداؤد۔

(۳۶) فقراء تونگروں سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل ہوں گے
(اُس دن سے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک ہے)۔ترمذی۔

سات اشخاص:

(۳۷) سات شخص ہیں جن کو اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اُس کے
سایہ نہ ہوگا۔(۱) امام عادل۔(۲) جوان جس نے اپنے پروردگار کی
پایا۔(۳) وہ مرد جس کا دل مسجدوں سے معلق ہے۔(۴) وہ مرد
اللہ کے واسطے ہے۔وہ اسی پر (حیات میں) مجتمع رہے اور اسی پر
ہوئے۔(۵) وہ مرد جسے ایک صاحب نسب شریف و جمال والی

۱۔ سب ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے عافیت دی اُس بلا سے جس میں تجھ کو
لوگوں پر جنہیں اُس نے پیدا کیا فضیلت دی۔

مگر اُس نے کہا کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔(۶) وہ مرد جس نے صدقہ
دیا اور چھپا کر دیا یہاں تک کہ اُس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا
ہے۔(۷) وہ مرد جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے۔تو اُس کی آنکھوں سے آنسو زار زار
بہنے لگیں۔بخاری۔

(۳۸) اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے۔تو جبرئیل علیہ السلام کو پکارتا
ہے کہ اللہ نے البتہ فلاں بندے کو دوست رکھا ہے تو اُس کو دوست رکھ۔پس جبرئیل
اُس کو دوست رکھتے ہیں۔پھر جبرئیل آسمان میں پکارتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے کو
دوست رکھتا ہے۔تم بھی اُس کو دوست رکھو۔پس آسمان والے اُس کو دوست رکھتے
ہیں۔اور زمین والوں میں اُس کی قبولیت پیدا ہو جاتی ہے۔بخاری۔

قرض سے نجات کا وظیفہ:

(۳۹) ایک غلام مکاتب حضرت علیؓ کے پاس آیا۔کہنے لگا کہ میں اپنے زر کتابت سے عاجز
ہوں۔آپ میری مدد کریں۔حضرت مرتضیٰ نے فرمایا۔کہ کیا میں تجھے وہ کلمات نہ
سکھاؤں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے۔اگر تجھ پر بڑے پہاڑ کی مثل
قرض ہو۔اللہ تعالیٰ اُسے تجھ سے ادا کر دے گا۔تو یہ پڑھا کر۔[1] اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ
بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ۔ ترمذی و
بیہقی۔

غنیمت سمجھو:

(۴۰) پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔زندگی کو موت سے پہلے۔اور تندرستی
کو بیماری سے پہلے۔اور فراغ وقت کو مشاغل دنیا میں مبتلا ہونے سے پہلے۔اور جوانی
کو بڑھاپے سے پہلے۔اور تونگری کو فقر سے پہلے۔حاکم و بیہقی۔

۱۔ یا اللہ مجھے کفایت کر اپنے حلال کے ساتھ اپنے حرام سے اور مجھے بے نیاز کر دے اپنے فضل کے ساتھ
سے۔

شجرہ طیّبہ خاندان عالیہ نقشبندیہؔ مجددیہؔ توکلّیہ

میر یوسف علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ بیعت ہونے کے بعد میں شاہ عبدالرسول صاحب والی مسجد میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے شجرہ طلب کیا۔ چنانچہ آپ نے ایک پنجابی زبان کا شجرہ منگا کر عنایت کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ پنجابی ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو میں خود شجرہ نظم کرلوں۔ فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایسا شجرہ ہو کہ دعا کی دعا اور شجرہ کا شجرہ۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ شجرہ کے آخر میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے اسمائے مبارک بھی درج تھے۔ جب میں نے اپنا شجرہ لکھنا شروع کیا۔ تو اس میں تردّد ہوا کہ یہ دو نام بھی رکھوں یا نہ رکھوں بعد نماز مغرب چھاؤنی انبالہ میں اپنے مکان پر ایک تخت پر بیٹھ کر میں نے حضرت صاحب کی طرف رجوع کی۔ تو مجھے غنودگی آ گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور میں شجرہ سُنا رہا ہوں۔ پھر میں نے ان ناموں کے بارے میں استفسار کیا۔ فرمایا کہ ان ناموں کی ہمارے شجرہ میں ضرورت نہیں۔ جب کئی روز کے بعد حضرت جہانخیلاں سے واپس تشریف لائے اور میں نے ظاہر میں شجرہ سنایا اور پھر اُسی طرح استفسار عرض کیا۔ تب حضرت صاحب نے یہ جملہ فرمایا۔ ’’کہہ دیا نا۔ ساڈے شجرہ میں ان ناموں کی ضرورت نہیں‘‘۔ (تذکرہ توکلّیہ۔ صفحہ ۷۰)۔ وہ شجرہ منظوم یہ ہے:۔

رحم کر ہم پر خدا ذاتِ خدا کے واسطے
شافعِ امت محمد مصطفےٰ کے واسطے
بہرِ بو بکر و عمرؓ عثمانؓ علیؓ اصحابؓ کل
اہلِ بیت حسنینؓ حضرت مرتضےٰ کے واسطے
نفسِ امّارہ کے پھندے سے بچا پروردگار
حضرت صدیق اکبر با وفا کے واسطے
الفتِ حق حبِ احمد میں رہوں ثابت قدم
حضرتِ سلمانِ فارس با خدا کے واسطے
مجھ کو مکروہاتِ دنیاوی سے تو محفوظ رکھ
حضرتِ قاسم سراج الاولیاء کے واسطے

تشنہ لب ہوں جامِ وحدت سے مجھے سیراب کر
جعفرِ صادق امام الاتقیاء کے واسطے
کر فنا فی اللہ مجھ کو بہرِ حضرت بایزید
اُس ولی طالب ذاتِ خدا کے واسطے
روز و شب ہو یاد تیری اے کریمِ کارساز
بو الحسن خرقانی بدر الدجیٰ کے واسطے
مجھ غریب خستہ دل کی دستگیری ہے ضرور
قاسمِ گرگانی نور الہدےٰ کے واسطے
ہمتِ عالی عطا فرما مجھے یا ذالجلال
بو علی صاحب دل پارسا کے واسطے
کر زلیخا کی طرح سرمستِ جامِ بے خودی
خواجہ یوسف ہادیٔ شمس الہدےٰ کے واسطے
پردۂ چشمِ بصیرت کھول دے ربِّ کریم
عبدِ خالق غجدوانی مقتدا کے واسطے
سختیٔ سکرات کو آسان کرنا اے رحیم
اُس محمد عارفِ صاحب ضیاء کے واسطے
گور میری نور سے بھرنا خدائے ذوالکرام
حضرتِ محمودِ انجیر اولیا کے واسطے
کیا عجب گر پرسشِ منکر نکیر آسان ہو
بو علی رامیتنی بو العلیٰ کے واسطے
مومنوں میں حشر ہو میرا جنابِ کبریا
بابا سماسی محمد خوش ادا کے واسطے
آفتابِ حشر میں ہو مجھ پہ سایہ عرش کا
حضرتِ میرِ کلالِ اولیاء کے واسطے
نامہ اعمال مجھ کو ہاتھ سیدھے میں ملے
شہ بہاء الدین تاج الاولیاء کے واسطے
پلۂ نیکی ہو سنگیں عدل کے میزان میں
اُس علاء الدین شمس الاولیاء کے واسطے
عیب پوشی حشر میں کرنا میری ستار تو
خواجہ یعقوبِ چرخی با وفا کے واسطے
برق کے مانند طے ہو جائے راہِ پُل صراط
شہ عبید اللہ احرار اولیاء کے واسطے
جامِ کوثر دے پلا دستِ محمدؐ سے مجھے
اُس محمد زاہدِ صاحب ضیاء کے واسطے
اور ہوں فردوس میں ہمسایۂ حضرت نبی
خواجہ درویشِ محمد پُر ضیاء کے واسطے
ہووے اہل اللہ میں یارب وہاں میرا شمار
خواجہ اِمکنگی ولی صاحب شفا کے واسطے
بعد اِس کے ہو وہاں دیدارِ رب مجھ کو نصیب
باقیٔ باللہ مقبول الدعاء کے واسطے
آتشِ دوزخ کا ہو مجھ کو نہ کچھ خوف و خطر
شہ مجدد الفِ ثانی ذوالعطا کے واسطے
دین و دنیا میں مجھے خوشحال رکھنا اے خدا
حضرت معصوم مرشد رہنما کے واسطے
کر زباں کو سیف میری قلب کو پُر نور کر
خواجہ سیف الدین تاج الاصفیاء کے واسطے

نورِ عرفاں سے میرا دل کر منور اے خدا
حضرتِ نور محمد اولیاء کے واسطے

جو مرے فرزند ہوں سب ہوں تقی و پارسا
میرزائے جانجاناں پیشوا کے واسطے

باب رحمت کھول دے مجھ پر خداوند غفور
شہ غلامِ باعلی صاحب ہدیٰ کے واسطے

ذکر حق ہو روز و شب مونس میرا اے ذوالمنن
بوسعید اولیاء نجم الہدٰے کے واسطے

جز خیالِ نورِ حق کچھ دل میں گنجایش نہ ہو
شاہِ مولانا شریف الاولیاء کے واسطے

حافظِ حاجی محمد شاہ محمود الملقب
آرزو بر لا میری اُس پارسا کے واسطے

شاہ قادر بخش خواجہ خواجگاں حق کے شہید
بخش دے مجھ کو خدا اُس مقتدا کے واسطے

تیرے در پر آ پڑا ہوں اپنا کر لے اب مجھے
شہ توکل شاہ پیر رہنما کے واسطے

(یا الٰہی خاتمہ بالخیر ہو مجھ کو نصیب
مولویؔ نور بخشِ باصفا کے واسطے)

ابرِ رحمت کی ہو یوسف پر ترشح حشر تک
اِسۡتَجِبۡ ھٰذَا دُعَائِیۡ مصطفٰےؐ کے واسطے

☆

تمّ الکتاب بعون الملک الوھّاب. ربّنا تقبّل منّا انک انت السمیع العلیم.

چشم دارم کز کَرم پاکم کنی   پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی
اندراں دم کز بدن جانم بری   از جہاں با نور ایمانم بری

ھٰذا و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین — والصّلوٰۃ والسّلام علٰی سیّدنا و مولانا محمد و علٰی اٰلہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین.

❀❀❀

حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی

المعروف حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت بخارا میں ہوئی آپ ایک دینی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے آپ کے بزرگوں کا سلسلہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

ظاہری و باطنی علوم کا حصول:

آپ نے ابتدائی تعلیم بخارا کے مدرسہ سلطانی میں حاصل کی بارہ سال کی عمر میں آپ قرآن حکیم حفظ کر چکے تھے جب کہ چودہ سال کی عمر میں تمام دینی علوم میں درجہ کمال حاصل کر لیا تھا علمائے وقت آپ کی علمی قابلیت کے زبردست معترف تھے اور آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ ”تاریخ لاہور“ میں تحریر ہے کہ حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے بخارا کے شاہی کالج میں بھی تعلیم حاصل کی تھی اور نمایاں امتیازی پوزیشن سے بہرہ ور ہوئے۔

چونکہ آپ علوم ظاہری کی تکمیل کر چکے تھے اور طبیعت پہلے ہی تصوف کی طرف مائل تھی اس لیے اب یکسوئی سے باطنی تعلیم کے حصول کی طرف راغب ہوئے۔

مرشد کی تلاش:

علوم ظاہری میں آپ کو اس قدر کمال حاصل تھا کہ آپ کے فتوٰی کو علمائے وقت ایک سند کی حیثیت دیتے تھے آپ کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ آپ کی مجلس میں بیٹھنا سعادت خیال کرتے تھے حتی کہ حاکم بخارا بھی آپ کی خدمت میں اکثر حاضری دیا کرتا تھا اور آپ کا بہت معتقد تھا۔ جب آپ کے دل میں مرشد کی تلاش کے جذبے نے غلبہ کیا تو آپ اپنے

مقصد کے حصول کی غرض سے بخارا سے نکلے اور سمرقند جا پہنچے۔ آپ نے حضرت خواجہ
سفید رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی جب کہ آپ کو نسبت حضرت اویس
الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ سمرقند میں ہی آپ نے بہت سی فیوض و برکات حاصل
جس سے آپ کو کافی روحانی تسکین حاصل ہوئی۔

سیر و سیاحت:

آپ نے سمرقند میں کچھ مدت قیام کیا اس دوران ہزاروں افراد آپ کے حلقہ ارادت
میں داخل ہوئے شہر کا حاکم بھی عقیدت مندانہ حاضر ہوا اور آپ کا مرید ہوا۔ سمرقند سے آپ
ہرات تشریف لے گئے وہاں سے آپ نے قندھار کا رخ کیا بہت سے لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت
میں شامل کرنے کے بعد کابل تشریف لے گئے کابل میں بھی لاتعداد لوگ آپ کے معتقد ہو گئے
اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ کابل کا حاکم بھی آپ کے
مریدین میں شامل تھا۔ چنانچہ جب آپ کابل تشریف لائے تو وہ شہر سے باہر دو فرلانگ تک آپ
کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کا شاندار استقبال کیا نہایت عزت و احترام کے ساتھ آپ کو
ساتھ شہر میں لایا اور سبز باغ میں آپ کی رہائش کا انتظام کیا۔

شہنشاہ ہند کی ارادت:

حضرت خواجہ ایشان رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے دن جامع مسجد میں خطبہ جمعہ دیا آپ
کے خطبے میں اس قدر اثر تھا کہ حاضرین و سامعین کے قلوب پر رقت طاری ہوگئی لوگ آپ کے
زورِ بیان کی تاثیر سے وجد میں آ گئے اور ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ حاضرین میں سے دو نمازی
رحلت کر گئے اس موقع پر بادشاہ بھی موجود تھا اس نے آپ سے ارادت و بیعت کی سعادت
حاصل کی بادشاہ کے ساتھ ہزاروں لوگ بھی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ
اللہ علیہ نے دو برس تک کابل میں قیام فرمایا اس دوران آپ نے شام، عراق، روم اور کوہ طور کی
طرف اپنے خلفاء مامور فرمائے اس کے بعد آپ نے کشمیر کا سفر کیا اور کشمیر پہنچ کر نواب عبدالرحمن
کے ہاں قیام فرما ہوئے چونکہ نواب عبدالرحمن کا والد آپ کا مرید تھا۔ اس لیے نواب عبدالرحمن
نے آپ کی بہت آؤ بھگت کی کشمیر میں آپ نے نہایت وسیع و عریض اور عالی شان خانقاہ تعمیر

کروائی جہاں سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوئے اور فیوض و برکات سے مستفید ہوئے آپ لوگوں کی روحانی تربیت فرماتے
ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل
ہوئے۔ کشمیر میں ایک مدت تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد شہنشاہ جہانگیر کے
کہنے پر اس کے پاس اکبر آباد گئے اور وہاں سے شہنشاہ جہانگیر کے ہمراہ پھر کشمیر تشریف لائے
کشمیر میں شہنشاہ جہانگیر کی موت واقع ہوگئی چنانچہ جہانگیر کی میت کے ہمراہ لاہور تشریف
لائے۔

شہنشاہ جہانگیر آپ سے اس قدر ارادت رکھتا تھا کہ جہاں بھی جاتا اس کی خواہش ہوتی
تھی کہ آپ اس کے ساتھ رہیں تا کہ وہ آپ کے فیوض سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکے۔

لاہور میں تشریف آوری:

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ جب راجوڑی کشمیر میں شہنشاہ جہانگیر وفات پا گیا تو اس کی
میت کے ہمراہ آپ بھی لاہور تشریف لے آئے اور لاہور میں سکونت اختیار فرمائی۔ جہانگیر کے
انتقال کے بعد شاہجہان مسند اقتدار پر بیٹھا۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد شاہجہان نے لاکھوں روپے
لاہور میں تقسیم کئے اور آپ کی خدمت میں بھی اس نے ایک لاکھ تنکہ بھیجا لیکن آپ نے قبول نہ
فرمایا شہنشاہ نے دوبارہ یہ ہدیہ نواب آصف خان کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیجا نواب
آصف خان نے عقیدت مندانہ اصرار کیا تو آپ نے قبول فرمالیا اس رقم سے آپ نے لاہور میں
اپنی خانقاہ تعمیر کروائی کچھ رقم کشمیر میں قائم خانقاہ کے اخراجات کے لیے ارسال فرمائی اور کچھ رقم کو
غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا۔

لاہور سے آپ اکبر آباد تشریف لے گئے پھر دہلی چلے گئے چونکہ شاہجہان بادشاہ آپ
سے بہت عقیدت رکھتا تھا اس لیے اس کے کہنے سے لاہور واپس تشریف لے آئے اور لاہور میں
مستقل قیام کا ارادہ فرمایا لاہور میں آپ اپنی زیر تعمیر خانقاہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور لاہور میں
آپ کی خدمت میں نواب وزیر خان جو کہ حاکم لاہور تھا حاضری کی سعادت حاصل کرتا رہتا تھا وہ
آپ کا مرید تھا اور آپ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے اکثر حاضر رہتا تھا۔

وصالِ مُبارک:

حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مغل شہنشاہ شاہجہان کے عہد میں ۱۶۴۲ء میں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے وصال سے پندرہ یوم قبل نماز عصر کے بعد نواب افتخار خان عالی جاہ سے فرمایا کہ پندرہ دن کے بعد ہمارا انتقال ہوگا چنانچہ جب سولھواں دن ہوا تو آپ نے منگل کے دن مغرب کی نماز کے بعد مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

الٰہی غنچۂ اُمید بکشا

گلی از روضۂ جاوید نما

اور پھر عشاء کے وقت سے قبل سجدہ کی حالت میں وصال فرماگئے۔ اس وقت صوبیدار لاہور سعید خان بہادر جنگ تھا۔ شاہجہان بادشاہ لاہور میں موجود تھا اس کو جب اطلاع دی گئی تو اس نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز وتکفین کے لیے میراں سید جلال الدین صدر الصدور کو بھیجا۔ لاہور تشریف لانے کے بعد آپ تقریباً نو برس تک حیات رہے آپ کو لاہور میں جی ٹی روڈ بیگم پورہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مقبرہ نہایت عالیشان تعمیر کیا گیا تھا۔

کرامات:

آپ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے صاحب کرامت بزرگ اور لاہور کے نقشبندی اولیاء کرام میں بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ جن دِنوں میں آپ بخارا سے سمرقند تشریف لے گئے اور سمرقند میں قیام پذیر تھے تو ان دنوں سمرقند پر دشمن نے چڑھائی کردی حاکم شہر شاہ زمان مرزا آپ کی شہرت سُن کر آپ کا معتقد ہو چکا تھا اس لیے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دُعا کا خواہاں ہوا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے مریدوں کے حلقہ میں شامل ہوا۔ آپ کی دعا سے دشمن کو ناکامی ہوئی اور شاہ زمان مرزا اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔

زندگی اور شفا:

۱ ایک مرتبہ ایک شخص شرف بیگ کابل کے سفر پر روانہ ہونے لگا تو حضرت خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ایک کام کے متعلق ارشاد فرمایا لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی جس کے باعث آپ کو رنج ہوا۔ دوسری طرف شرف بیگ کو بخار لاحق ہوگیا تین ماہ تک بخار میں مبتلا رہا

کسی بھی طرح بخار پیچھا نہ چھوڑتا تھا آخر اس کا بھائی عوض بیگ اس کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بیمار بھائی کو آپ کے پاؤں میں ڈالتے ہوئے عقیدت کا اظہار کیا اور اس کے حق میں دعائے صحت کرنے کی التجا کی اس پر آپ نے تکبیر کہتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ رب العزت نے چاہا تو ضرور شفا حاصل ہوگی۔ مجلس میں موجود حاضرین نے یہ خیال کیا کہ حضرت خواجہ ایشان رحمۃ اللہ علیہ نے صحت کے متعلق دعا نہیں فرمائی۔ چونکہ شرف بیگ کا گھر آپ کی خانقاہ کے ساتھ ہی تھا اس لیے جب رات کا وقت ہوا تو شرف بیگ کے گھر میں یکدم ہونے والے شور اور واویلا کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں اور پھر پتہ چلا کہ شرف بیگ کی موت واقع ہوگئی ہے۔ اسی دوران عوض بیگ گھبرایا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے زمین پر گر پڑا اور نہایت زاری کے ساتھ کہنے لگا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ مردوں کو زندہ کردیا کرتے تھے۔ مَیں بھی اس بات کا اُمیدوار ہوں کہ میرا بھائی زندہ ہوجائے گا۔ اس کی اس بات کو سُن کر حضرت خواجہ ایشاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ گھر جا کر دیکھو شاید شرف بیگ زندہ ہو۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ یکا یک شرف بیگ کے گھر سے رونے کی آوازیں آنا بند ہوگئیں اور پتہ چلا کہ شرف بیگ نے آنکھیں کھول دیں اور زندہ ہوگیا ہے چنانچہ پھر چند دنوں میں اسے مکمل طور پر بیماری سے شفا حاصل ہوگئی۔

گستاخ کا حشر:

حضرت خواجہ ایشاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک تقریباً بیس برس کی تھی کہ جب آپ بخارا سے دخش تشریف لے گئے ایک روز حاکم دخش باقی بیگ کی مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ باقی بیگ بڑا تند مزاج اور متکبر شخص تھا اس نے جب آپ کو دیکھا تو بڑی گستاخی سے کہنے لگا کہ یہ لوگ جو خواجہ زادہ کہلاتے ہیں اصل میں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے تو کان اور ناک کاٹ کر تشہیر کرنی چاہیے میرا نام باقی بیگ نہیں اگر میں یہ کام نہ کروں۔ باقی بیگ کی اس گستاخی کو سُن کو آپ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ تیرے کان اور ناک ایک روز ضرور کاٹے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیے کہ اس بات کے پورا ہونے کا سبب اس طرح سے ہوا کہ شاہ بخارا عبداللہ خان کا میر شکار اپنے شکاری جانور کے ساتھ دخش میں آیا اور

اس سے کوئی خطا سرزد ہوگئی۔ باقی بیگ نے اس پر خوب تشدد کروایا اور پھر دخش سے نکال [illegible]
نے راستے میں بادشاہ کے خاص باز کو ہلاک کر دیا اور بادشاہ بخارا عبداللہ خان کے پاس [illegible]
ہوا حاضر ہوا کہ باقی بیگ نے میرے ساتھ ناحق ظلم کیا ہے مجھ پر تشدد کروایا اور غصے میں [illegible]
کو بھی ہلاک کر دیا ہے یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے سپاہیوں کو بھیجا کہ وہ اس [illegible]
گرفتار کر کے لائیں اور حکم دیا کہ اس کے دونوں کان اور ناک کاٹ دیئے جائیں چنانچہ [illegible]
کے حکم کے مطابق باقی بیگ کے ساتھ اسی طرح کا سلوک ہی کیا گیا۔ اس طرح اولیاء اللہ [illegible]
گستاخی کرنے والے کا برا حشر ہوا۔

حاکم شہر کی دھمکی:

جن دنوں میں آپ کشمیر میں اقامت گزین تھے اُن دنوں کشمیر کا حاکم حسین [illegible]
اُس نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ فوری طور پر یہاں سے چلے [illegible]
قتل کر دیا جائے گا۔ آپ نے حاکم شہر کے تیور اور اس کی بدتمیزی و گستاخی ملاحظہ فرمائی تو اس [illegible]
ایک ماہ کی مہلت طلب کی وہ مہلت دینے پر راضی ہو گیا ابھی پندرہ یوم بھی نہ گزرے [illegible]
خان میر بحری اکبری فوج کے ہمراہ کشمیر پہنچا اور کشمیر کی حکومت کو چک قوم سے چھین لیا۔ [illegible]
بدبخت حاکم شہر کے ناپاک عزائم خاک میں مل گئے۔

ملکہ نور جہاں کی صحت یابی:

حضرت خواجہ ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستجاب الدعوات ولی اللہ تھے ایک مرتبہ [illegible]
جہانگیر کی چہیتی ملکہ نور جہاں بہت سے پیچیدہ امراض میں مبتلا ہوگئی کسی بھی طرح اُس کو [illegible]
ہوتا تھا بہت علاج کرائے گئے مگر صحت یابی کی کوئی اُمید دکھائی نہ دیتی تھی آخر آپ [illegible]
جہاں کی صحت یابی کی دُعا کروائی گئی آپ کی دُعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اور ملکہ نور جہاں [illegible]
حاصل ہوگئی۔

گستاخی کا انجام:

ایک مرتبہ آپ لاہور میں نماز عید کی ادائیگی کی غرض سے عیدگاہ میں تشریف لے [illegible]
نمازیوں کا بہت بڑا اجتماع تھا لیکن لاہور کے صوبہ دار کا انتظار تھا اس کا انتظار کرتے [illegible]

آخری وقت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ آخر وقت تا بہ زوال ہے۔ آپ کی بات سے مولوی
صالح لاہور نے انکار کیا اور کافی گستاخی کے ساتھ آپ سے گفتگو کی آپ کو جلال آ گیا اور فرمایا'
آفتابِ حیات تیرا تیراز برابر ممات آ گیا۔ چنانچہ نماز کے بعد مولوی صاحب گھوڑے پر سوار
ہو کر شہر کی طرف چلے تو گھوڑا ایک دم بدکا جس کے باعث مولوی صاحب گھوڑے سے نیچے گرے
اور گردن کی ہڈی ٹوٹ جانے سے اُسی روز انتقال کر گئے۔

بعد از وصال کرامت:

آپ کے وصال کے بعد جب آپ کے روضہ کی عمارت تعمیر کی جا رہی تھی تو حاکم لاہور
خان دوران جو کہ اولیاء اللہ سے عداوت و پُرخاش رکھتا تھا اس نے مجاور کو بلا کر بڑی گستاخی سے کہا
کہ آج تک خاندان نقشبندیہ میں سے کسی بزرگ کا روضہ نہیں بنا بلکہ شاہ نقشبند کا بھی روضہ نہیں
ہے لہٰذا اس روضہ کی عمارت کو گرا دیا جائے۔ مجاور نے بڑی بے باکی سے جواب دیا کہ مجھے تو اس
کے گرانے کا کوئی اختیار نہیں ہے اگر آپ کو اختیار ہے تو گرا دو یہ کہہ کہ مجاور تو واپس لوٹ آیا مگر
اگلے دن خان دوران آپ کے روضہ مبارک پر آیا اور بے ادبی کرتے ہوئے حکم دیا کہ روضہ مسمار
کر دیا جائے لیکن جب وہاں سے واپس شالامار باغ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں گھوڑے
سے گرا گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تین دن موت و حیات کی کشمکش میں رہ کر فوت ہو گیا۔

خلفاء عظام:

حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے شمار لوگوں کو راہِ حق پر
گامزن کیا لاتعداد افراد آپ سے مستفید ہوئے کافی لوگوں کی آپ نے روحانی تربیت کی آپ
کے سولہ خلفاء عظام ہیں جن کو آپ نے مختلف دور دراز کے شہروں میں خلق خدا کی ہدایت کے
لیے مامور فرمایا ان خلفاء کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

1. حضرت خواجہ خاوند احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ آپ کے فرزند تھے۔
2. حضرت خواجہ عبدالرحیم نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حضرت خواجہ حسن عطار بن علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے تھے۔
3. حضرت خواجہ سید یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی اولاد سے تھے۔

4۔ حضرت خواجہ محمد امین وحیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

5۔ حضرت خواجہ عبدالعزیز وحیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

6۔ حضرت خواجہ ترسون المعروف خواجہ باقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

7۔ حضرت خواجہ شادمان کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

8۔ حضرت خواجہ مرزا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برادر حضرت خواجہ دیوانہ بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو سبحان قلی خان بادشاہ بلخ کے مرشد تھے۔

9۔ حضرت خواجہ لطیف درخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

10۔ حضرت خواجہ مرزا ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھائی تھے۔

11۔ حضرت خواجہ باندی کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

12۔ حضرت خواجہ حاجی طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

13۔ حضرت حاجی ضیاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

14۔ حضرت خواجہ ابوالحسن سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

15۔ حضرت مولانا پائندہ حارثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

16۔ حضرت خواجہ معین الدین احمد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ آپ کے فرزند تھے۔

اولاد:

حضرت خواجہ ایشاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھ بیٹے تھے جو کہ انتہائی نیک سیرت اور بلند کردار کے مالک تھے۔

حضرت خواجہ خاوند احمد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ حضرت ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا اپنے والد محترم سے بیعت کی سعادت حاصل کی تھی جب کہ خلا

کے شرف سے بھی نوازے گئے آپ اللہ کے ولی ہیں والد محترم کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے اور مسند مشیخیت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کا انتقال لاہور میں نواب خلیل اللہ خاں گورنر لاہور کے دور میں ۱۰۷۳ھ بمطابق ۱۶۶۲ء میں ہوا آپ کی قبر مبارک بیگم پورہ لاہور میں حضرت خواجہ ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک کے احاطہ میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ تاج الدین خاوند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ نہایت نیک سیرت بزرگ تھے گناہوں سے نفرت کرتے اور نیکی کی طرف راغب رہتے تھے۔ خواجہ تاج الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی پوری زندگی اپنے آپ کو گناہ کبیرہ سے بچائے رکھنے میں گزار دی اللہ تعالیٰ کا بھی آپ پر خصوصی فضل و کرم تھا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو گناہ کبیرہ سے بچا کر رکھا۔ آپ عالم باعمل تھے اور آپ کا شمار اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ قاسم خاوند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ خاوند محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت خواجہ خاوند محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد محترم حضرت ایشان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ارادت رکھتے تھے عابد وزاہد بزرگ تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین احمد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ کتاب ''رضوانی'' کے مصنف ہیں اپنے والد محترم حضرت خواجہ ایشاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا صاحب فضل و کمال بندے تھے آپ کا شمار اولیاء کرام میں ہوتا ہے مختلف علوم حدیث وفقہ، اصول وفقہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے جب کہ باطنی علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی تھی طریقت کے تمام رموز و اسرار والد محترم کی خدمت اقدس میں رہ کر سیکھے تھے۔ آپ کا انتقال کشمیر میں ۱۶۷۴ء میں ہوا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین خاوند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ عبادت گزار اور شب بیدار بزرگ تھے جب حضرت خواجہ ایشاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا تو آپ اُن دنوں شاہی منصب پر فائز تھے والد ماجد کے وصال کے بعد شاہی ملازمت کو چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی شب و روز عبادت الٰہی میں گزارنے لگے اپنے والد محترم سے فیض حاصل کیا انتقال کے بعد حضرت ایشاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک کے پاس دفن کیے گئے۔



حضرت شیخ سعدی بلخاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سعدی بلخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار اپنے وقت کے مشہور اولیاء کرام میں ہوتا ہے آپ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے اور ظاہری و باطنی علوم میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا صاحب کرامت ولی اللہ تھے بچپن سے ہی آپ سے ولایت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے آپ کے حالات زندگی کے متعلق بہت سے بزرگوں نے کتب میں تحریر کیا ہے آپ نقشبندی سلسلہ طریقت کے عابد و زاہد بزرگ تھے اور مقامات عالیہ پر فائز تھے ۔آپ نے بہت سے مجاہدے اور ریاضتیں کی تھیں۔

بچپن کا واقعہ:

جناب شرف الدین مجددی کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف ''روضۃ السلام'' میں حضرت شیخ سعدی بلخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی خود ان کی زبانی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے تھے کہ میری عمر تقریباً آٹھ برس کی ہو گی کہ میں اپنے گاؤں کے پاس واقع کنویں پر وضو کر رہا تھا کہ ادھر سے حاجی سعد اللہ وزیر آبادی گزرے جو کہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے اور بنور تشریف لے جا رہے تھے اُنہوں نے دیکھا کہ میں بڑی احتیاط سے وضو کر رہا ہوں تو بہت حیران ہوئے اور خوش بھی پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ اس چھوٹی سی عمر میں یہ بچہ کس قدر توجہ و احتیاط سے وضو کر رہا ہے۔ چند لمحوں تک انہوں نے میری طرف اپنی توجہ مرکوز رکھی پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آگے کی طرف چل پڑے۔ میں نے ان کے بعض ساتھیوں سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ حضرت حاجی سعد اللہ ہیں جو اپنے مرشد پاک کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لیے بنور تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ سُن کر میرے دل میں بھی شوق نے سر اُبھارا کہ ایسی بزرگ ہستی کا

ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے چنانچہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا حتی کہ جب بنور پہنچے اور حاجی سعد اللہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام لوگوں کا علیحدہ علیحدہ حال دریافت فرمایا جب میری باری آئی تو حضرت حاجی سعد اللہ نے میرے متعلق یہ کہا کہ یہ لڑکا بھی ہمارے ساتھ ہی آیا ہے اور اس کے حالات عجیب وغریب ہیں۔ یہ سُن کر حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری طرف دیکھا اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ یہ لڑکا ہمارے ساتھ آیا بلکہ یہ کہو کہ ہم اس کے ساتھ آئے ہیں یہ لڑکا تو ازلی سعادت مند اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہے اگر اللہ تعالیٰ روز محشر تمہیں بخشے گا تو اس کے سبب سے بخشے گا۔ اس کے بعد انہوں نے میرا نام پوچھا تو میں نے اپنا نام سعدی بتایا۔ آپ نے فرمایا' تم جہاں کہیں بھی جاؤ اور جہاں کہیں بھی رہو سعد ہو دنیا میں بھی تم سعد ہو آخرت میں بھی۔

حضرت شیخ سعدی بلخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے مجھ پر بے حد شفقت فرمائی اور اپنی خصوصی عنایات سے نوازا پھر مجھے اپنے گھر لے گئے اور اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ آج مجھے ایک ایسا کم عمر بچہ ملا ہے جسے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اپنی بیعت کی سعادت سے نوازا میں نے آپ کے گھر میں کئی برس گزارے اور آپ کے زیر سایہ تعلیم وتربیت اور روحانی فیوض وبرکات حاصل کیں۔

لاہور میں آمد:

حضرت شیخ سعدی بلخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لاہور تشریف آوری کے متعلق مختلف روایات ہیں چنانچہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خلیفہ محمد یحییٰ زنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۰۵۳ھ میں حضرت شیخ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ طیبہ میں وصال فرما گئے تو ان کے وصال کے بعد حضرت شیخ سعدی بلخاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور تشریف لے آئے اور لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی لاہور میں آپ خلق خدا کی رشد وہدایت میں مصروف ہو گئے۔

اس ضمن میں ''تحقیقات چشتی'' کے مصنف نور احمد تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت شیخ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیت اللہ جانے کی غرض سے براستہ لاہور روانہ ہوئے تو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لاہور میں لوگوں کی رشد وہدایت کے لیے چھوڑ گئے اور حکم دیا کہ لاہور میں ہی رہیں۔

کرامات:

آپ مادرزاد ولی اللہ تھے مستجاب الدعوات تھے لوگ آپ کی خدمت میں دُعا کے لیے حاضر ہوتے آپ کی بے شمار کرامات ہیں آپ کی کرامات کا تذکرہ ''جواہر الاسرار'' کے مصنف شیخ محمد عمر پشاوری اور ''روضۃ السلام'' کے مصنف شرف الدین کشمیری مجددی نے اپنی کتب میں کیا ہے علاوہ ازیں ''کتاب بلخاریہ'' میں بھی آپ کی کرامات کا تذکرہ موجود ہے۔

آسیب زدہ ٹھیک ہوگیا:

آپ باعمل بزرگ تھے عابد وزاہد تھے جس کسی بھی آسیب زدہ کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ صرف اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے اور وہ آسیب زدہ ٹھیک ہو جاتا تھا بعض مرتبہ یوں ہوتا تھا آسیب زدہ کو آپ کے پاس اگر کسی وجہ سے نہ لایا جا سکتا تو آپ یہ ارشاد فرماتے کہ جا کر آسیب زدہ کے کان میں یہ کہہ دو کہ شیخ سعدی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ اگر خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ اس طرح آسیب زدہ ٹھیک ہو جاتا تھا۔

توجہ کامل کا اثر:

آپ نقشبندی سلسلہ کے باکمال بزرگ تھے اولیاء کرام میں سے جس کسی ولی اللہ کی روحانیت کی طرف توجہ مبذول کرتے وہ آپ کی توجہ کاملہ کے اثر سے فوری طور پر حاضر ہو کر کفایت فرماتے آپ بہت سے اولیاء کرام کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے۔

غیبی تلوار اور جلال کی کیفیت:

حضرت شیخ سعدی بلخاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد حضرت سید آدم بنوری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب لاہور میں تھے تو لاہور میں نواب سعد اللہ خاں اور دیگر حاسد قسم کے لوگوں نے بادشاہ کو آپ کے خلاف کر دیا اور چاہا کہ بادشاہ آپ کو تکلیف پہنچائے اس صورت حال حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لاہور سے اپنے وطن واپسی کا ارادہ فرمالیا اور لاہور سے روانہ ہو گئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جدائی آپ کو گوارا نہ تھی اس لیے آپ پر یہ بہت گراں گزری آپ جلال میں آگئے اور بادشاہ کی ہلاکت کے درپے ہوئے غیب سے ہاتھ میں ایک تلوار پکڑی اور چاہا کہ اس سے بادشاہ پر وار کریں مگر اچانک پیرومرشد حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ظاہر ہوئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تحمل و برداشت سے کام کیونکہ یہ بادشاہ مسلمانوں اور رعایا کا خیر خواہ ہے۔

مرشد نے بادشاہ کو پھر بچالیا:

حضرت شیخ سعدی بلخاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مغل بادشاہ شاہجہان نے بعض حاسدوں کے کہنے پر حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہندوستان سے نکل جانے کا حکم دیا تو تمام مریدین و معتقدین خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس بادشاہ کو سبق سکھانا چاہیے اور اسے متنبہ کرنا چاہیے۔ پیرومرشد نے فرمایا کہ یہ بادشاہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور رعایا کی بہبود کے لیے کوشاں رہتا ہے اس لیے اس کے حق میں برا ارادہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس معاملے میں بے قصور ہے اسے ہمارے باطنی حالات کا علم نہیں ہے۔ مرید نے جب حضرت شیخ کا اس بابت یہ جواب سُنا تو وہ مطمئن نہ ہوئے وہ گویا مایوس ہو گئے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں بادشاہ کی تنبیہہ کی طرف متوجہ ہوں لیکن مجھے اس معاملے میں پیرومرشد کی ناراضگی کا خدشہ ہوا اس لیے میں نے پس و پیش سے کام لیا۔

پیرومرشد کے ایک خلیفہ شیخ ابوالفتح نے مجھے قائل کرتے ہوئے کہا کہ پیرومرشد کی رضا مندی اور خوشنودی کا میں ذمہ دار ہوں اگر وہ ناراض ہوں گے تو میں اُن کو منالوں گا۔ اس پر میں نے اپنے ایک دوست کو اپنے ساتھ لیا اور کامران کے باغ میں جا کر اس مقصد کے لیے بیٹھ گیا۔ میں نے ایسی توجہ کی کہ اپنی ہتھیلی پر بادشاہ کو تخت سمیت اُٹھالیا اور اس کے ساتھ اس کے تمام

درباریوں اور اُن حاسدوں کو بھی ہتھیلی پر اُٹھالیا جو بادشاہ کو بدظن کرنے کا سبب بنے تھے۔ میں نے ابھی اس بات کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ان سب کو برباد کر کے رکھ دوں مگر فوری طور پر ایک رکاوٹ آڑے آگئی اور مجھے تصرف کرنے سے روک دیا۔ دوسری مرتبہ میں نے پھر اپنا ہاتھ بڑھایا مگر کیا دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کے دربار کے گرد ایسا زبردست حصار موجود ہے کہ کوئی بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی غیرت آئی اور جوش غیرت میں مَیں نے تیسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھایا اور کوشش کی کہ حصار کو عبور کر کے بادشاہ تک پہنچوں اور بادشاہ کو ہلاک کر دوں مگر عین اُسی وقت اچانک پیرومرشد حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات اقدس نے ظاہر ہو کر مجھے کمر سے پکڑ لیا اور مجھ سے ارشاد فرمایا' بیٹا! ان کاموں میں تحمل سے کام لینا چاہیے۔ پیرومرشد کا ارشاد سُن کر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور پھر اس واقعہ سے میں اس قدر شرمسار ہوا کہ تین یوم تک زیارت کی سعادت حاصل نہ کر سکا پھر جب زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا تو پیرومرشد میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا تم تو اس معاملے میں قصوروار نہیں ہو سارا قصور تو ابوالفتح کا ہے کہ جس نے تمہیں اس کام کے لیے تیار کیا۔

وصال مبارک:

حضرت شیخ سعدی بلخاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مدت تک خلق خدا کی رشد وہدایت میں مصروف رہے بے شمار طالبان حق آپ کے روحانی فیض سے مستفید ہوئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے چالیس برس تک لاہور میں طالبان حق کی رہنمائی کی اور ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ کیا۔ بروز بدھ ماہ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۶۹۶ء میں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں آپ کا وصال ہوا۔

مہابت خاں ابراہیم اُس دنوں صوبہ لاہور تھا۔ آپ کا مزار مبارک ترمذی سٹریٹ سعدی پارک مزنگ لاہور میں واقع ہے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبر پر گنبد تعمیر نہیں کیا گیا۔

اولاد:

حضرت شیخ سعدی بلخاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چار صاحبزادے تھے جو کہ

اپنے والد محترم سے فیض یافتہ تھے۔ظاہری و باطنی علوم میں درجہ کمال پر فائز تھے عبادت و ر[illegible]
کے معاملے میں بہت بڑھے ہوئے تھے چاروں صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔خواجہ محمد سلیم [illegible]
محمد عبدالغنی، خواجہ محمد عارف اور خواجہ محمد یوسف۔



حضرت حاجی محمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے حضرت حافظ سعد اللہ مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔آپ صاحب کرامت ولی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کے نیک، برگزیدہ او رمقبول بندے تھے مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کے لیے بہت کام کیا اور طالبان حق کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ان کی روحانی تربیت کی درس وتدریس کے ذریعے ظاہری و باطنی تعلیم سے خلق خدا کو مستفید کیا۔

کرامات:

آپ کافی عرصہ تک افغانستان کے مختلف شہروں میں بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہوئے افغانستان کے باہر کے ممالک میں بھی سیر وسیاحت کی غرض سے تشریف لے گئے اس دوران آپ نے دو حج بھی کیے حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت حاصل کی پھر جب لاہور تشریف لائے تو لاہور کے محلہ عبداللہ واڑی میں سکونت پذیر ہوئے اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں کے دلوں میں آپ کی عقیدت ومحبت پیدا ہوگئی تھی چنانچہ جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کو فتح کرنے کی غرض سے چڑھائی کی تو پیش قدمی کرتے ہوئے لاہور پر حملہ آور ہوا اس صورت حال میں لاہور کے تقریباً تمام باشندے احمد شاہ ابدالی کی افواج کی غارت گری سے بچنے کے لیے اپنے مال واسباب کے ساتھ محفوظ جگہوں کی طرف چلے گئے جب کہ محلہ عبداللہ واڑی اور محلہ لکھی کے مکین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قتل وغارت گری کے خوف سے لاہور کے تمام باشندے اپنے گھر بار چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور ہم آپ کے بھروسے پر ابھی تک اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اگر آپ ہمارے لیے کچھ کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم بھی اپنے بچاؤ کا کوئی چارہ کرتے ہیں۔